قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

انی تارک فیکم الثقلین

نور علی النور

رسالہ روشنی یا برادر رسالہ الشیعہ

کی جلد بابتہ ۱۸۹۹ء

مرزا عبدالعلی قزلباش ایڈیٹر

مطبع آنتم پرکاش مراد آباد میں چھپوا کر
دفتر رسالہ روشنی سے شایع کیا

سالانہ چندہ (...) ۔

آخری پیام

مین اون معاونین کا شکرگذار ہون جنکی اعانت سے روشنی کی پانچوین جلد تک مین ختم کرسکا مین نے
اپنا وطن چھوڑکر اس کام کے لئے اس لئے لکھنؤ رہنا اختیار کیا تھا کہ یہان نشر شریعت کا بہت شور
سنا تھا لیکن سب غلط نکلا - جو چند بزرگوار لکھنؤ مین چندہ دیتے ہین وہ ہرگز شایقانہ حیثیت سے
نہین دیتے - یا میری ذاتی واقفیت کی وجہ سے یا اوس نوعیت سے کہ جیسے دیگر محتاج رسایل
کو کچھ دیدیتے ہین ویسے مجھے ایک سفید پوش قومی فقیر سمجھکر دیدیتے ہین - اتنی اونکی تحریک ہی کو بھی
مین غنیمت سمجھکر نہایت شکرگذاری کے ساتھ اوسے قبول کرتا ہون - لیکن حقیقت مین رسالہ روشنی
کی زندگی کا سبب دیگر اضلاع کے شایقین کی توجہ تھی جو زمانہ کی ضرورت کو بمقابلہ صاحبان لکھنؤ
کے بہت کچھ زیادہ جاننے والے ہین - بہرحال کچھ نہ کچھ کام چلا ہی جاتا تھا لیکن امسال اوس کی
بھی توقع نہین رہی کہ بہت سے ویلو واپس آگئے - مین معذور ہون کہ وقت پر پرچہ نہ شایع ہونا اس کا
کوئی سبب ہی لیکن اس کے سبب کو مین کیونکر بیان کرسکون - شاید پانچ چھ بزرگ ہون گے جو
پیشگی چندہ بھیجدیتے ہین - قطع نظر اس کے آخری سہ ماہی سال مجریہ کی اونکو پہونچی ہو یا نہ پہونچی
ہو - بعض وہ بزرگ ہین جو سہ ماہی دوم یا چہارم بذریعہ ویلیو آنا پسند کرتے ہین - مگر ایسے بزرگوارونکی
ایسی مثال ہے جیسے سر پھر جاؤن مین بارہ والے - بعض ایسے شایق ہین کہ پرچہ کا تقاضا تو بڑے
شد و مد سے کرتے ہین - مگر چندہ کا ذکر نہین - بہرحال ایسی حالتین پرچہ جاری نہین رہ سکتا چھٹی جلد
تو مین ختم کردونگا ہی - بخیال وصول ہوجانے پیشگی چندہ کے اون بزرگوارون سے جنکا ذکر اوپر ہوا
لیکن سنہ ۱۹۱۱ کی بابت اونسے بھی عرض ہی کہ وہ پیشگی چندہ نہ بھیجین تاوقتیکہ میری کوئی دوسری تحریر ملاحظہ
نہ فرماوین مین خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے یہ کوشش کرتا ہون کہ خاص افراد قوم مین اپنی اپنی
سرپرستی سے بقیہ مجلدات چھپوادین - اگر مین کامیاب ہوا تب تو کل جلدین چھپونگا ورنہ چھٹی جلد کے
بعد نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ رسالہ روشنی ہمیشہ کے لئے اپنے حقیقی معاونین سے جدا
ہوگا - اب مین نہایت شکرگذاری کے ساتھ سنہ ۱۹۱۰ء کی رسید زر کا سلسلہ ذیل مین درج کرتا ہون -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ کے چند فقروں پر بحث کر کے اپنے نزدیک یہ نتیجہ
نکال کر کہ حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا جائے بحث نہیں ہے سب مسلمان راضی ہو گئے تھے
اور جناب امیر کس طرح مستحق خلافت ہو سکتے تھے جبکہ سب نے چھوڑ دیا اور علی مرتضیٰ
کا حضرت ابوبکرؓ سے مقابلہ نہ کرنے کو تسلیم صحت خلافت حضرت ابوبکر ظاہر کر کے (جس کی
غلطی ہم پانچویں جلد روشنی سنہ ۱۸۹۸ء میں دکھا چکے) یہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام
کو ابوبکر سے لڑنے کا خیال کیوں پیدا ہوا وہ تو خلافت ابوبکر سے مزاحمت کرنے کو
فتنہ سمجھتے تھے۔

اور اس کی سند کے لئے نہج البلاغہ سے ایک کلام جناب امیرؑ کا نقل کرتے
ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے جبکہ وفات ہوئی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی اور عباس اور ابوسفیان نے جناب امیر سے یہ درخواست کی ان سے
خلافت کی بیعت کا لیں۔ اے آدمیو نجات کی کشتیوں کے ساتھ فتنہ کی موجوں سے
بچو۔ اور نفرت کے راستے سے جدا ہو جاؤ اور فخر کا تاج اتار رکھو"
اور فقرہ ہذا کے یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ یعنی ابوبکر کی خلافت میں خلل ڈالنا فتنہ
ہے اور نفرت کا طریقہ ہے اس سے پرہیز کرو اور تم کو جو یہ خیال پیدا ہوا کہ خلیفہ
عبد مناف کی اولاد میں سے کیوں ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہے۔ اس فخر کے تاج کو
سر سے اتار دو اور یہی تم کو اپنے مقابلہ میں کم مت سمجھو" مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ کا ترجمہ
نہایت غلط کیا اور اپنے مذاق کی تائید کے لئے غلط پہلو بدلا ہے۔ اور بالخصوص لفظ منافرہ

کا ترجمہ "نفرت نہ" اس فقرہ مین کہ "اور نفرت سے کے راستہ سے جدا ہوجانا" نہ غلط اور بے محل دانائی سے کیا ہے

منافرۃ ثلاثی مزید باب مفاعلہ سے ہے جسکا ثلاثی مجرد بیشک نفر ہے اور اسکے معنے جدا اور الگ ہوجانے کے ہین لیکن باب مفاعلہ کی خاصیت باہم شریک ہونے کی ہے اس اعتبار سے معنی کلمہ نافرۃ کے جو کلام علی مرتضی مین آیا ہے باہم نفرت کرنے کے ہونگے۔

پس اس فقرہ کے یہ معنے ہوتے ہین "چھوڑدو راہ آپس مین نفرت کرنے کی"

اور ظاہر ہے کہ آپس مین نفرت نہین ہوسکتی جب تک کہ ایک دوسرے پر اپنا فخر نہ جتاوے۔ اور اس اعتبار سے منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے قرار پاتے ہین۔ چنانچہ نہایہ ابن اثیر مین جو ایک عالم اہلسنت کی مشہور کتاب لغت ہے اسمین صاف لکھا ہے "المنافرۃ المحاکمۃ والمفاخرۃ" پس کلام علی مرتضے مین اس موقع پر منافرۃ کے معنے مفاخرۃ کے ہین اور ترجمہ اس فقرہ کا یون ہونا چاہیے "چھوڑو راہ مفاخرۃ کی"

اور اس معنے پر فقرہ آئندہ بھی صاف دلالت کرتا ہے "اور اوتار دو تاج مفاخرۃ کو" تا جس سے پہلو استدلال مصنف تنقید الطالب کا مطلق باقی نہین رہا

اب مین پورا ترجمہ صحیح اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا لکھتا ہون جس پر مصنف نقد الطالب نے استدلال کیا ہے تاکہ آسانی سے ظاہر ہو جاوے کہ اُس کلام علی مرتضیٰ سے کچھ بھی تائید مقصود مصنف مخاطب کی نہین ہوتی ہے اور مصنف مخاطب نے خلاف منشاے علی مرتضیٰ کے استنباط کیا ہے۔

بیکہ رسول خدا صلعم نے وفات پائی اور عباس اور ابو سفیان بن حرب

نے حضرت کو مخاطب کیا تھا اس باب مین کہ حضرت کے ساتھہ بیعت کرین وہ یہ ہی لوگو! شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے (یعنے اس فتنہ وفساد کے دریا کو کشتی نجات مین بیٹھکر جہیل جاؤ) اورچہوڑدو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو"

اس فقرہ کے ہرگز یہ معنی نہین ہوسکتے کہ وہ حضرت ابوبکر کی خلافت مین خلل ڈالنا فتنہ ہی" اور نہ یہ مقصود ہی کہ اُس خلافت مین خلل ڈالنا نفرت کا طریقہ ہی اس حیثیت سے کہ خلافت اُنکی صحیح اورجائز تھی۔ اور نہ اُس فقرہ سے یہ منشا علی مرتضے کا ظاہر ہوتا ہی کہ وہ علی مرتضے لوگون کو سمجہاتے ہون کہ تمکو جو یہ خیال پیدا ہوا ہی کہ خلیفہ عبدمناف کی اولاد مین سے کیون نہوا۔ بنی تیم مین کیون ہوا یہ غرور اور فخر کا طریقہ ہی اس فخر کے تاج کو سر سے اوتارو اور بنی تیم کو اپنے مقابلہ مین کم ست سمجہو" جیسا کہ مصنف مخاطب استنباط کرتے ہین۔

بلکہ اُس فقرہ کلام علی مرتضی کا یہ مقصود اور منشا ہی کہ بعد وفات پیغمبر جو واقعات پیش آئے اُن سبکو علی مرتضیٰ فتنہ سمجہتے تہے۔ حضرت ابوبکر کا خلیفہ قرار پانا اور حضرت ابوبکر کا مسلمانون کو لقب مانعین زکوۃ اور ارتداد کا دیکر قتل کرنا اور مسیلمہ کذاب کا دعوی نبوت کرنا اور جم غفیر کا اُسکے اتباع مین ہوجانا۔ یہ سب واقعات فتنہ تہے۔

چنانچہ علی مرتضے نے جو یہ نصیحت اسی کلام مین فرمائی ہی کہ وہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے" امواج فتن سے مراد ان تمام واقعات سے ہی اور کشتی نجات سے مراد سکوت کرنے سے ہی جیسا کہ ہم پہلے احادیث دکہاچکے ہین جنکا مقصود یہی ہی کہ زمانہ فتنہ مین انسان کو سکوت کرنا چاہیے

علی مرتضے کے ارشاد میں ایک کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ استنباط ہوسکے کہ وہ خلافت حضرت ابو بکر کو صحیح سمجھے ہیں اور اس میں خلل ڈالنا فتنہ جانتے ہوں ۔ ہاں خود خلافت حضرت ابو بکر کو امواج فتن فرمایا ہے البتہ حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ قرار پا جانے کی حالت پر صبر و سکوت پسند فرماتے تھے اس وجہ سے نہیں کہ وہ صحیح خلیفہ قرار پائے تھے بلکہ اس وجہ سے کہ اسلام تازہ تھا اور فتنے برپا ہو چکے تھے کہ حضرت ابو بکر غلط خلیفہ قرار پا گئے تھے اور باہم مسلمانوں کے اور مسلمانوں اہل ارتداد اور کفار کے قتل وقتال شروع ہو گیا تھا اوس وقت اگر علی مرتضے مع اپنے ہمراہیوں اور ساتھ دینے والوں کے حضرت ابو بکرؓ اور اون کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں سے مقاتلہ شروع کرتے تو کچھ شبہہ نہیں ہے کہ مسلمان باقی نہ رہتے یا اسقدر کم ہو جاتے کہ مذہب اسلام تباہ اور برباد ہو جاتا ۔

اسی وجہ سے علی مرتضی نے فرمایا ہے کہ " چھوڑ دو راہ مفاخرت کو اور تاج مفاخرت کو اوتار ڈالو" جسکے صاف معنے یہ ہیں کہ اے لوگو ۔ گو میرے خاندان میں خلافت اور امارت ہمیشہ سے رہی ہے ۔ اور فخر امارت اور خلافت کا میری ذات کے لئے ہے ۔ لیکن ابو بکر نے جو اسوقت وہ فخر اپنے لئے وضع کر لیا اور اوسکا قبیلہ کوئی اس فخر کے قابل نہیں ہے ۔

مگر ایسے زمانہ فتنہ میں جبکہ اوسکی امواج جوش زن ہیں تمہاری یہ خواہش کہ میرے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت کی مفاخرت یا باہم (منافرت) فخر حاصل کرنے کے لئے پیدا کی جاوے ہرگز زیبا نہیں ہے ۔ تنگ میں مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہ ہو جاوے گی ۔

بلکہ زیبا یہ ہے کہ ایسے زمانہ فتن میں منافرۃ اور منافرۃ فخر حاصل کرنیکے

سے لئے قایم کرنا ناپسندیدہ ہی تا کہ مذہب اسلام اور قومی سلطنت مسلمانون کی تباہی سے محفوظ رہے۔ پس اسی بنا پر علی مرتضےٰؑ نے فرمایا ہے "چھوڑ دو راہ منافرۃ یا منافرۃ فخر قایم کرنے کی اور اُتار ڈالو تاج مفاخرت کو" اور یہ ارشاد تفسیر ہے اُس فقرۂ اول کی کہ شق کرو امواج فتن کو کشتی ہاے نجات سے یعنے صبر و سکوت اختیار کرو جو کشتی نجات ہے اور اوس کے ذریعہ سے امواج فتن کو چیر کر پار ہو جاؤ گے۔

ان فقرات کے بعد آیندہ فقرہ کلام علی مرتضےٰؑ کا مصنف مخاطب یون ترجمہ کرتے ہین "کامیاب ہوا وہ جو اوٹھا قوت بازو کے ساتھ یا اطاعت کی اور راحت دی"

اور اوسپر یہ استدلال کیا ہے "یعنی کامیابی دو قسم کے آدمیون کو ایک وہ جو قوت کے ساتھ خلافت کا بوجھ اوٹھانے کے لئے کھڑا ہو۔ دوسرا وہ جس نے اطاعت کی اور کوئی جھگڑا اور فتنہ نہ کیا اور اپنی جان کو اور سب مسلمانون کو اپنے فتنہ سے راحت دی قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین و انصار کی بیعت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہوئی ہے۔ اس قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ ارشاد کر دیا کہ خلافت مین کامیابی اوس کو ہے جس سے سب نے بیعت کی اور باقی سب مسلمانون کو اطاعت مین کامیابی ہے اور اب جو شر اور فساد اوٹھائیگا وہ نامراد ہے حاصل یہ ہوا کہ خلافت کا وہ مستحق ہے جو اقوی ہے اور باقی سب مسلمانونکو اُسکی اطاعت چاہیے"

مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ بھی کلام علی مرتضےٰؑ کا ایسا کیا ہے جس سے مقصود اور منشاے علی مرتضےٰؑ مین مصنف مخاطب کو گنجایش اپنے استدلال کی ہو سکے اور استنباط بھی ایسا کیا ہے کہ جو مخالف مقصود اور منشا کے ہے

اصل وہ فقرہ یہ ہے۔

"افلح من نہض بجناح او استسلم فاراح" ترجمہ صحیح "فلاح (کامیابی یا رستگاری) پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا یا سر کو جھکا لیا (اور سکوت کیا) تو اُسنے راحت پہونچائی"

اس فقرہ مین جو اصول عام جناب مرتضیٰ نے فرمایا ہے اُسکی صحت سے کسیکو انکار نہین ہو سکتا اور نہ اسوقت اُسکی صحت پر بحث ہے۔ بحث یہ ہے کہ اُسکا مصداق کس چیز پر اور کس کے حق مین ہوتا ہے "فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر کو جھکا لیا تو اُسنے راحت پائی" قوت بازو کی اس کلمہ مین اپنی اندرونی اور ذاتی قوت سے مراد ہے نہ قوت بیرونی اور غیر سے یعنے وہ قوت ذات سے منفصل نہو۔ اور وہ قوت کیا ہے؟ کار کی قابلیت اور قابلیت کسی کار کی پیدا نہین ہو سکتی جب تک کہ حقیقت اُس کار کا علم نہو اور جملہ اُن اوصاف سے وہ عالم متصف نہو کہ جن اوصاف کا اُس کار کے انجام دہی کے لیے ہونا ضرور ہو۔

پیغمبر خدا نے جو کار رسالت کو شروع کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت مسلمانون کی قائم ہو گئی کچھ شبہہ نہین ہے کہ آنحضرت باطنی اور ذاتی قابلیت اُس کار کی رکھتے تھے اور اُنکی فکر اور نظر اُس کار مین کوئی اُنکا شریک نہین تھا اور اُن کو حقیقت اُس کار کا ایسا علم کامل تھا جسمین اُنکو ایسا عروج ہو گیا کہ اُنہون نے درجۂ معراج پر پہونچکر خاتمہ کر دیا اور ختم المرسلین کا لقب حاصل کر لیا۔ اور وہ اُس کار کی ایسی قابلیت رکھتے تھے کہ کسی دوسرے مین نہین تھی۔

وہ اس کار کے لیے مجرد اپنی قوت ذاتی کی وجہ سے جو خداداد تھی مبعوث اور برانگیختہ اور اوٹھ کھڑے ہوئے تھے یہی مصداق کہ "فلاح پائی اُس شخص

ہے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا ؎

اور فقرہ ثانیہ کی یہ کہ سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی ؎ مصداق یہ حالت پیغمبرؐ کی کہ قبل ہجرت بسبب کفار کی اذیت رسانی اور مخالفت حد سے تجاوز ہوگئی یہانتک کہ مشورہ قتل پیغمبرؐ کے کفار قریش آمادہ اور مستعد ہوگئے اور پیغمبرؐ کے گھر کو گھیر لیا تو پیغمبرؐ نے اُنکی مدافعت اور ارادہ حملہ کی مقاومت اور اُنسے مقاتلہ نکرنا پسند کیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جھکا لیا اور ہجرت فرمائی اور قتل و قتال کے وقوع میں نہ لانے سے راحت پہونچائی اور سر جھکانے اور راحت پہونچانے کا اطلاق اسپر یوں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگون نے پیغمبرؐ کی قابلیت اور قوت کے سامنے سر جھکا لیا تھا اور پیغمبرؐ کی ذات اور قوت اُس کام کو قبول کر لیا تھا۔

اس جگہ ہم یہ بھی کہسکتے ہین کہ دوسرون نے اُنکی قابلیت اور قوت کی اطاعت کی تھی خواہ ظاہری طور پر خواہ باطنی طور پر اُن لوگون نے اُسوقت قتل و قتال نکرنے کی وجہ اور سر جھکا لینے کے باعث راحت پہونچائی اور شور برپا کرنے سے اذیت نہین پھیلائی۔

مگر یہ امر نہین تھا کہ محض لوگون کے قبول کرنے سے حضرت محمدؐ رسول ہوگئے تھے یا اُنہین وہ قابلیت اور قوت ذاتی لوگون کے سر جھکانے سے پیدا ہوگئی تھی۔ نہین نہین۔ وہ قوت و قابلیت باطنی اور ذاتی آئین قدرت نے اول ودیعت کی تھی اور پھر لوگون نے اُس قوت اور قابلیت کے سامنے سر جھکایا تھا اور اُسکو قبول یا اُسکی اطاعت کی تھی یہ معنی ہین ارشاد علی مرتضیٰؑ کے کہ ؎ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ یا سر جھکا لیا تو اُسنے راحت پہونچائی ؎

بعد وفات پیغمبر صلعم کے کار رسالت ختم ہو چکا تھا۔ لیکن قائم رکھنا۔ اور چلانا اوسکا۔
کا باقی تھا۔ اسلئے کہ دین اسلام جسکا نتیجہ یہی سلطنت مسلمانوں کی تھی قیامت تک قائم
اور رائج اور شائع ہونے والا تھا۔ ضرور ہے کہ بعد پیغمبر کوئی ایسا شخص نائب
اور جانشین پیغمبر صلعم ہو۔ کہ جو اپنی قوت بازو سے اوس کار کو چلاوے اور اوسمیں قابلیت
باطنی اور ذاتی اوس کام کی ہو۔ اور اوس کام کے چلانے میں کوئی دقت سد راہ نہو
اور نہو سکے۔ اور وہ علم حقیقت اوس کار کا رکھتا ہو۔ اور اوس میں وہ اوصاف
بذاتہ بلا غیرہ موجود ہوں۔ کہ جنکے وجود سے وہ اوس کام کو چلا سکے۔

جو کوئی غور کرے گا وہ ضرور قائل ہوگا کہ علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی
علی مرتضیٰ علیہ السلام کے ایسے تھے جن میں وہ محتاج غیر کے نہیں تھے۔ اور وہی اپنے
علم اور اوصاف باطنی اور ذاتی کی وجہ سے اوس کار کو جو پیغمبر صلعم نے چھوڑا تھا۔
صحیح طور پر اوس کے اصلی مرکز پر چلا سکتے تھے۔ اور وہی ذاتی قوت اور قابلیت
کار خلافت کی رکھتے تھے۔

برخلاف اوس کے حالت حضرت ابوبکر کی تھی کہ اون میں ذاتی قوت
اور قابلیت اوس کار کی نہیں تھی۔ بلکہ وہ مردن کے بھروسہ پر انہوں
نے اوس کار کو قبول کیا تھا جیسا کہ واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ سے
ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کار کے لائق نہ سمجھ کے قبول خلافت سے
انکار۔ اور حضرت عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے کہ حضرت عمر نے
زبردستی اونکو خلیفہ بنایا (تاریخ طبری) اور پھر اونہوں نے اپنی سچائی سے
حقیقۃ اوسمیں قوت اور قابلیت نہ تھی اوس کو اپنے خطبہ میں ظاہر بھی فرما دیا
اور یہ بھی بتا دیا کہ ذاتی قوت اور قابلیت اوس کار کی کس
میں ہے (علی میں) (دیکھو تاریخ الخلفا علامہ سیوطی)

پس صریح ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکر اپنی ذاتی قوت سے اُس کار کے لیے نہین اوٹھے۔ بلکہ دوسرے لوگون نے اُس کار کے لیے اُنکو اوٹھایا تھا چنانچہ اسی موقع پر مصنف مخاطب خود اس امر کو اسی پیرایہ مین قبول کرتے ہین کہ "قوت بازو سے مراد جماعت مہاجرین اور انصار کی بعیت ہی" حالانکہ قوت غیر بازو اور ذات حضرت ابوبکر کی تھی۔

اگر حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بعیت نہوتی تو وہ قوت بازو اور ذات حضرت ابوبکر مین نہوتی۔ اور چاہیے یہ تھا کہ وہ قوت جس سے حضرت ابوبکر خلیفۂ برحق ہو سکین اُنکے بازو کی قوت اور اُنکی ذاتی قابلیت ہوتی۔

کچھ شبہہ نہین کہ حضرت ابوبکر اپنی قوت بازو یعنے قابلیت ذاتی سے خلیفۂ برحق ہوسکتے تھے نہ قوت بعیت اور دوسرون کے بنانے سے۔ پس علی مرتضےٰ نے جو یہ اصول فرمایا ہی کہ "وہ فلاح پائی اُس شخص نے کہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا" ایک معیار ہی حضرت ابوبکر کی حالت کے جانچنے کے لیے۔ اگر وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے ہین تو ضرور وہ خلیفۂ برحق ہین اور اگر وہ غیر اپنے بازو کی قوت سے کھڑے ہوے ہین اور دوسرون نے اُنکو خلیفہ بنایا ہی تو وہ کسی طرح خلیفۂ برحق نہین ہوسکتے

خود علی مرتضیٰ اور دوسرے لوگ موجودہ اُسوقت بغیر کسی شک وشبہہ کے جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر اپنے بازو کی قوت یعنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے نہین اوٹھے بلکہ دوسرون کی قوت سے۔ اور اسوقت تک بھی لوگ دل مین اُنکو ایسا ہی جانتے اور مانتے چلے آتے ہین تو مقصود منشا فقرۂ کلام علی مرتضیٰ کا آشکارا ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق اس فقرہ کے نہین ہوسکتے کہ "وہ فلاح پائی اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا"

بلکہ علی مرتضےٰ نے اپنے کلام بلیغ سے لوگون کو جتایا کہ حضرت ابوبکر چونکہ اپنے بازو کی قوت سے نہین اوٹھے ہین بلکہ غیر ذاتی قابلیت سے اسلیے وہ فلاح پانے والے نہین ہین اور مصنف مخاطب نے جو کلام علی مرتضےٰ کے فقرہ سے مقصود بتایا ہی وہ صریح مخالف منشاے صریح علی مرتضیٰ کے ہی اب یہ دیکھنا باقی ہی کہ سر جھکانے اور راحت پہونچانے کی حالت کے مصداق حضرت ابوبکر ہوسکتے ہین یا کون اور یہ فخر کس کے حصہ مین آتا ہی۔

یہ فخر حضرت ابوبکر کے حصہ مین اُسوقت آسکتا تھا کہ جب وہ اُس شخص کے سامنے سر جھکاتے کہ جسمین وہ قوت ذاتی چلانے کار خلافت کی تھی یا یون کہو کہ وہ اطاعت اُسکی کرتے اور اُسکو خلیفہ مانتے جیسا کہ حضرت محمدؐ کو رسولؐ مانا اُسوقت وہ اپنے سر جھکانے سے راحت پہونچانے والے ہوتے کہ مذہب اسلام صحیح طور پر اپنے مرکز پر چلتا۔

اُنہون نے بیشک ارادہ کیا کہ ترک خلافت کرین اور علی مرتضےٰ کے حق خلافت کو قبول کرین لیکن اُنکو اُس غلط قوت بعیت دوسرون نے اپنے اُس ارادہ مین کامیاب ہونے نہ دیا۔

البتہ یہ فخر سر جھکانے کا جس سے مراد صبر و سکوت ہی علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا کہ جب حضرت ابوبکر خلاف معیار نہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھے بلکہ غیرون نے اُنکو اپنی قوت بعیت سے اوٹھایا اور علی مرتضےٰ نے بنظر مصلحت حالت زمانہ کے اُنسے قتل و قتال نہ کیا اور صبر و سکوت کرکے اپنا سر جھکایا جیسا کہ وقت ہجرت پیغمبرؐ نے عمل کیا تھا اور مذہب اسلام کو راحت پہونچائی اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد واضح ہوجاتا ہی کہ مصنف مخاطب نے جو تعبیر فقرات علی مرتضےٰ کی کی ہی وہ بالکل بناوٹ ہی۔ اپنے بازو کی قوت

سے اوٹھنے کی یہ مراد کسی طرح نہین ہوسکتی کہ وہ قوتِ جماعت مہاجرین اور انصار کی بیعت ہوئی قوت جماعت مہاجرین وانصار کی بیعت جسم و ذات حضرت ابوبکرؓ سے جدا تھی اور بازو ہر بشر کا داخل اور شامل جسم و ذات اُس بشر کے ہوتا ہی۔

جو شخص ذاتی قابلیت کسی کار کی رکھتا ہوگا اور وہ اُس کار کے کرنیکے لیے اوٹھے اُسکو کہین گے کہ وہ اپنے بازو کی قوت سے اوٹھا۔ مصنف مخاطب نے غیر کے بازو کی قوت کو اپنے بازو کی قوت سے تعبیر کی ہی جو سراسر غلط ہی۔

بیشک دوسرے قول مین بھی جناب امیرؑ نے یہ فرمایا ہی کہ خلافت کا مستحق وہ ہی جو اقوی اور اعلم ہو جس کا ذکر مصنف مخاطب آئندہ کرینگے لیکن اقوی اور اعلم ہونے کی صفت سے جو استحقاق خلافت کے لیے ہی صریح یہی مراد ہی کہ وہ صفت ذات مین اُس مستحق کے ہو نہ اُس کے غیر مین۔ اور وہ مستحق غیرون کی قوت اور علم پر بھروسہ کرکے اپنے آپ کو اقوی اور اعلم جاننے لگے۔

مصنف مخاطب اُس دوسرے قول علی مرتضیٰؑ پر آئندہ جس جگہ بحث کرینگے اُسی موقع پر ہم بھی حقیقت اُسکی دکھائینگے۔

اس جگہ مصنف جس کلام علی مرتضیٰؑ پر بحث کر رہے ہین اُسکے فقرۂ آئندہ کو یون ترجمہ کرتے ہین "پانی کڑوا ہی اور لقمہ ایسا کہ حلق بند ہوتا ہی اُس سے کھانے والے کا"

مصنف مخاطب اس فقرہ کے یہ معنی بیان کرتے ہین "یعنی خلافت مین راحت نہین ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی"

لیکن مصنف مخاطب کو اُس فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا یوں ترجمہ کرنا مناسب تھا " یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے میں اُس وجہ سے اچھو ہوتا ہی "

جب ذائقہ زبان کا درست نہیں ہوتا تو پانی بدمزہ معلوم ہوتا ہی اور جب حلق میں قابلیت لقمہ نگلنے کی نہیں ہوتی اور کوئی امر عارض ہوتا ہی تو اچھو لگ جاتا ہی - اس فقرہ میں تشبیہ دی گئی ہی خلافت کے چلانے والے سے - یعنی جس کے اپنے بازو میں قوت نہو اور اپنی ذاتی قابلیت نہ رکھتا ہو - اور اس کا کام دزبان اُس کا مذاق نہ رکھتا ہو اور وہ اُس کے قابل نہو اُس کو وہ کار خلافت مثل آب خوشگوار کے گوارا نہیں ہو سکتا نہ اُس کے حلق سے لقمہ خلافت فرو ہو سکتا ہی جس سے مراد یہ ہی کہ کار خلافت ٹھیک نہیں چل سکتا - اب میں اُسی مراد کو لیتا ہوں جو مصنف مخاطب نے اختیار کی ہی - " یعنی خلافت میں راحت نہیں ہی بلکہ سخت مصیبت ہی اور اُسکے فرائض کا ادا کرنا بہت مشکل ہی اور بہت بڑی جوابدہی کا کام ہی "

سچ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ میں ذاتی قابلیت اور لیاقت کار خلافت نہیں تھی ان کے لیے یہ کار ایک مصیبت تھی اور اُس کے فرائض کا ادا کرنا اُنکو بہت مشکل تھا کہ وہ بڑی جوابدہی کا کام تھا - جس کسی میں ذاتی لیاقت کسی کار کی نہو گی اور وہ کام اُس کے سپرد کیا جاوے یا اُس کام کو وہ قبول کرے تو ہرگز وہ اُس کام کو ٹھیک طور نہیں کر سکتا جو کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوتے ہیں یا وہ خود ایسے کام کو اختیار کرتے ہیں ہمیشہ وہ کام خراب ہوتے ہیں اور پیغمبرؐ نے اپنی زندگی میں

ہر ایک کا تجربہ کر لیا تھا اور ... لیا تھا کہ کون کس کام کے لائق ہے ...
جس کا علم اور عمل ... اُس کی لیاقت پسندیدہ تھی اُسی کو
اپنی مرضی ... اس کار خلافت کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اپنے ارشادات
... اُس کو بتا دیا تھا اور ان تمام امور کی بنیاد آیات قرآنی
میں موجود ہیں ۔ اور اسی بنا پر علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ فلاح پائی
اُسنے جو اپنے بازو کی قوت سے اُٹھا اور جس کی قابلیت اور اُس کا
مذاق درست نہوگا اُسکو اُس کار خلافت کا پانی بدمزہ معلوم ہوگا
اور لقمۂ خلافت کا اُس کے گلے میں پھندہ ہو جاوے گا یعنے اُس
سے وہ کام چل نہ سکیگا ۔
کچھ شبہ نہیں ہے کہ اس فقرہ تشبیہی کے مصداق حضرت ابوبکر ہیں
مصنف مخاطب پہر فقرہ آئندہ اُسی کلام علی مرتضیٰ کا یہ ترجمہ کرتے ہیں
وہ اور پھل چننے والا ایسے وقت میں جو اُن کی پختگی کا وقت نہیں ہے ایسا
ہے جیسے کھیتی بونے والا ایسی زمین میں (بوئے) جو اُسکی نہیں ہے اور اس
فقرہ سے یہ مستنبط کرتے ہیں کہ وہ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب
امیر علیہ السلام کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا ۔
لیکن اس فقرہ کلام علی مرتضیٰ سے ہرگز یہ مستنبط نہیں ہوتا ہے کہ علی
مرتضیٰ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا اُس فقرہ کا صاف
مطلب یہ ہے کہ پختگی سے پہلے پھل توڑنے والے کی حالت ایسی ہوگی
کہ جیسے غیر کی زمین میں کوئی زراعت کرے ۔ یعنی قبل از وقت پھل
کا توڑنا اور دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا رائگان ہے پھل کا توڑنا
قبل رسیدگی کے خود اُس پھل کو بھی خراب اور ضائع کرنا ہے اور نیز

اُس پھل سے کوئی تمتع حاصل نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی کسی دوسرے کی زمین میں کاشت کرنا ایسا ہی ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا اور قبل از وقت پھل کا توڑنا یا کسی دوسرے کی زمین میں زراعت کرنا کسی دانا کا کام نہیں ہے اور ایسے کام کرنے والے کو ہر کوئی نادان کہیگا۔

یہ فقرہ بھی تشبیہی ہے اس میں خلافت مسلمانان اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے پر خود مذہب اسلام اور مسلمانان تازہ سے تھے اور خلافت جو قائم ہوئی تھی وہ نارسیدہ تھی اور وہ پختہ نہیں ہو سکتی تھی جبتک کہ بارہ لائق اور اعلم لوگوں کے ہاتھ میں یکے بعد دیگرے نہ رہتی جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جبتک بارہ خلیفہ قریش سے نہونگے جس سے مراد ائمہ اہلبیت ہیں دین اسلام عزیز (غالب) نہوگا۔

ایسی خلافت نارسیدہ اور غیر پختہ کا قبول کرنے والا عالم اور دانا ہونا نہیں ہو سکتا حضرت ابوبکرؓ کے قبول کرنے والے ایسے تھے کہ جیسے قبل از وقت نارسیدگی کے پھل توڑنے والے اور یہ جو اس سے کہ خلافت حق علی مرتضیٰ کا تھی زمین غیر میں زراعت کرنے والے ہیں۔ یہ مثال علی مرتضیٰؑ نے نہایت صفائی سے فرمائی ہے جس سے علانیہ ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو نہ حق پھل توڑنے خلافت کا تھا کہ وہ پھل پختہ نہ تھا اور غیر پختہ تھا اور قابل اُن کے توڑنے کے نہیں تھا کہ جس کو کوئی دانا توڑ نہیں سکتا تھا اور نہ وہ خلافت اُن کی زمین تھی جس میں وہ زراعت کرنے لگے تھے ایسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت قبول کرنے کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ استنباط مصنف مخاطب کا کہ جناب امیرؑ کو اپنی خلافت حاصل ہونے کا وقت معلوم تھا صحیح بے تعلق ہے۔

مگر مصنف مخاطب اپنے استنباط کی تائید کے لیے یہ کہتے ہیں کہ صحیح روایات کتب شیعہ سے بھی یہ ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کو راضی کرنے کے لیے یہ بشارت سنائی تھی کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے اُن کے بعد تیرا باپ عمرؓ۔

اور تفسیر صافی سے عبارت نقل کر کے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "پس فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ بیشک ابو بکر والی خلافت ہوگا میرے بعد پھر اُس کے تیرا باپ حفصہ نے پوچھا کہ یہ خبر تم کو کسنے دی ہی۔ رسول نے فرمایا کہ مجھے علیم خبیر نے خبر دی ہی"

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ تفسیر صافی مین بحوالہ تفسیر مجمع البیان اور تفسیر عیاشی امام باقر علیہ السلام سے یہی مضمون نقل کیا ہی؛ اور اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ جس خلافت کی بشارت پیغمبرؐ نے اپنی بی بی کو راضی کرنے کے لیے سنائی وہ خلافت کیونکر ناجائز ہوگی پیغمبرؐ کی یہ شان نہ تھی کہ اپنی بی بی کو ایسی خبر سے خوش کرتے جو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتی۔ چونکہ یہ امر تقدیری معلوم ہو چکا تھا اور یہ خبر مشہور ہو گئی تھی اب اگر صحابہ کو یہ حکم ہوا تھا کہ بعد رسول کے علیؑ کو خلیفہ بنائیو تو اُسکے معنی یہ ہوئے کہ تقدیر الٰہی کو پلٹ دیجیو گویا یون حکم کیا۔

خدا چاہتا ہی کہ دے بعد میرے   خلافت ابو بکرؓ کو پھر عمرؓ کو
مگر تم علےؑ کو بلا فصل کیجیو   بدل دیجیو حکم قضا و قدر کو

مصنف مخاطب حاشیہ پر لکھتے ہین کہ علی بن ابراہیم قمی کی روایت کا حاصل یہ ہی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی بی بی حفصہ ام المومنین کے

حجرہ میں گئے وہ اُنھین کی نوبت کا دن تھا ماریہ قبطیہ بھی خدمت کے لیے ساتھ تھین حفصہ کسی کام کے لیے گئی تھین اُسوقت مین رسول نے ماریہ سے خلوت کی حفصہ کو اسکی اطلاع ہوئی بہت بگڑی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ای حفصہ تم خفا ست ہو مین نے آئندہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اور مین تمسے ایک راز مخفی کہتا ہون اگر اس کا افشا کروگی تو اسپر بہت ناراض ہوگا حفصہ نے پوچھا وہ کیا راز ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر والی خلافت ہوگا اُسکے بعد عمر۔ حفصہ نے پوچھا تم کو کس نے خبر دی ہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھکو علیم خبیر نے خبر دی ہی۔

پس اگر ابوبکر پہلے خلافت کو قبول نہ کرتے تو پیغمبر کی خبر کی تکذیب ہوتی حالانکہ مومنین پر خبر پیغمبر کی تصدیق واجب ہی۔

مصنف مخاطب نے مسئلہ مرضی الٓہی خوشنودی خدا اور مسئلہ قضا وقدر اور تقدیر اور مسئلہ جبر واختیار پر یا تو غور نہین کیا جس کو ہم اپنے رسالجات ردشتی مین بقدر ضرورت بیان کرچکے ہین یا عمداً محض بے محل مغالطہ دینے کے لیے اس موقع پر اُسکی شان ظاہر کی ہی۔ اور اس امر کو بھی خلط ملط کردیا ہی کہ پیغمبر جو کسی امر حق کو ظاہر کرتا ہی اُسکی کیا شان ہوتی ہی اور بنظر حالت موجودہ کے لوگون کے خیالات اور طبائع سے آگاہ ہوکر جو کوئی پیشین گوئی کرتا ہی اور کسی واقعہ آئندہ کی خبر دیتا ہی اُسکی کیا صورت ہوتی ہی۔ ؟

پیغمبر کا امر حق بیان کرنا ہدایت ہوتی ہی خواہ وہ اصول دین سے متعلق ہو خواہ فروع دین سے اور وہ اُن اوامر و نواہی کو جو خدا کی طرف سے اُسے پہونچے تبلیغ کرکے اُسکی تعمیل کا حکم دیتا ہی اور یہ امر لوگون کے

خطرہ اختیار میں رہتا ہی کہ اُن اوامر و نواہی پر عمل کریں یا نہ کریں۔

قرآن میں خدا نے وہ اوصاف بتائے کہ جن اوصاف کی وجہ سے قابلیت اور حق خلافت پیدا ہوئی ہی اور پیغمبر نے اُن اوصاف کا مصداق علی مرتضیٰ کو ظاہر کر کے بتا دیا کہ علی مرتضیٰ کی قابلیت اور حق خلافت کے واسطے ہی ہم اپنے رسالہ جات روشنی میں جا بجا دکھا چکے ہیں کہ۔ قرآن اور احادیث پیغمبر سے بخوبی واضح ہی کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جسقدر امور ضروری تھے خدا اور پیغمبر نے اُس کی ہدایت امت کو کر دی۔ اور خدا کی اور پیغمبر کی جو کچھ مرضی اور خوشنودی تھی اُس کو اور جس کسی میں خلافت کی قابلیت تھی اُس کو بتا اور جتا دیا۔ لیکن یہ امر کہ بعد پیغمبر کے امت رسول جو کچھ خدا اور رسول نے امر خلافت اور اوصاف خلیفہ کے متعلق ہدایت کی تھی اُس کو مانیں یا نہ مانیں اور علی مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کریں یا نہ کریں۔ امت کے اختیار میں تھا خواہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے جس کی ہدایت ہو چکی تھی وہ عمل کریں یا اُس سے انحراف اور تجاوز کریں۔ کہ انسان افعال خیر و شر کرنے کا خطرۃً مختار رہے۔ برخلاف ہدایت شان امر حق کے پیشین گوئی کی دوسری صورت ہی۔ کہ پیغمبر بنظر حالت موجودہ زمانہ کے اپنی امت کی عادت اور خصلت اور اُن کی خواہشات پر غور کر کے آگاہ کرتا ہی کہ بعد میرے کیا حالت میری امت کی ہوگی۔ اور خبر دیتا ہی کہ بعد اُس نبی کے کس کس قسم کے واقعات پیش آئینگے۔ خواہ وہ حالت کسی کے لیے اچھی ہو اور کسی کے لیے بری اور وہ واقعات مسرت خیز ہوں یا درد انگیز۔ اور خدا اور رسول کی مرضی اور خوشنودی کے موافق ہوں یا مخالف۔ اور امتیاز اُس حالت اور اُن واقعات کا کہ وہ خیر ہی یا شر اسی امر پر موقوف ہوتا ہی کہ وہ حالت اور واقعات

آئندہ موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہین یا نہین - اگر اپنی حالت امت ایسی بنانے والی ہی اور قوم اپنی نفسون سے اپنے آپ کو متغیر کرنے والی ہی (کہ خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا ہی بلکہ اُس قوم کے نفس جیساکہ خود خدا نے فرمایا ہی) یا ایسے واقعات پیش کرنے والی ہی کہ جو مخالف مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون ایسی حالت اور واقعات مذموم ہوتے ہین اور جو حالت اور واقعات موافق مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے ہون وہ ممدوح ہوتے ہین -

ہمکو اس موقع پر اُن بعض پیشین گوئیون اور اخبار آئندہ کے نظر آیاد دلانے کی ضرورت ہی جو حالت اور واقعات مذموم سے متعلق ہین -

پیغمبرؐ نے فرمایا ہی کہ بعد میرے میرے اصحاب احداث دین مین کرینگے اور فتنے برپا ہونگے" ایسی احادیث پیغمبر ہم اپنے رسالہ جات روشنی مین پہلے بعض موقعون پر خود کتب اہل سنت سے لکھ چکے ہین[۱] اور کچھ شبہ نہین ہی کہ ایسے پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ - حالت اور واقعات مذموم سے تعلق رکھتے ہین اور جو لوگ ایسی حالت اور واقعات پیش لاوین وہ کسی طرح ممدوح نہین ہو سکتے -

ایسی پیشین گوئیان اور اخبار آئندہ اسی واسطے پیغمبرؐ نے فرمائی ہین کہ لوگ احداث اور فتنے برپا کرنے سے باز رہین - اور ایسے ارشادات پیغمبرؐ صرف بغرض نہی اور اجتناب کے اُس مذموم حالت اور واقعات سے صادر ہوئے ہین - یہ غرض نہین ہی کہ لوگ بعد پیغمبرؐ کے اُن احداث کو عمل مین لاوین اور ان فتنون کو برپا کرین اور وہ عمل اُنکا صحیح ہوگا اور اُن احداث اور فتنون کا برپا کرنا واجب یا جائز سمجھا جاویگا -

[۱] ۹۵ جلد اول

جس روایت کتب شیعہ پر مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہی وہ روایت خبر واقعہ آئندہ کی ہی جسمین پیغمبرؐ نے یہ نہین فرمایا کہ وہ واقعہ امر حق ہوگا۔ اور نہ حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بن اوصاف قابلیت خلافت کے کبھی پیغمبرؐ نے فرمائے نہ اس واقعہ کے خبر دینے کے وقت پس ضرور یہ خبر آئندہ واقعہ مذموم کی ہی۔ اور جب وہ اوصاف قابلیت خلافت کے پیغمبرؐ بارہا علی مرتضیٰؑ مین پاتا اور جتا چکے تھے اور خدا کی اور اپنی مرضی اور خوشنودی بہت موقعون پر علی مرتضیٰؑ کے لیے ظاہر کر چکے تھے تو کیسے ہو سکتا ہی کہ خلاف اسکے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو خلافت کا مل جانا قابل مدح ہو بلکہ ہر آئینہ اس کا اظہار بحیثیت ذم کے ہی۔ اور یہ ارشاد پیغمبرؐ در حقیقت تفصیل اور شرح تھی اسی اخبار آئندہ پیغمبرؐ کی جس مین انھون نے فرمایا ہی کہ "بعد میرے میرے اصحاب احداث کرینگے اور بعد میرے فتنے برپا ہونگے" جس مین اجمال تھا کہ کون احداث کرے گا اور کس امر مین احداث کرے گا۔ اور کون فتنے برپا کرے گا اور کس امر کے لیے فتنے برپا ہونگے اُن اخبارات مجمل مین نہ کسی صحابی کا نام تھا نہ اُس چیز کا نشان تھا جس مین کہ وہ صحابہ احداث اور فتنے برپا کرنے والے تھے اور جس چیز مین کہ فتنے اور احداث ہونے والے تھے۔

اس تفصیلی خبر احداث اور فتنے برپا کرنے مین چونکہ نام احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے تھے اور اُس خبر کا نشان بھی تھا کہ جس مین احداث اور فتنے ہونے والے تھے اسی واسطے پیغمبرؐ نے بی بی حفصہ کو منع کیا تھا کہ وہ اس خبر کو جو حضرت ابو بکر اور عمر کے لیے مذموم تھی کسی دوسرے پر ظاہر کرکے فاش کرین کہ حضرت ابو بکر اور عمر کا امر خلافت مین خود اُن دونون کی نسبت مذموم خبر پہونچنا خلاف مصلحت اور اخلاق پیغمبرؐ کے تھا لیکن بی بی حفصہ

صاحبہ کو اس قدر تاب کہاں تھی کہ وہ اس خبر کو جس مین بی بی عائشہ صاحبہ
اُن کی سہیلی مقدم نہین کہ اُن کے پدر بزرگوار اول خلیفہ ہو جانے والے
تھے بی بی عائشہ صاحبہ سے چھپا تین۔ ان دونون کی اور اُن کے پدران
بزرگوارون کی خواہش اور آرزو یہی تھی کہ خلافت کسی طرح سے اُن کے ہاتھ
لگ جاوے گو اس مین اُن کا عمل کیسا ہی ہو کہ اُن دونون بیبیون کی خوشی
اسی مین تھی اور اُن دونون کے پدران بزرگوار ایسی خبر پر خوش ہونے والے
تھے جن کو کچھ پروا خبر مذکور کی نہین تھی۔ اور اسی خوشی نے پیغمبر کے بھی افشار
خبر پر کچھ اعتنا ہونے دیا اور جب بی بی حفصہ صاحبہ سے بی بی عائشہ صاحبہ
کو اس خبر سے آگاہی ہو گئی تھی تو چاہیے یہ تھا کہ اپنے ابوین کو خلافت کے
لینے سے منع کرتین اور اُن کے بزرگ ابوین کو جب اُس خبر کا علم ہو گیا تھا۔
تو اُن پر بھی لازم تھا کہ وہ خود خلافت کے لینے سے انکار کرتے اور واقعہ
مذکور کو اپنے عمل سے صادر نہونے دیتے کہ یہ امر بالکل اُن کے اختیار مین
تھا۔ خدا اور رسول کو امر خلافت کے متعلق امر و نہی سے جو حکم و ہدایت ضروری
تھا اُس کا اظہار کر دیا گیا۔ فطرتی اختیار جو خدا نے انسان کو عمل خیر اور شر کا
دیا ہی اُس پر صدور فعل کے وقت توجہ کرنے کا انسان مختار ہی لیکن حکیم صانع
کی حکمت مقتضی اس کی نہین ہوتی کہ خلاف فطرت انسان کو کسی عمل خیر یا
شر سے روکے۔ کہ ایسی توجہ طرف امر محال کے ہوتی ہی اور فعل محال کی طرف
توجہ عبث ہی جس کو کوئی حکیم دانا پسند نہین کر سکتا ہی۔

پیغمبر نے اس روایت مین جو خبر دی ہی جسکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہی

عہ ان ابا بکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک	عہ فرمایا رسول نے کہ بے شک ابوبکر والی خلافت ہوگا میرے بعد

پھر اُس کے بعد تیرا باپ (عمرؓ) والی خلافت کی جگہ ترجمہ ہونا چاہیے تھا۔ کہ مل جاویگی خلافت ابوبکر کو۔ اور والی خلافت کے بھی یہ معنی ہین کہ بادشاہ ہوجانا یا متصرف ہوجانا پادشاہت پر۔ پیغمبرؐ نے اپنے اس ارشاد مین کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ بی بی عائشہ کے باپ یا بی بی حفصہ کے باپ اوصاف خلافت یا اوس کا استحقاق رکھتے ہین بلکہ پیغمبرؐ نے جو کلمہ اپنے اس ارشاد مین فرمایا ہے وہ اس واقعہ کے سوال کا جواب ہوسکتا ہے کہ وہ ’’اے پیغمبرؐ آپ کے بعد کون بادشاہ سلطنت مسلمانون کا ہوگا‘‘ اُس کا یہ جواب ہے کہ ’’بے شک ابو بکرؓ والی خلافت ہوگا میرے بعد اور بعد اُس کے عمرؓ‘‘ جس سے ظاہر ہے کہ تعلق اُس کا ایک واقعہ کے اظہار سے ہے اور وہ ارشاد پیغمبرؐ خبر ایک واقعہ آئندہ کی ہے۔

پیغمبرؐ کا یہ کلمہ ارشاد وہ کہ بعد میرے بے شک ابو بکر والی خلافت ہوگا اور بعد اُس کے عمرؓ جواب اس سوال کا نہین ہوسکتا کہ وہ ’’اے پیغمبرؐ استحقاق خلافت کے لیے کیا اوصاف ہین اور بعد آپ کے کون مستحق ولایت خلافت کا ہے‘‘ جس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ پیغمبرؐ کا وہ ارشاد متعلق استحقاق ولایت بادشاہت کے نہین ہے۔ بلکہ وہ خبر ایک واقعہ مذموم کی ہے جس سے لوگون کو پرہیز کرنا لازم تھا۔

جیسا کلمہ خبر ظہور ایک واقعہ کا اس روایت مین ہے ویسا ہی کلمہ اوس روایت مین ہے جس کو صاحب تفسیر صافی نے تفسیر مجمع البیان سے نقل کیا ہے اور جس کا ذکر مصنف مخاطب کرتے ہین۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ وہ جب پیغمبرؐ نے حرام کرلیا ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر اُس وقت خبر دی پیغمبرؐ نے حفصہ کو ’’انہ یملک من بعدہ ابوبکر و عمرؓ‘‘ بے شک بات یہ ہے کہ مالک ہوجاوینگے

بعد اس پیغمبرؐ کے ابو بکر و عمرؓ بے شبہ یہ خبر ایک ایسے واقعہ کی تھی جو خوش کرنے والی بی بی حفصہ کو اور مغموم کرنے والی پیغمبرؐ کو تھی لیکن وہ واقعہ مذموم یون ہی پیش آنے والا تھا اس لیے پیغمبرؐ مجبور رہتے تھے کہ جو کچھ واقعہ پیش آنے والا ہو اُس کی خبر دین گو وہ پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا ہو۔

یہ واقعہ مذموم پیغمبرؐ کو مغموم اور غیر اہلبیت پیغمبرؐ کو مسرور کرنے والا اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح واقعات احداث دین اور فتنے برپا کرنے کی ہی۔ کیا ان احداث صحابہ سے جو دین اسلام مین پیدا اور مسلمانون مین فتنے بعد پیغمبرؐ برپا ہوئے پیغمبر مغموم نہین ہو سکتے تھے۔ نہین وہی لوگ اُن احداث اور فتنے سے مسرور اور اُس سے ذاتی تمتع عزت اور دولت کا حاصل کر سکتے تھے جو خلاف پیغمبرؐ راہ چلنے والے ہون۔ ایسے احداث اور فتنے برپا ہونے کی تفصیل امر خلافت اور خلفاء ما بعد نبیؐ کے لیے کتب اہلسنت مین موجود ہی ہمین عالت اور واقعات مذموم کی خبر پیغمبرؐ نے دی ہی اور مجلدات سابق مین ہم بہت کچھ روایات لکھ چکے ہین۔

تفسیر کبیر مین تحت سورۂ قدر کی اس آیت کے

"لیلۃ القدر خیر من الف شہر" } "لیلۃ القدر بہتر ہی ہزار مہینہ سے" قاسم سے بسلسلہ رواۃ یہ روایت ہی

راوی کہتا ہی کہ "مین نے حسن بن علیؑ سے کہا کہ اے سیاہ کرنے والے منھ مسلمانون کے تو نے قصد کیا اُس کی طرف اور بیعت کی تو نے تقدیم کر کے اُسکی بیٹے معاویہ کی۔ پس فرمایا اُن علیہ السلام نے۔ بے شک رسول اللہ نے دیکھا اپنے خواب مین بنی امیہ کو کہ اُچھلتے ہین ایک بعد

ایک کے - اور ایک روایت میں ہی کہ - کودتے ہین اوپر منبر اوس (پیغمبر) کے
دونا بندرون کا - اور ناگوار گذرا وہ اوپر اوس (پیغمبر) کے پس نازل
کیا اللہ نے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اس قول تک خیر من الف
شہر - یعنی مالک ہونگے بنی امیہ واسطے جس ہزار مہینہ کے بنی امیہ مالک
ہونگے اوس سے بہتر ہی ایک رات قدر کی جو ہم نے نازل کی ہی علی اور ائمہ
اہلبیت کے لیے) قاسم کہتا ہی پس حساب کیا ہم نے مالک ہونے بنی امیہ
کا تو وہ ہزار مہینہ ہین "

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت عثمان بنی امیہ کے مسن سردار اور اول
خلیفہ ہین جب اہل سنت نے دیکھا کہ بنی امیہ کی مثال ایسے جانورون سے
دی گئی ہی جو بعض حرکات انسانون کی سی کرتے ہین اور درحقیقت انسان
نہین ہین اور اون کی مملکت پیغمبر پر شاق گذری ہی اور وہ خوش ہوتے ہین
اوس امر سے جو پیغمبر کو ناپسندیدہ ہوا ہی اور اون کو اپنا خلیفہ اور امیر بنایا
ہی تب اون کی مدح کی حدیثین وضع کرنی شروع کر دین - چنانچہ اس حدیث
سے باطل اور وضعی ہونا اس روایت کا ظاہر ہو جاتا ہی جو اہل سنت کے
بیان منقول ہوئی ہی " بہتر زمانہ یا لوگ یا امت میری وہ ہے جو میرے
زمانہ سے نزدیک ہون - پھر وہ لوگ ہین جو اون سے متصل ہون پھر وہ لوگ
ہین جو اون سے متصل ہون - یعنی پھر وہ لوگ ہین جو والی ہون انکے بعد پھر وہ لوگ ہین
جو والی ہون انکے بعد (واضح رہے کہ اصل لفظ عربی یلونہم ہی جسکے معنی ہمنے والی
کے بتائے اوسی اعتبار سے کہ جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے وہ
ان یلی " کا ترجمہ روایت کتب شیعہ سے اسی بحث مین کیا تھا کہ ابوبکر والی
خلافت ہوگا " اور جسکی مراد یہ ہی کہ مل جاوے گی خلافت ابوبکر کو "

مخفی نہ رہے کہ اصل مصداق علی اور بیلو تمہو کا ولی اور ولایت ہے) اس حدیث کے اعتبار سے خلفاے اربعہ اور بنی امیہ اور بنی عباس خلیفہ برحق قرار پاتے ہین۔ اور درحقیقت اہلسنت اسی حدیث وضعی کے اعتبار سے فضل ہر ایک صحابی، اور تابعین صحابی اور تبع تابعین کے قائل ہوئے ہین (اہل سنت کی اصطلاح مین تابعین اُن کو کہتے ہین جنھون نے کسی صحابی پیغمبر کو دیکھا ہو اور جس نے اُس صحابی کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو اُن کو تبع تابعین کہتے ہین۔)

جامع الاصول مین جہان تذکرہ عبدالملک بن مروان کا جو خلفاء بنی امیہ سے تھا لکھا ہے۔ وہان یہ کہا ہے "وہ قرشی اموی تابعین مین سے مدینہ کے اور اُس کے فقہا سے تھا اُسنے شام مین سکونت اختیار کی اور دیکھا تھا اُسنے عثمان بن عفان کو" اسکے پیچھے یہ مضمون چھپا ہے یہ تحقیق سنا مین نے بارہا بے شک بنی امیہ مذمت کیے گئے ہین بضرورت اسلام اور اعتراف خاص و عام کے اور تحقیق کثرت سے آیات اور اخبار صریحہ اُنکے بارہ مین وارد ہوئے ہین اور بہت حرکات اور نشان قبیحہ اُنسے صادر ہوئے ہین ایک آیت یہ ہے۔

"وماجعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن"	اور نہین گردانا ہم نے خواب کو جسے کہ دکھائے ہم نے تجکو مگر فتنہ (آزمائش) ہی لوگون کے واسطے اور درخت ملعونہ قرآن مین (آسکے وہ خواب پیغمبر جسکا

ذکر حضرت امام حسن علیہ السلام سے اوپر نقل ہوا ہے) اور درخت ملعونہ جو قرآن مین ہے فتنہ ہی لوگون کے لیے کیا

اور احادیث سے ایک وہ حدیث ہی جو کشاف مین ہی یہ بیشک دیکھا پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے خواب مین کہ تحقیق اولاد حکم کی دست بدست گھماتے ہین منبر اُس (پیغمبرؐ) کو جیسے کہ دست بدست گھماتے ہین لونڈے گیند کو۔ اور شارحین نے کہا ہی کہ اولاد حکم سے مراد خاندانی جیون حکم سے ہی اور وہ جدا علی حضرت معاویہ اور یزید کا تھا اور جو کچھ اُنھون نے حسنؑ اور حسینؑ سے کیا وہ تفسیر اس خواب کی ہی۔"

اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے جو روایت عطا مین ہی یہ نقل کیا ہی کہ "بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دیکھا خواب مین بنی امیہ کو کہ کودتے ہین اوپر منبر اُس (پیغمبرؐ) کے کودنا بندرون کا پس برا معلوم ہوا یہ اُس پیغمبرؐ کو۔"

اور بیان شجرہ ملعونہ مین ابن عباس سے یہ روایت لی ہی کہ "شجرہ ملعونہ بنی امیہ ہین۔" اور اس روایت کو تفسیر کبیر مین کچھ زیادتی کے ساتھ فخر رازی نے بھی نقل کیا ہی۔

ابن ماجہ نے یہ روایت لی ہی۔ راوی کہتا ہی کہ "درمیان اس کے کہ ہم پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ ایک جوان[1] بنی ہاشم سے سامنے آیا پس جس وقت اُنھون نے دیکھا اُس کو ڈبڈبا آئین دونون آنکھین اُس پیغمبرؐ کی اور متغیر ہو گیا رنگ اُس پیغمبرؐ کا۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے کبھی آپ کے چہرہ کو ایسا نہین دیکھا کہ ہمکو ناخوشی ہو پس فرمایا اُس پیغمبر نے کہ ہم اہلبیت ہین کہ اختیار کیا اللہ نے واسطے ہمارے آخرت کو اوپر دنیا کے اور بیشک اہلبیت میرے قریب ہی کہ دیکھین گے بعد میرے بلائے شدید کو اور حالت پٹک دیے جانے کو یہان تک کہ آوے

[1] نام جوان بنی ہاشم عمداً ترک کیا گیا ہی مگر یقیناً وہ مرد اہلبیت پیغمبر سے ہوگا جیسا کہ آئندہ مضمون روایت سے ظاہر ہی۔

ایک قوم مشرق کی طرف سے جن کے ساتھہ سیاہ جھنڈے ہونگے اور مانگینگے وہ خیر (بھلائی) کو پس وہ اُن کو نہ دی جائے گی پس وہ کشت و خون کرینگے اور نصرت پائینگے پس دیا جائے گا اُن کو جو کچھ کہ وہ مانگتے تھے پس نہین قبول کرینگے وہ اُس کو یہان تک کہ وہ حوالہ کردین اُس (خلافت فی الارض) کو طرف ایک مرد کے میرے اہلبیت سے پس بہر دیگا وہ اُس کو عدل سے جیسے کہ بہر دیا ہوگا اُنہون نے اسکو جور سے"۔

اور حاکم نے صحیح یہ حدیث لی ہی کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اہل بیت میرے کو قریب ہی کہ وہ دیکھین بعد میرے امت کے ہاتھہ سے قتل اور پراگندہ ہونا اور بے شک شدید تر ہماری قوم سے ہمارے واسطے بغض ہی بنی امیہ اور بنی مغیرہ اور بنی مخزوم کا"۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہی کہ خواب مین دیکھا رسول اللہؐ نے ایک گروہ کو بنی امیہ سے چڑہتے ہین منبر پر اُس (پیغمبرؐ) کے اور کودتے ہین وہ اُس پر کودنا بندرون کا۔ اور فرمایا کہ وہ حصہ اُن کا ہی دنیا سے دیا گیا اُن کو بدلے اُن کے اسلام کے۔ اور اس بنا پر مراد قول خدائی کہ ہے مگر فتنہ ہی واسطے لوگون کے اس سے ہی کہ جو کچھ احداث کیا اُنہون نے اپنے زمانہ مین اور والشجرۃ الملعونۃ فی القران۔ عطف ہی اوپر رویا (خواب) کے"

ان اخبارات آئندہ اور پیشین گوئیون پیغمبرؐ سے جو صحت کے ساتھہ اہل سنت کے یہان منقول ہوئے ہین صاف ظاہر ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنی امت کو آگاہ کیا تھا کہ بنی امیہ پیغمبرؐ کے منبر پر اچہل کود لگاوینگے اور وہ مالک اُس خلافت کے ہو جاوینگے جس کو پیغمبرؐ بعد اپنے چھوڑنے والا تھا۔ اور وہ اخبار اور پیشین گوئیان پیغمبرؐ کی از روے آیات قرآنی کے

ہیں - اور جیسے کہ پیغمبرؐ نے اس واقعہ آئندہ کی خبر دی تھی ویسے ہی وقوع میں آیا -

پس بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوشخبری اُس خلافت کی (جو سلطنت چھوڑی ہوئی پیغمبرؐ کی تھی) موافق مذاق مصنف مخاطب کے مصداق ہوسکتی ہی کہ جس میں بنی امیہ اور خلافت کے لے لینے میں اور متصرف ہونے میں حضرت عثمانؓ داخل ہیں بلکہ اُن کی وجہ سے بنی امیہ میں خلافت کی بنیاد پڑی ہی اور اُن کے بعد درحقیقت دست بدست بنی امیہ کو ملتی رہی ہی کہ بعد حضرت عثمان کے حضرت معاویہ نے اپنے آپ کو خلیفہ مستقل قرار دیا - اور اُن کے بعد حضرت یزید اور حضرت مروان اعلیٰ درجہ کے خلیفہ اور مالک خلافت ہوئے وہان تک کہ جب اُس خاندان سے خلافت بنی عباس نے نکالی اور خود مالک ہوئے -

لیکن درحقیقت یہ اخبار آئندہ اور پیشین گوئی پیغمبرؐ کی بنی امیہ کے لیے بشارت اور خوش خبری نہین ہوسکتی کیونکہ اُن اخبار سے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر ہی جس سے اُن لوگون کو اجتناب کرنا لازم تھا - اور بنی امیہ کی اور اُس واقعہ کی مذمت اسی وجہ سے ہی کہ وہ خلافت اور سلطنت حق اہلبیت پیغمبرؐ تھا اور اہل بیت پیغمبرؐ اُس کی قابلیت رکہتے تھے اور بنو امیہ اُس کی نہ قابلیت رکھتے تھے نہ اُن کا حق تھا اور باوجود اس کے خلاف مرضی خدا ورسول وہ اُس خلافت پر تصرف کرنے اور خلافت کے والی اور مالک بن جانے والے تھے اسلیے اُن کی مذمت اور اُس واقعہ کے مذموم ہونے کی خبر دی گئی ہی اور ایسے اخبار اور پیشین گوئی سے بنو امیہ کی خلافت جس کے اول خلیفہ

حضرت عثمان ہین جایز نہین ہو سکتی بلکہ صریح ناجایز اور مذموم ہی - اور نہ ایسی خلافتون کے وقوع مین آنے سے جس کے وقوع کی خبر دی جا چکی ہی یہ لازم آتا ہی کہ یہ امر تقدیری ایسا تہا کہ حکم خدا یون ہی تہا خلاف اسکے تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا وقدر کا بدل دینا تہا یا مجرد اس کے وقوع سے وہ امر وقوعی تقدیری یا تقدیر الٰہی یا حکم قضا و قدر سمجہا جاوے اور اس سے وہ واقعہ جایز قرار پاوے -

جن امور مین کہ انسان مختار ہی اس کے لیے خود اعمال اس کے مقدر ہو جاتے ہین خلافت کے لے لینے مین خود ان کا اختیار تہا چاہتے لیتے چاہتے نہ لیتے اور معاویہ بن یزید کی طرح چہوڑ دیتے یہ ظاہر کر کے کہ وہ خلافت حق اہلبیت پیغمبر ہی اور دیگر مسلمانون کو بہی لازم تہا کہ بنو امیہ کو خلیفہ قبول نہ کر لیتے بلکہ سب مسلمانون کو لازم تہا کہ متفق ہو کر اہل بیت پیغمبر کو خلیفہ قبول کرتے لیکن جن بنو امیہ نے خلافت کو لے لیا اور جن مسلمانون نے ان کو خلیفہ قبول کیا انہون نے (خلاف مرضی اور خوشنودی خدا کے جو ظاہر ہو چکی تہی) اپنے اختیار سے ایسا عمل کیا جو مذموم تہا اور عمل قابل مدح کو اختیار نہین کیا اس لیے وہ فعل اور عمل انکا مذموم قرار دیا گیا -

جو کفار کہ عہد پیغمبر مین ایمان نہین لائے یا اب تک ایمان نہین لاتے ہین ان کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہی کہ یہ امر تقدیری تہا اور ہی اور حکم خدا یون ہی تہا اور ہی - اور خلاف اس کے ہونا تقدیر الٰہی کا پلٹ دینا یا حکم قضا و قدر بدل دینا ہی یا ان کا ایمان نہ لانا تقدیر الٰہی اور حکم قضا و قدر ہی اور وہ امر ان کے لیے جایز ہی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ کسی سزا کے قابل

دنیا اور آخرت میں قرار نہ پاوینگے - اور جو کوئی اُن سے سزا کی وعید کرے یا اُن کو سزا دے وہ ظالم ہی -

پیغمبرؐ نے جو اخبار احداث اور فتن کے بالاجمال فرمائے ہیں اُس کی تفصیل اہل سنت کے یہاں بنو امیہ کے لیے امر خلافت کے متعلق جسمین حضرت عثمان پیشرو اُن کے ہین خود پیغمبرؐ سے لی گئی ہی جو اُس واقعہ سے علاقہ رکھتی ہی جس کو پیغمبرؐ نے بعد اپنے وقوع مین آنا ظاہر فرمایا ہی یعنی بنو امیہ کی خلافت بعد پیغمبرؐ احداث اور فتنہ ہی - ویسے ہی کتب شیعہ مین وہ روایات ہین جنمین پیغمبرؐ نے تفصیلاً احداث اور فتنہ کو بیان فرمایا ہی کہ بعد میرے والی اور متصرف اور مالک خلافت ابوبکرؓ اور عمرؓ ہو جاوینگے کسی احداث اور فتنہ کو تفصیل سے فرمانا پیغمبرؐ کا بشارت اور خوشخبری احداث اور فتنے برپا کرنے والون کے لیے نہین ہوسکتی - بلکہ وہ احداث اور فتنے خود احداث اور فتنے ہی ہونگے نہ کچھ اور -

اب مین یہ کہتا ہون کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا خلافت و سلطنت رسولؐ کا لے لینا اور اُس کو رسولؐ کے اہلبیتؑ سے نکالنا کیونکر احداث اور فتنہ قرار پاتا ہی -

یہ ظاہر ہی کہ امارت قوم اور حفاظت اور اہتمام خانہ کعبہ خاندان رسالت مین مدت[1] سے چلا آتا تھا اور باعتبار معاملہ ملکی کے بھی وہ حق اہلبیت پیغمبرؐ قرار پاگیا تھا - اگر پیغمبرؐ ایسی رائے رکھنے والے ہوتے یا اُن کی ایسی مرضی ہوتی کہ وہ حق خلافت اہل بیت پیغمبرؐ سے نکل جاوے یا پیغمبرؐ کے اہل بیت اُس حق سے محروم ہو جاوین تو صریح ہی کہ ایسا امر قطعی بداخلاقی حق مین اُن کے اہلبیتؑ کے تھی -

[1] دیکھو صفحہ ۲۳۳ جلد پنجم رسالہ روشنی

دیہ یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر کی مرضی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے موافق تھی) جو کوئی ایسا مسئلہ مذہب اسلام میں قبول کرنے والا ہو گا کہ پیغمبر اپنے اہلبیت کو اُن کے حق سے محروم کرنے والے تھے وہ پیغمبر کو بداخلاق اور مذہب اسلام میں بداخلاقی کے مسائل ماننے والا ہو گا۔

اسی بنا پر اوصاف امامت علی مرتضیٰ میں دیکھ کر پیغمبر نے بتا اور جتا دیا تھا کہ کار خلافت پیغمبر بعد پیغمبر بنفس نفیس علی مرتضیٰ جو داخل اہل بیت پیغمبر ہیں اور اہلبیت پیغمبر چلانے والے ہیں۔ یہ بھی ضرور تھا کہ وقت وفات پیغمبر وہ امام خلافت معین اور موجود ہو تا کہ وقت وفات رسول سے وہ امام اپنے کام میں مشغول ہو اور جو امور کہ وقت وفات رسول سے وقوع میں آویں اُن کو طے اور اُن کا انصرام اور جو جرائم لوگوں سے سرزد ہوں اُن کا تدارک کرے۔

چنانچہ سب سے پہلے جو امام کا کام تھا وہ یہ تھا کہ پیغمبر کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے اور قرآن کو جمع اور مرتب کرے جس کے احکام رعایا پر نافذ ہو سکیں۔

اگر یہ امر قبول کیا جاوے کہ وقت وفات رسول امام معین اور موجود نہو اور بعد وفات رسول امام اور جانشین اُس کا معین اور پیدا کیا جاوے تو اس میں بڑی قباحت لازم آتی ہی۔ کہ وقت وفات رسول سے وقت تعیین خلیفہ تک امت رسول بے سردار کے رہیگی۔ اور کوئی پیغمبر کی تجہیز و تکفین کا کرنے والا اور اس مدت میں جو واقعات اور جرائم پیش آویں اُن کا طے اور انصرام اور تدارک کرنے والا نہو گا۔ اور نہ کوئی ذمہ وار اُن امور اور واقعات کے تدارک کا ہو سکتا ہی۔ اسقدر مدت

تک ہر متنفس کا نفس حاکم رہے گا اور اس خلیفہ ما بعد کو کوئی حق تدارک اس مدت کے بابت نہ ہوگا ۔

دیکھو وقت وفات پیغمبرؐ سے حضرت ابوبکرؓ کے سقیفہ بنی ساعدہ میں معین اور کل امت رسول میں مسلم اور مقبول ہوئے خلیفہ تک کس قدر زمانہ گذرا اور اس وقت سے حضرت ابوبکر کو منصب کار خلافت پیدا ہوا اگر علی مرتضیٰ عین وقت وفات رسول فکر اور تدبیر تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کی نہ کرتے تو باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ پیغمبرؐ کی لاش کا کیا حال ہو جاتا ؟

اور ایسے ہی جمع قرآن اور اس کی تکمیل ترتیب جس نوعیت سے کی گئی جو عہد حضرت عثمان میں ختم اور تمام ہوئی اور بسبب غور کامل اور علم تمام نہ ہونے کے باعث اجرائے احکام خداوندی میں کیا کیا دشواریاں اور مشکلیں پیش آئیں جس کو علی مرتضیٰؑ حل کرتے رہے اور جہاں علی مرتضیٰؑ سے نہ پوچھا یا جہاں ان کو دخل کا موقع نہ ملا یا جہاں ان کی بات کو نہ مانا گیا وہاں کیا کیا خطائیں اور غلطیاں ہوئیں ؟

کل امت کو لازم تھا کہ عین وقت وفات رسولؐ کے جبکہ علی مرتضیٰؑ (جس کو پیغمبرؐ اپنا امام اور جانشین اور چلانے والا کار خلافت کا بتا یا اور جتا گئے تھے) موجود تھے تو کوئی دوسرے فکر اور تدبیر خلیفہ اور امام بنانے کی نہ کی جاتی جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن جب لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو اور بعد شہادت علی مرتضیٰؑ کے بجائے اہلبیت پیغمبرؐ کے بنی امیہ اور بنی عباس کو خلافت بتاتے اور جتائے اور مرضی اور خوشنودی خدا اور رسول کے خلیفہ بنایا ۔ اور خلافتین انہوں نے لیں اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ساتھ وہ سلوک کیے جس کی پیغمبرؐ خبر

دے گئے تھے اور جس کی تصدیق علماء اہلسنت نے کی ہی اور کتب تواریخ اہلسنت جس سے مالامال ہین تو یہ تمام خلافتین احداث اور فتن نہین تو کیا ہی؟ اور کیا کتب فریقین مین جو احادیث اور روایات منقول ہوئے ہین اُن سے ان خلافتون کے وقوع مین آنے سے پورا ہونا پیشین گوئیون کا جو احداث اور فتن کے متعلق پیغمبرؐ فرما گئے تھے لازم نہین آتا ہی۔ اس حقیقت کے ظاہر ہونے بعد یہ حقیقی استدلال مصنف مخاطب کی صریح واضح ہوجاتی ہی اور صاف نمایان ہوجاتا ہی کہ پیغمبرؐ نے جو خبر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی دی تھی وہ بشارت اور خوشخبری نہین تھی بلکہ خبر احداث اور فتنے بپا کرنے کی تھی وہ امر تقدیری صحابہ اور خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس کا تھا۔

اشعار

یہ مرضی خدا و پیمبر کی تھی
کہ بعد نبیؐ ہو خلیفہ علیؑ

مگر فتنہ تھا اور احداث تھا
خلافت ابوبکرؓ کو جو ملی

خلافت عمرؓ اور عثمانؓ کی
اُسی فتنہ کی چال پر وہ چلی

وہ فتنہ ہوا اُن کے احداث سے
کہ آئندہ کو راہ جس کی کھلی

عمل سے وہ احداث اُن کے ہوا
اسی سے وہ تقدیر اُن کی بنی

مقدر ہوا اُن کا یہ اس لیے
کہ مرضئ حق کی رعایت نہ کی

مقدر بدل جاتا اُن کا جو کرتے
رضائے خدا کی اگر پیروی

نہ احداث ہوتے نہ کچھ فتنہ ہوتے
سبھی چین سے اپنی قبرون مین سوتے

مصنف مخاطب بعد استدلال کے اُس روایت پر جس مین پیغمبر صلعم

نے خبر واقعہ مذموم کے پہلے ہی تمثیل کے دی تھی اسی تمثیل (توڑنے والا
پھل کا بغیر وقت کے مثل زراعت کرنے کے غیر کی زمین میں) سے علامہ
علی مرتضیٰؑ سے یوں استنباط کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو بھی یہ مضمون (خبر
واقعہ خلافت) معلوم تھا اسی لیے انہوں نے کہا کہ اس وقت میں ہمارا
خلافت طلب کرنا قبل از وقت ہے ایسا ہی جیسے پھلوں کی تیاری سے
پہلے کوئی شخص پھل توڑنے کا ارادہ کرے وہ اسی طرح ناکام رہتا ہے
جیسے کوئی شخص ایسی زمین میں کھیتی کرے جس میں استحقاق نہیں اس کھیتی
سے اُس بونے والے کو فائدہ نہوگا یعنی اس وقت مستحق خلافت ابو بکرؓ
ہیں اُن کی خلافت میں ہم کو دخل دینا ایسا ہی ہے کہ دوسرے کی زمین
میں کھیتی کرنا اور جب کہ جناب امیرؑ کو یہ معلوم تھا کہ ابھی میری خلافت کا
وقت نہیں ہے پھر کیا وجہ جو وہ یہ سوچتے تھے کہ دست برد سے لڑوں
یا صبر کروں ؎

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ جناب
امیرؑ کو یہ مضمون بیشک معلوم تھا کہ جس کی خبر پیغمبرؐ نے دی تھی کہ بعد پیغمبرؐ
اصحاب احداث اور فتنے برپا کرینگے اور خلافت پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت
عمرؓ متصرف ہو جاوینگے ایسی حالت میں کہ خلافت ابھی مستقل حالت کو نہیں پہنچی
ہوگی اور مذہب اسلام اور مسلمان تازہ ہونگے اور ارض خلافت حضرت
ابو بکرؓ کی نہیں ہوگی اور اس وجہ سے علی مرتضیٰؑ نے حضرت ابو بکر کی نسبت
یہ تشبیہ دی ہے کہ وہ پھلوں کی تیاری سے پہلے کسی شخص کا پھل کو توڑنا ایسے
وقت میں کہ اس کے توڑنے کا وقت نہ آیا ہو ایسا ہی ہے جیسے کسی غیر
کی زمین میں زراعت کرنا جس سے مراد علی مرتضیٰؑ کی یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی

کو استحقاق تصرف اور تسلط کا خلافت پر نہین تھا کیا باعتبار اس کے کہ خلافت بوجہ پختہ نہ ہو جانے کے ایسی تھی کہ حضرت ابوبکر قابلیت اُس پر تصرف کی نہین رکھتے تھے اور کیا باعتبار اس کے کہ وہ خلافت اُن کی زمین نہ تھی جس کا نتیجہ یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے خلافت کو بھی ضرر پہونچایا اور خود بھی اُس کے حق تمتع نہین رکھتے تھے کچھ تمتع جائز حاصل نہین کیا۔ حضرت ابوبکر کے خلافت قبول کر لینے سے مسلمانون کی سلطنت کو یہ ضرر پہونچا کہ اُن لوگون کے ہاتھ مین خلافت نہ آنے اور نہ رہنے سے جو قابلیت اور حق اُس کا رکھتے تھے سلطنت مسلمانون کی اور مذہب اسلام تمام روے زمین پر قائم اور جاری نہ ہو سکا۔ اور اہل حق اور قابلیت رکھنے والون خلافت کی محرومی کی بنیاد قائم ہوئی۔ اور امت رسول مین ہر کسی کو حوصلہ اور جرأت حصول خلافت کا بڑھ گیا اور اہل بیت پیغمبر ضعیف و ناتوان ہو گئے۔ درحقیقت علی مرتضیٰ نے یہ تشبیہ اپنے حق مین نہین دی ہی بلکہ حضرت ابوبکر کے حق مین دی ہی اور علی مرتضیٰ کا وہ ارشاد تشریح ہی اُن احادیث پیغمبر کی جن مین اُنھون نے اعدائے اور فتنہ بپا کرنے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلافت پر متصرف ہو جانے کی خبر دی تھی اور یہ تشبیہ صریح ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ہی کہ اُس کے اوپر کا فقرہ یہ ہی کہ یہ پانی بدمزہ ہی اور ایسا لقمہ ہی کہ کھانے والے کے گلے مین اُچھو ہوتا ہی جس کا اطلاق صاف و صریح حضرت ابوبکرؓ پر ہوتا ہی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

علی مرتضیٰ نے جیسا کہ اپنے دیگر خطبون اور کلامون مین فرمایا ہی کہ حضرت ابوبکر مستحق خلافت نہین تھے ویسا ہی اس کلام مین ظاہر کیا ہی اور علی مرتضیٰ برابر فرماتے رہے ہین کہ خلافت میرا حق ہی اور مین اُس کا مستحق ہون پھر

اُس فقرۂ کلام علی مرتضیٰ کے یہ معنی کیسے ہو سکتے ہیں کہ مستحق خلافت ابوبکرؓ ہیں اور ارض خلافت اُنکی ہی“۔

علی مرتضیٰؑ کو بموجب ارشادات پیغمبرؐ کے صرف استحقاق خلافت اپنے لیے اور واقعہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے خلیفہ ہو جانے کا معلوم تھا۔ اور پیغمبرؐ کے کسی ارشاد سے ہرگز یہ نہیں پایا جاتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ کبھی از روے واقعہ خلیفہ ہو سکینگے یا نہیں یا اُن کے خلیفہ ہونے کا کون وقت ہوگا اور ایسی خبر دے ہی نہیں سکتے تھے کہ جسکا ظہور مطابق واقعہ کے نہو کہ علی مرتضیٰؑ کی کسی وقت، بلاخلش خلافت قائم نہیں ہوئی۔ اور جبکہ پیغمبرؐ استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہلبیت کے لیے بتا اور جتا چکے تھے اور بعد اپنے ہر زمانہ کے لیے علی مرتضیٰؑ اور اپنے اہل بیت کے واسطے حق اور قابلیت ظاہر کر چکے تھے تو پھر کوئی خاص وقت خلافت کا علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت کے لیے معین نہیں فرما سکتے تھے نہ ایسے فرمانے کی ضرورت تھی۔ اور نہ کوئی ایسا علم جس سے پیغمبرؐ نے آگاہ نہ کیا ہو علی مرتضیٰ کو ہو سکتا تھا۔ اور نہ علی مرتضیٰؑ کے کسی کلام سے ایسا علم اُن کا ظاہر ہو سکتا ہی۔

پس علی مرتضیٰؑ کا سوچنا اس بات کا کہ دست بریدہ سے لڑوں یا صبر کروں ہا نہایت ضروری تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا خلافت قبول کرنا احداث اور فتنہ اور رہ اقصد مذموم تھا جس کے خلاف خلافت کو علی مرتضیٰ اپنا حق جانتے تھے۔ ایک جہت سے اُس فتنہ واحداث کو فرو اور دور کرنا روا تھا اور دوسری جہت سے کہ بیعت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر ہو چکی تھی اور وہ خلیفہ بن بیٹھے تھے اور مسلمان جدید اور مذہب اسلام تازہ تھا اور اہل کفر و ارتداد کی شورش تھی حضرت ابوبکرؓ پر حملہ کرنا اور مسلمانوں کا قتال خلاف مصلحت وقت تھا جس میں سلطنت

مسلمانونکے تباہ اور برباد ہو جانے کا سخت اندیشہ تھا - اور یہ مسئلہ ایسا اہم و مشکل تھا کہ ... کسی پہلو کا اختیار کرنا کچھ آسان نہ تھا - علی مرتضیٰ ... ہو سکتا تھا کہ اُس خلافت پر حملہ ... شائبہ طمع خلافت کا نہ تھا - صرف سچی محبت دین اسلام کی ... تھی جس نے اُن کو اُس حملہ سے باز رکھا - اور دین اسلام کو تباہ ہونے سے بچا لیا - یہ عمل علی مرتضیٰ کا حقیقی معجزہ ہے جو دوسرے کسی انسان سے نہیں ہو سکتا تھا - دوسرا انسان طمع خلافت مین پھنس جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا ہے اور بربادی اسلام کی نہ کرتا -

مصنف مخاطب اُسی کلام علی مرتضیٰ کے فقرہ آئندہ کا یون ترجمہ کرتے ہین کہ "اب مین دعوی کرونگا تو کہین گے کہ حکومت کا حریص ہے اور جو ساکت رہونگا تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا" اور اُسکا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ "جب تمام مہاجرین و انصار ابوبکرؓ سے بیعت کر چکے اسکے بعد اگر مین دعوی کرون تو سب لوگ یہ کہین گے کہ حکومت کا حریص ہے یہ اسوجہ سے کہتے کہ بعد انعقاد خلافت ابی بکرؓ کے جناب امیرؑ کا دعوی کسی حجت شرعی کے ساتھ نہ ہوتا یہ بھی دلیل نص امامت کے باطل ہونے کی ہے ورنہ اگر نص امامت موجود ہوتی تو سب لوگ یہی کہتے کہ بموجب نص رسول کے دعوی ہے حریص ملک کیون بتاتے اگر دعوی سے ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے ڈر گیا"

لیکن مصنف مخاطب نے اُس فقرہ کا ترجمہ پورے طور پر ٹھیک نہین کیا ٹھیک ترجمہ یہ ہے "پس مین اگر کچھ کہون تو لوگ کہین گے کہ اُنہون نے ملک کی طمع کی اور سکوت کرون تو لوگ کہین گے کہ موت سے ڈر گیا"

وہ الفاظ جنکا ترجمہ مصنف مخاطب نے کیا ہے "اب اگر مین دعوی

کروں" فان اقل " میں اس کا ترجمہ و دعوی کرنے کا کسی طرح نہیں
ہو سکتا - بلکہ اسکا ترجمہ صاف یہی ہوتا ہی "پس اگر میں کچھ کہوں" جس سے
مراد یہ ہی کہ "اگر میں ملک خلافت پر اپنے حملہ کا ارادہ کسی حجت سے ظاہر کروں
تو کہیں گے کہ ملک کی طمع کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے
ڈر گیا" مراد اسکی "اگر میں کچھ کہوں" جو میں نے یہ لی ہی کہ "اگر میں کسی حجت
سے ملک خلافت پر حملہ کا ارادہ ظاہر کروں" اُس مراد کی صحت پر یہ آخر
مضمون فقرہ کا حجت ہی "اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے
ڈر گیا" یہ ظاہر ہی کہ موت سے خوف کا الزام اُسی حالت میں لگایا جاسکتا ہی
جبکہ حملہ کا ارادہ نہ کیا جاوے - مجرد دعوی سے خوف کا الزام پیدا
نہیں ہوسکتا ہی -

پس ظاہر ہی کہ دعوی کرنے کی مراد اُس فقرہ سے جیسا کہ مصنف مخاطب
لیتے ہیں ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ وہ مراد مطابق واقعہ کے ہوسکتی ہی
کیونکہ نتیجہ اس فقرہ کا موافق مذاق مصنف مخاطب کے یہ ہوگا کہ علی مرتضیٰ
نے دعوی خلافت نہیں کیا حالانکہ یہ امر خلاف واقعہ ہی - علی مرتضیٰ بعد تجہیز
و تکفین پیغمبر ص کے اُسی زمانہ میں اظہار اپنے حق اور بغیر حملہ بطلان انعقاد خلافت
حضرت ابوبکرؓ کا برابر کرتے رہے ہیں - اور ایسی کوشش جس میں خونریزی
کی نوبت نہ آنے پاوے حصول خلافت کے لیے جس پر غیر اہل حق نے تصرف
کر لیا تھا ہمیشہ جاری رکھی ہی جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کتابت میں جو
لفظ "فان اقل" پایا جاتا ہی کچھ تعجب نہیں ہی کہ وہ لفظ غلطی کتابت سے
بجاے "فان احمل" یعنی اگر حملہ کروں میں پڑھا گیا ہی - کہ مضمون مابعد
جو الزام حرص ملک اور خوف موت سے متعلق ہی اسی پر دلالت کرتا ہے

اقوال اور افعال علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت حضرت ابوبکرؓ
کو قابل حملہ جانتے تھے مگر حملہ نہین کیا اور اُس حملہ کے کرنے اور نہ کرنے سے
جو اعتراض اور الزام علی مرتضیٰؑ پر لگایا جا سکتا تہا اُس کو اس فقرہ مین اپنے کلام
کے رفع فرماتے ہین - جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ انعقاد خلافت حضرت
ابوبکرؓ کو یقینی صحیح نہین جانتے تہے بلکہ اُس کو خلافت امر حق کے احداث اور فتنہ
سمجھتے تہے جیسا کہ شروع کلام مین اُسی زمانہ کو امواج فتن فرمایا اور قرار دیا ہی
اگر خلافت کو اپنا حق نہ سمجھتے تو ہرگز اظہار اپنے حق کا نہ کرتے اور خلافت حضرت
ابوبکرؓ کی احداث اور فتنے اُن کے نزدیک اگر نہوتی تو ہرگز اُس کو قابل حملہ
کے قرار نہ دیتے - گو کسی دوسرے سبب سے حملہ وقوع مین نہ آتا - اور
یہ فرمانا علی مرتضیٰؑ کا کہ لوگ مجکو حریص ملک کہین گے دلالت کرتا ہی اس امر پر
کہ خلافت پر اُنکا حق تہا اور وہ اُس کو اپنا حق جانتے تہے اور حضرت ابوبکرؓ کا
حق نہین سمجھتے تہے لیکن چونکہ طلب حق مین شائبہ طمع مضمر تہا اسلیے اُسوقت درگذر کی
- لوگون کو اطمینان دلادیا کہ علی مرتضیٰؑ مین وصف رذیلہ طمع نہین ہی - اگر علی مرتضیٰؑ
خلافت حضرت ابوبکرؓ کو صحیح اور اُنکا حق جانتے تو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے خود
اور تمام بنی ہاشم بلا توقف حضرت ابوبکرؓ کے ہاتہ پر بیعت کر لیتے اور کسی وقت یہ
فرمادیتے کہ "خلافت اُنکی صحیح ہی" یہ نہوتا کہ اُنکی خلافت کو قابل حملہ جانتے -
جب یہ امر علانیہ ہی کہ علی مرتضیٰؑ ملک خلافت کو اپنا حق جانتے تہے اور خلافت
اُس کے جو حضرت ابوبکرؓ پر انعقاد خلافت ہوا اُسکو قابل حملہ تصور کرتے تہے تو ضرور
ہی کہ ایسا اُنکا جاننا اور سمجھنا واجبی تہا اور وہ ایسا نہین جان سکتے تہے اور نہ
سمجھ سکتے تہے جبتک کہ از روے قرآن اور ارشاد پیغمبرؐ کے اُن کو علم نہو اسلیے
کہ اُن سے بہتر بعد پیغمبرؐ کے کسی کو علم قرآنی اور علم پیغمبریؐ نہین تہا - اور اسی سے

لازم آتا ہے کہ وہ علم علی مرتضیٰ کا بابت حق خلافت کے اپنے لیے نصی تہا نہ غیر کسے لیے۔ اور جس کسی نے اس علم حق خلافت کو نصی نہ مانا۔ وہ درحقیقت علی مرتضیٰ کے علم حق کی تکذیب کرنیوالا ہی جس سے تکذیب رسول و خدا کی لازم آتی ہی اور نتیجہ نہیں ہوتا کہ علی مرتضیٰ جو خلافت کو اپنا حق زنہ غیر کا جانتے تہے وہ حجت شرعی تہی۔

لیکن جو لوگ کہ الزام حرص ملک علی مرتضیٰ پہ لگانے والے ہو سکتے ہین وہ اُن کے قول اور فعل کو حجت شرعی نہ ماننے والے اور نصوص کی غلط تاویل کرنے والے ہونگے۔ جس پہ آخر کار علی مرتضیٰ کو جنگ کرنی پڑی اور جس کی خبر پیغمبر دے گئے ہے کہ تجکو تنزیل قرآن پر جنگ کرنی پڑی اور تجکو تاویل قرآن پر جنگ کرنا ہوگا۔ علی مرتضیٰ کے کلام مین اُنہین لوگون کی طرف یہ اشارہ ہی کہ جو لوگ بحالت حملہ کے ایسا کہنے والے ہو سکتے تہے کہ علیؑ ملک کا حریص ہی یا بحالت حملہ نہ ہونے کے اس بات کے قائل ہوے کہ علیؑ موت سے ڈر گیا جو لوگ حضرت ابو بکر سے بیعت کر چکے تہے۔ ایسے لوگ وہی ہو سکتے تہے کہ جو غلط تاویل نص کی کرنے والے اور علی مرتضیٰ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے۔ لیکن جو لوگ کہ جناب امیرؑ کے دعوی کو حجت شرعی پر مبنی جاننے والے اور نص امامت کی غلط تاویل نہ کرنے والے تہے۔ وہ اسکے قائل نہین ہو سکتے تہے کہ علی مرتضیٰ حریص ملک کے ہین یا موت سے ڈر گئے ایسے لوگون سے وہ کلام علی مرتضیٰ متعلق نہین ہی نہ ایسے لوگون کی طرف وہ خطاب علی مرتضیٰ کا ہی۔ اُس کلام علی مرتضیٰ مین صرف اُنہین لوگون سے خطاب ہی جو حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر چکے تہے اور جو نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے اور دعوی علی مرتضیٰ کو حجت شرعی پر مبنی نہ سمجہنے والے تہے مصنف مخاطب سے مطلب کلام علی مرتضیٰ کے بیان مین جو یہ کہا ہی

بیشک سب لوگ یہ کہیں گے کہ حکومت کا حریص ہی" اور اُس سے استنباط عدم حجت شرعی اور ابطال نص امامت کرتے ہیں۔ صریح خلاف کلام علی مرتضیٰ کے ہی اُس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو دلالت کرتا ہو اس امر پر کہ کل لوگ ایسا کہنے والے ہونگے۔ اُس کے اصلی الفاظ یہ ہیں "یقولوا حرص علی الملک" کہیں گے کہنے والے کہ حرص کی ملک پر۔ پس علی مرتضیٰ کا یہ ارشاد متنبہ کرنے والا ہی اُن لوگوں کو کہ جو علی مرتضیٰ پر بوجہ حملہ کے غلط الزام حرص ملک کا لگانے والے ہوتے۔ اور جب حملہ حرص ملک کی وجہ سے نہ سمجھا جاتا تو خواہ مخواہ حملہ محض طلب حق کے لیے قرار پا وے گا۔ اس کلام علی مرتضیٰ کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی۔ کہ ملک خلافت میرا حق ہی جس کے لیے نص ہو چکی ہی اور میرا دعوی حجت شرعی پر مبنی ہی اگر طلب حق کے لیے میں حملہ کروں تو جو کہ بیعت کر چکے ہیں اور نص امامت کی غلط تاویل کرنے والے ہیں اور حجت شرعی کو نہیں مانتے وہ یہ کہیں گے کہ علی ملک پر حرص کرتا ہی" علی مرتضیٰ کی طینت مقدس اور سیرت طاہرہ ایسی تھی کہ وہ اپنے کسی فعل میں ذرہ برابر بھی شائبہ نفسانیت انسانی کے روادار نہیں ہو سکتے تھے۔ یاد کرو وہ مشہور واقعہ جبکہ علی مرتضیٰ اپنے ایک کافر دشمن کو مغلوب کرکے اُس کے سینہ پر سوار ہو کر چاہتے تھے کہ اُس کے سر کو بدن سے جدا کریں تو اُس دشمن نے آپکے روے مبارک پر اپنا تھوک پھینکا۔ اُس وقت فوراً علی مرتضیٰ نے اُسکو قتل سے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر اسوقت میں اُس کو قتل کرتا تو وہ قتل میری نفسانیت پر محمول ہوتا اور خالصتہً سدہ وہ قتل نہ سمجھا جاتا جس پر پیغمبر سے تبت فضیلت کرم اللہ وجہہ کی پائی" حضرت ابو بکرؓ امر حق خلافت میں علی مرتضیٰؑ سے مخالفت رکھنے والے تھے۔ غیر ممکن تھا کہ علی مرتضیٰؑ ایسا

کہ حضرت ابوبکر سے کیونکر جس مین کہنے والے یہ کہ سکتے کہ علی مرتضیٰ تو بصرف اسکے ہی
اس لڑائی مین کہا جا سکتا ہی کہ مقابلہ اُس کا فردشمن سے حضرت ابوبکر کا حفظ شہادت
و دولت دین اسلام کے تھے لیکن صورۃً پاکیزہ اور طینت علی مرتضیٰ مین اُس سے
فرق سے کچھ فرق اندر نہین آسکتا۔

دوستان را کجا کنے محروم ٭ تو کہ با دشمنان نظر داری

فی الحقیقت علی مرتضیٰ کو آنکے پاکیزہ نفسیت اور مقدس زندگی نے آنکو اُس
فعل سے روکا ہی جس مین شائبہ نفسانیت اور حرص کا پیدا ہو۔ اُن سے نچنے
کے لیے علی مرتضیٰ نے حملے سے اجتناب کیا ہی اور حملہ نکرنے کی وجہ کو بیان فرمایا ہی
جس کے سمجھنے کے لیے دل تعصب سے صاف ہونا چاہیے ورنہ اُس کلام کے
اُنکے ویسے ہی استنباط غلط نکلین گے جیسے کہ نص امامت کی غلط تعبیر کی گئی ہی

بعد اس کلام کے کہ اگر مین کچھ کہون (اسے بہ تعبیت اظہار حال کرون)
تو کہین گے کہ ملک کا حریص ہی اگر مین ساکت رہون تو کہین گے کہ موت سے
ڈر گیا "اس فقرہ آخر مین جو غلط الزام لگانے والون کی طرف سے بیان فرمایا
ہی اُس کو خود علی مرتضیٰ یون رفع فرماتے ہین اور اُس غلط الزام کے عائد
کرنے والون کو یہ تنبیہ کرتے ہین جس کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ
کیا ہی۔

" افسوس ہی بعد ان سب باتون کے (صحیح ترجمہ بعد چون وچرا کے)
قسم ہی خدا کی کہ ابن ابی طالب زیادہ محبت رکھنے والا ہی موت کے ساتھ
بچہ سے جو اپنی مان کے پستان کے ساتھ محبت رکھتا ہو" اور اس کی مراد
مصنف مخاطب یہ بتاتے ہین۔ کہ عدم طلب خلافت سے جو میرا سکوت ہی وہ
ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو لوگون کے خیالات پر افسوس ہی

جو میری نسبت ایسا گمان کریں مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا پہر مین موت سے کیون ڈرتا بلکہ میرا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ ہی اور میری خلافت کا ابہی وقت نہین آیا ہے۔

پہر مصنف مخاطب اُس پر یہ استدلال کرتے ہین کہ اب انصاف فرمایئے کہ جناب امیر کو تو اپنی شجاعت کا ایسا دعوی تہا پہر وہ اپنے ہاتہہ کو دست بریدہ کیون کہتے یا کوئی اُن پر یا اُن کے اہلبیت پر ظلم کرتا تو اُنکو سکوت کی کہان تاب ہوتی۔

مصنف مخاطب نے جو شروع مین مراد اُس فقرہ کی بیان کی ہی اُس مضمون سے مجکو اتفاق ہی صرف ایک لفظ حملہ کا اُس مین اضافہ ہونا چاہیے۔ یعنے طلب خلافت سے (بذریعہ حملہ کے) جو میرا سکوت ہی وہ ہرگز اس وجہ سے نہین کہ مجکو موت کا خوف ہو۔ لوگون کے خیالات پر افسوس ہی جو میری نسبت ایسا گمان کریں۔ مین تو اپنی موت کا ایسا مشتاق ہون کہ بچہ بہی مان کے دودہ کا ایسا مشتاق نہین ہوتا۔ پہر مین موت سے کیون ڈرتا۔ اس مضمون مراد مین حملہ کا لفظ ہم اس لیے اضافہ کرتے ہین کہ واقعات ہمکو یہ دکہاتے ہین کہ علی مرتضیٰ نے طلب خلافت کے لیے اظہار رغبت اور دلیل کا کیا ہی۔ البتہ طلب خلافت کے لیے حملہ نہین کیا۔ لیکن آخر مین مصنف مخاطب نے جو وجہ مزاحمت نکرنے کی یہ ظاہر کی ہی کہ علی مرتضیٰ کا سکوت اس وجہ سے ہی کہ ابو بکر کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ تہا اور اُنکی خلافت کا وقت نہین آیا تہا۔ یہ مراد مصنف مخاطب کی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتی کیونکہ یہ وجہ نہ کلام علی مرتضیٰ سے پیدا ہو سکتی ہی نہ نتائج واقعا

اُس کی تائید کرتے ہین ۔

جب یہ امر مسلمہ ہی جیسا کہ کتب فریقین سے پہلے ظاہر ہو چکا ہی کہ علی مرتضیٰؑ خلافت کو اپنا حق جانتے تھے اور اپنے استحقاق خلافت کا اظہار اور سعی مناسب برابر ہر زمانہ مین کرتے رہے اور بغیر حملہ کے طلب خلافت کی کوشش مین کبھی کوتاہی نہین کی ۔ اور نہ کبھی حضرت ابوبکرؓ یا دوسرونکی خلافت کے صحیح ہونے کو قبول کیا ۔ اور علانیہ حضرت ابوبکرؓ اور دوسرون کے خلیفہ ہو جانے پر اعتراض فرماتے رہے تو صریح ہی کہ علی مرتضیٰ انعقاد خلافت ابوبکر اور غیرون کے خلیفہ ہو جانے کو فتنہ جانتے تھے اور جب خود اُس خلافت اور اُسکے بہنون خلافتون کو فتنہ جانتے تھے تو کیسے یہ امر تسلیم کیا جاسکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین مزاحمت کرنا فتنہ جانتے تھے ۔ حالانکہ علی مرتضیٰؑ اُسنے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت مین بذریعہ اظہار اپنے استحقاق کے اور از روے کوشش طلب اپنے حق کے مزاحمت کی ۔ البتہ اُس اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے بعد حملہ نہین کیا ۔ اور یہ امر ظاہر ہی کہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب حق کے ذریعہ سے مزاحمت کی وجہ جداگانہ اور بذریعہ حملہ کے طلب حق نہ کرنے کے لیے وجہ جداگانہ تھی ۔ اور چونکہ علی مرتضیٰ نے مزاحمت خلافت حضرت ابوبکر مین بذریعہ اظہار استحقاق اور کوشش طلب اپنے حق کے کی تھی اور صرف حملہ طلب خلافت کے لیے نہین کیا تھا اور اُس حملہ کے نہ کرنے سے جو غلط الزام علی مرتضیٰؑ پہ لگایا جاسکتا تھا صرف اُس کو اس موقع پر اپنے اُس فقرۂ کلام سے رفع فرمایا ہی ۔ کہ میرا سکوت حملہ سے بوجہ خوف موت کے نہین ہی ۔ اس فقرہ مین اظہار وجہ سکوت کا حملہ سے متعلق نہین ہی ۔ بلکہ انکار اس وجہ سے ہی جو کچھ لوگ غلط وجہ سکوت کی حملہ سے بیان

حالت موجودہ بھی مذہب اسلام اور مسلمانون کی باقی نہ رہتی جس حیثیت اور نوعیت سے زمانہ خلافت حضرت ابوبکرؓ مین اُنکی توقع ہوسکتی تھی۔

اور اُس ناقص حالت اسلام اور مسلمانون کی اصلاح بذریعہ پند و نصیحت کے ہوسکتی تھی۔ جیسا کہ باوجود سخت مخالفت خلافت ہر زمانہ کے ائمہ اہلبیت اصلاح مذہب اسلام خراب شدہ اور مسلمانون نقص گرفتہ کے کرتے رہے ہے۔ جس اصلاح کی بدولت اس وقت مذہب اسلام کامل اور صحیح کروڑون مسلمانون مین موجود ہی جو روے زمین کے ہر حصہ مین آباد ہین اور سبکو یقینی اصلی معجزہ ائمہ اہلبیتؑ کا کہنا روا ہی۔

اس میری تقریر سے علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی مراد ظاہر ہو جاتی ہو کہ باوصف وصف شجاعت کے علی مرتضیٰؑ نے حملہ خلافت حضرت ابوبکرؓ پر کیون نہ کیا اور کیون اُنھون نے اپنے آپ کو دست بریدہ فرمایا۔ اُنکا حملہ نہ کرنا بوجہ خوف موت کے نہین تھا اور گو بیعت خم غدیر کو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ نے قطع نہ کردیا تھا لیکن علی مرتضیٰؑ اگر اُسوقت حملہ کرتے تو کچھ شبہ نہین ہو کہ مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانون کی خلافت سب تباہ و برباد ہو جاتی۔ اور اُس وقت علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگایا جاتا کہ طمع خلافت نے اصل مذہب اسلام اور مسلمانون اور اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کردیا۔ جیسا کہ اب حملہ نہ کرنے سے خوف موت کا الزام لگایا جاتا ہو اور علی مرتضیٰ کی بے استحقاقی کا حق خلافت سے قیاس کیا جاتا ہی۔

اُس فقرہ کے بعد جو فقرہ کلام علی مرتضیٰ مین ہی اُس کا ترجمہ مصنف مخاطب یون کرتے ہین۔

یہ بلکہ مجھے معلوم ہین ایسی پوشیدہ باتین کہ اگر مین اُن کو ظاہر کردون تو

تم اس طرح تڑپو جیسے گہرے کنوین مین رسیان تڑپتی ہین ؕ اور اُس کی
مراد یہ بیان کرتے ہین ؎ یعنی تم مجھے دعوی خلافت کی ترغیب دیتے ہو
مگر مجھے آئندہ کے حالات ایسے معلوم ہین کہ اگر مین تم پر ظاہر کرون تو تم
ایسے تڑپ جاؤ جیسے رسی گہرے کنوین مین تڑپتی ہے وہ باتین شاید یہ تہین
کہ ابوبکرؓ کے بعد جو خلافت لیگا وہ قتل ہوگا اُن کے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ قتل
ہوگا اُن کے بعد مین خلیفہ ہون گا مین بہی قتل ہونگا بس ابوبکر تو خلافت
لے چکے اب اُس کے بعد تم خلافت کی میرے لیے کوشش کرتے ہو حالانکہ
اُس کا نتیجہ قتل ہوگا اور جو چیز باعث قتل ہو اُس سے تو بچنا چاہیے نہ کہ
اُس کو طلب کرنا ؕ

علی مرتضیٰ نے اس فقرہ مین یہ بہی تو ارشاد فرمادیا ہے کہ مجکو ایسا علم
مکنون حاصل ہوا ہے کہ اگر مین اُس کو ظاہر کرون تو تم ایسے مضطرب ہو
جاؤگے جیسے گہرے کنوین مین لنبی رسی مضطرب ہوتی ہے جس کی مراد یہ ہے کہ
بعد پیغمبرؐ جو فتنہ اور احداث ہونے والے ہین اور جو جو جور و ستم اہلبیت
پیغمبرؐ پر گذرنے والے ہین جن پر اہلبیت پیغمبرؐ صبر کرین گے وہ امور مجکو
معلوم ہین اگر اُن کو ظاہر کرون تو تم مضطرب ہو جاؤگے۔ اس ارشاد
کی یہ مراد کسیطرح نہین ہوسکتی جو مستنف مخاطب لیتے ہین وہ مراد ایک
ایسی مراد ہے جسکے حقیقی ہونے پر خود مصنف مخاطب کو بہی اطمینان نہین ہے
چنانچہ وہ یہ کہتے ہین کہ وہ باتین (پوشیدہ جس کو سنکر وہ لوگ جن سے
علی مرتضیٰ خطاب فرمارہے ہین مضطرب ہو جاوین) شاید یہ تہین کہ ابوبکر کے
بعد جو خلافت لے گا وہ قتل ہوگا اور اُن کے بعد کا خلیفہ بہی قتل ہوگا
اُنکے بعد مین خلیفہ ہونگا مین بہی قتل ہونگا ؕ اول تو یہ مراد دعوی خلافت

کی ترغیب سے متعلق نہیں ہو سکتی بلکہ ترغیب حملہ سے مطابق ہوتی ہی ۔ اور علی مرتضیٰؑ نے دعوی خلافت علانیہ برابر کیا ہی صرف حملہ نہیں کیا ۔ دوسرے اگر اُس فقرہ سے وہ مراد لی جائے تو علی مرتضیٰ بزمانہ حیات حضرت ابو بکر کے ضرور اُن کو بغیر قتل کے زندہ خلافت سے ہٹا دیتے اس لیے کہ اگر اُن کو یہ پوشیدہ امر معلوم ہوا تہا کہ حضرت ابو بکر کے مرنے کے بعد جو تین خلفا ہونگے جنکے آخری خود علی مرتضیٰؑ ہونگے قتل ہو جاوینگے تو اُن کو یہ بہی ضرور معلوم تہا کہ حضرت ابو بکر کی زندگی مین اگر کوئی خلیفہ مقرر ہو جاویگا تو سلسلہ قتل خلفا کا وقوع مین نہ آئے گا ۔ کیونکہ تین خلفاء کا قتل ہونا موقوف اُسی حالت پر تہا کہ جب بعد وفات حضرت ابو بکر کے وہ خلفا یکے بعد قتل دیگرے خلافت کو قبضہ مین لین ۔ اور اگر مصنف مخاطب کو یہی مراد لینی منظور خاطر تہی تو بعد قتل علی مرتضیٰؑ کے ذکر خلافت بنی امیہ اور بنی عباسیہ کا بہی اپنی مراد مین کرنا ضرور تہا کہ علی مرتضیٰؑ کے مخاطب کلام اُس وقت حضرت ابو سفیان اور حضرت عباس تہے جو مارے خوشی کے دیر تک مثل لمبی رسی کے جو گہرے کنوین مین چہوڑنے کے وقت تڑپتی ہی تڑپتے رہتے ۔

تیسری جو مراد مصنف مخاطب نے ظاہر کی ہی اُس سے زمانہ حضرت ابو بکرؓ مین نتیجہ طلب خلافت نہ کرنے کا خوف موت علی مرتضیٰ کے لیے پیدا ہوتا ہی ۔

چنانچہ بتصریح مصنف مخاطب نے آخرکار لکہا ہی ” جو چیز باعث قتل ہو اُس سے بچنا چاہیے نہ کہ اُس کو طلب کرنا ۔ حالانکہ علی مرتضیٰؑ نے خود اپنے اسی کلام مین اسی فقرہ سے اوپر اپنی رغبت طرف موت

کے ایسی ظاہر فرمائی ہے جیسے بچہ اپنے ماں کے پستانوں کی طرف رغبت کرتا ہے۔ اور بوجہ خوف موت کے حملہ خلافت پسند کرنے سے صاف انکار کیا ہے اور جو لوگ علی مرتضیٰؑ پر الزام خوف موت کا حملہ خلافت پسند کرنے سے لگانے والے ہوں اُن کو علی مرتضیٰؑ نے منع فرمایا ہے۔ لیکن مصنف مخاطب کی جرأت قابل تماشا ہے باوصف تنبیہ علی مرتضیٰؑ کے کلام علی مرتضیٰؑ کے فقرہ کی ایسی مراد لیتے ہیں جس سے جھٹلانا علی مرتضیٰؑ کا لازم آتا ہے یعنی علی مرتضیٰؑ تو یہ فرماتے ہیں کہ مجکو رغبت طرف موت کے ایسی ہے کہ جیسے بچہ کو پستان مادر کی طرف اور مصنف مخاطب فقرہ کی مراد یہ بتاتے ہیں کہ بوجہ علم قتل ہو جانے کے طلب خلافت نہیں کی۔ درحقیقت علیؑ مرتضیٰ کے اس فقرہ کی مراد صاف و صریح یہ ہے جیسا کہ تمام اُس کلام علیؑ مرتضیٰ سے متبادر ہے۔ یعنی تم اے عباس اور ابوسفیان مجکو خلافت پر حملہ کرنے کی کیا ترغیب دیتے ہو مجکو ایسے پوشیدہ راز معلوم ہوئے ہیں کہ اگر میں حملہ کرونگا تو مذہب اسلام اور مسلمان اور مسلمانوں کی بادشاہت قومی برہم درہم ہو جاوے گی کہ اہل ارتداد جدا مذہب اسلام پر اور مرتدین مسلمانوں اور اُن کی قومی خلافت پر حملہ کر رہے ہیں اور زکوۃ کے متعلق جدا جنگ و جدل باہم مسلمانوں کے ہو رہا ہے اور جب مسلمان اور سلطنت مسلمانوں کی اور مذہب اسلام میرے حملہ سے تباہ و برباد ہو جاویگا (جس کی خبر پیغمبر مجکو دے گئے ہیں اور وصیت (نصیحت) صبر کی فرما گئے ہیں) تب تم لوگ دیر تک ایسے تڑپو گے جیسے لمبی رسی گہرے کنوین میں تڑپتی ہے یعنے تم کو قومی سلطنت مسلمانوں کی تباہی کا مدت تک افسوس رہے گا۔

اس کلام [illegible] تحقیق پر بحث اور غلط اس کے [illegible] اور مردود ظاہر کرنے کے بعد بخوبی حقیقت ہماری تقریر سے عیان ہو گئی۔ مصنف مخاطب یہ دعوی کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو ابوبکر سے لڑنے کا کیونکر خیال ہو سکتا وہ تو اپنے بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکر کی اطاعت کو اپنے ذمہ واجب سمجھتے تھے۔ اور اس دعوی کی تائید کے لیے نہج البلاغہ سے کلام [illegible] کو سند لاتے ہیں وہ اصل فقرہ اور ترجمہ مصنف مخاطب یہ ہے۔

"الذلیل عندی عزیز حتی اخذ الحق له والقوی عندی ضعیف حتی اخذ الحق منه" [1]	عاجز آدمی میرے نزدیک زبردست ہے تاکہ اس کا حق اوروں سے دلاؤں اور زبردست میرے نزدیک ضعیف ہے تاکہ اس سے حق لوں"

یہ ترجمہ ٹھیک نہیں ہے۔ ذلیل کا ترجمہ عاجز اور عزیز کا ترجمہ زبردست غلط کیا ہے۔ ذلیل کا ترجمہ خوار کا ہے اور عاجز ناتوان کو کہتے ہیں اور عزیز کا ترجمہ برتر ہے اور زبردست قوی کو کہتے ہیں جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے دوسری جگہ اسی فقرہ میں قوی کا ترجمہ زبردست کیا ہے۔ ٹھیک ترجمہ کل فقرہ کا یہ ہے "خوار میرے نزدیک برتر ہے تاکہ لوں میں حق اس کے لیے اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تاکہ لوں میں حق اس سے" اپنے ترجمہ پر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہیں۔

"جب جناب امیرؑ کی یہ حالت تھی تو پھر وہ کسی زبردست سے کیوں ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست بریدہ کیوں کہتے اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے"؟

دوسرا فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ کا یہ ہے "رضینا عن اللہ قضاه وسلمنا [illegible]

[1] شرح میثم مطبوعہ طہران جزو دوم۔

اور ... بس کا ... مصنف مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں اور جو اللہ کا حکم ہو اُس کو تسلیم کرتے ہیں ۔

اس ترجمہ میں قضا کا ترجمہ مصنف مخاطب نے تقدیر کیا ہے حالانکہ قضا سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ جاری ہو جائے یا گذر جائے اور اپنے اس ترجمہ سے مصنف مخاطب یہ مراد لیتے ہیں کہ یعنی ہمکو معلوم ہے کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی ہے ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں اور ہم کو شکایت نہیں ۔

تیسرے فقرہ کلام علی مرتضیٰ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میں رسول پر جھوٹ بولتا ہوں واللہ میں نے سب سے پہلے آنحضرت کی تصدیق کی اب میں سب سے پہلے اُن پر جھوٹ بولنے والا نہ ہونگا اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ یعنی رسول نے مجھکو یہ خبر دے گئے ہیں کہ پہلے خلافت حق ابی بکر ہے میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں بناتا ۔

چوتھے فقرہ کا مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ پس میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی اور یکایک یہ معلوم ہوا کہ عہد میری گردن میں غیر کا تھا ۔

اس ترجمہ میں جو مصنف مخاطب نے یہ لکھا ہے کہ میری اطاعت میری بیعت کرنے سے پہلے تھی یہ ترجمہ ہے فاذا طاعتی سبقت بیعتی کا حالانکہ اُس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اطاعت میری سبقت لے گئی ہے میری بیعت پر ۔

مصنف مخاطب جناب امیر کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ بعد وفات رسول کے جب میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو یکایک مجھکو یہ معلوم ہوا کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابوبکرؓ کی اطاعت مجھپر واجب تھی شاید اسکی وجہ

یہ ہو کہ رسول ﷺ خبر دے گئے تھے کہ ابوبکر خلیفہ برحق ہونگے انکی اطاعت کیجیو چنانچہ
اس سے پہلے جناب امیر نے فرمایا کہ آنحضرت رسول ﷺ نے خبر دی تھی۔ اور
بیان کیا کہ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کا یعنی ابوبکر کا عہد میری گردن میں ہے یعنی مہاجرین
و انصار نے ابوبکر سے بیعت کر لی تھی اس وجہ سے ان کا عہد میری گردن میں بھی واجب
ہو گیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت جو لوگ موجود ہوں انکی بیعت ان پر بھی
لازم ہو جاتی ہی جو اس وقت موجود نہ ہوں ؎

مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ؎ اگر یہ مانا جاوے کہ جناب امیر
نے بیعت میں تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اس وجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکر کی اطاعت
کو واجب نہ سمجھتے ہوں بلکہ بطور دوستانہ شکایت کے تھی اور اس تاخیر میں
کوئی حرج نہیں سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے عہد اطاعت قبل
بیعت حاصل تھا ؎

مصنف مخاطب نے جن فقرات کو اس کلام علی مرتضیٰؑ سے لیا ہی جو
نہج البلاغۃ میں مندرج ہیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس پورے کلام
علی مرتضیٰؑ کا ترجمہ اس موقع پر لکھا جائے تاکہ اس سے خود بخود ظاہر ہو جائے
کہ ان فقرات سے وہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جو مصنف مخاطب نے لی
ہی- گو وہ کل کلام جو نہج البلاغۃ میں سید رضی نے منتخب کیا ہی خود ایک
جزو کلام طویل علی مرتضیٰؑ کا ہی کہ انہوں نے بعد واقعہ نہروان کے جس میں خوارج
مغلوب اور تہ تیغ ہو چکے تھے ارشاد فرمایا ہی اور اس میں [illegible] کا
ذکر کیا ہی جو وقت وفات رسول اللہ سے اس وقت تک جبکہ وہ کلام
ارشاد فرمایا ہی گذر چکی تھی- جیسا کہ شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید نے
لکھا ہی ترجمہ پورے اس کلام کا جو نہج البلاغہ میں لیا گیا ہی یہ ہی اور جو چار حصہ کو مشتمل ہی

(حصہ اول) پس امر خدا کے ساتھ مین نے قیام کیا جس وقت کہ وہ لوگ بزدل
ہوگئے اور گویا ہوا مین جس وقت کہ وہ کلام مضطرب کرتے تھے۔ اور اونچا
ہوا مین جس وقت کہ وہ لوگ دبک گئے۔ اور چلا مین ساتھ نور خدا کے جس وقت
کہ وہ ٹھہر گئے۔ اور تھا مین اُن سب مین آواز مین پست تر اور سبقت مین
سب سے اعلی۔ پس لے اُڑا مین عنان فضیلت کو۔ اور تنہا مین نے
اُسکی گھوڑ دوڑ مین بازی جیتی "

(حصہ دوم) مثل پہاڑ کے کہ نہین حرکت دے سکتی ہین اُس کو زور شور کی ہوائین
اور اُس کو جگہ سے ہٹا نہین سکتین آندھیان اور نہین تھا مجھ مین کوئی عیب کہ
جسکے باعث سے مجھکو کوئی عیب لگا سکے اور نہ کوئی بُرا کہنے کی بات جسکے
سبب سے کوئی کہنے والا کچھ کہ سکے۔ اور ذلیل میرے نزدیک عزیز ہے اُس وقت
تک کہ مین اُس کے لیے حق کو لے لون اور قوی میرے نزدیک ضعیف ہے
اُس وقت تک کہ مین اُس سے حق کو لے لون "

(حصہ سوم) ہم راضی ہین خدا سے جو کچھ اُس کی قضا جاری ہوئی اور تسلیم کیا ہمنے
اُس کے لیے اُس امر کو۔ آیا تو دیکھتا ہے مجھے کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندہونگا
واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے اُن حضرت کی تصدیق کی ہے پس
مین پہلا اُن لوگون مین کا نہونگا کہ جنہون نے اُن حضرت پر جھوٹ باندہا "

(حصہ چہارم) پس مین نے جو اپنے امر پر نظر کی تو ناگاہ دیکھا طاعت میری میری
بیعت پر سبقت لے گئی ہے۔ اور ناگاہ دیکھا مین نے کہ عہد میرے غیر کا
میرے گلے مین ہے "

اس ارشاد علی مرتضیٰ سے ظاہر ہے کہ اُس کا پہلا حصہ متعلق ہے اپنے
امور سے جن کو علی مرتضیٰ نے معرض افتخار مین اور اظہار مین اپنی فضیلت

سے تمام صحابہ و مسلمانوں پر بسبب کمال اطاعت خدا اور رسول صلعم کے جو
علی مرتضیٰ علیہ السلام میں تھے فوقیت میں آپ نے فرمایا ہے اور اس حصہ کلام میں سے مصنف
مخاطب کو کوئی فقرہ [illegible] ایسا [illegible] نہیں ملے سکے اور نہ اس حصہ
میں سے کسی فقرہ [illegible] مراد [illegible] مصنف مخاطب نے [illegible] کے موافق
بیان کیا ہے [illegible] مصنف مخاطب علی مرتضیٰ
کے افتخار [illegible] فضیلت کے تسلیم کرنے میں عاجز آگئے ہیں ۔ اور در حقیقت
علی مرتضیٰ نے [illegible] افتخار [illegible] جس شان سے اپنی فضیلت اس حصہ
کلام میں ظاہر فرمائی ہے اس سے کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرہ برابر بھی نور ایمان
ہوگا اس کلام کی صداقت سے انکار نہیں کر سکیگا ۔ اور جب افتخار علی مرتضیٰ
کا اور ان کی فضیلت تمام صحابہ اور مسلمانوں پر بعد پیغمبر قابل تسلیم ہو جاویگا
کہ جس کا بمجبوری قبول کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم آتا ہے کہ جس کو واقعات زمانہ
عہد رسول اور سوانح عمری علی مرتضیٰ ثابت کرتے ہیں تب حصص آئندہ کلام
علی مرتضیٰ کے جن میں سے بعض فقرات کے مصنف مخاطب نے غلط معنے
اور مراد قرار دی ہے خود بخود حقیقت معنی اور مراد ان حصص کلام علی مرتضیٰ
کی ظاہر ہو جاوے گی ۔

دوسرے حصہ کلام علی مرتضیٰ کے شروع میں مثال ہے ان کی اس
فضیلت کے استحکام کی کہ مثل پہاڑ کے کسی طرح سے جس کو جنبش نہ ہو سکے
اور جس کو کوئی عیب اور امر مذموم نہ توڑ سکے ۔ اس حصہ کلام کے اخیر میں جو
یہ فقرہ علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جس کو مصنف مخاطب لیتے ہیں وہ یہ کہ ذلیل
آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تاکہ اس کے لیے حق لوں اور زبردست
میرے نزدیک کمزور ہے تاکہ اس سے حق لوں ۔ وہ متعلق سیرۃ علی مرتضیٰ

سے ہی جس مین آنحضرت علیہ السلام نے اظہار اپنی سیرۃ کا فرمایا ہی اس اظہار
سے کہ لوگ ہدایت پاکر سیرۃ علی مرتضیٰ کا اتباع کرین کہ وہ سیرۃ درحقیقت
ماخذ اصول قانون عدل کی ہی۔ اور یہ سیرۃ یعنی علی مرتضیٰؑ نے عموماً اُسی محل
اور موقع کے لیے بیان فرمائی ہی جبکہ درمیان دو شخصون کے کسی حق کا تنازع
ہوا اور ایک نے دوسرے کا حق چھین لیا ہو یا دبا لیا ہو اور علی مرتضیٰ
درمیان اُن دو شخصون کے شخص ثالث بمحل عدالت اور موقع عدل مین
ہون۔ جس کا مدعا یہ ہی کہ حقدار جو اپنا حق چھن جانے سے ذلیل و خوار ہو گیا
ہو اُس کی حمایت کی جاوے اور اُس کو بوجہ حق کے زبردست سمجھا جاوے
اور ناحقدار جس نے کسی کا حق لے کر برتری حاصل کی ہو اُس کی رعایت نکیجاوے
اور اُس کو ناچیز اور حقیر سمجھنا چاہیے۔

مگر اس مین کچھ شبہ نہین ہوسکتا ہی کہ یہ اصول قانون عدل جو اپنے
کلام مین علی مرتضیٰؑ نے اپنی سیرۃ کے لحاظ سے بیان فرمایا ہی اُس کی تعمیم
مین خود علی مرتضیٰؑ کی حالت خاص شامل ہی بلکہ اُن کی حالت خاص سے
اصولاً اُس کی تعمیم ہو گئی ہی۔ اور اُن کی حالت خاص کو بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ
کے جب سمجھا جاتا ہی جیسا کہ خود مصنف مخاطب نے اُس کلام علی مرتضیٰؑ
کو باہم علی مرتضیٰؑ اور حضرت ابوبکرؓ کے متعلق کیا ہی تو صاف یہ صورت پیدا ہوتی
ہی کہ منصب خلافت کو علی مرتضیٰؑ اپنا حق بسبب اُس فضیلت اور برتری کے
جس کا بیان حصہ اول مین کیا ہی اور اُس فضیلت اور برتری کے استحکام کو مثالاً
اسی دوسرے حصہ کلام کے شروع مین ظاہر فرمایا ہی سمجھتے تھے جس کو حضرت
ابوبکرؓ نے حاصل کر لیا تھا اور جس کے حصول سے حضرت ابوبکرؓ بظاہر برتر اور
زبردست ٹھہر گئے تھے۔ اور لوگ بوجہ متعرف ہو جانے حضرت ابوبکرؓ

کے حق علی مرتضیٰؑ پر جو علی مرتضیٰؑ کو ذلیل اور کمزور اور حضرت ابوبکرؓ کو عزت والا اور قوی جانتے تھے اُنہیں خیالات کے باطل اور غلط قرار دینے کے لیے علی مرتضیٰؑ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ ذلیل آدمی میرے نزدیک عزت والا ہے تاکہ اس کے لیے حق لوں۔ اور زبردست میرے نزدیک کمزور ہے تاکہ اُس سے حق لوں۔ باعتبار اُس واقعہ کے جو تصرف خلافت کے متعلق گذرا صاف اور صریح کلام علی مرتضیٰؑ سے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ حق خلافت علی مرتضیٰؑ کا تھا اور تصرف حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ذلیل اور حضرت ابوبکرؓ عزت والے اور علی مرتضیٰؑ کمزور اور حضرت ابوبکرؓ زبردست سمجھے نہیں جا سکتے اور اس معنی اور مراد سے اس امر کا کچھ تعلق نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہیں کہ جناب امیر کسی زبردست سے کیوں ڈرتے اور اپنے ہاتھ کو دست برید کیوں نہ کرتے۔ اور اگر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تو کیوں چھوڑتے

اُس کلام علی مرتضیٰؑ کی صرف اس خاص حالت میں جبکہ اُس کلام کو حالت حضرت ابوبکرؓ اور علی مرتضیٰؑ سے متعلق کیا جاوے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ جو فضیلت اور برتری علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور جس سبب اُس کے خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھا حضرت ابوبکرؓ نے جو اُس حق کو لے لیا اُس سے نہ علی مرتضیٰؑ خوار سمجھے جاتے ہیں اور نہ حضرت ابوبکرؓ زبردست اُسی فضیلت اور برتری میں جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھی اور اُسی فضیلت اور برتری کی وجہ سے جو حق خلافت علی مرتضیٰؑ کو حاصل تھا جیسے نہ علی مرتضیٰؑ کی فضیلت اور برتری میں کچھ کمی ہو سکتی تھی نہ اُن کے حق میں کچھ نقصان آسکتا تھا نہ حضرت ابوبکرؓ کی کچھ بڑائی اُس سے ثابت ہو سکتی تھی نہ اُن کے لیے حق خلافت پیدا ہو سکتا تھا۔ کوئی شیعہ اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے علی مرتضیٰؑ ڈر گئے تھے اور اس وجہ سے اُنہوں

شک رفع کرنے کے واسطے وہ ارشاد علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے اُسی حصہ سے یہ فقرہ مصنف مخاطب لیتے ہین۔

"رضینا عن اللہ قضاہ وسلمنا لہ امرہ" {ترجمہ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہین اور تسلیم کرتے ہین جو کچہ خدا کا امر ہے}

قضائے الٰہی پر راضی ہونا اور اُسکے امر کو تسلیم کرنا یہ ایک اعلیٰ درجہ ہے مدارج عرفان کا کہ جس پر خاص اولیاء اللہ پہونچتے ہین اور جو کوئی مصیبت اس دنیا مین خاصان خدا کو پیش آتی ہے وہ اُس کی بطیب خاطر برداشت کرتے ہین اور جادۂ تحمل سے قدم اُن کا نہین ڈگتا۔ اور جس مین امتحان اُن خاصان خدا کا ہوجاتا ہے اُس موقع پر یہ کلمہ اُن کی زبان سے نکلتا ہے۔

ایسے کلمہ سے حقیقت کسی امر باطل کی جو وقوع مین آجاوے لازم نہین آیا کرتی ہے۔

علی مرتضیٰؑ سید العارفین اور سردار اولیاء اللہ تہے یہ کلمہ بہی اُنہون نے ایسے ہی موقع پر فرمایا ہے کہ جو موقع اُن کے لیے سخت تر مصیبت اور امتحان کا تہا اور وہ مصیبت یہ تہی کہ پیغمبرؐ جو اخبار فرما گئے تہے کہ بعد اُنکے کیا کیا فتنے برپا ہونگے اور صحابہ پیغمبرؐ احداث کرینگے اور اہل بیت پیغمبرؐ کو کیا کیا اذیتین امت کے ہاتہ سے پہونچینگی جن کو موقع بہ موقع خود اہلسنت کی کتابون سے ہم اپنے رسالہ جات مین دکہا چکے ہین۔ اور ابن ابی الحدید اور ابن میثم شارحین نے بہی احداث اور ملاحم کا ذکر کیا ہے۔

علی مرتضیٰؑ اُنہین اخبارات اور علم پیغمبرؐ کے بموجب جو علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہوا تہا اظہار ایسے امور کا فرماتے تہے جن کی عام طور پہ لوگ تصدیق نہین کرتے تہے چنانچہ خود اسی حصہ کلام مین علی مرتضیٰؑ فرماتے ہین جب آیا تو دیکہتا

اس لیے شیخین نے ... خلافت ... کے لیے ... کر دی تھی اور حضرت ... پر راضی ہو گئے تھے ... ان کو کچھ شکایت نہیں ... انھوں نے ... سے انکار کیا ہے۔ ایسے ... علی مرتضیٰ سے جو وہ کلمہ ارشاد فرمایا ہے اور اس کے مصنف مخاطب یہ ... خلافت ابو بکرؓ کے لیے مقرر کی ہے ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہیں۔ ہرگز ہم کو شکایت نہیں ہے کسی طرح یہ معنے جو مصنف مخاطب نے بیان کیے ہیں صحیح قرار نہیں پا سکتے۔

ہم کو اس میں کچھ عذر نہیں ہے کہ یہ کلمہ علی مرتضیٰؑ کا معاملہ خلافت حضرت ابو بکرؓ سے متعلق سمجھا جاوے لیکن تعلق اس کا خواہ مخواہ اسی نوع سے ہوگا کہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک خلافت حضرت ابو بکرؓ کی مذہب اسلام میں ایک مصیبت تھی اس وجہ سے کہ خلاف مرضی خدا و رسولؐ کے امت رسولؐ نے ایسے شخص کو خلیفہ بدل کیا تھا کہ جس میں وہ اوصاف نہ تھے جن کو خدا اور رسولؐ نے بیان فرمایا تھا اور غیر قابل اور غیر مستحق کو خلیفہ مقرر کر لیا گیا تھا اور علی مرتضیٰؑ خلافت اس سے ... کچھ از روے قرآن اور اخبار پیغمبرؐ بیان کرتے تھے اس کی صحت پر لوگوں کو شک ہوتا تھا۔ کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے زیادہ علی مرتضیٰؑ کے نزدیک کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی تھی جس سے سخت اذیت علی مرتضیٰؑ کے قلب اور روح کو پہونچی لیکن علی مرتضیٰؑ نے اپنے غیظ و غضب کو روکا جس کو صبر کہتے ہیں اور اس مصیبت عظیم اور اذیت شدید کو جس کا اشارہ خطبہ شقشقیہ میں بھی ہے برداشت کیا اور اسی مصیبت اور اذیت کی برداشت کی حالت سے یہ فقرہ متعلق ہو سکتا ہے کہ ہم قضاء الٰہی پر راضی ہیں اور اس کے امر کو تسلیم کرتے ہیں" اور اس مصیبت

کے واقع ہونے سے اور اُس سے اذیت پہونچنے سے ہم کو کچھ شکایت نہین
ہو کہ خاصگان خدا کا ایسے ہی موقعون پر امتحان ہوتا ہی اور جس سے ہرگز یہ لازم
نہین آسکتا کہ وہ واقعہ جس سے وہ مصیبت ظہور مین آئی اور خاصگان خدا
کو اذیت پہونچی صحیح اور مطابق مرضی خدا کے تہا۔ اس بنا پر بلزوم اس امر کا قرار
نہین پا سکتا کہ اللہ نے پہلے خلافت ابوبکرؓ کے لیے مقرر کی تہی اور علی مرتضیٰؑ اور
اہلبیت پیغمبرؐ اُس کی صحت اور بہتری پر راضی ہو گئے تہے۔ کسی امر کو حق قبول کرنا
اور چیز ہی اور کسی امر ناحق پر صبر و سکوت کرنا اور چیز ہی۔

خلیفہ برحق وہ ہو سکتا ہی جو مطابق ہدایت خدا و رسولؐ کے قبول کیا
جائے اور جو امتیاز اور اوصاف خدا و رسولؐ نے قرار دیے ہین اُس مین وہ
امتیاز اور اوصاف موجود ہون۔ ایسے خلیفہ کو کہ سکینگے کہ مطابق مرضی خدا
اور رسولؐ کے ہی لیکن برخلاف اُس کے لوگ جس کسی کو خلیفہ مقرر کر لین اور
وہ خلیفہ قرار پا جاوے اُس کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ بموجب تقدیر
الٰہی کے یعنے موافق اُس اندازہ کے ہی جو خدا نے کیا تہا بلکہ صاف یہ کہا جائیگا
کہ بموجب تقدیر بندگان خدا کے ہی کہ جس کو بندگان خدا نے اپنے اندازے
سے مقرر کیا ہی اور یہی فرق ہی باہم خلیفۃ اللہ اور خلیفۃ الناس کے یعنی درمیان
اُس خلیفہ کے کہ جو منجانب اللہ ہو اور اُسکے جو منجانب لوگون کے ہو۔ اور
جن لوگون کا یہ اعتقاد ہو کہ خدا اور اُسکے رسولؐ نے کوئی ہدایت دربارہ تقرر
خلیفہ کے نہین کی وہ کیسے کہ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت اول خدا نے
کی تہی وہ مجبور ہین اس امر کے کہنے پر کہ بغیر اور بلا مرضی خدا کے اُس کے بندہ
مختار ہین جس کو چاہین خلیفہ مقرر کر لین اور کچھ شبہ نہین ہی کہ بغیر ہدایت خدا
اور رسولؐ کے بندگان خدا اور امت رسولؐ جو کچھ محض اپنی خواہش سے عمل مین

لاوینگے اُس مین خطا ہوگی اور مجرد کسی امر کے واقع ہوجانے کو تقدیر الٰہی سمجھا جائے تو کفر کا وقوع اور شیوع گو کسی زمانہ مین ہو تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھا جائیگا حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مجرد واقع ہو جانے سے اگر تقدیر الٰہی اور صحیح سمجھی جائے تو کوئی وجہ نہین ہی کہ بمقابلہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے یزید کی خلافت کو کیون نہ کہا جائے کہ تقدیر الٰہی تھی اور بموجب اس تقدیر کے وہ خلافت صحیح ہی اور کلمۂ حضرت امام حسین علیہ السلام سے یہ مراد کیون نہ لیجائے کہ اللہ نے خلافت یزید کے لیے مقرر کی ہی ہم اللہ کی اس تقدیر پر راضی ہین ہرگز ہم کو شکایت نہین ؎

یقین کرنا چاہیے کہ یہ رضا و تسلیم جو علی مرتضیٰؑ اور حسنین علیہما السلام نے ظاہر کی ہی وہ مصیبت اور اذیت کی برداشت پر ہی جو راہ خدا مین اُن کو برداشت کرنا پڑا نہ حضرت ابو بکرؓ اور یزیدؔ کی صحت خلافتون کے قبول پر۔

علی مرتضیٰؑ نے اُسی حصہ کلام مین اِس فقرہ کے بعد کہ ہم قضائے خدا پر راضی ہین اور اُس کے امر کو ہم نے قبول کیا ہی اور جس سے راہ خدا مین مصیبت اور اذیت کی برداشت مراد ہی جو یہ فرمایا ہی۔ آیا تو دیکھتا ہی کہ مین رسول خدا صلعم پر جھوٹ باندھونگا واللہ ہر آئینہ مین پہلا وہ شخص ہون کہ جس نے آنحضرت کی تصدیق کی ہی پس مین پہلا اُن لوگون مین کا نہ ہونگا کہ جنھون نے آنحضرت پر جھوٹ باندھا" اس کے یہ معنے نہین ہوسکتے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ یعنی رسول مجکو یہ خبر دے گئے ہین کہ پہلے خلافت حق ابی بکر ہی مین یہ خبر سچی بیان کرتا ہون ہرگز جھوٹی نہین ؎

یہ معنی صحیح اسلیے نہین ہوسکتے کہ اس فقرہ کلام علی مرتضیٰؑ سے ظاہر ہی کہ حضرت جو کچھ فرماتے تھے لوگ اُس مین شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب

علی مرتضیٰ کے تھے پس ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ جو وہ کلام علی مرتضیٰ کا جس میں لوگ شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰ کے تھے اُن لوگوں کے خیالات کے موافق تھا یا مخالف ۔ ظاہر ہو کہ وہ ارشاد علی مرتضیٰ مخالف اُن لوگوں کے خیالات کے تھا ۔

اگر اُن لوگوں کے خیالات کے موافق ہوتا تو وہ لوگ ارشاد علی مرتضیٰ میں شک نہ کرتے اور اُن کے کلام کی تکذیب پر آمادہ نہ ہوتے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اُن لوگوں کے خیال میں خلافت حضرت ابو بکر کی برحق اور صحیح تھی ۔ لہذا یہ لازم آتا ہو کہ علی مرتضیٰ اخبار و احادیث پیغمبر کے موافق اُس خلافت کو ناحق اور غیر صحیح ظاہر فرماتے تھے اور وہ لوگ علی مرتضیٰ کے ارشاد میں جو مخالف اُن کے خیالات کے تھا شک کرتے تھے اور آمادہ تکذیب علی مرتضیٰ کے ہوتے تھے ۔

پس اُس کلام علی مرتضیٰ کے سوا اس کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے کہ رسول آگاہ فرما گئے ہیں کہ خلافت حق علیٰ اور اہل بیت پیغمبر ہی اور سوائے ان کے جو کوئی خلافت قبول کرے یا امہ رسول کسی غیر کو خلیفہ قرار دے وہ ناحق اور مذہب اسلام میں فتنہ ہی ۔ اور یہ خبر میں سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں ہی ۔ اور یہ معنی کسیطرح سے صحیح نہیں ہو سکتے کہ رسول مجکو خبر دے گئے ہیں کہ پہلے خلافت حق ابی بکر کی ہی میں یہ خبر سچی بیان کرتا ہوں ہرگز جھوٹی نہیں ہی کیونکہ علی مرتضیٰ مخالف صحت خلافت ابو بکر کے اخبار رسول بیان کرتے تھے اور لوگوں کے خیال بتائید صحت خلافت حضرت ابو بکر کے تھے ۔

چوتھے حصہ کلام علی مرتضیٰ میں جو عین فقرہ منقولہ بالا کے بعد ہی جسکے معنی ابھی بتائے گئے ہیں ۔ یہ فقرہ ہی ۔ پس میں نے جو اپنے امر پر نظر کی تو

ناگاہ دیکھا کہ طاعت میری ... میری بیعت پر سبقت لے گئی ہے۔ اور ناگاہ
دیکھا میں نے کہ عہد میرے غیر کا میرے گلے میں ہے جس کی صریح مراد یہ ہے کہ
جب میں نے اپنے امر پر نظر کی تو بات تو یہ تھی کہ طاعت میری میری بیعت
پر سبقت لے گئی تھی ۔ یعنے میں نے رسول کی اطاعت کہ جو عین اطاعت خدا
تھی اس درجہ پر کی تھی کہ وہ اطاعت میری سبقت لے گئی تھی اس بات پر
کہ لوگ میرا اتباع کریں یا یہ بات تھی کہ میری اطاعت لوگوں پر میرے ساتھ بیعت
کرنے سے سابق ہی واجب ہو گئی تھی لیکن باوصف اس شان صریح موجودہ
کے بات یہ ہو گئی کہ عہد اپنے غیر کا اپنے گلے میں پایا۔ یعنی غیر کی سلطنت اور
خلافت کا اتباع میری گردن میں پڑ گیا۔ جس سے غرض یہ ہے کہ لوگوں نے
دوسرا خلیفہ اسلام بادشاہ سلطنت قومی مسلمانوں کا بنا لیا اور مجکو انکا تبع
قرار دیا۔ بجاے اس کے کہ میرا حق بوجہ اطاعت خدا اور رسول کے یہ تھا کہ
مجکو لوگ خلیفہ اور بادشاہ مذہب اسلام قبول کرتے ۔ اور میری اطاعت اپنے
اوپر واجب جانتے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرتے کہ میری اطاعت میری
بیعت سے سبقت لے گئی تھی ۔

جس میں اشعار اور اظہار حق خلافت کا اپنے لیے اور انکار حق خلافت
کا غیر کے لیے ہے۔ بجاے اس صاف و صریح مراد کے مصنف مخاطب جو یہ
مطلب جناب امیرؑ کا قرار دیتے ہیں کہ بیعت کرنے سے پہلے ہی ابو بکر کی اطاعت
مجھپر واجب ہو گئی صریح غلط ہے کیونکہ کلام علی مرتضیٰ سے وجوب اطاعت ابوبکر
کا علی مرتضیٰ پر کسی طرح مفہوم نہیں ہوسکتا نہ اُس سے بیعت کرنا علی مرتضیٰ
کا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر واضح ہوتا ہے چنانچہ وہ اصلی فقرہ یہ ہے فنظرت
فی امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی الخ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے پس میں نے

اپنے معاملہ مین نظر کی تو یکایک یہ معلوم ہوا کہ طاعت میری - (اے مین نے
جو اطاعت خدا اور رسول کی کی تھی) سبقت لے گئی ہی یا میری اطاعت جو خدا
ورسول نے لوگون پر واجب کر دی ہی - میری بعیت پہ (اے میرے ساتھہ
بعیت کر لینے پر) " سبقت لیگئی ہے "

مصنف مخاطب جو یون ترجمہ کرتے ہین کہ یکایک یہ معلوم ہوا کہ
میری اطاعت میری بعیت کرنے سے پہلے تھی " ہر گز ٹھیک نہین ہی - کیونکہ
یہ ایک غلط مضمون ہوتا ہی کہ مین نے جو اطاعت کی ہی وہ میری بعیت کرنے سے
تھی - اس لیے کہ علی مرتضیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کی کبھی اطاعت نہین کی اور انکار
بعیت سے کیا -

اور اگر یون کہا جائے کہ مجکو اطاعت کرنا بعیت کرنے سے پہلے چاہیے
تھا تو اس کے واسطے اصل فقرہ مین الفاظ نہین ہین جو الفاظ کہ اصل
فقرے مین ہین اُس کے صرف یہی معنے ہوسکتے ہین کہ میری اطاعت جو مین نے
کی ہی یا جو لوگون پر واجب ہوگئی ہی وہ سبقت لے گئی ہی میری بعیت پر
یعنے میرے ساتھہ بعیت کرنے پر -

اور اگر اس فقرہ کا وہ مفہوم ہوتا جو مصنف مخاطب ترجمہ مین پیدا
کرنا چاہتے ہین تو وہ اصل فقرہ یون ہوتا " فاذا کانت علی طاعۃ غیری
قد سبقت علی بیعتہ " پس ناگاہ تھا مجہپر اطاعت کرنا غیر اپنے کا بالتحقیق
سبقت لے گئی ہی اوپر بعیت میری کے "

مصنف مخاطب اپنے مفہوم کو جب تلک کہ اصل فقرہ عربی مین نہ بڑہا وین
تب تلک ترجمہ مین وہ مفہوم پیدا نہین ہوسکتا -

پھر قول جناب امیرؑ کا (اُسی قول کے ساتھہ جس کا ذکر ابھی ہوا) بیشک

ہے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "ایک مجھے یہی معلوم ہوا کہ [illegible]
ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہے"

ان دونون قول کا مفہوم صحیح ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ امر تو کچھ ہونا تھا
تھا اور ہوگیا کچھ یعنے حق ناحق ہوگیا مگر مصنف مخاطب [illegible]
کرتے ہین کہ "یعنی مہاجرین وانصار نے ابوبکر سے بیعت کرلی تھی اس وجہ
سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہوگیا تھا اس لیے کہ بیعت کے وقت
جو لوگ موجود ہون اُنکی بیعت اُنپر بھی لازم ہوجاتی ہے جو اُس وقت موجود
نہون"

جس اعتبار سے مصنف مخاطب نے یہ امر ظاہر کی ہے افسوس ہے کہ
اُسکے خلاف اصول ہونے کی وجہ سے ہم اُس سے اتفاق نہین کرسکتے
اول یہ اصول عامہ ہے کہ جس عہد مین جو لوگ شریک ہون اُنہین پر پابندی
اُس عہد کی لازم ہوتی ہے نہ اُن لوگون پر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک ہون طلب
کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو کہ کوئی عہد قومی ہونے والا ہے نہ
اُنکی طرف سے وکلاء اور سفیر ہون یا اُنکے عوض اُنکی اجازت سے راے
دینے والے یا یون کہو کہ قوم کی طرف سے جماعت اہل الراے یا اہل
حل وعقد ہون۔

جن مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرلی تھی اُنکا عہد
اگر صحیح ہو تو باعتبار اسکے کہ وہ عہد بیعت اُنہون نے کیا تھا اُسکی تعمیل
اُنپر واجب ہوتی لیکن علی مرتضیٰؑ جو نہ اُس عہد مین شریک تھے نہ اُنکی
اجازت سے کوئی اُنکے عوض راے دینے والا تھا نہ وہ شرکت جلسہ کے
لیے طلب کیے گئے نہ اُنکو اطلاع دی گئی نہ مجمع متفقہ اہل الراے اور اہل

رہا یعنی جب تک پیغمبر کی طرف سے ... رہا۔ تو وہ پابند کسی عہد مہاجرین اور انصار کے جنکہ پیغمبر نے ... ہو سکتے تھے اور نہ وہ اُنکے عہد کو اپنے ذمہ واجب جان سکتے تھے ... نہ ... طلب ہے کوئی سند کسی آیت یا حدیث سے دی کہ بیعت کے وقت ... جو لوگ موجود ہوں انکی بیعت اُنپر ہی واجب ہو جاتی ہے نہ اُنسے سوا ... بیعت اور انتخاب کی جنکو ... الجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد کا ہو۔

تیسری پوچھتا ہون کہ جو کفار خدمت مین پیغمبرؐ کی موجود ہوکر اور مسلمان ہوکر یعنے پیغمبرؐ کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرکے عہد بیعت کرتے تھے تو وہ عہد بیعت اُن لوگون کے ذمہ ہی واجب ہو جاتا تھا جو اُس وقت موجود نہون یہ سوال تو اصول اسکی شکل پر تھا۔ لیکن خاص صورت تمثیلاً اس واقعہ کی یہ ہے کہ پیغمبرؐ کسی امر کا ارشاد فرماتے اور کچھ مسلمان اُسکے خلاف بغیر اطلاع اور طلب اور شرکت دوسرے مسلمانون کے کوئی عہد کسی کرتے تو آیا وہ عہد دوسرے مسلمانون کی گردن مین پڑ سکتا ہے اور وہ عہد اُن دوسرے مسلمانونپر واجب العمل ہو سکتا ہے۔؟

چاہیون فرض کرو کہ اپنے زمانہ حیات مین کوئی امر پیغمبرؐ نے بیان نہ فرمایا ہو یا کسی امر کی ہدایت نہ کی ہو اور کچھ مسلمان خودبخود اپنی طرف سے کوئی عہد باہم کرلین تو وہ عہد اُن مسلمانونپر کہ جو اُس عہد مین نہ شریک تھے نہ موجود نہ اُنکے عوض کوئی رائے کا دینے والا نہ وہ طلب کیے گئے ہون نہ اُنکو اطلاع دی گئی ہو نہ وہ مجمع اہل الرائے اور اہل حل و عقد کا ہو۔ واجب ہو سکتا ہے۔؟

اس ہر صورت کا جواب مجکو یقین ہے کہ ہر کوئی نفی ہی مین دے سکتا ہے

سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کے تقرر کے بارہ میں جو کچھ جس
حیثیت سے کہ ہوا ہے اُسکے ہم ہونا چاہیے تہا کہ وفات رسول (صلعم) کی خبر
سنکر جیسے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ مسجد نبوی میں آنا شروع ہوئے تھے ویسے
ہی لوگ جمع ہوتے جاتے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جو انصار اکٹھا ہوے
تھے انکو بھی مسجد نبوی میں بلا لیا جاتا تاکہ اول سب تجہیز و تکفین نبیؐ میں شریک
ہوتے۔

بعد قبض روح پیغمبرؐ سب سے پہلے جو کام ہونا چاہیے تہا وہ کفن اور دفن
پیغمبرؐ کا تہا لیکن اس کام کا مقدم ہونا وہی سمجھ سکتا تہا کہ جو بعد پیغمبرؐ امام ہو
اور تمام احکام علمیہ جو مذہب اسلام سے متعلق تہے اُنکا بجالانے والا ہو یہی
خلیفہ رسول اور بادشاہ اسلام سمجھا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ تجہیز اور تکفین پیغمبرؐ کو مقدم نہ سمجھکر اور تجہیز و تکفین پیغمبرؐ
کو ترک کر کے اور علی مرتضےٰ جو کار تجہیز و تکفین پیغمبرؐ میں مشغول تہے اُنکے
اُس کار کو سمجھکر کہ امام اپنا کام کر رہا ہے سقیفہ بنی ساعدہ کو واسطے طے کرنے
امر خلافت کے تشریف لے گئے جسکا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر نے
علی مرتضےٰ کا امام ہونا قبول کر کے سب سے پہلے امام سے اس امر میں
اختلاف کیا کہ پیغمبرؐ کا کفن و دفن مقدم ہے یا خلیفہ کا مقرر کرنا۔

حضرت ابوبکرؓ کو جب وفات پیغمبرؐ کی خبر ہوئی تہی تو وہ جنازہ نبیؐ پر حاضر
ہوئے اور اُنکے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بوسہ دیا اور اُنکی موت کا اطمینان
کر کے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ کو کہ جو سنکر موت رسولؐ اٹھے تھے اور برہنہ
تلوار کو گھما کر یہ فرماتے تھے کہ جو کوئی نبی کی موت کا قائل ہوگا اُسکا سر اُڑا دونگا
یہ آیت محمد پڑھکر موت پیغمبرؐ کا یقین دلایا۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم	ترجمہ۔ اور نہین ہو محمدؐ مگر رسول تحقیق کہ گذر گئے ہین پہلے اُس سے بہت رسول پہر کیا اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن

اس آیت مین نبی کی وفات کا ہر طرح سے ذکر تھا خواہ بستر پر موت ہو خواہ میدان جنگ مین قتل ہو۔ حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سنکر فرمایا یہ آیت مجکو یاد نہین رہی تھی مگر حضرت ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے موت پیغمبرؐ کا اُنکو یقین ہو گیا۔

جب موت پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکر کو اطمینان اور حضرت عمر کو یقین ہو گیا تھا تو اُنکو لازم تھا کہ وہ تا تجہیز و تکفین پیغمبر جنازۂ پیغمبرؐ پر حاضر رہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے نہ جاتے۔

پیغمبرؐ کی جان اور جسم دونوں رسولؐ ہوتے ہین جان محمدؐ کو بھی روح رسول کہتے تھے اور جسم محمدؐ کو بھی جسم پیغمبرؐ کہتے تھے۔ روح رسول جب جسم پیغمبرؐ مین تھی اُسوقت بھی پیغمبر کو چھوڑنا نہین چاہیے تھا اور جب روح پیغمبر جسم رسولؐ مین نہین تھی اُسوقت جسم پیغمبرؐ کو بھی چھوڑنا نہین چاہیے تھا۔

مگر حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ حیات پیغمبرؐ مین بھی میدان جنگ مین چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اور بعد ممات بھی جسم پیغمبرؐ کو چھوڑ کر چلے گئے

افسوس ہو کہ آیت ذکر ممات پیغمبر حضرت ابوبکرؓ کو تو پہلے سے یاد تھی اور وقت مرگ پیغمبرؐ اُنہون نے حضرت عمر کو تازہ یاد کرائی لیکن یہ دونون بزرگوارؓ پورا مضمون اُس آیت کا دفعۃً بھول گئے "اگر پیغمبر مر جائے یا قتل ہو جائے پہر جاؤ گے تم اولٹے پاؤن"

فی الحقیقت علی مرتضےؑ منجانب خدا قابلیت امامت کی رکہتے تہے۔
جنہون نے حیات پیغمبرؐ مین میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چہوڑا نہ بعد وفات
اُنکے جسم کو۔

حضرت ابو بکر و عمر کو نہین چاہیے تہا کہ علی مرتضےؑ سے اختلاف کرتے
وہ کفن و دفن پیغمبرؐ کو مقدم سمجہتے اور لاش پیغمبرؐ کو چہوڑ کر سقیفۂ بنی ساعدہ
کو نہ چلے جاتے اور جنازۂ نبی پر حاضر رہکر اور جسقدر مہاجرو انصار خبر وفات
پیغمبرؐ سنکر جمع ہوتے وہ سب عزت شرکت دفن نبی کی حاصل
کرتے۔

بعد اُسکے بموجودگی علی مرتضےؑ و بنی ہاشم اور دیگر مہاجر و انصار کے اگر کسی
کو یہ شبہہ ہوتا کہ بعد پیغمبرؐ علی مرتضےؑ کار امامت نہین کر سکتے ہین یا وہ جن
قابلیت کار خلافت کی نہین ہے تو اس امر کو طے کرتے کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ
مقرر ہونے کے قابل ہےؑ اور اس امر کے طے کرنے سے پہلے تمام مسلمانون
علی الخصوص تمام سرداران قبائل عرب کو اطلاع دیتے کہ وہ کسی روز جمع
ہوکر بالاتفاق اس امر کو طے کرین کہ بعد پیغمبرؐ کون خلیفہ مقرر کیا جائے لیکن
امر تقرر حضرت ابو بکرؓ کا خلافت پر نہایت عجلت کے ساتہ کار مقدم تجہیز
و تکفین پیغمبرؐ کو چہوڑ کر بلا لحاظ کسی اصول کے کہ جسکا ہونا ایک تنظیم عملی کار انتخاب
کے لیے ضروری تہا عمل مین لایا گیا۔

جن لوگون نے کہ اُسوقت حضرت ابو بکر کے ساتہ بیعت کی اُنکا عہد
علی مرتضیؑ کی گردن مین ڈالنا یا اُنکے عہد کا علی مرتضیؑ کے ذمہ لازم ہونا جیسا کہ مصنف مخاطب
قرار دیتے ہین سوا مصنف مخاطب کے اور کسی کی سمجہ مین نہین آسکتا۔
بلکہ میری سمجہ مین تو جو وہ لوگ ہی کہ جنہون نے اُسوقت حضرت ابو بکر

سے عہد بیعت کیا تھا پابند اپنے اُس عہد کے نہین رہ سکتے کہ وہ عہد نہ حصول ہونے کی وجہ سے باطل اور ناجائز تھا ایسی حالت مین کلام علی مرتضیٰ ؑ کے یہ معنے بیان کرنا کہ غیر کا یعنے ابوبکر کا عہد میری گردن مین ہی اور مہاجرین اور انصار کی بیعت سے یہ عہد میرے ذمہ بھی واجب ہوگیا سراسر غلط اور غیر صحیح ہی۔

نہ علی مرتضیٰ ؑ اس معنی مین وہ کلمہ فرما سکتے تھے اور نہ کلمہ کہ انہون نے فرمایا ہی نہ اُسکے وہ معنے ہوسکتے ہین۔ بلکہ اُنکے ارشاد کے وہی معنے ہین کہ کچھ کا کچھ اور حق کا ناحق ہوگیا۔ یعنے کہ میری اطاعت جو خدا اور رسول ؐ کی کرچکا ہون سبقت لے گئی ہی میرے ساتھ بیعت کرنے سے۔ اور ناگاہ عہد غیر کے لیے میری گردن مین پڑ گیا۔

واسطے غیر کے عہد کا علی مرتضیٰ کی گردن مین پڑنے سے مراد یہ ہی کہ مین اُس غیر کو حملہ کرکے بوجہ دیگر مصلحتون کے جنکو اُنہون نے دوسرے موقعون پر فرمایا ہی دفع نہین کرسکتا اور اُنکو اُنکی حالت پر چھوڑ کر صبر کرتا ہون اور اس حیثیت سے عہد واسطے غیر کے میری گردن مین پڑ گیا۔

علی مرتضیٰ ؑ نے ہرگز یہ نہین فرمایا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ میری بیعت سے پہلے ابوبکر کی بیعت مجھپر فرض ہوگئی اور اُنکا عہد میری گردن پر آگیا جس کی حقیقت ہم ابھی اوپر دکھا چکے اور نہ اُس سے یہ ثابت ہوسکتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب قصد کرتے ہین کہ تاخیر بیعت بطور دوستانہ شکایت کے تھی۔

اور اسی مضمون کو مصنف مخاطب یون ادا کرتے ہین کہ "اگر یہ مانا جائے کہ جناب امیر نے بیعت مین تاخیر کی تھی تو وہ تاخیر اسوجہ سے نہ تھی کہ وہ ابوبکر

کی اطاعت کو واجب نہ سمجھتے ہون بلکہ بطور دستاویز شکایت کے تھی اور اس تاخیر مین کوئی ہرج نہ سمجھا تھا اس لیے کہ مقصود بیعت یعنے حصول اطاعت قبل بیعت حاصل تھا۔

یہ مضمون بطور دفع دخل کے مصنف مخاطب نے باعتبار روایات اپنے بیان کی کتب کے بیان کیا ہو کہ بیعت علی مرتضی کے بارہ مین اہل سنت کے بیان مختلف روایات وارد ہوئی ہین جن مین سے بعض کا یہ مقصود ہو کہ بخوف سطوت خلافت کے علی مرتضیٰؑ سے بلا تاخیر بیعت لی گئی اور بعض روایتون سے اہل سنت نے یہ مقصد نکالا ہو کہ بوجاہت حضرت فاطمہ زہرا صلوٰت اللہ علیہا کے تازندگی اُنکے علی مرتضیٰؑ سے بیعت طلب کرنے پر اصرار نہین کیا گیا تھا بعد وفات جناب سیدہؑ علی مرتضیٰؑ نے بیعت کی۔ لیکن ہم موقع بموقع ان ہر قسم کی روایات کی حقیقت دکھلاچکے ہین۔

جن روایات سے بذریعہ قہر و استیلا کے علی مرتضیٰؑ کا واسطے بیعت کے طلب کرنا یا بلا تاخیر اُنکا بیعت کرنا ظاہر کیا گیا ہو وہ روایات بغرض اثبات قہر و استیلا کے وضع کی گئی ہین تاکہ حق خلافت قہر و استیلا کی وجہ سے پیدا ہو جائے لیکن ناواقف تھے اس امر سے کہ مسئلہ قہر و استیلا بیرون سلطنت حق پیدا کرتا ہو اور مضامین اُنکی دوسری قسم کے روایات کے باعث مخالف اور مختلف ہونے کے قابل اعتماد کے نہین ہین۔

اور جن روایات سے کہ بعد وفات جناب فاطمہؑ کے بتاخیر بیعت کرنا علی مرتضیٰؑ کا بیان کیا جاتا ہو منجملہ اُنکے جو روایت صحیح بخاری مین ہو اُس سے مصالحت باہم حضرت ابوبکر اور علی مرتضیٰؑ کے واضح ہوتی ہو نہ بیعت۔

اور بنظر واقعات کے مصالحت یہی قرار پاسکتی ہو کہ حضرت ابوبکر بد علی مرتضیٰؑ

[illegible] مگر اُن صحابہ اور مسلمانوں کے سمجھتے ہیں کہ جو امر واجب کو بھی
[illegible] والے تھے جسکا اثر علی مرتضےٰ کے افضل الناس ہونے
[illegible] قبول نہیں کر سکتے ہاں اہل سنت میں سے جسکا جی
[illegible] کر مصنف مخاطب بجائے ادعائے نصیحت شیعوں
[illegible] نصیحت کرنے لگے ہیں۔

[illegible] حضرت ابو بکر سے جناب امیرؑ کو لڑنے کا خیال پیدا ہو
[illegible] جناب امیر ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھتے
[illegible] جسطرح خلفائے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اُسیطرح
[illegible] جس ذریعہ سے اُنکو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ
سے [illegible] مہاجرین اور انصار نے جس شرط پر اُنسے بیعت کی تھی اُنہین نے
اُسی شرط پر مجھسے [illegible] جسطرح اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی اُسیطرح میری "

[illegible] نہج البلاغہ کی شرح ابن میثم سے خط جناب امیرؑ موسومہ معاویہ کے فقرات
نقل کرکے یوں ترجمہ کیا ہے۔ اور اخیر فقرہ کی جو عبارت چھوڑ دی ہے اُسکا ترجمہ
خط ہلالی میں ہم لکھدینگے " جناب امیرؑ نے خط لکھا تھا معاویہ کو کہ بیشک
مجھسے اُنہین لوگون نے بیعت کرلی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے
بیعت کی تھی اُسی شرط پر جس شرط پر کہ اُنسے بیعت کی۔ اب نہ کسی حاضر کو جائز
ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہے کہ اُسکو رد کرے۔ اور
نہیں ہے شوریٰ مگر مہاجرین اور انصار کے لیے۔ پس اگر وہ جمع ہو کر کسی کو امام
مقرر کردین تو وہی اللہ کی رضامندی ہے۔ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے
والا خلیفہ پر طعن کرکے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیر دو اُسی بیعت
کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اُس سبب

سے کہ اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اسد نے۔ اور مین قسم کہاتا ہون اپنی جان کی ای معاویہ اگر تو اپنی ہوا کو چھوڑ کر اپنی عقل سے غور کرے تو قتل عثمان کے اتہام مین تو مجکو سب آدمیون سے زیادہ بری پائیگا اور البتہ تو جان لیگا کہ مین ایک گوشہ مین تہا اُس سے "مگر یہ کہ گناہ ڈہونڈہے تو میرا پس گناہ ڈہونڈہ تو جو کچہ کہ ظاہر ہے مجکو)

مصنف مخاطب نے شروع مین جو یہ ترجمہ کیا ہے کہ "وہ اُنہین لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے بیعت کی تہی۔ اُسی شرط پر جس شرط پر اُنسے بیعت کی تہی" لفظ شرط صحیح نہین ہے اصل عبارت مین لفظ "علی ما" ہے جسکا یہ ترجمہ ہوتا ہے "اُسی طرح پر" یعنے بیعت کی مجسے قوم کے اُنہین لوگون نے کہ جنہون نے بیعت کی ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ سے اُسیطرح پر کہ بیعت کی تہی اُنہون نے اُنسے جسطرح پہر یعنے جیسے کہ اُن تینون کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے جن لوگون نے بیعت کی تہی ویسے ہی مجکو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُن لوگون نے مجسے بیعت کی ہے۔

اور باقی مضمون ترجمہ مین جہان کہین جو پیرایہ بنوع دیگر اختیار کیا ہے اُسکا فرق اُس ترجمہ سے نمایان ہو جائیگا جہان آئندہ ہم ترجمہ لکہین گے۔

مصنف مخاطب اپنے ترجمہ کے مضمون بالا سے یہ استدلال کرتے ہین "وہ جناب امیرؑ نے اول یہ فرمایا کہ جن لوگون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجسے بیعت کی ہے پس جسطرح وہ تینون امام برحق تہے اسیطرح مین امام برحق ہون اور جسطرح اُنکی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تہا اُسیطرح میری امامت سے انکار جائز نہین"

"پہر جناب امیرؑ کو یہ تردد کیون ہوتا کہ ابوبکر سے لڑون یا نہ لڑون۔ اگر جناب امیرؑ ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ مین اُنکی وہی حالت ہوتی جو جناب امیرؑ کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی ہوئی"

"پہر جناب امیرؑ نے فرمادیا کہ امام مقرر کرنے کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہی جسکو وہ امام بنائین اُسی سے اللہ راضی ہی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ امامت کے لیے نص نہ تہی بلکہ امامت بیعت مہاجرین وانصار سے حاصل ہوتی تہی۔ خلفاء ثلاثہ کو مہاجرین وانصار نے امام بنایا تہا پس اللہ اُنکی امامت سے راضی تہا۔ مہاجرین وانصار جسکو امام بنائین پہر اُس سے جو کوئی مخالفت کرے اور سمجہانے سے نہ مانے اُس سے مومنین کو لڑنا چاہیے پس اگر جناب امیرؑ ابوبکر کی مخالفت کرکے اُنسے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیرؑ سے لڑنا واجب ہوتا"

"مہاجرین اور انصار جسکو امام بنادین اُسپر طعن کرنا ہی جائز نہین جو طعن کرے وہ بہی باغی ہی اور اُس سے لڑنا جائز ہی"

"جناب امیرؑ نے جو یہ فرمایا (قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین ولاہ اللہ) اُسمین اس آیت کی طرف اشارہ ہی"

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا" { "اور جو شخص مخالفت کرے رسولؐ کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر طریقہ مومنین کا پہیر دینگے ہم اُسکو جدہر کو پہرا اور ڈالین گے ہم اُسکو جہنم مین اور وہ برا ٹہکانا ہی"

اور فاضل میثم کی شرح سے حوالہ دیتے ہین کہ "جناب امیرؑ کے خط مین۔۔

(ولاہ اللہ) سے آخر تک (تا قولی) اور جسقدر پوری آیت کی تھی اور پورا خط نقل ہی جسمین پوری آیت مذکور ہی"

مصنف مخاطب اپنی طرف سے یہ بھی لکھتے ہین کہ "رفقی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور اس آیت کے باقی الفاظ بھی حذف کر دیے"

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ استنباط کرتے ہین کہ "جناب امیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ مہاجرین و انصار کے بنائے ہوے امام سے جو مخالف ہو اُس سے لڑو اس دعوے کی دلیل مین یہ آیت ذکر کی اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر نے اُن مہاجرین اور انصار کو جنہون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان کو امام بنایا مومن مانا یہ وہی لوگ ہین جنکو حضرات شیعہ مرتد کہتے ہین (معاذ اللہ منہا) جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ابو بکر اور عمر اور عثمان امام المومنین تھے اسیطرح مین بھی امام المومنین ہون"

مصنف مخاطب یہ بھی حجت کرتے ہین کہ "اس آیت مین جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مذکور ہی جو حق ظاہر ہو جانے کے بعد رسول کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے اور جناب امیر نے اس آیت کو اس شخص پر صادق کیا جو ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی سے باغی ہو پس ثابت ہوا کہ جو شخص ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی کا مخالف ہو وہ رسول کا بھی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی"

آخرکار مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ "شیعون کے مقابلہ مین جو اہلسنت کا مذہب ہی وہ سب اس کلام معجز نظام سے ثابت ہو گیا اور چونکہ جناب امیر نے اسکے ثبوت مین قرآن کی آیت بھی ذکر کر دی تھی لہذا ثابت

پس گویا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے مطابق ہی اور شیعون کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی۔

اے حضرات شیعہ یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تیر حجت ہوگا!!

جب روز حساب ہوگا		اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اسے ملے گی		جو تابع بو تراب ہوگا

پھر مصنف مخاطب علماے شیعہ کو اس قول کی تاویل مین سخت عاجز جانکر انکا قول یون ظاہر کرتے ہین کہ وہ جو لوگ نص امامت کو نہین مانتے تھے اُنکے سامنے جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقہ سے استدلال کیا کہ جو اُن کو مسلم تھا مگر جناب امیرؑ کو مسلم نہ تھا۔ اور علماے شیعہ کی تاویل کو بوجوہ باطل کرنے کا قصد کرتے ہین۔

وجہ اول۔ جناب امیرؑ نے اس قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔

دوسرے اس کلام مین کوئی ایسا قرینہ نہین جس سے سمجھا جاے کہ یہ قول جناب امیرؑ کو مسلم نہ تھا۔ اگر امیر معاویہ کو الزام دینے کے لیے ایسا لکھا تھا تو اتنا لکھدینا کافی تھا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تھی اُنہین لوگون نے مجھسے بیعت کی تھی شوری کا اختیار مہاجرین اور انصار کو اور اُن کے امام بنانے ہوے سے باطل ہونے والے سے لڑنا اور قرآن کی آیت سے اسکو ثابت کرنا قرائن اس امر کے ہین کہ جناب امیرؑ کے نزدیک یہی حق تھا۔ کوئی قرینہ خلاف معنی ظاہر کے نہین بلکہ معنی ظاہر کے قرائن موجود ہین پھر ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی اور ظاہر قول کا یہی ہوتا ہی کہنے والے کے نزدیک

رہا ... نص ہوتی ہی اور وہ نص صریح ہی ... صریح متقدمین کے واسطے - اور یہ بھی بتا دیا ہی کہ امام منصوص ہونے سے ... [illegible] ... کا قتل کرنا از روے نص لازم ہو - ... [illegible] ... سے دلیل قطعی اور الزامی پیدا ہوتی تھی سب کچھ اس کلام میں موجود ہی جب اسکے اصلی معنی اور مراد کی تشریح ہم کرینگے تب ظاہر ہو جائیگا کہ مصنف تحفہ کا نہ کوئی استدلال قائم رہ سکتا ہی اور نہ علماے شیعہ کے قول کا جواب ہو سکتا ہی-

سید رضی نے کتاب نہج البلاغہ واسطے قائم اور باقی رکھنے فن بلاغت کے تالیف کی ہی اور جیسا کہ مصنف تحفہ اسی بحث میں قبول کرتے ہیں کہ "جناب امیر کمال فصاحت اور بلاغت میں سب سے بڑھے تھے" الخ

ایسے ہی تمام امت پیغمبر قبول کرتی چلی آتی ہی کہ علی مرتضے قدرتاً فصیح اور بلیغ تھے - اس لیے سید رضی مجبور تھے کہ اس کتاب فن بلاغت میں جناب علی مرتضے کے کلام خواہ وہ تحریری ہوں یا تقریری جمع کریں - اور بہت کچھ حصہ اس کتاب کا متفرق طور پر دوسری کتابوں میں مروی اور منقول ہو چکا ہی جس سے انہوں نے اسکو لیا ہی-

چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اس کتاب (خط) علی مرتضی ع کی نسبت لکھا ہی کہ ارباب سیر نے اسکا ذکر کیا ہی اور ہمارے شیوخ متکلمین اسکو حجت میں لائے ہیں اور جیسے کہ پورا یہ خط شارح ابن میثم نے اپنی شرح میں منقول کیا ہی ویسے ہی پورا یہ خط شارح ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں نقل کیا ہی جو ابن میثم سے مقدم ہی-

سید رضی نے یہ کتاب نہج البلاغہ مذہبی شان سے جمع نہیں کی ہی کہ جسمیں

پورے حصے مین احادیث اور روایات کا جمع کرنا لازم ہوتا بلکہ انھون نے اپنے نزدیک جس کلام تحریری اور تقریری علی مرتضیٰ سے جسقدر لینا مناسب سمجھا ہو اُسکو لیا ہی اور زیادہ لحاظ اس بات کا رکھا ہی کہ وہ مضامین جو علاوہ کسی فرقہ اسلام کو ناگوار ہون ترک کیے جائین تاکہ اُنکی یہ کتاب ہر فرقہ کے مسلمانون کو فن بلاغت مین فائدہ پہونچاوے —

مصنف مخاطب نے جو سید رضی کی نسبت یہ لکھا ہو کہ سید رضی نے اپنی عادت خیانت کے بموجب خط کا فقط ایک ٹکڑا نقل کیا اور ٹکڑا باقی نقل مین حذف کر دیے یہ نہایت نازیبا ہی لیکن جب وہ خود علی مرتضیٰ کی نسبت اُنکے فضائل کے کم کرنے مین اور دوسرون سے چھوٹے درجہ پر قائم کرنے مین کوشان ہین تو اُنکو سید رضی کی نسبت جو علی مرتضیٰ سے چند پشتون کے بعد نسل مین ہین کسی ناحق الزام دینے مین اور بجائے حسن صواب کے عیب لگانے مین کیا باک ہو سکتا ہی —

سید رضی نے کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کا جو انتخاب کیا ہی اگرچہ اُسمین لفظ آیت (ما تولی) کہ جس سے نشان آیت معلوم ہو جاوے ترک نہین کیا مصنف مخاطب جو لفظ (ما تولی) کا ترک کرنا ظاہر کرتے ہین غلط ہی۔ شرح ابن ابی الحدید اور شرح ملا فتح اللہ صاحب شیرازی مین وہ لفظ آیت درمیان کلام منقولہ سید رضی کے موجود ہی۔ البتہ شرح ابن میثم مطبوعہ طہران مین وہ لفظ آیت کلام منقولہ نہج البلاغہ سے بہ سہو کاتب متروک ہو گیا ہی —

وقت شرح کے خود ابن میثم کے کلام مین وہ لفظ آیت داخل کلام منقولہ نہج البلاغہ موجود ہی۔ مصنف مخاطب کو جنکے سامنے شرح ابن میثم تھی چاہیے تھا کہ وہ بیان شرح ابن میثم سے خیال کر لیتے کہ وہ لفظ آیت سید رضی نے ترک

نہیں کیا اور نہ [illegible] کوئی [illegible] نہیں [illegible] اسلیے کہ علی مرتضیٰ کا تمام کلام ہمیشہ مشتمل [illegible] میں آیات قرآنی اور مقتبس قرآن سے ہوا کرتا ہی - اور علما خود بخود بیان کرتے ہیں کہ فلاں کلام علی مرتضیٰ کا ماخذ کون آیت قرآن اور حدیث رسول ہی [illegible] آیت کا اس کلام علی مرتضیٰ مین موجود ہی کہ جو نہج البلاغہ مین سید رضی نے منقولا کیا ہی - اور پورا وہ خط علی مرتضیٰ کا مع پوری آیت کے کتب [illegible] مین موجود ہی جہان سے سید رضی نے لیا ہی پس الزام خیانت سید رضی پر [illegible] نسبت [illegible] سے زیادہ بجا ہی -

قبل اسکے کہ ہم کلام زیر بحث علی مرتضیٰ کے معنے بیان کرین یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اُس خط کا پورا ترجمہ لکھدین اور کلام زیر بحث پر خط کھینچدین تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جو مضمون خط کا سید رضی نے ترک کیا ہی وہ اہلسنت کے استدلال کے لیے مفید ہی یا متبعان حضرت معاویہ کے لیے مضر -

(خط علی مرتضیٰ بنام معاویہ)

اما بعد پس بیشک بیعت میری ای معاویہ لازم ہو گئی ہی تجھکو درحالیکہ تو شام مین ہی اسواسطے کہ تحقیق امر یہ ہی کہ بیعت کی ہی مجھسے قوم نے انھین لوگون نے جنھون نے ابو بکر اور عمر اور عثمان سے بیعت کی تہی اُسی طرح پر جسطرح پر اُن سے بیعت کی تہی - پس نہ کسی حاضر کو یہ جائز کہ کسی اور کو اختیار کرے اور نہ واسطے غائب کے یہ ہو سکتا ہی کہ اُسکو رد کرے - اور نہین ہی شوری مگر واسطے مہاجرین اور انصار کے - پس اگر اجتماع کرین وہ کسی پر اور نام رکھین اُسکا امام تو ہوگی وہی رضامندی خدا - پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا ازروے طعن یا بدعت کے تو پھیر دو اُسکو طرف اُسی چیز کے جس سے کہ وہ نکل گیا ہی پس اگر وہ انکار کرے جنگ کرو اُس سے اس سبب سے کہ اُسنے اتباع کیا ہی

دل بیان اور بصیرت سے ہی ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم“

اس ترجمۂ کل مضمون خط علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی کہ سید رضی نے جسقدر اس خطے سے مضمون نہج البلاغہ مین نقل کیا ہی اُسی پر کوئی استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کر سکتے ہین — اور جسقدر مضمون کہ سید رضی نے اُس خطے سے ترک کیا ہی اُسپر مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کسی قسم کا استدلال پیدا نہین کر سکتے — اگر سید رضی کوئی مضمون مفید استدلال مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیالون کا متروک کرتے تو سید رضی پر الزام خیانت نارو ا نہوتا — لیکن خود مصنف مخاطب بقیہ مضمون خط علی مرتضی سے جسکو سید رضی نے ترک کیا ہی کوئی امر مفید اپنے پیدا نہ کر سکے — ایسی حالت مین صرف زبان سے یہ کہدینا کہ ”سید رضی نے اپنی عادت کے موافق خیانت کی“ شایان نہ تہا —

اب مین مصنف مخاطب کی وہ خیانت فی المعنی والمراد کلام زیر بحث علی مرتضےٰ مین دکہاتا ہون جو اُنہون نے اپنے استدلال کے لیے کی ہی — اور اس بحث مین جو طریقہ کہ مصنف مخاطب نے اختیار کیا ہی وہ کوئی تازہ نہین ہی بلکہ تحریف فی المعنے والمراد کی اُنکی عادت ہوگئی ہی جیسا کہ اسوقت تک اُنکے حملون اور ہمارے دفاعون سے ظاہر ہی —

کلام زیر بحث مین علی مرتضےٰ نے صرف یہ فرمایا ہی کہ ”قوم کے جیسے لوگون نے بیعت کی تہی ابو بکر اور عمر اور عثمان کے ساتہ جسطرح پر اپنے خلیفہ قبول کرنے کے لیے اُسیطرح پر مجہسے بیعت کی ہی“

یہ ارشاد اُنکا مطابق واقع کے ہی اور کچہہ شبہہ نہین کہ یہ واقعہ خود جناب علی مرتضی کو مسلم تہا اور تمام مسلمانون کو یہ واقعہ تاریخی اسوقت تک مسلم

چاہتا ہی۔ لیکن یہ بیان اس واقعہ سے علی مرتضیٰ سے یہ نہین نکلتا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حقہ تھی۔ نہ یہ کہا ہی کہ جسطرح خلفاے ثلاثہ کی خلافت حق تھی اسیطرح میری خلافت بھی حق ہی۔ نہ یہ ارشاد کیا ہی کہ جس ذریعہ سے اُن کو خلافت حاصل ہوئی تھی اُسی ذریعہ سے مجکو خلافت حاصل ہوئی ہی یا جو ذریعہ حصول خلافت کا اُن تینون کے لیے ہوا وہ صحیح اور مطابق شریعت کے تھا یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی یا یہ کہ جسطرح وہ تینون امام برحق تھے اسیطرح مین امام برحق ہون۔ یا اُن تینون کی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا بغاوت کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا۔

اس دو واقعہ بیعت کے بیان کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ حضرت علی مرتضےٰ خلافت ابو بکرؓ کو خلافت حقہ سمجھتے ہون یا اُنکی خلافت برحق تھی یا اُنکی اطاعت سب پر واجب تھی یا وہ تینون امام برحق تھے یا کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار کرنا یا اُنپر حملہ کرنا یا کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز نہ تھا۔

یہ امر فراموش نہین کرنا چاہیے کہ کسی امر کا وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کو تسلیم کرنا اور امر ہی اور کسی امر کا جائز یا صحیح طور پر وقوع مین آنا یا کسی واقعہ کی صحت اور جواز کو قبول کرنا اور چیز ہی۔

اور جب بیان اُن امور کا کلام علی مرتضیٰ مین موجود نہین ہی جن امور کو مصنف مخاطب اپنے استدلال مین بیان کرتے ہین تو خلاف ظاہر اور صریح کلام کے معنے اور مراد کی حیثیت سے اضافہ کرنا اُن امور کا قطعی تحریف فی المعنی والمراد ہی۔

لیکن مین خود اسی کلام علی مرتضیٰ سے بتادونگا کہ کلام علی مرتضیٰ مین جو بیان بیعت خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰ کا ہی اُس سے بیشک یہ لازم آتا ہی کہ علی مرتضیٰ حضرات ابو بکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھی اور ذریعہ حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور غیر صحیح خلاف نص قرآنی اور مسئلہ شریعت کے تھا جو نص قرآنی سے علی مرتضیٰ نے استنباط کرکے اپنے اسی کلام مین بیان فرمایا ہی۔ اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا موافق نص قرآنی اور مسئلہ شریعت جو اپنے اسی کلام مین آیت قرآنی سے بیان فرمایا ہی صحیح اور جائز قرار دیتے تھے اور اپنی اطاعت سب پر واجب بتلاتے تھے۔ اور اُن تینون کو امام برحق نہین اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے۔ اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو اُن تینون کی امامت اور خلافت سے انکار یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز قرار دیتے تھے اور صرف اپنی امامت سے کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو انکار یا بغاوت یا تقرر امام دیگر اپنے سوسوم خلافت ہونے کے بعد غیر صحیح اور ناجائز بتلاتے تھے۔

میرے اس سخن سے دیکھنے والون کو نہایت تعجب ہوگا لیکن جب وہ میری تقریر آئندہ پر غور کرینگے تو اُنکا وہ تعجب بآسانی رفع ہوجائیگا۔ اور وہ تقریر آئندہ کچھ میری تقریر نہین ہی بلکہ خود علی مرتضیٰ کا ارشاد ہی اور وہ ارشاد اُنکا وہ نقرہ ہی جسمین ذکر شوری مہاجرین اور انصار کا ہی جو مابعد اُس فقرہ کے ہی جسمین بیان واقعہ بیعت خلفاے ثلاثہ اور خود علی مرتضیٰ کی بیعت کا ذکر ہی اور وہ فقرہ ذکر شوری مہاجرین اور انصار وہی ہی جسکو خود مصنف تحائف المطالب نے بھی نقل کرکے ترجمہ کیا ہی۔

"اور سوائے اسکے نہین ہی کہ شوریٰ واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی۔ پس اگر مجتمع ہو جائین وہ اور کسی کا امام نام رکھدین تو ہوگا وہ کام خوشنودی خدا کا"

علی مرتضیٰ نے اس فقرہ مین ایک مسئلہ مذہب اسلام کے لیے بیان فرمایا ہی کہ جب مہاجر اور انصار مجتمع ہوکر کسی کا امام نام رکھدین یا یون کہو کہ کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی تو یہ امر موجب خوشنودی خدا ہی۔ علی مرتضیٰ نے اس مسئلہ کے بیان کرنے مین جو الفاظ اور مضمون ظاہر کیا ہی اُسکے ظاہر الفاظ اور باطن مضمون علانیہ بتا رہے ہین کہ کل مہاجر اور انصار کہ وہ اہل حل و عقد اور اہل الراے امت محمدیہ مین سمجھے گئے ہین مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی کو یہ کہدین کہ یہ امام ہی وہ اُنکا اجتماع اور اتفاق خوشنودی خدا ہی۔

اگر کل مہاجر اور انصار کے مجتمع اور متفق ہونے سے اس مسئلہ مین مقصود نہوتا تو کلام علی مرتضیٰ مین ضرور اشعار اسکا ہوتا کہ اگر بعض یا اکثر یا غالب یا کمتر مہاجر اور انصار متفق ہوکر کسی کو امام قبول کرین تو بھی وہ امام قرار پاجائیگا اور اس امر کے بیان کرنے کی بھی ضرورت تھی کہ درصورت عدم اجتماع اور اتفاق کے یا اختلاف کے کیا ہونا چاہیے؟

مگر جب مقصود کلام علی مرتضیٰ سے قید اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کی مانی جائے اور جسکا ماننا باعتبار الفاظ اور مضمون کلام کے ضروری ہی۔ تو ضرورت اُسکے خلاف کے بیان کرنے کی باقی نہین رہتی ہی کیونکہ باعتبار فن بلاغت کے جب اس مسئلہ مین اجتماع مہاجرین اور انصار سے اتفاق کل مہاجر اور انصار کا سمجھا جائے۔ تو اسی مسئلہ کے خلاف یہ مسئلہ لازمی طور پر پیدا ہو جاتا ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار مجتمع نہون یا اتفاق نکرین

اور اختلاف کریں تو وہ شخص جسکو امام قبول کرنے میں کل مہاجر اور انصار مجتمع نہوں یا متفق نہوں یا اختلاف کا اتفاق شخص نہ امام ہوگا نہ خدا اُس غیر اجتماعی اور غیر اتفاقی کل مہاجرین اور انصار سے یا اختلافی امر سے راضی ہوگا بلکہ خلاف خوشنودی خدا کے ہوگا۔

اس مسئلہ میں اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کی جو قید اور شرط ہی اُسکا اصول یہ ہی کہ اگر کل مہاجر اور انصار جمع نہوں تو غیر شریک مہاجر اور انصار کی رائے سے وہ مجمع کچھہ فائدہ نہیں اوٹھا سکے گا۔ اور موجودہ مجمع مہاجرین اور انصار کا بغیر شرکت اُن مہاجرین اور انصار کے کہ جو اُس مجمع میں شریک نہوا امر حق طی نہیں کر سکتے اور جو کچھہ کہ وہ طی کریں وہ ناقص رہیگا۔ کاملیت حقیت امام قرار دینے کی اُسیوقت ہوسکتی ہی کہ جب کل مہاجر اور انصار مجتمع ہوں۔ کیونکہ جو مہاجر اور انصار شریک مجمع نہوں ممکن ہی کہ وہ ایسی رائے رکھتے ہوں کہ جسکے ظاہر ہونے کے بعد موجودہ مہاجرین اور انصار اپنی رائے اور عندیہ کو تبدیل کر دیں۔

اور اگر کل مہاجر اور انصار جمع بہی ہوں اور باہم اُنکے اتفاق نہو اور اختلاف واقع ہو یعنی کچھہ مجمع کسیکو امام موسوم کرے اور کچھہ مجمع کسی دوسرے کو تو ایک عہد واحد میں دو امام ہو جائینگے اور اُن کے باہم اختلاف کی وجہ سے فساد برپا ہو جائیگا اور وہ موجب رضائے الٰہی نہیں ہوسکتا۔

کل مہاجرین اور انصار کے مجتمع ہوکر بالاتفاق کسی ایک کے امام موسوم کرنے کی ضرورت اسوجہ سے ہی کہ کل مہاجر اور انصار بالاتفاق جب کسیکو امام موسوم کرینگے وہ ضرور ہی کہ بموجب قرآن اور قول و فعل رسولؐ کے ہوگا۔ یعنی قرآن میں جو اوصاف امام واجب الطاعت کے بتلائے گئے ہیں اور پیغمبرؐ نے جسکی تفسیر اپنے قول اور فعل سے کر کے جتا دیا ہی۔ (دیکھو بحث مسئلہ امامت کی

جلد دوم رسالہ روشنی صفحہ ۷ سے) اُسیکو امام موسوم کرسکتے ہین اور ایسی ہی [illegible]
سے ایسا شخص امام منصوص موجب خوشنودی خدا ہوگا۔

اور ایسے ہی اجماع اور ایسے ہی اتفاق کل مہاجرین اور انصار کو کہ جس سے
امام موسوم ہوا اور اُس شخص کو جو ایسے اجماع اور اتفاق سے مہاجرین اور انصار
امام موسوم کیا جاوے علی مرتضیٰؑ نے موجب خوشنودی خدا بیان فرمایا ہے۔
اسی وجہ سے کہ ایسا اجماع اور اتفاق اور اس سے کسی کا امام موسوم ہونا نصی ہے
چنانچہ علی مرتضیٰ نے اپنے اسی کلام مین صاف اشارہ آیت قرآنی کی طرف فرمایا ہے
اور اسی سے ظاہر ہے کہ امامت کے لیے نص تہی اور وہ امامت منصوص باجماع
اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے حاصل ہو جاتی ہے۔

جو مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا امامت کے لیے علی مرتضیٰؑ نے ارشاد
فرمایا اُس سے مطابق کرکے از روے واقعات تاریخی مسلمہ کے دیکہہ لو کہ امامت
اور خلافت خلفاے ثلاثہ کی اس مسئلہ کے موافق تہی یا مخالف۔ اور علی مرتضیٰ
کی امامت اور خلافت اس مسئلہ کے مطابق تہی یا نہین؟

حضرت ابو بکرؓ کی جو سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت اور امامت منعقد ہوئی کوئی
انکار نہین کرسکتا کہ اُسوقت تمام مہاجر اور انصار موجود نہین تہے یہانتک کہ
علیؑ مرتضیٰ کو نہ اطلاع ہوئی اور نہ وہ شریک تہے مہاجرین مین صرف حضرت
ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تہے۔

زید بن خطاب بہائی حضرت عمر کے اور عباس بن ربیعہ اور عبد الرحمن بن عوف
اور طلحہ بن عبید اللہ اور عثمان بن عفان اور زید بن حارثہ اور عبد اللہ بن مسعود اور
بلالؓ وغیرہ جنکو ممتاز مہاجرین سمجہا گیا ہے اُنکا بہی اُس مجمع مین پتہ نہین ہے۔
البتہ بہ نسبت مہاجرین کے انصار کا زیادہ مجمع تہا لیکن کل انصار موجود نہین تہے

مثل جابر بن عبد اللہ ابو ایوب نامدار دین انصار کے تاہم انصار موجودہ نے حضرت
ابو بکر کی امامت اور خلافت پر اتفاق نہیں کیا۔ وہ انصار میں سے اپنا ایک امیر
بنانا چاہتے تھے۔ اور سعد بن عبادہ کو نامزد کرتے تھے۔ اور پھر بعض انصار
نے علی مرتضیٰ کا امام ہونے کے لیے نام لیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ
سردار انصار تا دم مرگ حضرت ابو بکرؓ کے مانند حضرت عمرؓ کے بھی خلیفہ اور امام
ہونے سے منکر رہے اور اسی انکار نے انکی جان کھوئی۔ اور انتہا درجہ کی یہ
بات ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے امامت اور خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فلتہ فرمایا ہے
یعنی وہ بغیر سوچے سمجھے امام اور خلیفہ مقرر ہو گئے اور ہم اس خلافت اور امامت
کے شر سے خدا نے بچا لیا" جس سے صاف یہ مراد ہے کہ بغیر شوریٰ کامل کے
وہ خلافت اور امامت عمل میں آگئی تھی۔

خلافت اور امامت حضرت عمرؓ کا بھی حال ہر کسی پر ظاہر ہے کہ انکے لیے بھی
کل مہاجر اور انصار موجودہ کا اجماع اور اتفاق نہیں ہوا تھا۔ صرف حضرت ابو بکر
نے انکا استخلاف کیا اور حضرت عثمان نے اسکا کتبہ لکھا۔ اور حضرت طلحہ اور
دیگر صحابہ نے حضرت ابو بکر کی اس تجویز پر خود حضرت ابو بکر کے سامنے قبل انکی
وفات کے حاضر آکر اعتراض کیا کہ ایسے سخت اور درشت طبیعت شخص کو امت
رسولؐ پر خلیفہ مقرر کرتے ہو خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ اور اسی بنا
پر کہ یہ خلافت بھی اجماع اور اتفاق مہاجرین سے منعقد نہیں ہوئی تھی علی مرتضیٰ
نے فرمایا ہے کہ "یہ خلافت بھی ہیں پہلی خلافت کی تھی"

انعقاد خلافت حضرت عثمانؓ کا بھی کسی سے مخفی نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے
چھ شخصوں کو معین کر دیا تھا کہ جن کے بعض پر اطلاق مہاجر اور انصار کا بھی نہیں
ہو سکتا ہے۔ اور کچھ مہاجر اور بہت انصار زمرۂ اہل شوریٰ میں شامل نہیں کیے گئے

اور پہلے دن اہل شوریٰ سے علی مرتضی کو نامزد کیا کہ درحقیقت اوسیوقت وہ امامت کے لئے موسوم ہو گئے لیکن علی مرتضی سے یہ شرط چاہی گئی کہ وہ سیرۃ شیخین پر عمل کرین جسکو اونھون نے قبول نہین کیا کہ وہ خلاف قران اور سنت رسول کسی اور کی سیرۃ پر عمل کرنے کا اقرار نہین کر سکتے تھے اور اسی جگہ پر یہ امر ظاہر ہی کہ قران اور سنت رسول کے خلاف سیرۃ شیخین کی تھی جسکے عمل پر علی مرتضی سے شرط لیجاتی تھی اگر سیرۃ شیخین مطابق قران اور سنت رسول کے ہوتی تو اونکی سیرۃ پر عمل کرانے کی شرط کی نہ ضرورت تھی اور نہ علی مرتضی کو اسکے انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی - اور نیز وہ شرط خلاف وصیت حضرت عمر کے تھی کہ حضرت عمر نے وصیت شوریٰ مین کوئی ایسی قید اور شرط نہین لگائی تھی وصیت کے تعمیل کرنے والونکو ہرگز جائز نہین تھا کہ وہ مضمون وصیت مین ایک شرط اضافہ کرکے تحریف کرین - جب علی مرتضی نے شرط عمل سیرۃ شیخین کو قبول نہین کیا تو حضرت عثمان بموجب وصیت علانیہ تحریف شدہ کے خلیفہ اور امام بنائے گئے جنھون نے شرط سیرۃ شیخین کو خلاف علی مرتضی کے قبول کر لیا - اور علی مرتضی نے اسیوقت باعلان حضرت عثمان کے امام اور خلیفہ ہونے سے اختلاف کیا حضرت عمر نے جو تعین اشخاص کا شوریٰ کے لئے کیا تھا یہ امر خود غلط طریقہ اور خلاف اوس مسئلہ شوریٰ کے ہی جو علی مرتضی نے فرمایا تھا - حضرت عمر کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اسقدر فرما جاتے کہ کل مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام قبول کرین - کچھ شبہ نہین کہ جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا علی مرتضی نے فرمایا تھا اوس کے موافق یہ تینون امامتین اور خلافتین وقوع مین نہین آئی ہین - ایسی خلافتین اور امامتین حق نہین ہو سکتین اور نہ علی مرتضی اونکو برحق جان سکتے تھے - بعد قتل حضرت عثمان کے جو علی مرتضی کو امامت اور خلافت کے لیے نامزد کیا گیا

لاریب وہ مطابق اسی مسئلہ شوریٰ کی مہاجرین اور انصار سے ہے کہ علی مرتضیٰ نے
بیان فرمایا ہے۔ جن مہاجر اور انصار اسی ایک جلسہ مین جمع اور متفق علی مرتضیٰ
کے لیے ہوئے تھے۔ جسوقت کہ مسجد نبوی مین مہاجرین اور انصار اور دیگر مسلمان
جمع ہوئے اور علی مرتضیٰ کو بلایا گیا تھا کہ مجمع مین اس امر کو قبول کرین کہ جسکی
خواہش اونسے کی گئی تھی۔ جسوقت کہ علی مرتضیٰ تشریف لائے اور ممبر مسجد
نبوی پر قدم رکھا اور حضار مجمع پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ طلحہ اور زبیر اس مجمع مین
نہین ہین چنانچہ علی مرتضیٰ نے اونکو طلب کیا جب وہ حاضر آئے تب بعد
گفتگوی مناسب اور ضروری کے علی مرتضیٰ نے اس امر کو جسکی تکلیف آنکو
دی گئی تھی قبول کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنکو کوئی طمع خلافت کی نہین تھی۔
اگرچہ امام منصوص ہونی کی وجہ سے وہ خلافت فی الارض سمجھتے تھے بعد اسکے
علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اور علی مرتضیٰ باجتماع اور اتفاق کل مہاجر
اور انصار موجودہ کے امام اور خلیفہ قبول کیے گئے۔

اسی موقع پر ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ اگرچہ واقعہ بیعت حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کا اور واقعہ بیعت علی مرتضیٰ کا ایک
ہی لیکن شان اس واقعہ کی جداگانہ ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ہاتھ
پر جو بیعت ہوئی جسوقت کہ وہ امام اور خلیفہ بنائے گئے اوسوقت اجتماع
اور اتفاق مہاجرین اور انصار کا وقت شوریٰ کے ناقص تھا اور جسوقت
کہ علی مرتضیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اوسوقت اجتماع اور اتفاق مہاجرین
اور انصار کا کامل تھا۔ بس علی مرتضیٰ نے کلام زیر بحث مین جو یہ ارشاد
فرمایا ہے کہ بے شک بیعت کی اون لوگون نے بیعت کی جنہون نے ابوبکر اور عمر اور
عثمان سے بیعت کی تھی اسیطرح پر کہ جسطرح پر اون سے بیعت کی تھی

اوسکی مراد صرف یہ ہو سکتی ہی کہ مجرد وقوع بیعت مین کوئی فرق نہین تھا گو اجتماع اور اتفاق مہاجرین اور انصارین وقت شوری کے نقصان اور کمال ہو یعنی بیعت اونکے ہاتھ پر بھی ہوئی اور انکے ہاتھ پر بھی ہوئے صرف ناقص اور کامل ہونے شورے کا فرق تھا۔

اس اعتبار سے مجرد وقوع بیعت کی حجت حجت الزامی ہی ہو سکتی ہی۔ یعنی ای معاویہ جب تو ناقص شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول کر چکا ہی تو کیا وجہ ہی کہ تو کامل شورے مہاجرین اور انصار کی بیعت کو قبول نہ کرے۔

ایسی حالت مین علماء شیعہ جو یہ کہتے ہین کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کی لیئے ایسے طریقہ سے استدلال کیا جو معاویہ اور گروہ معاویہ کو مسلم تھا تو غور کرنا چاہیئے کہ علماے شیعہ کیا بیجا کہتے ہین۔ اور بنظر اسکے کہ مطابق مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار بیان فرمودہ علی مرتضے کے خلافت اور امامت خلفاء ثلاثہ کی واقع نہین ہوئی کہ شورہ ناقص تھا۔

اور خود علی مرتضےٰ کی نامزدگی اس مسئلہ کے مطابق عمل مین آئی۔ کہ شوری کامل تھا مین یہ کہتا ہون کہ علی مرتضی حضرت ابوبکر کی خلافت کو خلافت حقہ نہین سمجھتے تھے اور ذریعہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حصول کا ناجائز اور ذریعہ اپنے حصول خلافت کا جایز قرار دیتے تھے اور اپنا اطاعت سب پر واجب جانتے تھے۔

اور اون تینون کو امام برحق نہین بلکہ اپنے آپ کو امام برحق جانتے تھے اور کسی بیعت کرنے والے یا غائب کو خلفاے ثلاثہ کی بیعت سے انکار

یا اُنپر حملہ کرنا اور کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز رکھتے تھے یا اپنی امامت سے
کسی بیعت کرنے والے یا غائب کا انکار یا اُنکی ناخوشی کے بعد تقرر امام دیگر
جائز نہین قرار دیتے تھے۔

یقین کرنا چاہیے کہ مسئلہ شوری مہاجرین اور انصار کا جو علی مرتضی نے
فرمایا ہی یہ ہے پس اگر مجتمع ہوجاوین [illegible] اور امام رکھین اسکو تو وہ اُنکا امام ہونا
قبول کرلین اور کہدین کہ یہی امام ہو اُسکی [illegible] سے ہی پس [illegible]
اسکے کہ انعقاد خلافت و امامت حضرت ابوبکر پر خلاف مسئلہ شوری فرمودہ
علی مرتضی ناقص طور پر [illegible] آیا تھا
جناب امیر نے حضرت ابوبکر [illegible] کیا کہ ابوبکر سے لڑین
یا بوجہ دیگر امور کے اُنسے لڑین [illegible] دوسرے [illegible] سے [illegible] انہون نے لڑنا
پسند نہین کیا لیکن بوجہ اسکے کہ انعقاد خلافت حضرت ابوبکر پر ناقص شوری
مہاجرین اور انصار سے ہوا تھا اسلیے علی مرتضی اُنپر حملہ کرسکتے تھے۔

اور اگر جناب امیر حضرت ابوبکر سے لڑتے تو ابوبکر کے مقابلہ مین اُنکی وہی
حالت ہرگز نہوتی جو جناب امیر کے مقابلہ مین امیر معاویہ کی تھی۔ اس لیے
کہ حضرت ابوبکر کی نامزدگی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے وقوع
مین آئی تھی اور علی مرتضی کی نامزدگی بذریعہ کامل شوری مہاجرین و انصار
کے عمل مین آئی تھی۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ جو امامت بذریعہ بیعت ناقص شوری مہاجرین اور
انصار کے حاصل ہو وہ منصوص نہین ہوسکتی اور نہ ایسی امامت سے خدا
راضی ہوسکتا ہی اور جو کوئی بذریعہ ناقص شوری مہاجرین اور انصار کے
امام بنایا جائے اُس سے مومنین کو بیشک لڑنا چاہیے کیونکہ وہ خلافت

مقصود آیت جس سے استنباط کر کے علی مرتضیٰؑ نے مسئلہ شریعت بیان فرمایا امام موسوم کیا گیا ہے۔

پس اگر جناب امیرؑ ابو بکر سے لڑتے تو تمام مومنین کو جناب امیر سے لڑنا ہرگز واجب نہوتا بلکہ حرام ہوتا۔ کیونکہ حضرت ابو بکر کا تقرر بذریعہ ناقص شوری مہاجرین و انصار کے عمل میں آیا تھا جو جائز نہ تھا اور اُس سے علی مرتضیٰ کی مخالفت حق ہوتی۔ اور علی مرتضےٰ سے جو کوئی لڑتا وہ مرتکب فعل حرام کا ہوتا۔ اور جو کوئی بذریعہ ناقص شوریٰ مہاجرین اور انصار کے امام بنایا جائے اُسپر طعن کرنا قطعی جائز بلکہ واجب ہے اور جو کوئی طعن کرے وہ باغی نہیں قرار پا سکتا بلکہ وہ ناصر امر حق کا مثاب ہوگا اور خود اُس سے بھی کسیکو لڑنا حرام ہوگا۔

علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام زیر بحث میں بعد ذکر مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کے جو یہ فرمایا ہے کہ وہ پھر اگر نکلے اُنکے امر سے کوئی نکلنے والا خلیفہ پر طعن کر کے یا خود طریقۂ بدعت اختیار کر کے تو اُسکو پھیر دو اُسی بیعت کی طرف جس سے وہ نکلتا ہے۔ پھر اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو حق سے اللہ نے اسکے معنے اور مراد صریح یہ ہیں کہ جب کل نہ جزو مہاجرین اور انصار شوریٰ کے وقت مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام نامزد کر دیں جو موجب خوشنودی خدا کا ہوگا۔ پھر نکلے امر سے یعنی اُن کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمع اور متفق کے شوریٰ سے باہر ہو جائے تو اُسکے لیے وہ حکم ہے کہ جو علی مرتضےٰؑ نے اپنے کلام میں فرمایا ہے۔ اور جبکہ وہ شوریٰ ناقص ہو نہ کامل تو وہ نہ موجب خوشنودی خدا ہو سکتا ہے نہ اُسپر اطلاق اُس حکم کا آسکتا ہے کہ جو علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔

علی مرتضےٰؑ نے اپنے اس کلام میں جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے کچھ شبہ

رسول کا علی مرتضیٰ نے شوریٰ کے کل نہ جزو مہاجرین و انصار مجتمعہ اور متفقہ سے
[illegible] کے لیے خواہ وہ مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ مین
سے ہو یا منتشر انکا جو حکم بیان فرمایا ہے اُسکا ماخذ یہی آیت ہے جسکو مصنف مخاطب
نے نقل کیا ہے [illegible] اوپر لکھ چکے ہین — اور علی مرتضیٰ کا ارشاد اُسی
آیت سے مستنبط ہے —

مگر یہی آیت ہے جسکا ہمنے مسئلہ امامت کی بحث مین کہ قرآن مین ہے یا نہین
ذکر کیا ہے [illegible] رسالہ [illegible] جلد دوم اور جسکو امام شافعی تین سو
مرتبہ قرآن کے اوراق مین اول سے آخر تک دیکھ کر آخرکار بہت غور اور فکر کے
بعد یہی آیت پڑھے اور یہ شرف استدلال خاص اُنہین کے واسطے کیا گیا ہے
مجھکو اسمین بہت شبہہ ہے کہ اپنی تلاش سے امام شافعی اس آیت پر پہنچے
ہون بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ اُنہون نے گو کوشش بلیغ اور کئی سال تک قرآن کو
ٹٹولا مگر اُنکا ذہن اس آیت کی طرف استدلال کے لیے منتقل نہین ہوا — الا
یہ آیت مکتوب علی مرتضیٰ مین موجود تھی اور اُس مکتوب کا کل ارباب سیر نے
ذکر کیا ہے جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وہ ذکر کیا ہے اُسکا کل ارباب
سیر نے اور ہمارے شیوخ متکلمین اپنی کتابون مین صحت اختیار اور طریقہ امامت
پر حجت لائے ہین ؎

امام شافعی کو بھی اُسی مکتوب مین یہ آیت نظر پڑ گئی ہے اور اُسکو اُنہون نے
اپنا اجتہاد قرار دیدیا ہے — مگر میرا یہ طریقہ نہین کہ جیسے مصنف مخاطب نے سید رضی
کی نسبت خیانت کا بیجا الزام لگا دیا ہے امام شافعی کی نسبت مین بھی کوئی الزام
لگا دون —

مین اسی پر بحث کرتا ہون کہ امام شافعی سے اس آیت کے معنے اور مراد

قرارداد صحیح مین اور متکلمین شیعہ معتزلہ سے ناسمجھی علی مرتضی ؑ کے مفہوم مین اور شافعی
اُنکے مصنف مخاطب سے غلطی ہوئی ہی اور اُنکے معنے اور مراد اور مفہوم
مطابق اُس مسئلہ کے نہین ہی کہ جو خود علی مرتضے ؑ نے اس آیت سے اقتباس
کرکے بیان فرمایا ہی —

مقصود اس آیت کا یہ ہی کہ جو کوئی پیغمبر ؐ کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت
اُسکی ظاہر ہو گئی ہو اور پیروی کرے غیر راہ مومنین کی وہ جہنمی ہی ؎
اور امام شافعی نے بہی جو مقصد آیت کا ظاہر کیا ہی وہ ٹہیک ہی کہ وہ اتباع غیر
سبیل مومنین کا حرام ہی کہ خداوند عالم نے پیروی غیر سبیل مومنین اور مخالفت
رسول کو جمع کیا ہی ؎

لیکن سبیل مومنین کے فہم مین کہ وہ کیا ہی امام شافعی سے غلطی ہوئی ہی —
اُنہون نے اور جس کسی نے کہ اُنکا اتباع کیا یا جس کسی کی اُنہون نے تائید کی
یہ سمجہ لیا کہ حضرت ابوبکر ؓ پر جو سقیفہ بنی ساعدہ مین انعقاد خلافت ہوا اور اُسوقت
جو وہ امام یا خلیفہ بنائے گئے اور پہر اُنکو دوسرے مومنین جنہون نے کہ اُنکو
قبول کیا وہی اجماع ہی اور وہی سبیل مومنین ہی —

حالانکہ مومنین کے لیے سبیل کا مقرر ہونا قبل اسکے کہ مومنین اُسپر چلین
پہلے معین ہونا چاہیے جیسا کہ اسی آیت مین موجود ہی کہ جو شخص مخالفت کرے
رسول کی ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور اتباع کرے غیر راہ مومنین کا جس
سے صاف ظاہر ہی کہ ہدایت پہلے ظاہر ہو چکی ہو اور وہ سبیل پہلے معین
ہو چکی ہو کہ جسکا اتباع مومنین کو واجب ہی —

علی مرتضیٰ ؑ نے اسی آیت سے اقتباس فرما کر جو مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور
انصار کا فرمایا ہی اُس سے یہ امر ظاہر ہو جاتا ہی کہ راہ کا معین ہونا اول امر ہی اور

اُسپر چلنا اور نہ چلنا آخر امر ہی۔ جیساکہ وہ فرماتے ہیں کہ سوا اسکے نہیں ہی کہ
شوریٰ واسطے مہاجرین اور انصار کے ہی پس اگر مجتمع ہوجاویں وہ اور نام رکھیں
کسی کا امام تو اُسکی مراد یہ ہی کہ کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو امام
قبول کر لیں۔ اُسی کا اتباع کل مومنین کو کرنا چاہیے یعنے مہاجرین و انصار مجتمع
اور متفق ہو کر جو سبیل اور طریقہ مومنین کے چلنے کے لیے قبول کر لیں تو اُسی سبیل
اور طریقہ پر مومنین کو چلنا چاہیے — یہ صورت ہوئی امر اول سا معین ہو سکنے کی۔
لیکن اُس سبیل معینہ پر اگر کوئی نہ چلے کہ جو داخل صورت امر آخر ہی اُسکے لیے
علی مرتضےٰ نے یہ فرمایا ہی کہ "پھر اگر باہر ہو جاوے اُنکے (مہاجرین انصار
مجتمع و متفقہ کے امر شوریٰ سے) کوئی باہر ہو جانے والا طعن کرکے یا خود
طریقہ بدعت اختیار کرکے تو اُسکو پھیرو اُسی کی طرف جس سے وہ نکلتا ہی پھر
اگر وہ انکار کرے تو اُس سے لڑو اس سبب سے کہ اُسنے مومنین کے طریقہ
کے خلاف طریقہ اختیار کیا اور پھیر دیا اُسکو اللہ نے حق سے"
پس کچھ شبہ نہیں کہ علی مرتضیٰ نے آیت قرآنی سے استدلال کرکے جو مسئلہ بحکم
مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی درحقیقت وہ تفسیر اُسی آیت کی ہی اور یہ بقابلہ
تفسیر علی مرتضیٰ کے نہ قول امام شافعی کا کہ اُنکو کچھ مسلمانوں نے امام بنادیا
ہی اور نہ قول متکلمین معتزلہ کا اور نہ بیان ہمارے مصنف مخاطب کا قابل
اعتماد اور لائق قبول ہی —
اگر کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہو کر کسی کو کہتے کہ یہ امام ہی تو ایسا اجماع
اور اتفاق کلی ضرور موافق نص کے ہوتا جس سے عدول کسی کو روا قرار نہ پاتا
جسکا اتباع واجب ہوتا اور مومنین کے چلنے کے لیے وہی راہ ہوتی اور اُس سے
انحراف حرام سمجھا جاتا اور اُسی کو اجماع کہہ سکتے لیکن با جماع کل مہاجرین و انصار

ے اور اُنکے اتفاق سے نہ خلافت اور امامت حضرت ابوبکرؓ کی واقع ہوئی اور نہ حضرت عمرؓ کی اور نہ حضرت عثمانؓ کی۔ اسلیے وہ آیت یا کلام علی مرتضیٰؑ زیر بحث حجت اجماع واسطے خلافتون اور اماستون حضرات ثلاثہ کے ہرگز نہین ہوسکتی بلکہ اُسی آیت اور ارشاد علی مرتضیٰؑ کے مخالف وہ خلافتین اور امامتین باطل ہین۔

البتہ وہی آیت اور وہی کلام علی مرتضیٰؑ بس ہین بیان مسئلہ شوریٰ مہاجرین وانصار کا ہی۔ اور جو تفسیر آیت ہی اور جسکے مطابق کامل طور پر نہ ناقص طور پر حضرت علی مرتضیٰؑ امام اور خلیفہ قبول کیے گئے امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کے لیے نص ہی۔ اور اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہی کہ امامت اور خلافت کے لیے قرآن مین نص ہی اور وہ نص سوا ے علی مرتضیٰؑ کے اُنکے غیر کے لیے نہین ہوسکتی ہی۔ پس خلافت اور امامت علی مرتضیٰؑ کی منصوص ہی اور اُنکے غیر کی غیر منصوص اور اسی سے ظاہر ہوگیا کہ امامت کے لیے نص تھی اور مہاجرین اور انصار مجتمعہ اور متفقہ کا کسی کو امام قبول کرنا ہی حکماً نص ہی اسلیے کہ کل مہاجر و انصار کی نسبت قیاس نہین کیا جاسکتا کہ وہ خلاف نص اجماع اور اتفاق کرین۔

ہان خلافت اور امامت حضرات خلفاے ثلاثہ کے لیے نہ کوئی نص تھی اور نہ اجماع اور نہ اتفاق جزوی مہاجرین اور انصار کا حکماً نص ہوسکتا ہی۔ اور جناب امیرؑ کا اُسوقت اُن کل مہاجرین اور انصار کو مومن ماننا لازم آسکتا کہ جب کل مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوکر امام موسوم کرتے اور خلاف مقصود آیت اور مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار فرمودہ علی مرتضیٰؑ کے کہ جو تفسیر آیت کی ہی جن کسی نے ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو امام بنایا اُس کسی کو کیونکر لازم آسکتا ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے مومن مانا۔

اور اگر شیعہ ایسے لوگوں کو مرتد کہتے ہیں تو وہ راضی ہو سکتے ہیں اُسکے تسلیم کرنے پر اگر اُنکو کوئی یہ بتادے کہ ایسے لوگوں کو جو آیت اور مسئلہ شوریٰ تقرر آیت فرمودہ علی مرتضیٰ ؑ کو نہ مانے اور اُسکے برخلاف عمل کرے اُسکو کیا کہنا چاہیے۔

اور جناب امیر نے اس آیت کے ذکر سے ہرگز یہ ثابت نہیں کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ و عثمانؓ امام المومنین تھے اسی طرح میں بھی امام المومنین ہوں بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ ابوبکر اور عمرؓ اور عثمانؓ امام المومنین نہیں ہو سکتے کہ اُن پر تمام مہاجرین اور انصار مجتمع اور متفق نہیں ہوئے تھے البتہ میں امام المومنین ہوں کہ مجھپر تمام مہاجر و انصار مجتمع اور متفق ہوئے یعنی مجکو بلا اختلاف تمام مہاجرین اور انصار نے قبول کیا۔

بیشک اس آیت میں جہنم کی سزا اُس شخص کے لیے مقرر ہے جو حق جاننے کے بعد رسولؐ کی اور طریقہ مومنین کی مخالفت کرے۔ مگر جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق نہیں کیا جو ابوبکر اور عمرؓ اور عثمانؓ کا باغی ہو کیونکہ ابوبکر اور عمر اور عثمانؓ اور اُنکے متبعین نے حق ظاہر ہونے کے بعد طریقہ مومنین کی مخالفت کی یعنی قرآن میں اوصاف امام کے بتادیے گئے تھے اور پیغمبرؐ نے اپنے قول اور فعل سے امام کو جتا دیا تھا اور تمام مہاجرین اور انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کو خلیفہ قبول نہیں کیا تھا بلکہ ناقص طریقہ اختیار کیا گیا جو خلاف آیت اور مخالف رسولؐ اور اُس طریقہ مومنین کے تھا کہ جو خدا اور رسولؐ نے بتایا تھا۔ پس جو شخص ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کا مخالف ہو وہ رسولؐ کا موافق ہے اور اُسکی جزا بہشت ہے۔

البتہ جناب امیر نے اس آیت کو اُس شخص پر صادق کیا ہے جو علی مرتضیٰ

باغی ہوا سلیے کہ جو اوصاف امام کے قرآن مین بتلائے گئے ہین اور پیغمبر صلعم نے علی کا امام ہونا بتا دیا تھا اور تمام مہاجر و انصار نے مجتمع اور متفق ہو کر علی کا امام ہونا قبول کر لیا تھا جو شخص کہ علی کا مخالف ہو وہ رسول کا اور خدا کا بھی مخالف ہی اور اُسکی سزا جہنم ہی۔

بنظر اس تحقیق کے جو دکھائی گئی شیعون کے مقابلہ مین اہلسنت کا مذہب اس کلام معجز نظام سے ہرگز ثابت نہین ہو سکتا اور جناب امیرؑ نے جو اس مسئلہ کے ثبوت مین قرآن کی آیت کا ذکر کیا بلا شبہہ اس سے ثابت ہو گیا کہ اہلسنت کا مذہب ثقلین کے خلاف ہی نہ وہ ہلسنے آیت قرآنی کو مانتے ہین نہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کو۔ البتہ شیعون کا مذہب ثقلین کے موافق ہی جو دونون کو مانتے ہین۔

اے حضرات اہلسنت یاد رہے کہ قیامت کے دن یہی قول تمپر حجت ہوگا۔ کہ جس قول کے معنے اور مراد کی تم دنیا مین تحریف کرتے ہو۔ اور دین دنیا مین شیعون کے لیے یہی قول علی مرتضےٰ اُسکے اصلی معنے اور مراد مین حجت ہی۔

رباعی

جب روز جزا حساب ہوگا   اس قول کا کیا جواب ہوگا
محشر مین نجات اُس سے ملے گی   جو تابع بو تراب ہوگا

ہم نے یہ رباعی مصنف مخاطب کی اس موقع پر چھین لی ہی کہ مین اُسکے لیے اجازت معنوی سمجھتا ہون۔

جو حقیقت اور حقیت معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ کی ہمنے ظاہر کی اُس سے صریح ظاہر ہی کہ مصنف مخاطب نے عمداً یا غلطی سے وہ معنی اور مراد قرار دیے

جو کلام علی مرتضیٰؑ کے مقصود کے خلاف ہین اور اس وجہ سے کوئی استدلال مصنف مخاطب کا اُنکے حق مین قائم نہین رہ سکتا۔

اسی ہماری تحقیق سے یہ بہی ظاہر ہی کہ علماے شیعہ نے جو یہ ظاہر کیا ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے کے لیے ایسے طریقے سے استدلال کیا جو اُنکے مخالفون کو مسلم تہا ایسا بیان کرنا علماے شیعہ کا ہی صحیح ہی کیونکہ وہ بیان اُنکا مجرد وقوع بیعت سے بطور حجت الزامی کے صحیح اور قابل قبول پایا جاتا ہی۔ اور مصنف مخاطب نے جو اُسکے ابطال مین وجوہ لکھے ہین وہ خود غلط مفہوم معنی اور مراد کلام علی مرتضیٰؑ اور غلط استنباط پر مبنی ہین۔

یہ سچ ہی کہ جناب امیرؑ نے اپنے قول کو قرآن سے ثابت کیا اور جو مضمون قرآن سے ثابت ہو وہ بیشک اُنکا مذہب ہی۔ لیکن قرآن سے اور ارشاد علی مرتضیٰؑ سے یہ ثابت ہوا کہ خلافتین اور امامتین خلفاے ثلاثہ کی بوجہ نقصان شورے کے نا واجب الاطاعت تہین اور امامت اور خلافت علی مرتضیٰؑ کی بوجہ کامل ہونے شوری کے واجب الاطاعت تہی۔

جب ہم قبول کرتے ہین کہ علی مرتضیٰؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اُنکو مسلم کیا بلکہ وہ ارشاد اُنکا تفسیر آیت قرآنی تہا۔ اور جو مسئلہ شورے مہاجرینؓ انصار کا بیان کیا وہ نصی ہی۔ اور ہم نہ ظاہر قول علی مرتضیٰؑ کو چھوڑتے ہین نہ کوئی اُسکی تاویل کرتے ہین بلکہ صاف و صریح جو معنے اُسکے ہین وہی معنے لیتے ہین کہ ہرگاہ شوری کل مہاجرین و انصار کے مجتمعا متفقہ سے کسی کو امام قبول کرنا چاہیے تو ایراد مصنف مخاطب کا باقی نہین رہتا۔

ہم یہ بہی قبول کرتے ہین کہ اسی پر علی مرتضیٰؑ کو اعتقاد نہین یقین تہا

لیکن جو پیر معاذ یہ کو الزام دینے کے لیے صرف اتنا لکھدینا کافی نہتا کہ جن لوگون نے خلفاے ثلاثہ سے بیعت کی تہی اُنہین لوگون نے مجہسے بیعت کی ہی۔ الزام دینے کی ضرورت فقط اتنے قول سے پوری نہین ہوتی تہی بلکہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ کو ظاہر فرمانا ضروری تہا کہ مجتمعا ور متفقہ شوری مہاجرین اور انصار سے جو کوئی امام قبول کیا جاے وہ واجب الاطاعت ہی اور اُس سے اللہ راضی ہی اور جو اُس سے باغی ہو اُس سے لڑو۔ تاکہ حقیقت غیر صحت بیعت خلفاے ثلاثہ کی اور صحت بیعت علی مرتضیٰ کی کہل جاے۔

اور پہر قرآن کی آیت سے اُسکو ثابت کرنا لازم تہا تاکہ اُنکے مسئلہ بیان کرنے سے لوگون کو یقین ہوا ور سمجہین کہ اس مسئلہ صحیح کے مطابق خلفاے ثلاثہ کی امامت اور خلافت ناقص ہوئی اور خود علی مرتضیٰ بذریعہ کامل شوری مہاجرین اور انصار کے جسمین کل مہاجر اور انصار متفق تہے قبول کیے گئے۔ اور جانین کہ واجب الاطاعت کسکی اور کونسی امامت اور خلافت ہوتی ہی۔ اور خلفاے ثلاثہ کے ساتہہ شان بیعت اور علی مرتضیٰ کی ساتہہ شان بیعت مین کیا فرق ہی اور لوگ اپنی غلطی سے متنبہ ہون کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو تو امام اور خلیفہ واجب الاطاعت قبول کر لیا گیا تہا اور کامل شوری کی بیعت والے کو واجب الاطاعت قبول نہین کیا جاتا۔ اور لوگ کسی وقت یہ نہ کہنے لگین کہ شوری کا مسئلہ علی مرتضیٰ نے کیون بیان نہین کیا کہ شوری کی رو سے مین امام قبول کیا گیا ہون جس سے اللہ راضی ہی اور جو مجہسے باغی ہو اُس سے لڑو۔ علی مرتضیٰ نے مسئلہ شوری بیان کر کے خلفاے ثلاثہ کی حالت اور اپنی حالت کیون نہ دکہائی اور یہ تنبیہ لوگون کو کیون نہ کی کہ جب مجرد وقوع بیعت کو واجب الاطاعت مانتے ہو تو کیا وجہ ہی کہ ناقص شوری کی بیعت والون کو مانو

اور کامل شوریٰ کی بیعت والے کو نہ مانو۔

اور کچھہ شبہہ نہین کہ ظاہر کلام کے یہی معنی اور مراد ہی اور ظاہر کلام کو چھوڑنا ظلم ہی

اور بیشک ظاہر ہر قول کا یہی ہوتا ہی کہ کہنے والے کے نزدیک معنی یہی ہوتے ہیں جو

اسمین کچھہ شبہہ نہین کہ جناب امیرؑ کمال فصاحت اور بلاغت مین بینظیر تھے

اور اُن کے کلام فصیح اور بلیغ کے صاف و صریح یہی معنے ہوتے ہین جو ہمنے

بیان کیے۔ اور جو مصنف مخاطب اُس کلام فصیح اور بلیغ کے معنی مین تحریف

کرتے ہین اگر وہی معنے لیے جائین تو کلام علی مرتضیٰ مین عیب کو دخل ہوتا ہی

کہ اُنہون نے ایسے اہم مسئلہ کے ظاہر کرنے مین نہ صورت غیر متعدد اور غیر منقسم

مہاجر اور انصار کو بیان کیا نہ اکثر یا غالب یا کمتر یا اختلافی حالت کا ذکر کیا جس

کے ترک بیان سے مسئلہ مہمل ہوتا ہی اور جو شان علی مرتضیٰ سے نہایت بعید ہی

البتہ مصنف مخاطب کو اس کلام بلیغ کے خلاف مقصود صحیح معنی ظاہر

کرنے کے لیے عمداً یا مغالطہ کا موقع ملا ہی۔

بیشک جناب امیرؑ نے اپنے ابتدائی کلام مین جہان ذکر بیعت خلفاے

ثلاثہ کا اور اپنی بیعت کا کیا ہی وہان اُنکو دلیل الزامی پیش کرنا منظور تھا اُسی

نوعیت سے جیساکہ میری تقریر سے ظاہر ہو چکا ہی۔ مگر اُسکے ساتھہ نص امامت

کا بھی ذکر کر دیا ہی۔ جہان مسئلہ شوریٰ مہاجرین اور انصار کا بیان فرمایا ہی اسلیے

کہ اجماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کا خلاف نص محال تھا۔ اور جب حضرت

علی مرتضیٰ ہر زمانہ مین حق خلافت اور امامت اپنے لیے ظاہر فرماتے رہے

ہین اور مہاجرین اور انصار سے خواہش کرتے رہے ہین کہ مجھکو امام اور خلیفہ تسلیم

کرنا چاہیے۔ اُنکا ایسا ارشاد کسی کی سمجھہ مین آ سکتا ہی کہ خلافت مرضی خدا

اُسکے رسول کے تہا۔

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ ہر نوع کا ذریعہ منصوص خلافت کے بیت بحق علی مرتضیٰ کے تہا اور اُن ذرایع متعددہ کو وہ اپنے حق مین جانتے تہے جیسا کہ اُنہون نے وقتاً فوقتاً ہر موقع مناسب اور ضروری پر اُسکا اظہار کیا ہی۔ تو اس موقع پر ہر ذریعہ منصوص کی تصریح کی جیسا کہ مصنف مخاطب چاہتے ہین کیا ضرورت تہی۔ بلکہ یہ موقع مقابلہ معاویہ کے صرف اس بات کی ضرورت رکہتا تہا کہ وقوع بیعت سے اپنے ہاتہ پر حجت لائین۔ اور صحیح منصوص مسئلہ شوریٰ کا بیان کرکے اُس کے مطابق مخالفون کو قائل کرین۔

درحقیقت علی مرتضیٰ نے اس موقع پر بہی از روے نص حق امامت اپنے لیے ظاہر فرمایا ہی کہ کل مہاجرین اور انصار نے مجہسے بیعت کی اور کل مہاجرین و انصار کے شوریٰ کامل سے مین خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہون کہ جنکا اجماع اور اتفاق خلاف نص نہین ہو سکتا ہی۔ مگر اس حجت نصی مین دلیل الزامی بہی ضرور لازم آتی ہی۔

علی مرتضیٰ نے مجرد الزامی دلیل پیش نہین کی ہی بلکہ کامل شوریٰ مہاجرین اور انصار کی حجت نصی اپنے واسطے ظاہر فرمائی ہی۔ اُنہون نے کسی ضعیف استدلال پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ موقع ایسا تہا کہ جسکے لیے ایسی حجت نصی کی ضرورت تہی جسمین دلیل الزامی بہی موجود ہو اور ایک سخن مین دونون دلیلون کو جمع کردیا ہی جسکے دیکہنے سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا ہی کہ جناب امیر کے لیے نص تہی اور جسکو اُنہون نے بشکل اجماع اور اتفاق مہاجرین اور انصار کے ظاہر فرمایا ہی اور جسمین مخاطب مخالفون کے لیے دلیل الزامی بہی تہی۔

البتہ جن لوگونکی آنکہون پر تعصب کی عینک لگی ہوئی ہی وہ اس کلام منصوص کے معنے کو دیکہہ نہین سکتے۔ یا معاد و سرون کے معنی مین خنکہ ڈالنے کے

بیے اُسکے معنے اور مقصود کو تحریف کرتے ہین۔

آخر مین مصنف مخاطب اُسی معنے اور مراد کی تائید مین جو اس قول علی مرتضےٰ مین مصنف مخاطب لیتے ہین دوسرے قول علی مرتضےٰ کو تائید مین لاتے ہین وہ یہ جب لوگون نے بعد حادثہ عثمانؓ کے اُنکو خلیفہ بنانا چاہا تو جناب امیر نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو اور کسی اور کو خلیفہ بنالو اور جس کو تم خلیفہ بناؤگے مین مثل تمہارے یا شاید تم سے بھی زیادہ اُسکی اطاعت کرونگا۔

یہ وہی قول ہی جسپر پہلے مصنف مخاطب استدلال کر چکے ہین اور جسکی حقیقت اور مراد ہم پہلے دکھا چکے ہین۔ (صفحہ ۲۲۴ — جلد ۴ — رسالہ روشنی) اور جس سے ظاہر ہوگیا ہی کہ خلیفہ نائب رسول اور امام اور اولی الامر بنالینا لوگون کا کام نہین ہی البتہ لوگ جس کسی کی گردن مین اپنا کام ڈالدین وہ بادشاہ بن جائیگا اور جب اُس کلام علی مرتضیٰؑ کو اس کلام علی مرتضیٰؑ کے ساتھ ملا کر پڑھا جاے تو یہی معنے ہونگے کہ جو کوئی بغیر اجتماع اور اتفاق کل مہاجر اور انصار کے کچھ ہی قبول کیا جاے وہ قبول ہونا اُسکا صحیح قرار نہین پا سکتا گو باعتبار وقوع کے وہ کچھ ہی قبول کرلیا جاے۔

مصنف مخاطب ایک اور خطبۂ نہج البلاغہ کے فقرات کو پیش کرتے ہین اور جسکے ایک فقرہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "اے لوگو بیشک زیادہ حقدار آدمیونکا خلافت کے لیے وہ ہی جو اُن سب مین خلافت پر قوت زیادہ رکھتا ہو اور امور خلافت مین احکام الٰہی کو سب سے زیادہ جانتا ہو"

انپر مصنف مخاطب یہ استدلال کرتے ہین کہ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر خلافت کے زیادہ حقدار نہ تھے اُنکا حق تھا کہ انکا ہوا تھا اور انہون نے تصریح کردی ہی کہ انکا علم عثمانؓ سے زیادہ نہین ہی اور فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین

علم بھی عثمان سے کم نہ تھا - اور شیخین کا علم بھی جناب امیرؑ کے علم سے کم نہو گا -
اس صورت مین ابوبکرؓ قوی بھی تھے اور اعلم بھی - پس زیادہ حقدار خلافت
کے بھی وہی تھے - جناب امیرؑ کے اس قول سے بھی نص امامت باطل ہوئی"

لیکن یہ استنباط مصنف مخاطب کا غلط ہی اور اُسکی بنا بھی غلط ہی - اس
فقرہ مین درحقیقت علی مرتضےؑ نے ایک مسئلہ استحقاق خلافت کے لیے
بیان فرمایا ہی اور جسکی بناء منصوص ہی - اور وہ مسئلہ یہی فرمایا ہی کہ "امر خلافت
کے لیے وہی شخص احق الناس ہی کہ جو اُن لوگون مین قوی تر ہو امر خلافت
پر اور عالم تر ہو علم خدا کا امر خلافت مین"

اور کچھ شبہہ نہین ہی کہ علی مرتضیٰؑ نے قوی تر اور عالم تر ہونے کا اشارہ اپنی
اس ارشاد مین جو بنیاد حق خلافت کے لیے ہی اپنی ذات مقدس کے لیے
فرمایا ہی - اور کوئی انکار نہین کرسکتا کہ علی مرتضےؑ بعد وفات پیغمبر کل صحابہ
اور مسلمانون مین قوی تر اور عالم تر تھے - اور یہ امر ہم اپنے رسالہ جات روشنی
مین متعدد جگہ ذکر کر چکے ہین[۱] جس سے انکار کرنا بہت مشکل ہی -

شجاعت اور علم عقلاً و نقلاً اصل بنیاد حق خلافت کے لیے ہی - خدا نے
قرآن مین طالوت کے لیے فرمایا ہی کہ "وہ زیادہ دی ہی اُسکو خدا نے کشادگی
بیچ علم اور جسم کے یعنی علم اور شجاعت مین - اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو
اور دی اُسکو خدا نے پادشاہی اور حکمت اور سکھایا خدا نے اُسکو جس چیز کو
کہ خود چاہتا ہی"

اور یہی اصول عقلاً ہر زمانہ کے حکما قرار دیتے چلے آتے ہین - اور کچھہ
شبہ نہین کہ جب تک کسی مین اعلی درجہ کی قوت شجاعت اور اعلی درجہ کا علم

[۱] رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۳ جلد ۲ - اور صفحہ ۵۶۴ جلد ۴ -

کاملیت کے ساتھ ہو قدرت سیاست مدن کی اُس کسی میں قبول کرنے کی ہو سکتی
اور بغیر اقوی الناس یعنی اشجع الناس اور اعلم الناس ہونے کے کون ایسا کر سکتا ہے
عمل کر سکتا ہی کہ کس موقع پر کیا ہونا چاہیے اور کس کیفیت پر کیا تدبیر کی جائے
ہی اور کس موقع پر جنگ ہونا چاہیے اور کس موقع پر صلح ۔ اور کس طرح
احکام خدا کا اصول اور فروع دین کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے ۔ اور کیسے
حدود خدا اور اُسکے عمل کی حفاظت ہو سکے گی ۔

اور یہی دونوں امور یعنی اقوی اور اعلم ہونا عقلاً خلافت کے لیے لازمی ہیں
اور انہیں دونوں امور کو خدا نے قرآن میں قصہ حضرت طالوت اور داؤد میں
بتصریح فرمایا ہی ۔ اور علی مرتضیٰ ؑ کے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں نص قرآنی ماخذ
قرار پاتی ہی ۔

اور چونکہ بعد پیغمبر ص اس دونوں وصف نصی کا سوائے علی مرتضیٰ ؑ کے
اور کوئی مصداق نہیں ہو سکتا ہی اسلیے یقین کرنا چاہیے کہ ان اوصاف نصی کا
علی مرتضیٰ ؑ نے صرف اپنے آپکو اس مسئلہ کے ظاہر فرمانے کے وقت مصداق
سمجھا ہی ۔ کہ ان دونوں وصف نصی کے بعد پیغمبر ص وہی مصداق تھے ۔

اور جناب امیر ؑ کے ارشاد کا جس پر اوپر بحث ہو چکی ہی ہرگز یہ مقصود نہیں کہ
آپکا علم عثمان سے زیادہ نہیں ہی ۔ اُسکے معنی اور مراد وہی ہیں جو ہمنے اُسی
موقع پر بیان کیے ہیں ۔ کہ جب طریقہ عمل حضرت عثمان کا امر خلافت میں خدا
اور قابل شکایت ہو گیا تھا اور لوگوں نے علی مرتضیٰ ؑ کو گھیرا تو علی مرتضیٰ ؑ
حضرت عثمان کے سمجھانے کے لیے گئے ہیں اور راستے شریعت کے کھلے
ہوئے اور نشان دین کے قائم تھے اور حضرت عثمان اُسکے خلاف عمل میں لاتے

[1] دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۱۵ ۔

ستے اُسکی نسبت علی مرتضیٰ ؑ نے فرمایا ہی کہ بیشک تم جانتے ہو اُسکو کہ جانتے ہین ہم اُسکو یعنی علی مرتضیٰ کا مقصود یہ تہا کہ اے عثمان دیدہ و دانستہ خلاف شریعت عمل کرتے ہو۔

پیغمبرؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا ہی کہ علی ساتہہ قرآن کے ہی اور قرآن ساتہہ علیؑ کے۔ اور اقضیٰ تم مین علی ہی۔ اور مین شہر علم ہون اور علی اُسکا دروازہ ہی جو کوئی اسکی تکذیب کرنے والا ہو وہ علی مرتضیٰ کے اُس قول سے یہ معنے لے سکتا ہی کہ اُنکا علم عثمان سے زیادہ نہین ہی۔ اور نہ یہ فریقین کو مسلم ہی کہ شیخین کا علم بہی عثمان سے کم نہ تہا۔ بلکہ مسلم یہ ہی کہ خلفاے ثلاثہ کا علم ساوی نہین تہا کسی کو کوئی امر معلوم تہا اور کسی کو کوئی امر اور کوئی امر کسی کو بہی اُن مین سے معلوم نہین تہا۔ اور علی مرتضیٰ کو کل امور معلوم تہے۔

پس شیخین کا علم جناب امیرؑ کے علم سے کیسے کم نہونا سمجہا جاسکتا ہی جیسا کہ خود قول اور فعل خلفاے ثلاثہ سے ظاہر ہو چکا ہی۔ پس اس صورت مین نہ حضرت ابوبکر اقوی تہے نہ اعلم۔ وہ زیادہ مقدار خلافت کے کیسے سمجہے جاسکتے ہین اور اس قول جناب امیرؑ کے کہ جسمین مسئلہ حق خلافت کے لیے بیان کیا ہی صراحۃً نص امامت ظاہر ہی کہ خود وہ مسئلہ نص صریح قرآنی سے ماخوذ ہی۔

مصنف مخاطب نے جواپنے استدلال مین بنظر فقرہ خطبہ شقشقیہ کے ذکر ہاتہہ کٹے ہونے جناب امیرؑ کا کیا ہی اس غرض سے کہ جناب امیرؑ زیادہ قوت رکہنے والے نہ سمجہے جائین۔ مین یہ سمجہتا ہون کہ مصنف مخاطب کی اس موقع پر قطع دست علی مرتضیٰؑ سے یہ مراد نہین ہوگی کہ درحقیقت اُنکا ہاتہہ کٹ گیا تہا۔ بلکہ مصنف مخاطب کا یہ مقصود ہوگا کہ بسبب بیعت ہو جانے کے ہاتہہ پر حضرت ابوبکرؓ کے علی مرتضیٰؑ کو زیادہ قوت خلافت پر نہین تہی۔

مین اس امر کو کہ علی مرتضےٰ نے جو اپنے آپکو دست بریدہ فرمایا اُسکے کیا معنی مین اور حضرت ابو بکر کی خلافت پر جن وجوہ سے حملہ نہین کیا یہ تشریح سے پہلے بیان کر چکا ہون[۱] - لیکن اس امر کو کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے جو اُنکے ہاتھ پر ہوئی زیادہ قوت ہوگئی اس موقع پر استدلال کے لیے کچھ مفید نہین ہی - اسلیے کہ جو مسئلہ علی مرتضےٰ نے بیان فرمایا ہی اُسمین اُس قوت کا ذکر ہی کہ جو قبل بیعت ہونے کے ہو یعنی جسوقت کوئی خلیفہ قرار دیا جاے اُسوقت وہ شخص قدرت خلافت کرنے کی رکھتا ہو - اور وہ قدرت خلافت کرنے کی اُسمین سب سے زیادہ ہو -

بادشاہ مقرر ہو جانے کے بعد قوت ہو جانا اور امر ہی اور قبل بادشاہ ہونے کے قدرت بادشاہت کرنے کی رکھنا اور امر ہی - اور یہی امر یعنے قدرت خلافت کرنے کی رکھنا حجت خلیفہ مقرر ہونے کے لیے ہی جیسا کہ علی مرتضےٰ نے فرمایا ہی -

اور اس بنا پر حضرت ابو بکر کی خلافت کو بعد بیعت کے اُنکے ہاتھ پر قوت ہو جانے سے حضرت ابو بکر کے حق خلافت کو کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا جب تک کہ اُنمین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ قبل خلیفہ مقرر ہونے کے ثابت نہو - دیکھو حضرت یزید کو کسقدر قوت بعد خلیفہ قرار پانے کے ہوگئی تھی لیکن وہ قوت حق خلافت کے لیے وجہ نہین ہو سکتی

اور اگر مصنف مخاطب کا اپنے استدلال مین علی مرتضےٰ کے دست بریدہ ہونے سے یہ مقصود ہی کہ حضرت ابو بکر مین قوت خلافت کرنے کی سب سے زیادہ اُسیوقت تھی جبکہ وہ خلیفہ قبول کیے گیے تو یہ مقصود اُسوقت صحیح قرار پا سکتا ہی کہ جب دست بریدہ ہونے کی یہ مراد پہلے ثابت ہو جاے

[۱] جلد ۶ روشنی صفحہ ۲۱۵ -

کہ علی مرتضےٰ مین قوت خلافت کرنے کی اسوقت کم تھی۔ اور ایسا ثابت کرنا محال ہی۔ کیونکہ عین وقت وفات پیغمبرؐ تک ہر کسی کو اشجع الناس اور اعلم الناس ہونا علی مرتضیٰؑ کا مسلم ہی۔

اب جو کوئی کہ عین بعد قبض روح پیغمبرؐ اور قبل تجہیز و تکفین پیغمبرؐ علیؑ کی زیادہ قوت جسمانی اور علمی کا زوال یا نقصان ثابت کرنے کا ارادہ کرے اسکی نسبت امت رسولؐ جو کچھ کہے سو کہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ اسکو کوئی سبب قوی ضرور بیان کرنا ہوگا۔ سو ایسا امر تاریخ مذہب اسلام مین میری نگاہ سے تو نہین گذرا اور مصنف مخاطب کی بہی رحلت ہو چکی ہی اگر اُنکا کوئی اور ہم خیال وجہ فوری زوال یا نقصان قوت علی مرتضےٰ کا بیان کرے تو مین اُسکا نہایت ممنون ہونگا۔ کیونکہ مین اسوقت تک برابر تاریخی واقعات مین یہی پاتا چلا آتا ہون کہ ہر زمانہ خلافت مین علی مرتضیٰؑ کی علمی قوت سے مدد لی گئی ہی اور خلافت اول مین قوت جسمی سے بہی۔

علی مرتضےٰؑ نے جو اس مسئلہ مین اقوی اور اعلم ہونے کی حجت نصی حق خلافت کے لیے بیان فرمائی ہی اُسکے حضرت ابو بکر پر منطبق کرنے کے لیے ایسا طریقہ مصنف مخاطب نے اپنے استدلال مین اختیار کیا ہی کہ جس سے وہ دشواری پر دشواری مین پہنس گئے ہین۔ نہ وہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ سے حضرت ابو بکرؓ اقوی اور اشجع اور زیادہ قدرت رکھنے والے امور خلافت مین تھے نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ ابو بکر اعلم احکام خدا کے اور زیادہ تر استنباط کرنے والے مسائل شریعت کے آیات قرآنی اور ارشادات نبوی سے بمقابلہ علی مرتضےٰؑ کے تھے۔ نہ یہ ثابت کرسکتے ہین کہ علی مرتضیٰ کے اقوی الناس اور اعلم الناس ہونے مین عین وقت وفات

رسول فوراً نقصان آگیا تھا۔ نہ اسکی تردید کرسکتے ہین کہ غلبۂ قوت علمی علی مرتضٰی کا ہر زمانۂ خلافت مین اور قوت جسمی کا شروع خلافت حضرت ابو بکر مین وقت ارتداد کے مسلم ہو چکا ہی۔

بمقابلہ مصنف مخاطب کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہی کہ اُسنے اپنے آپکو ان دشواریون مین نہین پھنسایا۔

علی مرتضیٰؑ نے اس مسئلہ مین حق خلافت کے لیے جو اقوی اور اعلم ہونیکی قید لگائی ہی اُس سے حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتین غیر صحیح قرار پاتی ہین اسوجہ سے کہ ان تینون زمانہ مین اقوی اور اعلم علی مرتضٰی موجود تھے اور بحالت موجود ہونے اقوی اور اعلم کے حضرات خلفاے ثلاثہ غیر اقوی اور غیر اعلم کو خلافت کے لیے قبول کیا گیا۔

ابن ابی الحدید نے اس ایراد سے اپنے آپکو محفوظ رکھنے کے لیے اور حضرات خلفاے ثلاثہ کی خلافتون کے صحیح قرار پا جانے کے لیے ایک اور پہلو نکالکر یہ کہا ہی کہ وہ یہ فرمانا علی مرتضٰی کا کہ احق الناس امامت کے لیے وہ شخص ہی کہ جو اقوی ہو اُنین خلافت پر اور اعلم ہو اُنین حکم خدا کا امور خلافت مین۔ یہ منافی نہین ہی مذہب ہمارے اصحاب بغدادین کا کہ صحت امامت مفضول کی اُنکے مذہب مین ہی۔ اسواسطے کہ علی مرتضیٰؑ نے امامت غیر اقوی کو فاسد نہین فرمایا۔ لیکن یہ فرمایا ہی کہ اقوی احق ہی۔ اور ہمارے اصحاب منکر نہین ہین اس بات کے کہ علی مرتضٰیؑ احق تھے امامت کے لیے اُن لوگون سے کہ جو اُنسے متقدم ہوے جسکے ساتھہ ہی وہ صحت امامت متقدمین کے بھی قائل ہین اسواسطے کہ کچھہ منافات نہین ہوتی ہی درمیان احق ہونے کسی کے اور درمیان صحت امامت غیر اُس احق کے ۔۔

لیکن برکات اس سخن کی خود اسی سخن سے ظاہر ہیں اور ایسا سخن کلام صحیح
اور بلیغ علی مرتضے کا قبول نہیں ہونے دیتا۔ کسی کام کے لیے مفضول
کو قبول کرنا درجہ تنزل کا قبول کرلینا ہی۔ اور فطرت انسانی ہمیشہ ترقی چاہتی
ہی۔ خلاف فطرت انسانی کے درجہ تنزل کو قبول کرنا اور اُس قبول کو صحیح سمجھنا
ابن ابی الحدید یا اُنکے ہم خیال پسند کریں مگر میں عقلا اسکو پسند نہیں کرسکتا
ہون۔

سوائے مجانین اور فاترالعقل کے بنی نوع انسان میں کوئی فرد ایسی نہیں ہی
کہ جسمین بمقابلہ ایک دوسرے کے درجہ قوت اور علم کم و زیادہ نہو یا مساوی ہو
اور جب اُنہیں سے کسی ایک کو سردار بنانا منظور ہو کہ جسکی سب اطاعت کریں
اور وقت سردار قبول کرنے کے اُن سب میں کسی کی افضلیت کا خیال نہ
رکھا جاوے تو سب سے آخر درجہ کے مفضول کے لیے سردار بننے کا حق
پہنچا ہو جائیگا۔ اور کل قوم میں جو سب سے مفضول ہو سردار قرار پا جائیگا۔
ابن ابی الحدید یا اُن کے ہم خیال ایسے سردار کے سامنے اپنا سر جکائیں
مگر ہمارا تو سلام ہی۔

جسوقت علی مرتضےٰ نے یہ مسئلہ حق خلافت کا بیان فرمایا ہی اُسوقت
حالت زمانہ امت پیغمبر کی طرف سے یہ سوال کرتی تہی کہ جب مسلمانونکی قوم
کے لیے کسیکو خلیفہ یعنی بادشاہ بنانا منظور ہو تو اپنی قوم میں سے کسکو خلیفہ
قبول کیا جاوے۔

اُسکے جواب میں علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ وہ شخص احق ہی قبول کیے
جانے کا جو اُن سب میں قوی تر ہو خلافت کے کرنے پر اور اعلم تر ہو احکام خدا
کا بیچ خلافت میں۔

پس اسی مسئلہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہی کہ اقوی اور اعلم کی خلافت صحیح ہی اور اوسکے غیر کی جس مین کل مفضول بمقابلہ اُس افضل کے شامل ہی باطل ہی۔ اور علی مرتضے کو ہرگز ضرورت اس امر کی نہین تہی کہ وہ بعد فرمانے ایسے کلام بلیغ کے یہ بہی فرماتے کہ امامت غیر اقوی کی فاسد ہی کہ ایسا بیان فضول اور داخل عیب بلاغت کے تہا۔

مین قبول کرتا ہون کہ ابن ابی الحدید نے درمیان ہونے کسی کے احق اور درمیان صحت امامت غیر احق کے فرق بتانے کے وقت اقوی سے مراد احسن سیاست اور اعلم سے مراد اکثر علم اور اگر ما گرم تفسیر ان سے جو مقتضائے علم ہون لی ہی۔ لیکن اس مراد سے کوئی امر مفید اُن کے سخن کے لیے پیدا نہین ہوسکتا اسلیے کہ ترک اولی خالی زلت او بفرسے نہین ہی اور قبول حسن بمقابلہ احسن کے قبیح ہی۔

اور اگر علی مرتضے کے نزدیک خلافت مفضول فاسد ہوتی تو وہ خود بحالت ترک کیے جانے افضل کے قبول کیے جانے مفضول کا اور اُسکی صحت امامت کا بیان فرماتے کہ مسئلہ جواز ایسے بیان کا مشتاق رہتا تہا اقوی اور اعلم قوم کو تمام قوم پہچانتی ہوتی ہی اور وہ اقوے اور اعلم ہو سو قصو نیز اظہار بہی اپنی اعلی درجہ کی قوت اور علم کا فخر کرتا رہتا ہی جسکے قبول کہ لینے مین کوئی دشواری پیش نہین آسکتی۔

اور اگر متعدد اشخاص دعوے اقوے اور اعلم ہونے کا کرتے تو مہاجرین اور انصار جنکو اہل الراے یا اہل حل و عقد کہا جاتا ہی مجتمع اور متفق ہوکر اُنمین سے کسی ایک کو امام موسوم کر سکتے تہے۔ لیکن بحالت ترک افضل کے اگر مفضول کا خلافت اور امامت کے لیے قبول کرنا صحیح ہوسکتا تو اُس کے انتخاب

کے لیے عجب تماشا نظر آتا کہ اُس افضل کے سوا کل قوم کا ہر فرد بشر دعویدار مفضولیت کا ہوتا — اور بالآخر انتہائے درجہ مفضولیت پر پہونچکر مجانین اور فاترالعقل مین سے افضل کا انتخاب کیا جاتا بلکہ پوری تکمیل صحت امامت مفضول کی اُسوقت ہوسکتی تھی کہ جب کسیکو جنون اور فتور عقل دوری نہو بلکہ مستمر ہو اور اُسمین ہی قدامت کا لحاظ زیادہ کیا جائے —

میرے نزدیک اگرچہ ابن ابی الحدید اُن دشواریون مین نہین پہنسے مین کہ جن دشواریون مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین۔ لیکن ابن ابی الحدید اور اُنکے ہم خیالون نے جو طریقہ اختیار کیا ہی وہ اپنی دشواری مین اُن دشواریون سے کم نہین ہی جن مین مصنف مخاطب اور اُنکے ہم خیال پہنسے ہین — اور ہر ایک نے ہر ایک کے دشوار طریقہ پر نظر کرکے دوسرے کے طریقہ کو چھوڑا ہی —

لیکن جب اُن دونون کے طریقہ پر بمقابلہ ارشاد علی مرتضٰےؑ کے نظر کیجاتی ہی تو دونون کے طریقہ دشوار گذار نظر آتے ہین اور اُنپر چلنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہی اور صراط مستقیم موافق ارشاد علی مرتضٰےؑ کے وہی دکھائی دیتی ہی جو شیعون کا مسلک ہی — کہ اتقے اور اعلم کا خلافت کے لیے قبول کیا جانا صحیح ہی اور غیر اتقے اور غیر اعلم کا قبول کیا جانا خلافت کے لیے باطل اور فاسد ہی —

پھر مصنف مخاطب اُسی خطبہ کا آئندہ فقرہ نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "پھر اگر فتنہ کرے کوئی مفسد تو اُسپر عتاب کیا جائے اور اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جائے" اور کہتے ہین کہ فاضل میثم نے اسکی شرح مین لکھا ہی کہ "وہ یہ حکم اُس باغی کا ہی جو انعقاد بیعت کے بعد امام سے بغاوت کرے" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضٰےؑ نے اس اپنے ارشاد مین جو حکم فرمایا ہی اور جو

شرح کہ ابن میسم نے کی ہی یہ حکم بمقابلہ اُسی خلیفہ اور امام کے ہی کہ جو سب مین اقوی اور اعلم ہونے کی وجہ سے باجتماع اور اتفاق اُن لوگون کے خلیفہ اور امام قبول کیا گیا ہو جو اُسکے قبول کرنے کا حق رکھتے ہون — اور اُسکا تقرر باضابطہ عمل مین آیا ہو اور ایسے ہی خلیفہ اور امام سے بغاوت کرنے والے کے لیے وہ حکم ہی —

مصنف مخاطب پھر فقرہ آئندہ خطبہ کا یہ ترجمہ کرتے ہین کہ "اور قسم ہی مجکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک سب آدمی حاضر نہون اُسوقت تک منعقد نہو تو نہوگا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور اسکی تصریح یون کرتے ہین کہ "جناب امیر اپنی جان کی قسم کہا کر فرماتے ہین کہ اگر خلافت کے لیے یہ شرط ہوتی کہ جب تک کل آدمی حاضر ہو کر بیعت نہ کرین اُسوقت تک بیعت منعقد نہو تو انعقاد خلافت کی کوئی صورت ہی نہین اسلیے کہ سب کا جمع ہونا مشکل ہی —

مصنف مخاطب نے فقرہ کلام علی مرتضےٰ کے ترجمہ مین جو یہ ترجمہ کیا ہی کہ "جب تک سب آدمی حاضر نہون" اس مین لفظ "سب آدمی" ترجمہ ہی لفظ "عامۃ الناس" کا یہ ترجمہ صحیح نہین ہی — بلکہ صحیح ترجمہ اُسکا "عام لوگ" ہی

پس کل مضمون فقرہ کلام علی مرتضےٰ کا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ "اور قسم ہی مجھکو اپنی جان کی کہ اگر امامت کے لیے یہ حکم ہو کہ جب تک عام لوگ حاضر نہون اُس وقت تک منعقد نہو تو نہوگا خلافت کا کوئی طریقہ"

اور مصنف مخاطب نے جو تصریح کی ہی اُسمین بجاے کل آدمی کے عوام الناس لکھنا چاہیے تہا — کہ درحقیقت خلافت بیعت خواص سے منعقد ہوجاتی ہی نہ عوام سے جیسا نہ علی مرتضےٰ کے فقرہ آئندہ مین ذکر ہی جسکا مصنف

مخاطب یہ ترجمہ کرتے ہیں "اور لیکن اہل اُسکے حکم کرتے ہیں اُسپر جو بیعت خلافت سے وقت غائب تھا"

اور اسکے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ "جو لوگ بیعت کر چکے انہین کا حکم اُنپر بھی جاری ہوگا جو اُسوقت موجود نہ تھا" ہمکو نہ اس فقرہ کے ترجمہ پر کچھ بحث ہے نہ اسکے معنی پر کسی شرح کی ضرورت ہے۔

مصنف مخاطب نے پھر فقرہ آئندہ کا یہ ترجمہ کیا ہی "پھر حاضر کو یہ اختیار نہین کہ بیعت سے رجوع کرے اور غائب کو یہ اختیار نہین کہ کسی اور کو پسند کرے"

لیکن اس فقرہ کا ترجمہ مصنف مخاطب کو اسطرح کرنا چاہیے تھا کہ "پھر نہین جائز ہی واسطے حاضر کے یہ کہ پھر جائے (ای بیعت کو توڑ دے) اور نہین چاہیے غائب کو یہ کہ کسی اور کو اختیار کرے (ای اہل الرائے نے مجتمع ہوکر بالاتفاق جس کسی کو خلیفہ اور امام قبول کر لیا ہی غائب کو بھی لازم ہی کہ اُسی کو قبول کرے اُسکے خلاف کسی اور کو قبول نہ کرے)۔

ان تمام فقرات اور اُسکے معنی اور ترجمہ سے ظاہر ہی کہ کوئی استدلال سودمند مصنف مخاطب کے لیے پیدا نہین ہو سکتا ہی۔ تاہم مصنف مخاطب یون استدلال کرتے ہین کہ "اس قول مین تو جناب امیرؑ نے قسم کھا کر فرما دیا کہ خلافت کے لیے بعض کی بیعت کافی ہی سب کا حاضر ہونا ضرور نہین۔ کیا حضرات شیعہ کے نزدیک یہ قسم بھی جناب امیرؑ کی جھوٹی تھی"

پھر مصنف مخاطب اپنے استدلال کی یہ تائید بھی کرتے ہین کہ "اس سے پہلے جناب امیرؑ کا یہ قول بھی ہم نقل کر چکے ہین کہ فاسق کی خلافت بھی جائز ہی وہ قول خوارج کے مقابلہ مین تھا جو امامت کے بالکل منکر تھے"

یہ ہی کہ جو حاضر ہو اسکو جائز نہین ہی کہ انعقاد امامت سے جو اُسکے اہل انعقاد کرین پھر سکے اور نہ غائب کسی اور کو اختیار کر سکتا ہی۔

یہ فقرہ اس مضمون پر تمام ہوتا ہی آگے فقرہ یہ ہی کہ بیشک قتال کا شروع کرنے والا ہو سکتا ہون دو شخصون سے ایک وہ شخص کہ ادعا کرے ایسی چیز (امر امامت) کا جو نہین ہی واسطے اُسکے (یعنی حق واسطے اُسکے) دوسرے وہ شخص کہ منع کرے ایسے شخص کو کہ جو اس امامت پر ہو (یعنی مانع طاعت ہو اور اقتثال امر امام کا نکرے)۔

بقیہ مضمون اس فقرہ سے ظاہر ہی کہ علی مرتضےٰ ایسے شخص سے قتال جائز سمجھتے تھے کہ جو استحقاق امامت کا نرکھتا ہو۔ اور ظاہر ہی کہ حضرات خلفائے ثلاثہ بمقابلہ علی مرتضےٰ کے اقوی اور اعلم نہین تھے۔ پس یہ حضرات جو بے ضابطہ امام بن بیٹھے اور منصب امامت قبول کر لیا وہ اُنکا حق نہین تھا اسلیے کہ وہ حق احق الناس کا تھا اور احق الناس وہ ہو سکتا تھا جو اقوی اور اعلم ہو اور یہ صفتین اس عہد مین صرف علی مرتضےٰ مین تھین۔ اور سوائے علی مرتضےٰ کے اور کسی مین یہ صفتین نہین پائی جاتی تھین۔ اور اُن تینون کا امام اور خلیفہ بن جانا بھی باجتماع مہاجر اور انصار اور اہل الرائے جزوی کے ہوا نہ کلی کے۔

پس غیر علی مرتضےٰ پر جو انعقاد امامت اور خلافت کا ہوا وہ بے قاعدہ اور خلاف مسئلہ فرمودۂ علی مرتضےٰ کے ہوا اور اسی بنا پر علی مرتضےٰ کو اُنسے قتال جائز تھا (جیسا کہ آخر حصہ فقرہ مذکورہ اسی خطبہ مین ہی)

اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت علی مرتضےٰ نے سوچا تھا کہ اُنپر حملہ کی جرأت کرون یا نہین؟ جیسا کہ خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہی۔ لیکن

علی مرتضےٰ پر اُن سے ایسا قتال جائز تہا نہ واجب – اسلیے بوجوہ دیگر کہ جس

مین دین اسلام تباہ ہوتا تہا ایسی حالت مین علی مرتضےٰ کو لازم نہین تہا

کہ وہ امر جائز پر عمل کرتے پس اُنہون نے امر جائز پر عمل نہ کرکے صبر فرمایا

دوسرے اُس شخص سے علی مرتضےٰ قتال جائز جانتے تہے کہ جو مانع

طاعت امام ہو اور اُسکے حکم کو نہ مانے –

اسمین اشارہ ارباب جنگ جمل اور ارباب صفین اور نہروان کی طرف ہی

کہ باوصف اسکے کہ علی مرتضےٰ باقاعدہ امامت اور خلافت کے لیے قبول

کیے گئے – اور ارباب جنگ جمل اور صفین اور نہروان اطاعت علی مرتضےٰ

سے امتناع کرتے تہے اور علی مرتضےٰ کے حکم کو نہین مانتے تہے اور اُن

سے جنگ کرنے کے لیے کوئی امر مانع نہین تہا اسلیے علی مرتضےٰ نے

اُنسے جنگ کرنا ضرور سمجہا –

مصنف مخاطب نے اس مضمون کو اپنے فقرہ منقولہ سے اسی غرض

سے ترک کیا ہی کہ مضمون اس فقرہ کا علانیہ ایسا موافق مذہب شیعہ

کے اور خلاف مخالفین کے ہی کہ جسمین مصنف مخاطب یا اُنکے ہم خیال کچہہ

تحریف معنی کی بہی نہین کرسکتے تہے –

بقیہ مضمون اسی خطبہ کا ہم ذیل مین ترجمہ کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا

کہ اُس سے مذہب شیعہ کسقدر موافق ہی اور مذہب مخالف شیعہ کس قدر

مخالف ہی –

پہر علی مرتضےٰ فرماتے ہین کہ ای بندگان خدا تمکو پرہیزگاری کی

نصیحت کرتا ہون کیونکہ پرہیزگاری بہتر اُن تمام نصیحتون سے ہی جنکے ساتہہ

بندے نصیحت کیے جاتے ہین اور بہتر انجام امور ہی خدا کے نزدیک اور

بالتحقیق کھل گیا دروازہ لڑائی کا درمیان تمہارے اور اہل قبلہ کے اور نہیں
اٹھاتے ہیں اس علم کو مگر صاحبان بصیرت اور صاحبان صبر و علم مواضع حق کے
پس چلے جاؤ واسطے اسکے جسکا حکم دیا جاتا ہے تمکو اور ٹھیرو پاس
اُس کے کہ منع کیے جاؤ ۔ اور جلدی نہ کرو کسی کام کرنے میں جب تک کہ
تفتیش اُسمین نہ کر لو کیونکہ ہمارے لیے ہر امر کے ساتھ تبدیلیاں ہیں
بنا ہوا ناپسند کرنے ہو تم ۔ آگاہ ہو کہ تحقیق یہ دنیا جسکی تم تمنا رکھتے ہو
تم اور اسمین رغبت کرتے ہو اور صبح اُسکی تمکو غضبناک کرتی ہے اور خوش
بھی کرتی ہے گو تمہارا گھر نہیں اور نہ وہ منزل ہے جسکے لیے تم پیدا کیے گئے ہو
اور نہ وہ ایسی چیز ہے جسکی طرف تم بلائے گئے ہو ۔ آگاہ رہو کہ نہ وہ تمہارے
لیے باقی رہیگی اور نہ تم اُسپر ہمیشہ رہوگے اگرچہ تمکو اُسنے دھوکے میں
ڈالا ہے پس تحقیق میں نے اُسکے شر اور بدی کی خطرناکی ظاہر کردی تمکو پس
چھوڑ دو اُسکے دھوکے کو بسبب اُسکے حذر دلانے کے اور طمع کرنے
اُسکے کو بوجہ خوف دلانے اُسکے کے (یعنی دہ دنیا خود ہی حذر اور خوف
دلاتی ہے) اور سبقت کرو دنیا میں اُس گھر کی طرف جسکے لیے تم بلائے گئے
ہو اور پھیر دو اپنے دلوں کو اُس (دنیا) سے اور ہرگز تم میں سے کوئی شخص
نہ روئے جیسے کہ لونڈیاں کرتی ہیں دنیاوی چیز کے نہ دستیاب ہونے پر اور
تم پورا کرنا چاہو اپنے اوپر نعمت خدا کا صبر کے ساتھ جو خدا کی اطاعت پر
کیا جائے اور اُس محافظت کے ساتھ جسکو کتاب خدا نے محفوظ رکھا
(یعنی کتاب خدا نے جو حفاظت تمہاری کی ہے اُسکے ذریعہ سے اپنی محافظت
کرو) آگاہ ہو کہ نہ ضرر پہونچائیگا تمکو ضایع کرنا دنیاوی کسی شی کا بعد اسکے کہ
تمنے حفاظت ستون دین کی کر لی ۔ آگاہ رہو نہ نفع دیگا تمکو جسکی تمنے محافظت

کرتا ہون ہوی سے (دل سے [illegible] ہین کو ضائع کرکے) خدا ہمارے اور تمہارے قلوب کو پہیر دے حق کی طرف اور ڈالدے ہمارے اور تمہارے دلون مین صبر"

یہ خطبہ علی [illegible] نے اس وقت فرمایا ہی جبکہ [illegible] قتل حضرت عثمان کے [illegible] گئے ہین اور باہم اہل قبلہ کے جنگ شروع ہوگئی ہی جیسا کہ مضمون خطبہ سے ظاہر ہی۔ اور مسلمان احکام خدا کے جاننے مین یا قرآن سے مسائل کے استنباط مین عاجز یا بے راہ چلنے پر آمادہ ہوچلے تھے۔

علی مرتضیٰ کے اسی قسم کے خطبون کی وجہ سے امام شافعی قائل ہوگئے ہین کہ اگر علی مرتضیٰ نہوتے تو احکام اہل بغی سے کچہہ بہی کہا نہ جاسکتا

اس واجب التعظیم رائے سے علی مرتضیٰ کے علم و فضل کا اندازہ بمقابلہ غیرون کے اہل نظر کی نگاہ مین بخوبی ہوسکتا ہی۔ کہ اگر علی مرتضیٰ نہوتے تو مذہب اسلام بغیر بیان ایک رکن عظیم کے ہوتا۔ علی مرتضیٰ ہی وہ شخص تہا کہ جسنے اپنے علم سے تکملہ مذہب اسلام کا کیا۔

علی مرتضیٰ نے اس خطبہ مین مذہب اسلام کے مستقیم کرنے کے لیے ہدایت اور اپنے پند و نصائح سے مسلمانون کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائی ہی اور بعد پیغمبرؐ جو واقعات پیش آئے تہے اُن کو پیش نظر رکہکے حقیقت ہر ایک امر کی مع اسکے کہ مسلمانون کو کیا کیا کرنا چاہیے دکہائی ہی۔

پہلے علی مرتضیٰ نے پیغمبرؐ کی مدح پر شہادت دی ہی کہ وہ امین وحی تہے تاکہ لوگون کو یقین ہو کہ پیغمبرؐ تنزیل من اللہ سے کچہہ تحریف اور

تبدیلی نہیں کرتے تھے اور اُنسے اُنمیں کچھ خطا نہیں ہوتی تھی جو نتیجہ عصمت
ہی۔ اور غرض اس ارشاد سے یہ تھی کہ تاکہ قرآن کے صحیح منزل من اللہ
ہونے میں ذرہ بھر شبہہ نہ کریں۔

پھر پیغمبرؐ کے خاتم المرسلین ہونیکے وجہ ظاہر کی ہی کہ یہ [illegible] اس پیغمبرؐ کے
کوئی اور پیغمبرؐ آنے والا نہیں ہی اور ضرور ہی کہ بعد اُسکے [illegible]
قائم رکھنے کے [illegible] اور اُسکے چلانے کے [illegible]
کوئی اُسکا جانشین ہو اور وہ جانشین کیا صفات رکھتا ہو [illegible]
وہ خلافت پیغمبرؐ کا احق الناس ہو۔

پھر پیغمبرؐ کو بصفت بشیر و نذیر یاد کیا ہی تاکہ لوگ [illegible]
احکام خدا کے عمل کرنے سے رحمت خدا کے مستحق ہوں [illegible]
احکام خدا کے عمل میں لانے سے سزاوار عذاب ہوں گے۔

پس بعد ذکر پیغمبرؐ کے سب سے پہلے اُس شخص کے ذکر کی ضرورت
تھی کہ جو مستحق پیغمبرؐ کی جانشینی کا ہی۔ اور اُسکی وہ صفت یہ فرمایا کہ خلافت
پیغمبرؐ کا احق الناس وہ کوئی ہی کہ اُس امر خلافت کے [illegible] سب میں [illegible]
ہو یعنی قدرت سیاست اکملیت کے ساتھ رکھتا ہو تاکہ کام [illegible] چلانے
والا ہو موافق خلافت اور اُسکی کیفیتوں کا اور کیفیت [illegible]
اور اسی سے لازم آتا ہی اشجع الناس ہونا اُسکا۔

دوسرا وصف یہ فرمایا ہی کہ اعلم ہو حکم خدا کا نیابت رسولؐ کے بارہ میں
یعنی اصول اور فروع دین کا بڑا جاننے والا ہو۔ تاکہ ہر عمل کو اُسکے محل پر رکھے
جس سے یہ لازم آتا ہی کہ شدید تر ہو حفاظت کرنے والا امر اعانت حدود
خدا کا اور اُسپر عمل کرنے والا۔ اور یہ امر لازم کرتا ہی کہ وہ اُن لوگوں میں عدل [illegible]

غور کرنا چاہیے کہ کیا ان اوصاف سے علی مرتضیٰ کے سوا کسی اور میں بھی [illegible]

جو مقام نیابت رسولؐ پر قائم رکھے [illegible]

یقین کرنا چاہیے کہ یہ اوصاف [illegible]

علی مرتضیٰ [illegible] کسی دوسرے میں یہ اوصاف [illegible]

اور جن میں یہ اوصاف پائے جائے تو قسم ہے خدا کی [illegible]

نام بتا دیتے اور کسی اور کا نام نہ بتلانے سے صریح [illegible]

کی طرف جسکو خدا نے نفس رسولؐ کہا ہے۔ اور یہ [illegible]

پس مسلمانوں کو لازم تھا کہ ایسے ہی شخص کو بعد پیغمبرؐ کے پیغمبر کا نائب

قبول کرتے۔ اگر ایسے شخص کو جس کسی نے نائب پیغمبرؐ کا مانا اور بس کسی نے

کہ اسکو قبول نہ کیا سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبر بشیرؐ کی بشارت رحمت کا کہاں

اور پیغمبر نذیر کی نذارت عذاب کا کہاں موقع ہوگا۔ کہ اس طرح سے ذکر

وقت معراج رسولؐ کے شروع خطبہ میں علی مرتضیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

پھر علی مرتضیٰ نے انہیں اوصاف والے کے نائب پیغمبرؐ کے قبول

ہو جانے والے کے بارہ میں یہ مسئلہ فرمایا ہے "پھر اگر فتنہ کرے کوئی فتنہ پرداز

تو اُسپر عتاب کیا جاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اُس سے قتال کیا جاوے"

لیکن یہ مسئلہ اُسی حالت سے منطبق ہوگا کہ جب اقوی اور اعلم نائب

رسولؐ قبول کیا جاوے اور نہیں تو نہیں۔ جسکا نتیجہ ہے کہ علی مرتضیٰ کے

خلیفہ قبول ہونے کے بعد عمل اس مسئلہ پہ ہوگا نہ اُنکے غیر خلیفہ قبول ہو جانے

کی حالت میں۔

بلکہ اُنکے غیر کے خلیفہ قبول ہو جانے پر حملہ جائز ہے کہ اُس حملہ پر اطلاق

فتنہ کا نہ ہوگا کیونکہ انعقاد خلافت غیر اقوے اور اعلم پر خود فتنہ ہے۔ گو کسی

اور اُسی کے ساتھ علی مرتضےٰ نے تصریح سے فرمادیا ہی کہ دو شخصوں سے مین لڑ سکتا ہون - ایک اُس شخص سے جو دعوے کرے اُس چیز کا جسکا وہ حق نہین رکھتا یعنے حضرت ابو بکر کہ خلیفہ بن بیٹھے جسکا وہ حق نہین رکھتے تھے -

دوسرے اُس شخص سے کہ جو روکے اُس چیز کو جو اُسپر واجب ہو جاتی (یعنے قتال باغیون سے کہ جسپر اطاعت امام واجب تھی) جسمین اشارہ طرف جنگ جمل اور صفین اور نہروان کے ہی -

پھر اسکے بعد تمام نصائح علی مرتضےٰ نے فرمائے ہین - جسکی ابتدا پرہیزگاری سے کی ہو یعنے انسان کو ہر امر بد سے بچنا لازم ہی -

پھر واقعہ حرب کا درمیان اہل قبلہ کے ذکر کرکے بتایا ہو کہ صاحبان بصیرت اور صبر اور اہل علم ہی متحمل اسکے ہو سکتے ہین جو موافق حق کو پہچانتے ہین - اس فقرہ مین اہل صبر کا لفظ بہت غور طلب ہو کہ کس موقع کو زیر نظر رکھکے اُس کلمہ کے فرمانے کی ضرورت ہوئی ہی -

جہان تک خیال کیا جاتا ہی وہ موقع سوائے خلافتون حضرات خلفائے ثلاثہ کے اور کوئی نہین ہوسکتا - جنکو علی مرتضےٰ صحیح نہین سمجھتے تھے لیکن دوسرے وجوہ کے پیش نظر ہونے کے باعث اُن سے قتال بھی نہین کرسکتے تھے اور صبر کرلیتے تھے -

صبر کے معنی ہین غصہ کو پی جانا جسکی مراد یہ ہوئی کہ علی مرتضےٰ کو اُن خلافتون کے انعقاد پر غصہ تو بہت آتا تھا مگر غصہ کو پی جاتے تھے - اور ایسے غصہ کے پی جانے والون کی نسبت اس خطبہ مین فرمایا ہو کہ وہ متحمل ایسے موقعون کے ہوتے ہین

اور اُسکے ساتھ یہ فرمایا ہو کہ حالت کے تغیر سے امر بدل جاتا ہی۔ پس ہر حالت
کے حکم کی ہمیشہ تفتیش کر لو۔ پھر دنیا اور اُسکی آرزو اور طمع کی مذمت کی ہی اور
اُسکے حصول کو خطرناک ظاہر فرما کر ہدایت کی ہی کہ دنیا کے ضائع ہونے سے
کچھ ضرر نہیں ہو سکتا جبکہ دین کی حفاظت ہو رہی ہی کتاب خدا کے بموجب
اور ستون دین کا قائم ہو چکا ہی۔ لیکن دنیا کچھ نفع نہیں دے سکتی اگر دین
ضائع ہو جاے ؏

مقصود اس ہدایت سے یہ ہی کہ دین میں جو طریقے مقرر کر دیے گئے
ہیں اُسکے بموجب لوگوں کو چلنا چاہیے اگر اُن طریقوں پر چلنے سے کچھ دنیا
ضائع ہو جائے تو کچھ پروا نہیں کرنی چاہیے اسلیے کہ دین کے طریقوں پر چلنے
سے وہی دنیا ضائع ہو سکتی ہی جو خلاف طریقوں دین کے چلنے سے حاصل
ہو۔ اور اُسکے ضائع ہونے سے کچھ ضرر نہیں پہونچ سکتا ہی اور وہ دنیا جو
خلاف طریقوں دین پر چلنے سے حاصل ہو کچھ نفع نہیں پہونچا سکتی۔

علی مرتضیٰ نے جو یہ کلیہ فرمایا ہی اُسکی مثال اُنکی نگاہ میں وہی تینوں
خلافتیں تہیں کہ جو خلاف طریقوں دین کے حاصل کی گئی تہیں جنکا نتیجہ
یہ ہوا کہ اُنکے انعقاد میں اختلاف ہونے کی وجہ سے اور غیر مستحق کے خلفا
قرار پانے کے سبب سے خلافت صحیح بہی قائم نہو سکی۔ اور باہم مسلمانوں
کے دروازہ حرب کا کہل جانے سے سلطنت قومی مسلمانوں کی ضعیف اور
آخرکار تباہ ہو گئی۔ اور تمام روے زمین پر کسی وقت پہیل نہ سکی۔
اگر اقوی اور اعلم کو احق الناس مسلمان مستحق سمجہکر بالاتفاق اول ہی خلیفہ
مقرر کرتے کہ یہی طریقے دین کے تہے تو کبہی نہ غیر مستحق کو حوصلہ خلافت کا پیدا
ہوتا نہ باہم مسلمانوں کے جنگ ہوتی نہ تمام روے زمین پر مذہب اسلام

پہنچانے سے غرض کیا تھا۔

پھر مصنف مخاطب جناب امیر علیہ السلام کی اس کیفیت کا جو شاہ صاحب کا خیال پیدا ہو جانے کے لیے آنحضرت کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ وہ جناب امیر بابت نہ کرنے کہ صحابہ کی جماعت سے اور کسی کو خلیفہ بنایا ہوا ہو رسول کا قول ہے کہ حق ہمیشہ جماعت کی طرف ہے

اور مصنف ابن ماجہ سے ارشاد رسول نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ وہ بیشک میری امت متفرق ہوگی بہتر فرقہ پر اکہتر فرقے ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ نجات پائیگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہوگا رسول نے فرمایا جماعت جماعت جماعت ہے

اس ترجمہ پر ہمکو کچھ عذر نہیں ہوا بشرطیکہ یہاں ترجمہ یوں ہونا چاہیے کہ وہ بیشک میری امت قریب ہے کہ متفرق ہوگی کیونکہ اصل لفظ عربی یہ ہیں ان امتی ستفترق

مصنف مخاطب ارشاد پیغمبر مندرجہ بالا سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ اس بیان سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جناب امیر نے ابوبکر سے لڑنے کا ہرگز خیال نہ کیا ہوگا

یہ روایت خصال میں اسطرح مروی ہوئی ہے کہ بات کہی ہمسے ابو احمد شافعی نے فرغانہ میں کہا کہ بات کی ہمسے مجاہد بن اعین بن داؤد نے کہا بات کی ہمسے محمد بن فضل نے کہا بات کی ہمسے ابن لہیعہ نے اسنے سعید بن ابی ہلال سے اسنے انس بن مالک سے کہا اسنے کہ فرمایا رسول اللہ نے بیشک بنی اسرائیل متفرق ہوے عیسیٰ کے بارہ میں اکہتر فرقوں پر پس ہلاک ہوے ستر فرقے اور نجات پائی ایک فرقے نے اور تحقیق امت میری قریب ہے کہ متفرق

گر پہلے خاص طور پر اعلیحضرت سپہر شوکت صاحب عالم پرنس مرزا محمد
... الدین حیدر بہادر بالقابہ و جناب نجف خان بہادر نواب حاجی
... شجاعت علی بیگ خان صاحب قزلباش رئیس مرشدآباد کا دلی احسانمندی کے ساتھ
شکر گزار ہوں کہ ان بزرگواروں نے اپنی عالی ہمتی سے پچاس پچاس روپیہ بنظر امداد عطا فرمائے
خدا ان کی توفیقات عالیہ میں برکت عطا کرے۔ والتسلیم

تعداد زر	نام معاونین	نمبر شمار
سے ر	جناب سید عوض علی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر	۱
سے ر	از سرکار آصف الدولہ شجاع الملک نواب سید زین العابدین خان بہادر فیروز جنگ	۲
سے ر	جناب سید ہادی حسین صاحب وکیل۔	۳
سے ر	جناب مولوی سید ہادی علی صاحب آنریری مجسٹریٹ	۴
سے ر	جناب سید منیر حسن صاحب تعلقدار اودھ	۵
سے ر	جناب مولوی سید نظیر حسین صاحب مدرس۔	۶
سے ر	جناب مولوی سید غلام حیدر صاحب۔ خان بہادر ریٹائر سب جج	۷
سے ر	جناب مولوی سید تجمل حسین صاحب سب جج۔	۸
عہ	جناب نواب سید صفدر نواب صاحب بہادر بالقابہ	۹
سے ر	جناب سید محمد تقی صاحب تعلقدار	۱۰
سے ر	جناب سید شریعت حسین صاحب انسپکٹر	۱۱
سے ر	جناب سید خلیفہ محمد کاظم صاحب جج۔	۱۲
عہ	جناب سید مددعلی شاہ صاحب سابق صدر قانونگو۔ مولقایا	۱۳
سے ر	جناب سید علیجان صاحب ہیڈ کلرک جیل۔	۱۴
سے ر	جناب سید امید علیشاہ صاحب نقوی البخاری	۱۵
سے ر	جناب مولوی حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل	۱۶
عہ	از سرکار حکیم مرزا محمد رضا خان بہادر رئیس نجف	۱۷

نمبر	نام	رقم
۱۸	جناب آغا حسین صاحب قزلباش انٹرنس	سے
۱۹	جناب مرزا رشید علی بیگ صاحب کمشنر نیلام	سے
۲۰	جناب شیخ سخاوت علی صاحب سب رجسٹرار	سے
۲۱	جناب سید صادق علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر	سے
۲۲	جناب حکیم میر سجاد حسین صاحب	سے
۲۳	جناب سید ظہور الحسن صاحب نائب تحصیلدار	سے
۲۴	از سرکار نواب میر دوست علیخان بہادر بالقابہ رضوی	[illegible]
۲۵	جناب سید ملازم حسین صاحب وثیقہ نویس	سے
۲۶	جناب سید فدا حسین صاحب واصلباقی نویس	سے
۲۷	جناب مرزا عبد علی صاحب بلینٹ انجنیر (بقایا عنایت ہے)	۱۲
۲۸	جناب اشرف علی صاحب عرف منا صاحب (ایضا)	[illegible]
۲۹	جناب سید محمد صاحب	سے
۳۰	جناب سید امیر کاظم صاحب	سے
۳۱	جناب سید مرتضیٰ حسین صاحب	سے
۳۲	جناب سید محمد منیر صاحب اہلکار سررشتہ	سے
۳۳	جناب مولوی سید حشمت علی صاحب وکیل	سے
۳۴	جناب سید فدا حسین صاحب اوورسیر ( ) (۳۵) جناب سید حسین صاحب وکیل	سے
۳۶	جناب نواب مولوی نوازش علی صاحب بہادر ( ) (۳۷) جناب مولوی مبارک علی صاحب جج	[illegible]
۳۸	جناب مولوی سید محب علی صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ (سے) (۳۹) جناب سید سجاد حسین صاحب ہیڈ کلرک سررشتہ	سے
۴۰	جناب سید ایوب حسین صاحب سب انسپکٹر	سے
۴۱	جناب سید احمد علیشاہ صاحب اہلکار پولس	سے
۴۲	جناب سید مختار حسین صاحب مختار (باقی آئندہ)	سے

مرزا عبد التقی – قزلباش – ایڈیٹر روشنی

انی تارک فیکم الثقلین

دو رسالے اور

رسالۂ روشنی یا برادر رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم ۱۸۹۹ء چھماہی دوم

باہتمام

مرزا عبد التقی قزلباش

ایڈیٹر رسالۂ روشنی

مطبع مطلع الانوار شہر لکھنؤ میں چھپا اور
دفتر رسالۂ روشنی چوک لکھنؤ سے شایع ہوا

ملاحظہ طلب

سال گذشتہ رجب مین عشرہ محرم کے لئے مرادآباد کو گیا تھا۔ تو ارادہ یہ تھا کہ بعد محرم جلد واپس آکر چوماہی اول ۹۹ھ کے نمبر شایع کردونگا لیکن وطن پہونچکر ایسے مخمصون مین پھنس گیا کہ چھٹکارہ ہی نملا تیرھوین رجب کو مع الخیر واپس آیا اور چوماہی اول کے نمبر جنکو مرادآباد مین چھپوالیا تھا ارسال خدمت کئے۔ اب چوماہی دوم کے نمبر بھی حاضر خدمت کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ یہ نمبر پہونچتے ہی اس جلد ششم ۹۹ھ کی بابت معاونین زرچندہ بھیجدینگے۔ تاکہ آخری چوماہی کے نمبر بھی جلد بھیج سکون یا مجھکو اجازت دینگے کہ بذریعہ ویلو پارسل بھیجدون۔ اور

جن بزرگوارون کے ذمہ ۹۸ھ جلد پنجم کا بھی چندہ ہنوز باقی ہے اگر وہ بھی موجودہ حالت رسالہ پر نظر کرکے رحم فرماوین اور زرچندہ بھیجدین تو بڑی عنایت ہو۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہے کہ بعض بعض احباب نے اس امر کو کہ قوم کے اولو العزم لوگون کے بھروسہ پر اور اس امید پر کہ وہ بقیہ مجلدات چھپوا دینگے اور بالفعل رسالہ وثیقی کی اشاعت موجودہ عنوان سے بند کردیجائے پسند نہین کیا بلکہ انہون نے مجھے بہت کچھ امید دلائی۔ لہذا مینے اپنی وہ رائے واپس لی۔ اور حسب دستور اب رسالہ شایع ہوتا رہیگا۔ جن احباب نے اس موقع پر میری ہمت بندھوائی انکا عموماً۔ اور جناب نواب سید نصیر حسین خانصاحب رئیس پٹنہ کا خصوصاً دلسے شکرگذار ہون کہ جناب ممدوح نے اب بھی بہت کچھ مدد دی اور آئندہ بھی اعانت کا مستحکم وعدہ کرلیا ہے۔

خاکسار

مرزا عبد التقی قزلباش

ہوجاے ۷۲ فرقون پر ہلاک ہونگے اُس مین ا ۷ فرقے اور نجات پانے گا
ایک فرقہ لوگون نے عرض کیا کہ اے رسولؐ اللہ وہ کونسا فرقہ ہوگا فرمایا
اپ نے الجماعت یعنی ایک گروہ ؔ
مصنف خصال نے اپنا یہ اجتہاد لکھا ہے کہ "الجماعۃ سے مراد الجماعۃ
اھل الحق ہی اگرچہ وہ قلیل ہون اور تحقیق کہ نبیؐ سے روایت ہوئی ہی کہ انھون
نے فرمایا کہ اکیلا ایک مومن حجت ہے اور مومن اکیلا جماعت ہے ؔ
دیگر علمار شیعہ اس روایت کی بابت یہ بھی کہتے ہین کہ "راوی اس کے ابو احمد
شافعی علمار اہل سنت سے ہین اور سلسلۂ سند مین اس حدیث کے کل عامہ
ہین ابو لہیعہ اور سعید بن ابو ہلال رواۃ صحاح ستہ ہین اور اُنکی قدح کتاب تقریب
التہذیب مین جو تصنیف ابن حجر عسقلانی سے علم رجال مین ہی۔ موجود ہے
انس بن مالک کی کیفیت بغض علیؑ کے ساتھ اور اُس کا قصہ مشہور ہی۔ اور سند
روایت مین اس حدیث کی امام اہلبیتؑ سے کوئی راوی نہین ہی اسلیے ایسے
رواۃ کے بیان پر شیعون کو اطمینان نہین ہوسکتا اور نہ ایسی حدیث شیعون
پر کچھ حجت ہوسکتی ہے مگر مجھکو کچھ ضرور نہین ہے کہ مین اس حدیث کی صحت سے
انکار کرون مقصود اس حدیث کا صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہے کہ
میری امت ۷۲ فرقے پر متفرق ہوجائیگی ا ۷ فرقے اُس مین ہلاک ہونے والے
ہین اور ایک فرقہ نجات پانے والا ہے اور اُس ایک فرقے کو بتایا ہی کہ وہ
ایک جماعت ہی اور جماعت کا اطلاق ہر گروہ پر ہوسکتا ہی کہ وہ کل ۷۲ فرقے
ایک ایک جماعت ہے انھین مین سے آپ نے جو ایک جماعت کو نجات
پانے والا فرمایا ہی وہ آنحضرتؐ کے ذہن مین تھا۔ اس کلام سے یہ معلوم
نہین ہوتا کہ وہ جماعت منجملہ فرقون امت رسول کے کون گروہ ہے کوئی

خاص پہچان اُس نجات پانے والے گروہ کی بیان نہیں ہوتی ہے اور اسی وجہ سے ہر گروہ منجملہ ۷۳ گروہ کے اپنے آپ کو یہی کہتا ہے کہ ہمارا گروہ نجات پانے والا ہے اور ہر گروہ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ نجات پانیوالی جماعت ثابت ہو جاوے مگر اس مین شک نہین کہ وہ جماعت اہل حق ہی۔ پس اس حدیث سے استدلال مصنف مخاطب کا ہرگز مستنبط نہین ہوسکتا ہی بلکہ مصنف مخاطب نے خلاف مضمون حدیث کے استدلال کیا ہے اس حدیث سے نہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسولؐ کا یہ قول ہے کہ حق ہمیشہ اُس جماعت کی طرف ہے کہ جو جماعت کثیر ہو چنانچہ مصنف کتاب خصال نے اپنے اجتہاد کے وقت مخالف بیان مصنف مخاطب کے پیغمبر سے یہ روایت ظاہر کی ہی کہ اکیلا مومن حجت ہی اور اکیلا مومن جماعت ہے" اور نہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ جانتے تھے کہ صحابہ کی جماعت نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ کل جماعت صحابۂ مہاجرین و انصار نے یا اہل حل و عقد اور اہل الرائے نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا پس خلاف واقعہ جناب امیرؑ کی نسبت جاننا اُس امر کا کیسے سمجھا جا سکتا ہی۔؟

مصنف مخاطب نے اس حدیث پیغمبرؐ پر استدلال کرنے کے وقت یہ غلطی کی ہے کہ اُنھون نے یہ سمجھ لیا کہ صحابہ کی جماعت نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا ہے حالانکہ سقیفہ بنی ساعدہ مین ابتداءً حضرت ابوبکرؓ کو دو تین صحابہ نے خلیفہ بنایا اور موجودہ انصار ابتداءً مہاجرین مین سے کسی کے خلیفہ بنانے سے مخالف تھے اور سعد بن عبادہ انصاری کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اور گو بعد کو آہستہ آہستہ دوسرے مسلمانون نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا کہ جن عوام مسلمانون کو حق انعقاد خلافت کا نہین تھا بلکہ وہ حق کل

مہاجرو انصار مجتمع اور متفق کا یا اہل حل و عقد کا اور اہل الراے کا تھا جنمین سے علی مرتضیٰ جو اعلیٰ ترین مہاجر اور اہل الراے اور ناصر پیغمبر تھے اور دیگر بنی ہاشم اور سردار انصار اور مالک بن نویرہ اور بعض دیگر مسلمان برابر مخالف رہے اور اگر فرض کیا جاے کہ آخر درجہ پر سواے دو تین مہاجر اور انصار مفرز صحابہ کے اور سب نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ قبول کر لیا تو بھی بموجب ارشاد پیغمبر کے انعقاد خلافت حضرت ابو بکرؓ پر صحیح قرار نہین پا سکتا اس سبب سے کہ جماعت نے اُس طریقہ کو قبول نہین کیا - بموجب ارشاد پیغمبر کے وہ طریقہ صحیح اُسوقت ہو سکتا ہی کہ جب جماعت اُسکو قبول کرلے -

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے کلامون مین جس پر ابھی اوپر بحث ہو چکی ہے مہاجرین اور انصار کے اجتماع اور اہل الراے کی حاضری پر مسئلہ انعقاد خلافت کا بیان فرمایا ہے اُس مسئلہ کا علم علی مرتضیٰؑ کو اسی حدیث پیغمبرؐ سے یقین کرنا چاہیے کہ ہوا ہے - ارشاد پیغمبرؐ مین جو تکرار سے نجات پانیوالے فرقے کو ”الجماعت“ فرمایا گیا ہے اُس سے وہی فرقہ مراد ہو سکتی ہی کہ جس مین شان اجتماع مہاجرین اور انصار اور اہل الراے حل و عقد کی موجود ہو - اور جس فرقے مین کہ یہ شان نہین پائی جائیگی (اور ہم اوپر دکھا چکے ہین کہ یہ شان خلافتون خلفاے ثلثہ مین نہین تھی) تو ایسا فرقہ جماعت نجات پانیوالا نہین ہو سکتا جو ارشاد پیغمبرؐ مین مقصود ہی اور جیسا کہ پیغمبرؐ کا منشا اُن کے ارشاد سے ظاہر ہے - اور جس کو صراحت سے علی مرتضیٰؑ نے اپنے کلام اور خطبون مین فرمایا ہے -

اور اگر ارشاد پیغمبرؐ مین فرقہ نجات پانے والے سے ایسی جماعت سے مراد لی جاے جیسے کہ مصنف مخاطب لیتے ہین - تو کیا وجہ ہے کہ بعد قتل حضرت

عثمان فرقہ بی بی عائشہ اور حضرت طلحہ اور زبیر جنگ جمل والا اور فرقہ خوارج نہروان والا اور فرقہ حضرت معاویہ جنگ صفین والا اور بعد قتل علی مرتضیٰؑ فرقہ حضرت معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام ابن رسول اللہ سے جنگ اور قتال کرنیوالا اور فرقہ حضرت یزید حضرت امام حسین علیہ السلام ابن رسول اللہ کو قتل اور خاندان رسالت کو تاراج کرنے والا جماعت مراد نہ لیجائے؟ اور وہی جماعۃ نجات پانے والی نہ سمجھی جائے؟ اور فرقہ علی مرتضیٰؑ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہم السلام ہلاک ہونے والا فرقہ نہ سمجھا جائے؟ کیونکہ جیسے مصنف مخاطب انعقاد خلافت خلفاء ثلاثہ بعض صحابہ کے سبب سے صحیح سمجھکر اُس فرقہ کو جماعت نجات پانے والی قرار دیتے ہین ویسے ہی جنگ جمل اور جنگ صفین اور جنگ نہروان اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام سے مقابلہ اور مقاتلہ کرنیوالے فرقون مین بعض صحابہ اور تابعین صحابہ موجود تھے —

یہ تو مین دکھا چکا کہ حدیث پیغمبرؐ مین جو فرقہ نجات پانے والا جماعت کا فرمایا گیا ہے اُسکا اطلاق اُن فرقون جماعت پر نہین ہوسکتا کہ جو خلافتون خلفاء ثلاثہ کو یا حق خلافت اور امامت بی بی عائشہ اور طلحہ اور زبیر کو یا خلافت حضرت معاویہ اور حضرت یزید کو قبول کرنیوالے تھے —

اب مجکو یہ دکھانا باقی ہے کہ شیعہ فرقہ دوستدار اہل بیت والے کا اطلاق قطعی اُس جماعت پر آتا ہے جسکو پیغمبرؐ نے نجات پانیوالا فرمایا ہے تمام واقعات تاریخی مذہب اسلام سے اور احادیث پیغمبرؐ سے جو توضیح آیات قرآنی ہین یہ امر ہر ایک مسلمان کے ذہن نشین ہوتا ہے کہ جو خصوصیات ایمان اور عزت صحبت اور وقعت علم اور شجاعت علی مرتضیٰؑ کی پیغمبرؐ کی نگاہ مین تھی

وہ کسی اور کی نہین تھی۔ اور اس نظرہ پیغمبر سے مہاجرا ور انصار اور تمام مسلمان علی مرتضیٰ کی بلند مرتبہ گی کو ہر امر مین جو خلافت کے لیے لازمی امر ہی دلمین قبول کیے ہوے تھے۔ اور بعد پیغمبر ہر زمانہ خلافت مین خواہ وہ زمانہ عہد خلافتون حضرات خلفاے ثلاثہ کا ہو یا خود عہد خلافت علی مرتضیٰ کا۔ علی مرتضیٰ نے جس جس وقت اظہار حق خلافت کا اپنے اور اہلبیت پیغمبر کے لیے کیا اُس سے کسی مہاجر یا انصار نے یا کسی اہل الراے اور حل وعقد نے یا کسی دیگر جماعت مسلمانون نے انکار نہین کیا۔ اس حیثیت سے کہ علی مرتضیٰ مین وہ اوصاف افضلیت حق خلافت کے لیے نہین ہین۔ جب جب ایسے موقع پیش آئے ہین علی مرتضیٰ کی تقریر اور خطبات کو سُن کر ہر کوئی ساکت اور حیران ہو گیا ہی اور ہر کسی نے اپنے سکوت اور حیرت سے اُسکو تسلیم اور قبول کر لیا ہی جس امر پر کہ دلی اجتماع مہاجرین اور انصار کا رہا ہی اُسی امر کو شیعہ دوستدار اہلبیت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین۔ پس اب غور کرنا چاہیے کہ جماعت امت نے دلمین جب علی مرتضیٰ کی افضلیت اور احق خلافت ہونا قبول کیا اور اُسی کو فرقہ شیعیان علیؑ اور دوستداران اہلبیت قبول کرتا چلا آتا ہے تو ایسی جماعت حقیقی وہی جماعت ہوئی یا نہین جس کو نجات پانے والا پیغمبر نے فرمایا ہی؟۔ لیکن اُس جماعت اُمت سے جس نے دلمین علی مرتضیٰ کا افضل اور احق ہونا قبول کیا تھا دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک حصہ ایسا ہو گیا کہ جس نے ظاہر مین خلاف باطن علی مرتضیٰ کا افضل ہونا اور احق ہونا عملاً قبول نہ کیا۔ اور دوسرا حصہ ایسا رہا کہ جو علی مرتضیٰ کا افضل اور احق الناس ہونا ظاہر مین موافق باطن کے عملاً وقوع مین لانے کو لازمی جانتے تھے اور لازم جانا۔ اول الذکر ٹکڑا اپنے

عمل خلاف باطن کے سبب سے اُس جماعت سے خارج ہو گیا جنمین پھر بسبب اختلاف امور دیگر اور امر اصلی خلافت کے کسی نے کسی وجہ سے کسیکو اور کسی نے کسی وجہ سے کسیکو امیر اور خلیفہ قبول کرکے فرقہاے متعدد پر متفرق ہو گئے اور وہ ٹکڑا ثانی اُس جماعت مین داخل رہا۔ کہ جو علی مرتضیٰؑ کو افضل اور احق الناس ہونا باطن مین بھی جانتے ہین اور ظاہر مین بھی اُس کے واقع کرنیکو واجب سمجھتے ہین۔

مخالف شیعہ دوستداران اہلبیتؑ کے وہ لوگ ہین کہ جو اُس فرقہ جماعت مین شامل ہو گئے کہ جنھون نے خلاف باطن علی مرتضیٰ کا احق اور افضل ہونا عملاً قبول نہ کیا۔ اور شیعہ دوستداران اہل بیتؑ نے اپنے مخالفون کو خلاف باطن عمل کرنے کی وجہ سے منافق کے لقب سے پکارا خواہ وہ لقب خلاف حقیقت ہو یا نہو۔

پس فرقہ شیعہ دوستداران اہلبیت اُسی جماعت مین داخل ہین کہ جسکا اطلاق حدیث پیغمبرؐ مین نجات پانے والی جماعت پر ہے اور اُس فرقہ کے مخالف دوسرے فرقون مین ہین جو نجات پانے والون کے خلاف ہین۔

اس بناپر جناب امیرؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے لڑنے کا خیال ضرور ہونا چاہیے تھا۔ کہ علی مرتضیٰؑ جانتے تھے کہ بعض حصہ جماعت امت نے متفرق ہو کر خلاف باطن حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے۔ حالانکہ رسولؐ کا قول ہے کہ فرقہ نجات پانے والا جماعت ہی۔ اور جماعت کا اطلاق اُسی امر کی نسبت سمجھا جاسکتا ہے کہ جو دلمین اُس جماعت کے ہو۔ نہ وہ کہ دل مین کچھ ہو اور ظاہر مین وہ جماعت کچھ کہے اور کرے کچھ۔ دوسرا طریقہ فرقہ شیعہ کے منطبق ہونے کا اُس جماعت پر جسکو پیغمبرؐ نے نجات پانے والا فرمایا ہے یہ

ہی کہ پیغمبر صلعم نے اپنی امت یعنی گروہ عام مسلمانان کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ وہ قریب ہے کہ وہ بہتر گروہ پر جدا ہو جائیگی ۔ اکثر ہلاک ہونگے اور ایک فرقہ خلاصی ۔ رہائی ۔ برات (نجات) پانے والا ہوگا جب لوگون نے پوچھا کہ وہ فرقہ کونسا ہوگا آپ نے فرمایا کہ الجماعت الجماعت الجماعت

جماعت کے معنی بھی گروہ ہونے کے ہین اور الف لام جو پیغمبر نے لفظ جماعت پر داخل کر کے فرمایا ہے اس سے اس تعریف گروہ عام مسلمانون مین تخصیص کی ہے اور اس موقع پر الف لام سوائے معہود ذہنی کے نہ استغراق کا سمجھا جاسکتا ہے نہ عہد خارجی کا اور الف لام معہود ذہنی کے سوائے اسکی کچھ مراد نہین ہو سکتی کہ وہ جماعت نجات پانے والی پیغمبر کے ذہن مین تھی ۔ اب تلاش اس امر کی کہ پیغمبر کے ذہن مین نجات پانے والے فرقہ کی کس جماعت سے مراد تھی بجز اس کے اور کسی طرح سے نہین ہو سکتی کہ خود پیغمبر کی کسی دوسری حدیث سے اسکو دریافت کیا جائے ۔ اور وہ دوسری حدیث پیغمبر صلعم کی سوائے اس کے اور کوئی نہین ہو سکتی کہ پیغمبر نے فرمایا ہے کہ مین درمیان تمھارے دو بھاری چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب خدا اور دوسرے اپنی عترت اور اہلبیت یعنے (علم قرآن اور اُسکے عالم) ان دونون چیزونکو مضبوط پکڑے رہنا تاکہ تم بعد میرے گمراہ نہو ۔ کہ یہ دونون چیزین آپس سے جدا نہین ہونگی جب تک کہ مجھسے حوض کوثر پر ملاقات نکرین۔

یہ حدیث اور حدیث زیر بحث پر جب غور کیا جائے تو ہم مضمون ہین (۳) حدیث مین نصیحت ہی کہ بعد پیغمبر کے امت کیا کرے؟ ۔ اور حدیث زیر بحث مین نتیجہ ہے اُمت کے عمل اور غیر عمل کا یعنے منجملہ اُمت کے جو جدا جدا گروہ ور گروہ عمل اور غیر عمل سے ہو جائینگے اُس مین وہ جماعتین جو نصیحت

پیغمبر پر عمل نہین کریگی ہلاک ہونے والی ہونگی - اور جو جماعت نصیحت پیغمبر پر عمل کریگی وہ خلاصی پاویگی -

مین پہلے اس امر کو دکھا چکا ہون کہ وہ جماعت جس نے کتاب خدا اور عترت اور اہلبیت رسول کو مضبوط پکڑا ہی یعنے جس نے علم قرآن عترت اہلبیت رسول سے حاصل کیا ہے وہ فرقہ شیعہ ہے جو گمراہ نہین ہوا ہے - پس حدیث زیر بحث مین اطلاق فرقہ نجات پانے والے کی مراد اُسی جماعت سے ہوسکتی ہے جو شیعون کی ہی - اور اُس جماعت متفرق ہونے والی دوسرے فرقہ نے کہ جو علی مرتضیٰ کو افضل اور احق خلافت جانتی تھی اور عملاً اُسکو ظہور مین نہین لائی اور ثقلین کو اُس نوعیت سے مضبوط نہین پکڑا جیسا کہ پیغمبر کا منشا تھا - اور حضرت ابو بکر اُسی فرقہ مین داخل بلکہ اُس فرقہ کے بانی اور سردار ہوے - ایسی حالت مین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو بے شک موقع تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کو قابل حملہ سمجھین -

مین یاد دلاتا ہون کہ مصنف مخاطب خطبہ شقشقیہ پر بحث کر رہے ہین پہلے اُنھون نے صحت خطبہ شقشقیہ پر اعتراض کیا ہے پھر اُنھون نے اُس سے مدح خلفاے ثلاثہ کی ظاہر ہونے کی کوشش کی - پھر اس فقرہ خطبہ شقشقیہ کے متعلق کہ وہ مین سوچ رہا کہ کٹے ہوے ہاتھ سے حملہ کرون یا صبر کرون اوپر اندھا دھند نابیناؤن کے - بوڑھا ہو جاوے اُس مین بچہ اور بہت ضعیف ہو جاوے اُس مین بوڑھا - اور سختی اٹھاوے اُس مین مومن یہانتک کے اپنے پروردگار سے ملاقات کرے - پس میری رائے صبر کرنے کی قرار پائی اور صبر کیا مین نے درحالیکہ میری آنکھ مین کھٹک تھی اور حلق مین پھندا تھا "

مصنف مخاطب نے یہ ظاہر کیا تھا کہ "وہ مصیبت فراق رسول کی تھی" پھر یہ کوشش کی ہے کہ حملہ کے ارادے سے مضامین دوسرے اقوال علی مرتضیٰؑ سے غلط ثابت کرین - یہانتک جسقدر بحث مصنف مخاطب کی طرف سے ہو چکی ہے اُسکی حقیقت ہم بھی دکھا چکے ہین -

اب مصنف مخاطب یہ بحث باقی رہنا ظاہر کرتے ہین کہ "وہ کیا مصیبت تھی جسکا جناب امیرؑ نے اس مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا" اور پھر شیعون کا یہ قول ظاہر کرتے ہین کہ "وہ مصیبت ابوبکرؓ کی خلافت مین احکام ظلم و جور کے جاری ہونے کی تھی" اور اس خیال کو اس لیے غیر صحیح قرار دیتے ہین کہ "جناب امیرؑ نے خلافت ابوبکرؓ کی مدح کی ہے اور نہج البلاغۃ سے اُس کلام علی مرتضیٰؑ کا یون ترجمہ کرتے ہین کہ "پھر پسند کیا مسلمانون نے بعد نبیؐ کے اپنی راے سے اپنی جماعت مین سے ایک شخص کو تو اُس نے ٹھیک اور درست کام کیا اپنی طاقت کے موافق اور ضعیفی کی اور کوشش کی" لیکن مصنف مخاطب نے آخر فقرے مین دو لفظ چھوڑ دیے ہین جو شرح میسم مین موجود ہین اور ترجمہ مین بھی بعض لفظ ایسے ہین جو نہونا چاہیے اس لیے ہم ٹھیک ترجمہ مع ترجمہ آخر الفاظ کے کرتے ہین "پس اختیار کیا مسلمانون نے بعد اُس (پیغمبرؐ) کے اپنی رایون سے ایک شخص کو اُنمین سے پس نزدیک ہوا وہ ساتھ امر خلافت کے اور ٹھیک کیا کام اُسنے موافق طاقت اپنی کے اوپر حال ضعف کے اور کوشش کی یہ دونون امر اُسمین تھے"

مصنف مخاطب باعتبار اپنے ترجمہ کے یہ استدلال کرتے ہین کہ "ابوبکرؓ نے حتی الامکان بہت اچھا کام کیا اور باوجود ضعیفی کے وہ کوشش کرتے تھے

سلہ شرح میسم مطبوعہ طہران جزو ۴۰ -

اس کلام سے ظاہر ہوگیا کہ خلافت ابی بکر کے زمانے مین ظلم نہ تھا اور نہ جناب امیر علیہ السلام اُنکی خلافت کی مدح نہ کرتے ۱۱۱

علی مرتضیٰ ع نے جو ارشاد اس موقع پر کیا ہی جس پر استدلال کیا جاتا ہے وہ ایک جزو اُس ارشاد کا ہے جو زمانہ خلافت خلفاء ثلاثہ کی بابت فرمایا ہی اور اُس پورے ارشاد کو جو تینون خلافتونکے متعلق ہی ہم پہلے اُس موقع پر لکھ چکے ہین جہان مصنف مخاطب نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے متعلق علی مرتضیٰ ع کے اس کلام کے جزو سے بحث کی ہے اور علی مرتضیٰ ع نے اُس ارشاد مین حضرات ثلاثہ کی سرگذشت زمانہ خلافت کی ایسی بیان کی ہی جیسے کہ کسی بادشاہ کی نسبت کوئی راے ظاہر کرے کہ اُسنے اپنے زمانہ مین بادشاہت کا کام کسطرح چلایا اور ضرور ہی کہ جو کوئی بادشاہ بن جائے وہ یا تو ایسا ہوگا کہ تمام کاروبار سلطنت کا قوت کے ساتھ نہایت عمدگی سے انجام دے یا ایسا ہوگا کہ وہ کاروبار سلطنت کا بالکل خراب کردے یا ایسا ہوگا کہ کچھ کام اچھی طرح کرے اور کچھ کامون کے کرنے مین عاجز ہو جس سے سلطنت کو نقصان پہونچے ۔ علی مرتضیٰ ع کے ارشاد سے جو اُنھون نے فرمایا ہے ظاہر ہی کہ حضرت ابو بکر کی حالت ایسی ہی تھی کہ جسقدر اُنمین طاقت تھی اُسقدر اُنھون نے کام اچھا کیا اور ضعف اور کوشش کے کہ یہ دونون امر اُنمین تھے ۔ یعنی اُن مین اگر ضعف نہوتا تو کامل طور پر کام عمدہ کرتے اور اگر کوشش نہوتی تو کام بالکل خراب کردیتے جس سے یہ نتیجہ صاف پیدا ہوتا ہے کہ بوجہ ضعف کے باوجود کوشش کے کچھ کامون خلافت کے کرنے مین عاجز رہے علی مرتضیٰ ... ایک قسم کا نقص اُنمین ظاہر فرمایا ہے اور اسی کے ہم معنی حالت حضرت ابو بکر کی ... کلام علی مرتضیٰ ع مین ہے جس مین حضرت ابو بکر کو قلیل السبب فرمایا گیا ہے

یہ رائے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت ایک ایسی صحیح رائے ہے
کہ جو کوئی واقعات سے اُسکو مطابق کرے گا وہ حضرت ابوبکر کی نسبت ایسی
ہی رائے رکھنے والا ہوگا۔ لیکن ایسی رائے سے حضرت ابوبکرؓ کے لیے
احق الناس ہونا یا اُنکا افضل ہونا حق خلافت کے لیے لازم نہین آسکتا اور نہ
اُنکا کوئی عمل مابعد حق خلافت پیدا کرسکتا ہے۔ اُنکا احق اور افضل ہونا ضرور
تھا کہ وقت انعقاد خلافت کے بمقابلہ علی مرتضیٰؑ کے مسلمہ ہوتا یا علی مرتضیٰؑ کے
اس کلام سے یہ ثابت ہوتا کہ قبل حاصل ہو جانے خلافت کے وہ احق اور
افضل تھے۔ حالانکہ اس کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ
بوجہ اپنے ضعف کے (لفظ ضعف کا ضعف جسمانی اور علمی دونون کو حاوی
ہے) امور خلافت کو اکملیت کے ساتھ نہین چلا سکے۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ
کا اقوی اور اعلم ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ علی مرتضیٰؑ نے مسئلہ احق ہونے
خلافت کے لیے فرمایا ہے۔ اور اسی مسئلہ کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کی حالت
اس کلام مین اپنے بتائی ہے۔ اور جبکہ حضرت ابوبکرؓ اقوی اور اعلم نہونے
کی وجہ سے اور ضعف جسمانی اور علمی کے سبب سے احق خلافت کے لیے
نہین تھے تو اُنکا امر خلافت کو قبول ہی کرنا بنفسہٖ جور ہے۔ اور اُن کی وہی
حالت قضیہ ارتداد مین بوجہ ضعف جسمانی کے جیسا کہ کتب تواریخ سے ظاہر
ہے اور قصہ مالک بن نویرہ اور معاملہ فدک مین نسبت ضعف علمی کے
ظاہر ہوئی۔

جس کلام علی مرتضیٰؑ مین یہ فقرہ اول نسبت حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول
اور اُنکی سرگذشت خلافت کے ہی اُسی کلام مین ایک ایک فقرہ نسبت حضرت

عمر خلیفہ دوم و حضرت عثمان خلیفہ سوم اور انکی سرگذشتون خلافت سے ہے
ان تینون فقرون کلام علی مرتضی ع سے ظاہر ہے کہ علی مرتضی ع نے
ان تینون خلافتون کی حالت اور سرگذشت پر نظر کر کے جو مطابق واقع کے
ہے خلفاے ثلاثہ کی ناقابلیت اور اکملیت کے ساتھ کار خلافت نکر سکنے کو
بیان فرمایا ہے۔ جس سے نسبت حضرت ابوبکر ع کی نہ کسی دوسرے خلیفہ
کی کوئی مدح احق خلافت ہونے کے لیے پیدا ہو سکتی ہے اور وہی ناقابلیت جس
درجہ مین ہوا اور وہی غیر اکملیت اُن خلافتون کے زمانہ مین ظلم تھا۔ اور جناب
امیر ع نے درحقیقت انکی خلافت کی مدح نہین کی بلکہ اُنکی خلافت مین جو نقص
ناقابلیت اور غیر اکملیت کی وجہ سے تھا اُسکی مذمت کی ہے جو کسیطرح قابل
استدلال کے مصنف مخاطب کے لیے نہین ہو سکتا۔

پھر مصنف مخاطب ایک قول جناب امیر ع کا جو بیعت عثمانؓ کے وقت
اُنھون نے کہا تھا نقل کر کے ترجمہ کرتے ہین کہ "و اللہ صلح رکھونگا مین جبتک
سلامت رہینگے معاملے مسلمانون کے اور ہوگا ظلم مگر خاص مجھپر"۔

مصنف مخاطب اسپر یہ استدلال کرتے ہین کہ "اس قول سے ظاہر
ہو گیا کہ جناب امیر ع نے فرمایا کہ مین اپنے اوپر ظلم بھی گوارا کرونگا لیکن مسلمانون
پر ظلم نہ گوارا کرونگا اور میری صلح اُسی وقت تک رہیگی جبتک کہ مسلمانون پر
ظلم نہوگا اور جب مسلمانون پر ظلم ہوگا تو مین ہرگز صلح نرکھونگا ضرور لڑونگا۔ پس اگر خلافت ابی بکر ع مین ظلم
ہوتا جناب امیر ع ضرور لڑتے لیکن نہ لڑنے سے ثابت ہو گیا کہ خلافت ابی بکر
مین ظلم نہ تھا۔ اور جناب امیر ع مجبور نہ تھے ورنہ اگر صلح نہ کرتے تو دست بستہ
سے کیا کر سکتے تھے"۔

میسم بحرانی نے اس قول کی شرح مین جو لکھا ہے مصنف مخاطب اُسکا

یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ یعنی البتہ چھوڑ دونگا مین جھگڑا امر خلافت مین جبتک سلامت رہینگے معاملات مسلمانون کے فتنہ سے ۔۔ اور اس مین اشارہ یہ ہے کہ بیشک غرض جناب امیرؑ کی امر خلافت مین جھگڑا کرنے سے بہتری مسلمانون کے حال کی اور درستی اُن کے امور کی اور سلامتی مسلمانون کی فتنہ سے تھی اور بیشک تھی مسلمانون کے لیے گذشتہ خلیفون کی خلافت مین درستی حالت کی ۔۔

اور اس قول شارح کے یہ معنے مصنف مخاطب لیتے ہین کہ شیخین کے زمانہ مین مسلمانون کے معاملات درست تھے جور وظلم نہ تھا ۔۔

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ وہ شارح میسم نے یہ شبہ نقل کیا ہے کہ جناب امیرؑ خلفائے ثلثہ سے اس لیے نہ لڑے کہ لڑائی مین فتنہ تھا ۔ پھر معاویہ سے کیون لڑے حالانکہ اُن سے لڑنے مین بھی فتنہ تھا ۔۔

پھر مصنف مخاطب اس شبہ کا جواب جو شارح میسم نے دیا ہے نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ بیشک فرق درمیان خلفائے ثلاثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے ۔۔ اور اُسکے یہ معنی مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مین احکام الٰہی جاری ہوتے تھے اور اللہ کی امر و نہی کے مطابق عمل ہوتا تھا اس لیے خلفائے ثلاثہ سے جناب امیرؑ نہ لڑے اور معاویہ پر یہ اعتماد نہ تھا اس لیے اُس سے جناب امیرؑ لڑے ۔۔ مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین کہ وہ تمام شارحین نے لکھا ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی حکومت عدل و انصاف کی تھی اور احکام الٰہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے یہی وجہ ہے

کہ جناب امیر ع اُن سے نہ لڑتے ؎ بالآخر مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہو گیا کہ جناب امیر ع کی وہ مصیبت جس کا اس مبالغہ سے اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفہ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے ؎

مصنف مخاطب نے جس کلام علی مرتضی ع کو نقل کر کے ترجمہ کیا ہے وہ پورا فقرہ اُنھون نے نہین لیا اور ایسے ہی پورا قول شارح میثم کا نقل کر کے ترجمہ نہین کیا اور مراد کلام علی مرتضی ع اور قول شارح کی غلط لی ہے اور اُس مراد کا غلط ہونا بھی چاہیے تھا اس لیے کہ پورا فقرہ اُس کلام اور قول کا جب نہین لیا گیا ہے تو ضرور ہے کہ اُس کے معنی اور مضمون کی مراد اور نوعیت متغیر ہو جاوے اس لیے مجھکو ضرور ہوا کہ مین پورے فقرہ کلام علی مرتضی ع اور پورے فقرے قول شارح ابن میثم کا ترجمہ دکھاؤن اور یہ بھی دکھاؤن کہ علی مرتضی ع نے کس وقت اور کس حالت مین وہ پورا فقرہ اپنے کلام کا فرمایا ہے اور شان اُسکی کیا تھی جیسا کہ شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے جس سے ظاہر ہو جاوے گا کہ تمام استدلال مصنف مخاطب کا کلام علی مرتضی ع اور قول شارح ابن میثم پر غیر صحیح ہے۔

شارح ابن میثم نے اُس فقرہ کلام علی مرتضی ع کو صرف اسقدر بیان کیا ہے کہ وہ بیعت عثمان کے بارہ مین ہے ؎ اور شارح ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ کلام علی مرتضی ع کا اُسوقت کا ہے جسوقت کہ عزم کیا لوگون نے بیعت حضرت عثمان پر ؎ اور یہ ذکر کرتے ہین کہ علی مرتضی ع نے اُسوقت یہ فرمایا کہ خلافت حق ہمارا ہے اگر دوگے ہمکو تو لے لین گے ہم اُس کو اور اگر روک رکھوگے صبر کرینگے مصیبت پر اگرچہ زمانہ کچھ طول پکڑے تحقیق کہ ذکر کیا ہے اُس کا

اہل سیر نے پھر فرمایا اُن لوگون سے کہ قسم دیتا ہون مین تم کو خدا کی سوا میرے تمھارے درمیان کوئی ایسا ہے جس سے پیغمبرؐ نے اپنا عقد مواخات باندھا ہو جبکہ درمیان مسلمانون کے عقد مواخات باندھا سب نے کہا کہ نہین " پھر فرمایا آیا تم مین کوئی سوا میرے ایسا ہے جسکو پیغمبرؐ نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہا ہو سب نے کہا نہین " پھر فرمایا کہ آیا بجز میرے تم مین کوئی ایسا ہے جس کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہو انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی " سب نے کہا نہین " پھر فرمایا آیا تم مین بجز میرے کوئی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے جس پر اعتماد کیا ہو سورۂ برات کے پہونچانے پر اور فرمایا ہو کہ نہین ادا کرے گا اُس خدمت کو مگر مین یا جو شخص کہ مجھسے ہو۔ سب نے کہا کہ نہین " پھر فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ اصحاب رسول اللہ بھاگ گئے پیغمبرؐ سے جدا ہو کر جنگ مین اور نہین بھاگا مین کبھی۔ سب نے کہا ہان " پھر فرمایا آیا نہین جانتے ہو تم کہ لوگون مین اول اسلام لانے والا مین ہون۔ سب نے کہا ہان " پھر فرمایا کہ آیا کون ہے قریب تر رسولؐ سے نسب مین۔ لوگون نے کہا کہ آپ۔ پس قطع کلام آنحضرت کا کیا عبدالرحمن ابن عوف نے اور کہا کہ اے علیؑ تحقیق لوگ انکار کرتے ہین مگر عثمان کو پس آپ اپنے نفس کے لیے راہ نہ نکالیے پھر کہا اے ابو طلحہ (ابو طلحہ انصاری وہ شخص ہے کہ جسکو حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا تھا کہ پچاس آدمی اصحاب سے منتخب کر کے ارباب شوری کو ترغیب دے کہ کسی کو خلیفہ مقرر کرین اور یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ جو اہل شوری مین سے کے غلبہ رائے کے خلاف ہو اُس کا سر کاٹ ڈالا جائے) کیا حکم ملا ہے تجھکو عمرؓ سے۔ کہا اُس نے تحقیق کہ قتل کرون مین اُس شخص کو جو شق کرے عصائے جماعت کو۔ پھر کہا عبدالرحمن نے علیؑ سے بیعت کرو اس وقت اور نہین تو چاہو جو

تم متبع غیر سبیل مومنین کے اور نافذ کرینگے ہم تمپر وہ امر کہ جسپر ہم مامور ہوے ہین

پس فرمایا (علی مرتضیٰ ع) نے (یہ وہ کلام علی مرتضیٰ ع سے ہے جسپر بحث ہے) بالتحقیق

جانا تمنے بیشک کہ مین احق ہون اُس خلافت کا اپنے غیر سے (جسپر خط کھینچا گیا ہی

مصنف مخاطب نے یہ فقرۂ مذکورہ چھوڑ دیا ہے) وہ قسم خدا کی ہر آئینہ سلامت

رکھونگا مین یا اشتنی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہین گے امور مسلمانون کے

اور نہین ہوگا پیچھے اُسکے جور مگر مجھپر ۱۲ (یہانتک تو کلام مصنف نے لیا ہے اور

یہ فقرۂ آئندہ چھوڑ دیا ہے) خاصۃً درحالیکہ خواستگار ہون مین اُسکے اجر کا

(اسے مجھپر جو جور ہوا اور مین اُسپر صبر کرتا ہون اُس کے اجر کا خواستگار ہون)

اور اُس کے فضل کا اور نہین خواستگار ہون اُس چیز کا جس کی رغبت رکھتے ہو

تم اُسکی زینت اور اُس (دنیا) کے جواہر نقش و نگار سے" (اس آخر فقرے

تک کلام کو مخاطب نے نہین لکھا ہے) —

شروع کلام علی مرتضیٰ ع سے صاف ظاہر ہے کہ علی مرتضیٰ ع اپنے آپکو

احق خلافت اپنے غیر سے جانتے تھے اور اپنے اُس حق کو لوگون کے جان لینے

کو بھی ظاہر کر دیا ہے —

غیر علی مرتضیٰ ع پر جسقدر خلافتین کہ قرار پائین وہ بمقابلہ علی مرتضیٰ ع کے

احق نہ تھے صرف علی مرتضیٰ ع اُس کے احق تھے اور احق ہونا بھی ایک حق ہی

اور وہی حق مرجح علی مرتضیٰ ع کا لے لیا گیا جسکو وہ غصب ۱۲ کہا گیا ہے اور یہی

جور خاصۃً علی مرتضیٰ پر ہوا جیسا کہ اُنھون نے اسی کلام مین ارشاد فرمایا ہی

اور اسی حق کے نہ ملنے پر اور اُس کے حصول کے لیے حملہ نہ کرنے پر صبر

فرمایا ہے اور اُس صبر کا اجر اور فضل خدا سے چاہا ہے اور اپنے آپ کو روکا

ہی رغبت سے اُس دنیا کی جس کی رغبت وہ لوگ اُس دنیا کی زینت اور

اُس کی جواہر نگاری پر رکھتے تھے۔ پس اس کلام علی مرتضیٰؑ سے صاف نمایاں ہے کہ اصل امر انعقاد خلافت مین جو کچھ تغیر ہوا اور حق مین علیؑ احق الناس کے نہین ہوا جور تھا۔

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے اس کلام مین یہ فرمایا ہے کہ "قسم خدا کی سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا مین (اسے خلل نہین ڈالونگا مین) جب تک کہ سلامت رہینگے معاملہ مسلمانون کے" بیشک یہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کا صحیح ہے۔ خلافت کے لیے احق الناس ہونیکا حق اُنکا ایک ایسا حق تھا کہ وہ حق آنکے ذاتی اور قرابتی اوصاف کے سبب سے پیدا ہوا تھا۔ اُس حق کے نہ ملنے پر اُنھون نے صبر فرمایا اور صبر نہ فرمانے کی حالت مین طمع خلافت کی سمجھی جا سکتی تھی۔ کیونکہ یہ حالت نہ ملنے اُن کے اُس حق ذاتی کے یہ ممکن تھا کہ اصلاح احوال مسلمانون کی عام طور پر دوسری خلافت مین بھی رہ سکے۔ گو اکملیت کے ساتھ نہو جیسا کہ بحالت خلیفہ ہونے خود علی مرتضیٰؑ کے ہوتا مگر عموماً جب سلامتی امور مسلمانون مین خلل واقع ہو اُسوقت علی مرتضیٰؑ اُس کی برداشت نہین کر سکتے تھے اور اُسوقت امام پر لازم ہو جاتا کہ وہ ایسی خلافت کے درہم اور برہم کرنے کے لیے کوشش کرے کہ جس خلافت مین رخنہ عموماً امور اسلامی مین پیش آوے۔ گو وہ امام خود قتل ہو جائے۔ اسی بنا پر علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے کہ "سلامت یا آشتی رکھونگا مین جب تک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانون کے اور اُس مین جور نہو گا مگر مجھپر خاص کر کے" یعنے میرا حق خلافت نہ ملنے مین اور اُس کے لینے پر حملہ نہ کرنے مین صرف میری ذات پر گو جور ہو گا لیکن اگر غیر مستحق کی کی خلافت مین مسلمانون کے امور سلامت رہین تو مین بھی اُس خلافت کو سلامت رکھونگا یا اُس خلافت سے آشتی رکھونگا۔ اسلیے کہ اصل غرض خلافت

کے حصول مین اصلاح امور مسلمانون کی تھی۔ لیکن جب عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہین تو پھر اُس خلافت کو کہ جس مین عموماً امور مسلمانونکے سلامت نہ رہین سلامت رکھا نہین جا سکتا تھا۔ اور امام اپنا کام کرنے پر خالصۃً لِلّٰہ آمادہ ہو جاتا۔ مگر کلام علی مرتضیٰ ع مین یہ فقرہ درحقیقت متعلق ہی حالت خلافت حضرت عثمان ع کے۔

علی مرتضیٰ ع بنظر عادت اور خصلت حضرت عثمان ع کے ضرور جانتے تھے کہ عہد خلافت حضرت عثمان ع مین مسلمانون کے امور سلامت نہین رہینگے اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین سلامت رہے جیسا کہ واقعات تاریخی عہد خلافت حضرت عثمان مین ظاہر ہوے اور باوصف فہمائش اور نصیحت علی مرتضیٰ کے حضرت عثمان ع نے اصلاح امور مسلمانونکی نکی اور بہ رعایت رائے حضرت مروان ع کے حضرت عثمان ع اصلاح امور مسلمانونکی کر بھی نہین سکتے تھے۔

جب حضرت عثمان ع نے اپنے افعال اور اعمال سے امور مسلمانونکے سلامت نہ رکھے اس شان سے بھی کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین تھے اور نہ اُنمین ذاتی قوت سلامت رکھنے امور مسلمانونکی تھی ایسی حالت مین خود مسلمانون نے خلافت حضرت عثمان ع کو سلامت نہ رکھا اور حضرت عثمان ع کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عثمان ع کے اُنہین وجوہ مخالف سلامتی امور مسلمانونکی نظر سے جو پیش آنیوالے تھے اور حضرت عثمان ع کی حالت اور خصلت دکھا رہی تھی کہ وہ افعال اور اعمال مخالف سلامتی امور مسلمانون کے پیش آنیوالے ہین علی مرتضیٰ ع کی ذکت انعقاد خلافت کی حضرت عثمان ع پر یہ فرمایا تھا کہ بیشک مین سلامت رکھونگا یا آشتی رکھونگا جبتک کہ امور مسلمانونکی سلامت رہینگی پس وہ ارشاد اُنکا نہایت صحیح اور واجبی تھا جیسا کہ خود دوسرے مسلمانونے اُس خلافت کو سلامت نہین

رکھا اس حیثیت سے کہ دوسرے مسلمان اپنے امور کے متعلق عام طور
پر تمام مسلمانون کی طرف سے شاکی تھے اور وہ شکایت بذریعہ علی مرتضیٰؑ
کے حضرت عثمان رضہ تک پہونچائی گئی اور حضرت عثمان رضہ نے نہ اُس
شکایت کی پروا کی اور نہ فہمائش علی مرتضیٰ ع پر عمل کیا کہ جس مین اصلاح
امور مسلمانونکی تھی اسلیئے اُنکی خلافت مین خلل پڑگیا اور زمانہ اُنکی خلافت کا ختم ہوگیا
اسیوجہ سے شیعہ یہ کہتے ہین کہ انعقاد بیعت خلافت غیر مستحق پر
بحق علی مرتضیٰ ع جوَر تھا اور امور مسلمانون کے عموماً سلامت نرہنے کی
وجہ سے ظلم تھا لیکن قتل حضرت عثمان رضہ واجبی تھا یا نہین؟ یہ ایک دوسرا
امر ہی اگر علی مرتضیٰ ع کے سامنے دعوی قتل حضرت عثمان رضہ کا پیش ہوتا
تو اُسوقت معلوم ہو جاتا کہ اُنکا قتل واجبی تھا یا نہین؟۔ مگر باوصف
اسکے کہ علی مرتضیٰؑ نے طالبان خون حضرت عثمان رضہ سے چاہا کہ وہ دعوی
اور شہادت پیش کرین لیکن کسی کیطرف سے کوئی دعوی اور شہادت پیش نہوئی
تواس سے یہ نتیجہ پیدا ہو سکتا ہی کہ کچھ لوگ طلب خون عثمان رضہ کا ایک بہانہ
کرتے تھے اور دل مین جانتے تھے کہ قتل حضرت عثمان رضہ کا واجبی ہی اور
کسی سے قصاص لیا نہ جا سکے گا۔

اس ارشاد علی مرتضیٰ ع سے کہ وہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جب
تک کہ امور مسلمانون کے سلامت رہینگے ۱۲۔ یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ
خلافت حضرت ابو بکر رضہ یا شیخین مین جوَر وظلم نہ تھا ورنہ جناب امیر ع اُنسے
لڑتے ۱۲ (لیکن بجاے لڑنے کے یہ کہنا چاہیے کہ جناب امیر حضرات شیخین
سے آشتی یا اُنکی خلافت کو سلامت نہ رکھتے ۱۲) مگر اصل انعقاد خلافت حضرات
شیخین مین جوَر وہی تھا جو اصل انعقاد خلافت حضرت عثمان رضہ مین تھا یعنے

بمقابلہ احق ہونے علی مرتضیٰ ع کے دوسروں کو حقدار بنایا گیا اور غیر احق نے خلافت کو لے لیا اور مفضول کو ترجیح دی گئی اور خاص علی مرتضیٰ ع پہ جور کیا گیا۔ مگر مجرد اس امر پہ جس پہ علی مرتضیٰ ع نے صبر کیا علی مرتضیٰ ع کو حضرات شیخین سے لڑنا یا اُنکی خلافتوں کو سلامت نہ رکھنا یا اُن میں خلل ڈالنا لازم اور ضروری نہیں تھا بلکہ اُنکی خلافتوں کو بھی علی مرتضیٰ ع اُس وقت تک سلامت رکھنے کے قابل اور خلل نہ ڈالنے کے لائق جانتے تھے کہ جبتک کہ عموماً امور مسلمانوں کے سلامت رہیں ۔

واقعات تاریخی دکھا رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر یا حضرات شیخین کے عہد خلافت میں گو خاص خاص موقعوں پر ایسی کارروائیاں ہوئیں کہ جو مخالف شرع تھیں اور وہ مخالفت عمداً غلط تعبیر یا بے پروائی یا مطلق نافہمی یا کسی خاص غرض اور کم علمی کی وجہ سے واقع ہوئی لیکن عموماً ایسی حالت نہیں ہوئی کہ سلامتی امور مسلمانوں کی نہ رہ سکی اور ارکان دین اور حدود الٰہی کو درہم برہم کر دیا گیا ہو بلکہ استحکام اور وسعت سلطنت قومی مسلمانوں کی بمشورہ اور اکثر باتباع علی مرتضیٰ ع اور بحمایت علی مرتضیٰ ع کے ہوتا رہا اور وہ اظہار رائے علی مرتضیٰ ع کا اور حمایت علی مرتضیٰ ع کی استحکام مذہب اسلام اور سلامتی امور مسلمانان کے لیے تھا — اور حضرت ابوبکر نے یہان تک فرمایا کہ وہ مجھسے اقالہ بیعت کا کرو جبکہ درمیان تمھارے علی ع ہیں اور حضرت عمر بھی فرماتے رہے ہیں کہ اگر علی مرتضیٰ ع نہوتے تو مین ہلاک ہو جاتا جبکہ علی مرتضیٰ ع حضرت عمر ع کو اُنکی غلطی سے آگاہ کرتے تھے ۔ لیکن یہ تمام مواقع جو حضرت ابوبکر ع اور حضرت عمر ع کے زمانہ خلافت مین پیش آتے ہین کہ جس مین علی مرتضیٰ ع سے مشورہ لیا گیا یا پوچھا گیا یا خود علی مرتضیٰ ع نے

اُنکی غلطی پر مطلع ہونے کے بعد ہدایت کی یا علی مرتضی ع کا ارشاد قبول کیا گیا وہ عموماً سلامتی امور مسلمانون سے متعلق ہین۔ اور اسی وجہ سے ضرورت نہین تھی کہ علی مرتضی ع اُنکے خلافتون کو درہم برہم یا اُن پر حملہ کرتے مگر اصل امر خلافت اور حق خلافت اور معاملہ فدک اور قضیہ مالک بن نویرہ جنکا تعلق امر خلافت اور حق خلافت سے تھا امور خاص تھے جنکا ذات علی ع اور اہلبیت پیغمبر سے جو تابع فرمان اور سرپرستی علی مرتضی ع کے تھے تعلق تھا۔ اور یہ امور متعلق عمومیت امور مسلمانان جن کو آج کل کی اصطلاح مین امور قومی کہا جا سکتا ہے متعلق نہ تھے۔ جنکا تعلق ایسے امور عامہ سے نہین تھا جس مین عموماً ارکان دین منہدم ہوتے ہون اور حدود الٰہی تمام مسلمانون کے لیے برقرار نہ رہتے ہون۔ اُن مین جور ہونے سے یہ لازم نہین آتا تھا کہ سلامتی دیگر امور مسلمانان کی عموماً نہ رہے اس لیے کہ وہ امور جور متعلق ذات خاص علی مرتضی ع کے تھے علی مرتضی ع نے اپنی ذات پر جو جور ہوا اُس پر اُنھون نے صبر فرمایا ہے۔ اور ان امور جور ذاتی کی وجہ سے علی مرتضی ع نے حضرات شیخین پر حملہ نہین کیا کہ جس مین طمع خلافت کی ظاہر ہوتی تھی۔ اور بوجہ اس کے کہ عمومیت کے ساتھ امور مسلمانون کے باتباع اور حمایت علی مرتضی ع کے اُن دونون خلافتون مین سلامت رہے علی مرتضی ع نے اُن خلافتون کو سلامت رکھا۔

علماء شیعہ کبھی اس بات کے قائل نہین ہوے ہین کہ عہد خلافت حضرات شیخین مین برابر جور ہوتے رہے یا خلاف شرع کے ہمیشہ ظلم ہوتا رہا کہ جس سے عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہے ہون وہ صرف اس امر کے قائل ہین کہ احق الناس کو خلافت کے لیے قبول نہ کرنا جور تھا۔ اور حضرات شیخین

سے خاص خاص موقعون پر خصوص جن کا تعلق ذات علی مرتضیٰؑ اور اہلبیت پیغمبرؐ سے تھا جور ہوا اور وہ جور بھی باعتبار عمداً غلط تعبیر یا نافہمی اور بےپروائی اور کسی غرض خاص سے یا کم علمی کے سبب سے خاص خاص معاملات مین واقع ہوا جس مین اتباع علی مرتضیٰؑ کا نہین کیا گیا۔ لیکن وہ عمدہ عمدہ کام عموماً امور مسلمانان کے متعلق باتباع راے علی مرتضیٰؑ اور اُنکے مشورہ کے بموجب کام کرتے رہے۔ اور عموماً امور مسلمانونکے متعلق جہان کہین اُنسے غلطی ہوئی سواے خاص موقعون کے اصلاح علی مرتضیٰؑ کو قبول کرتے رہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کی نسبت ایسی راے کچھ صرف علماے شیعہ کی نہین ہی بلکہ اکثر علماء اہلسنت بھی اُن کے ہمزبان ہین۔ اور واقعات تاریخی دکھا رہے ہین کہ عہد حضرت عثمانؓ مین عموماً سلامتی امور مسلمانان کی نہین رہی۔ اُس شان سے کہ جس شان سے عہد حضرات شیخین مین رہی اور حضرت عثمانؓ نے خلاف پند و نصائح علی مرتضیٰؑ کے بہروت حضرت مروانؓ کے عمل کرکے اپنی خلافت کو سلامت نہ رکھا۔ پس اس تمام مقصد اور غرض کلام علی مرتضیٰؑ کی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد اُس نوعیت سے نتیجہ نہین نکلتا ہی جس طور پہ کہ مصنف مخاطب نے بیان کیا ہی بلکہ یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ انعقاد خلافت حضرت ابوبکرؓ مین بوجہ اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ غیر احق الناس تھے اور احق الناس کو خلافت نہ ملی جور تھا اور گو خاص خاص موقعون مین مخالف شرع حضرت ابوبکرؓ سے اپنے عہد خلافت مین کارروائی ہوئی لیکن عموماً امور مسلمانونکے سلامت رہے اور انہدام ارکان دین کا نہین ہوا اور حدود الٰہی برقرار رہے۔ اسلیے علی مرتضیٰؑ نے اُسپر صبر کیا جو اُنکی ذات سے متعلق جور ہوا اور بوجہ سلامت رہنے عموماً امور مسلمانون

سے کے علی مرتضیٰ ع نے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر حملہ نہین کیا اور آشتی رکھی اور اگر عموماً امور مسلمانون کے سلامت نہ رہتے تو علی مرتضیٰ ع اپنے دست بُریدہ سے یعنی باوجود اس کے کہ علی مرتضیٰ ع کے ہاتھ پر بیعت نہین ہوئی تھی خلافت حضرت ابو بکرؓ پر حملہ اور اُس کے درہم برہم کرنے کی کوشش کرتے گو نتیجہ اپنے قتل کا ہوتا۔

شارح میثم بحرانی نے اس قول علی مرتضیٰ ع کی شرح مین جو لکھا ہی اُس کا پورا مضمون یہ ہی "اور قول اُن (علی مرتضیٰ ع) کی وہ قسم ہو ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانون کے" شرح یہ ہی کہ وہ البتہ چھوڑونگا مین مناقشہ (باریک بینی) اس امر مین جبتک کہ سلامت رہینگے امور مسلمانونکے فتنہ سے۔ اور اس مین اشارہ ہے طرف اسکے کہ بیشک غرض اُن علیہ السلام کی مناقشہ سے اس امر مین وہی بہتری صلاح حال مسلمانونکی اور درستی اُنکے امور کی اور سلامتی اُنکی فتنہ سے ہی۔ اور تحقیق تھی مسلمانون کے لیے جو کوئی کہ گذر گیا خلفا سے قبل اُسکی درستی امر کی اگرچہ تھی وہ درستی کہ نہین پہونچی تھی نزدیک اُن (علی مرتضیٰ ع) کے کمال استقامت اپنی کو جبکہ ہوتے وہ والی اس امر کے پس اسواسطے قسم کھا کر کہتا ہون مین ہر آئینہ سلامت یا آشتی رکھونگا مین اُس امر کی۔ اور نہین جھگڑا کرونگا مین اُس امر مین اسواسطے کہ اگر جھگڑا کیا جائے اُس مین ہر آئینہ پھیل جائیگا فتنہ درمیان مسلمانون کے اور ٹوٹ جائیگا عصا اسلام کا اور وہ مطلوب شارع کی ضد ہی۔ اور سوائے اسکے نہین ہو کہ متعین کی جاتی ہو اُس پر نزاع اور قتال وقت خوف فتنہ کے اور قیام اسکے کے "۔

یہ قول شارح میسم کا موافق ہے اُس حقیقت کے اور مطابق ہے اُس معنے اور مراد کے جو ہم نے ظاہر کیا ہے اور مصنف مخاطب نے قول شارح سے وہ مضمون چھوڑ دیا ہے کہ وہ کمال استقامت سلامتی امور مسلمانون کا علی مرتضی ؑ کے نزدیک عہد خلفاء گذشتہ مین نہین تھا۔ اور یہ مضمون ظاہر کرتا ہے نقص خلافت اُن خلفاء کو اگرچہ وہ نقص اس درجہ پر نہین تھا کہ اُن خلافتون کو سلامت نہ رکھا جاتا یعنے وہ نقص بالتعمیم سلامتی امور مسلمانون نہین تھا بلکہ بالتخصیص بعض مسلمانون کے امور مین واقع ہوا۔ ایسی حالت مین قول شارح کے وہ معنی نہین ہوسکتے جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین بلکہ وہی معنے ہوتے ہین جو ہم نے ظاہر کیے ہین اور خود علی مرتضی ؑ نے اپنے کلامون مین حضرت ابوبکر کی حالت کو قلیل العیب اور ضعیف فرمایا ہے۔

شارح میسم نے جو نسبت فرق درمیان خلفائے ثلثہ اور معاویہ کے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کے امر و نہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے تو وہ بطور نتیجہ کے ہے اُس شرح کے کہ جو فاضل میسم اپنے اس سخن سے پہلے یہ کہہ چکے ہین کہ عہد حضرت عثمان سے قبل سلامتی امور مسلمانون کے کمال استقامت کے ساتھ علی مرتضی ؑ کے نزدیک نہین تھی یعنے سلامتی امور مسلمانون کی بالتعمیم تھی گو بالتخصیص نہین رہی۔ اور آخر مین شارح میسم نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ خاص ذات علی مرتضی ؑ پر جور ہوا بوجہ اس کے کہ احق کو خلافت نہ ملی۔ جب اس تمام بیان پر نظر کی جاتی تو حضرت معاویہ کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے جس کو تفصیل سے مین بیان کرتا ہون کہ انعقاد خلافت خلفائے ثلثہ پر ہو گیا گو اُس انعقاد خلافت مین بوجہ اس کے کہ احق الناس کو خلافت نہ ملی خاص علی مرتضی ؑ پر

جو رہو الیکن علی مرتضیٰ ع نے اُس انعقاد خلافت پر صبر کیا اُس حالت تک کہ بالعموم امور مسلمانون کے اُن خلافتون مین سلامت رہین۔ اور اگر بالعموم امور مسلمانون کے نہ بالخصوص بعض مسلمانون پر جن کا تعلق امر اور ذات علی مرتضیٰ ع سے ہو سلامت نہ رہین تو اُن خلافتون پر حملہ روا ہو۔ کیونکہ قبل اس کے کہ اُن خلافتون مین سلامتی عموماً امور مسلمانون کی نہ رہے حملہ بحالت بالعموم سلامتی امور کے مسلمانون مین فتنہ بپا کرنا تھا۔ اور وہ حملہ محض بہ طمع خلافت سمجھا جاتا۔ اور فتنہ کا برپا کرنا مذموم ضد مطلوب شارع ع ہے۔ حضرات شیخین کے عہد خلافت مین گو بالخصوص جنکا تعلق خاص ذات اور امر علی مرتضیٰ ع سے تھا سلامتی نہین رہی۔ مگر بالعموم امور مسلمانون کے متعلق سلامتی رہی لیکن عہد خلافت حضرت عثمان ؓ مین عموماً امور مسلمانون کی وہ شان نہین رہی جو عموماً سلامتی امور مسلمانون کی شان عہد حضرات شیخین مین تھی۔ اور اُنکی خلافت قابل حملہ کے ہوگئی تھی کہ خود مسلمانون نے اُس کو برہم اور درہم کر دیا چنانچہ ہمارے زمانہ کے ایک آزاد طبع[۱] محقق اپنی تصنیف جامع الاحکام فی فقہ الاسلام مین واقعات تاریخی سے یہ قبول کرتے ہین کہ وہ بحجر خلیفہ ثالث کے جو نیک مزاج مگر ضعیف العقل تھے کہ اُمویٰ اور ہی وزرا اختیار کی تھی خلیفہ اول و دوم اپنے عہد خلافت مین حضرت علی ع جو معنی اور مفاد احکام شرع بیان فرماتے تھے اُنکا لحاظ کرتے تھے اور جو علی مرتضیٰ ع احادیث کی تاویل فرماتے تھے اُس کے بموجب فیصلہ صادر کرتے تھے۔ جس سے بالتعمیم سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت حضرات شیخین مین اُس

[۱] ہائی کورٹ کلکتہ کے جوڈیشل جج آنریبل مولوی سید امیر علی خان بہادر سی۔ آئی۔ ای۔

نمایان سے اور عدم سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت خلیفہ ثالث مین ظاہر ہے - اور حضرت عثمان رض کی روش کا فرق حضرات شیخین کی رفتار سے نمایان ہوتا ہے - لیکن حضرات خلفاء ثلثہ کی حالت کے خلاف حالت حضرت معاویہؓ اور نیز ارباب جنگ جمل کی ہے کہ حضرت معاویہ رض یا حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کو مہاجرین اور انصار نے یا اہل الرا ے یا اہل حل وعقد نے مجتمع ہوکر بلا اُن کے جز و نے خلافت کے لیے قبول نہین کیا تھا - اس حیثیت سے بھی کہ جسمین خاص ذات امر علی مرتضیٰ ع پر بیعت ہوئی بلکہ کل مہاجر اور انصار نے مجتمع ہوکر بالاتفاق علی مرتضیٰ ع کو خلیفہ قبول کیا تھا اور ہر مسئلہ کی رو سے وہ خلیفہ برحق قرار پا چکے تھے ارباب جنگ جمل اور حضرت معاویہ کو چاہیے تھا کہ وہ خلافت علی مرتضیٰ ع پر حملہ نہ کرتے اور منتظر رہتے کہ سلامتی امور مسلمانون کی عہد خلافت علی مرتضیٰ ع مین رہتی ہے یا نہین - بلا انتظار اُس کے جو اُنھون نے خلافت علی مرتضیٰ ع مین خلل ڈالنا چاہا وہ فتنہ تھا جسکو شرع مین بغاوت کہا گیا ہے - علی مرتضیٰ ع کو اُس فتنے کے فرو اور بغاوت کے رفع کرنے کے واسطے جنگ کرنا واجب تھا جب تک کہ وہ لوگ امر الٰہی کی طرف آجا دین جس کے بارہ مین خاص آیت قرآن مین موجود ہے اور جسپر پہلے بحث ہو چکی ہے -

پس یہ فرق تھا درمیان خلفاے ثلثہ اور حضرت معاویہؓ کے اور یہ وجہ تھی کہ علی مرتضیٰ ع نے خلفاے ثلثہ سے جنگ نہین کی اور انتظار زوال عموماً سلامتی امور مسلمانون کا جنگ کے لیے کیا - کہ قبل اُس کے جنگ کرنا فتنہ کا پھیلانا درمیان مسلمانون کے اور توڑنا عصا اسلام کا اور وہ ضد مطلوب شارع علیہ السلام کی تھا اسلیے کہ شارع علیہ السلام کا مقصود یہی تھا کہ عموماً امور مسلمانون کے سلامت رہین اور اصلاح

اُن امور کی ہوتی ہے اُس کو کسی وقت کامل استقامت نہو- اور ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع سے علی مرتضی ع نے جنگ کی کہ ارباب جمل اور حضرت معاویہ ع باعث ضد مطلوب شارع علیہ السلام کے ہوئے تھے اور یہی منشا ہے شارح میسم کا جو اُنھون نے فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور معاویہ ع کے بیان کیا ہے- اور اسی مراد مین اُنھون نے کہا ہے کہ "بیشک فرق درمیان خلفاے ثلثہ اور درمیان معاویہ کے اللہ کے احکام قائم کرنے اور اللہ کی امر ونہی کے مطابق عمل کرنے مین ظاہر ہے"- اور اسکے معنی یہی ہین کہ عموماً نہ خصوصاً اُن عہدون مین سلامتی امور مسلمانون کی جبتک رہی تب تک وہ خلافت سلامت رہی-

جناب امیر ع کے اس قول کی شرح مین جو بعیت عثمان ع کے وقت فرمایا تھا میسم نے اس پہلو سے لکھا ہے کہ خلفاے ثلثہ کی حکومت عدل وانصاف کی حکومت تھی اور عموماً احکام آلہی اُن کے زمانہ مین جاری تھے نہ کسی اور شارح نے ایسا لکھا ہے- شارح میسم نے جو کچھ لکھا ہے اور جس معنے مراد مین لکھا ہے اُس کی حقیقت اوپر دکھائی جا چکی اور شارح ابن ابی الحدید یہ لکھتے ہین کہ اہل شوریٰ کے لیے علی مرتضی ع یہ کہتے ہین تحقیق جانا تم نے بے شک مین احق ہون خلافت کا اپنے غیر سے اور عدول کیا تم نے مجھسے پھر قسم کھائی ہر آئینہ سلامت رکھینگے وہ (علی مرتضیٰ ع) اور چھوڑ دینگے مخالفت اُسکے لیے جسوقت کہ ہوگی علی مرتضی ع کی تسلیم مین اور گرجانے مین علی مرتضی ع کے اپنے حق سے سلامتی امور مسلمانون کی اور ہنوگا جور اور افسوس مگر اُن (حضرت) پر خاصتہً اور یہ کلام مانند کلام علی مرتضی ع کے ہے اسواسطے کہ جس وقت جانا اُنھون نے یا غلبہ ظن ہوا اُنکا یہ کہ بیشک اگر

جھگڑا کیا جاویگا اور جنگ کیجاویگی داخل ہو جاویگی اسلام پر سستی اور رخنہ
نہین جائز ہو گی واسطے اُنکے منازعت اگرچہ وہ طلب کرین جھگڑے سے
ساتھ اُس چیز کو جس چیز کے کہ وہ احق ہین پس اگر جانا اُنھون نے یا غلبہ
ظن ہوا اُنکا اس بات پر کہ رک جانا اپنے حق کی طلب سے سوا اس کے
کچھ اور نہین ہوگا کہ داخل ہو جاوے گا رخنہ اور سستی اوپر اسپنے خاصۃً
اور سلامت رہیگا اسلام فتنہ سے واجب ہوا اُن حضرت پر چشم پوشی اور
صبر اُس چیز پر جو کچھ کہ مصیبت یا ناگواری لاتے وہ لوگ اُن کے حق کے
لے لینے مین اور روک لیا اُن حضرت نے ہاتھ اپنا تاکہ اسلام فتنہ سے
پناہ مین رہے" پھر شارح ابن ابی الحدید نے یہ سوال کیا ہے کہ کیون نہین
سلامت رکھا معاویہ اور اصحاب جمل کو اور چشم پوشی کی لے لیے جانے حق
اپنے سے واسطے حفاظت اسلام کے فتنہ سے" اور اس سوال کا یہ جواب
دیا ہے" کہ بیشک جور جو پیش آیا تھا اصحاب جمل اور معاویہ اور اہل شام
کی طرف سے وہ خاص سمٹ کر اُنہین پر نہین آنے والا تھا بلکہ عام تھا اسلام
اور تمام مسلمانون پر اسواسطے کہ وہ لوگ علی مرتضی ع کے نزدیک ایسے نہین
تھے کہ جو اصلاح ریاست امت کی رکھ سکین اور آراستگی خلافت کو اُٹھا
سکین پس نہ تھی ایسی شرط جسکو محققا شرط کیا تھا اور وہ شرط وہی قول
اُن حضرت کا ہے نہین ہو گا جور مجھپر مگر خاصۃً اور یہ کلام دلالت کرتا ہے
اوپر اس بات کے کہ بیشک علی مرتضی ع اس طرف نہین جاتے تھے کہ
خلافت عثمان رض کی متضمن تھی جور کی اوپر مسلمانون کے اور اسلام کے
اگرچہ ضرور تھی متضمن جور کی اوپر اُنکے خاصۃً اور بیشک وہ خلافت
واقع ہوئی جہت مخالفت اولی کی نہ جہت فساد کلی اور بطلان اصلی کی"

شارح ابن ابی الحدید نے جو کچھ راے اپنی اس کلام علی مرتضی ع کی نسبت ظاہر کی ہے وہ میری اس راے سے کچھ مخالف نہین ہے جو مین نے اوپر ظاہر کی ہے البتہ زمانہ حضرت عثمان کی نسبت باعتبار واقعات تاریخی کے مین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سلامتی امور مسلمانون مین ایک نوع کا خلل آگیا تہا اور جسکی اصلاح کی پند و نصیحت کے ذریعہ سے علی مرتضی ع نے کوشش کی لیکن وہ کوشش حضرت عثمان پر کچھ کارگر نہ ہوئی اور بالآخر مسلمانون نے جن کے امور کی سلامتی نہین رہی تھی حضرت عثمان ع کو قتل کرڈالا تاہم گو میرے اور شارح ابن ابی الحدید کے درمیان کسیقدر اختلاف ہو شارح ابن ابی الحدید کا قول ایسا نہین ہے جو تائید مصنف مخاطب کی کرتا ہو۔ ملا فتح اللہ شیرازی کی جو ایک سخت شیعہ عالم تہے شرح فارسی مطبوعہ میرے پاس موجود ہے مگر افسوس ہے کہ اُس مین یہ مقام نہین ۔ اور نہج البلاغۃ کی اول شرح ملا قطب الدین راوندی نے کی ہے جن پر شارح ابن ابی الحدید نے بعض بعض مقام پر ایراد کیا ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون ملا فتح اللہ شیرازی ملا قطب الدین راوندی سے ایک قدم اگر آگے بڑہے ہوے نہین تہے تو اُن کے قدم بقدم تہے اور ان دونون علما کی نسبت مجھکو ہرگز گمان نہین ہوسکتا کہ اُنھون نے عہد خلافت حضرات خلفاے ثلاثہ کی نسبت ایسا کچھ لکھا ہو جیسا کہ مصنف مخاطب اس موقع پر کہتے ہین ۔ اور افسوس ہے کہ مین مصنف مخاطب سے اس امر مین متفق نہین ہوسکتا کہ تمام شارحین نے ایسا لکہا ہے جس نوعیت سے کہ مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے ۔ اور نہ اُس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد جیسا کہ مین نے ظاہر کی یہ نتیجہ کسیطرح پیدا نہین ہوسکتا جو مصنف

مخاطب اخذ کرتے ہین کہ وہ یہ خیال بھی باطل ہو گیا کہ جناب امیرؑ کی مصیبت جسکا اس مبالغہ سے اُنھون نے بیان کیا ہے یہ تھی کہ خلیفۂ اول کے زمانے مین احکام مخالف شرع جاری تھے !!! بلکہ صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ علی مرتضیٰؑ کو بوجہ احق الناس ہونے کے جو خلافت نہین ملی وہ مصیبت علی مرتضیٰؑ پر تھی اور اس سے زیادہ کسی مصیبت کا مبالغہ نہین ہو سکتا مگر اس مصیبت پر علی مرتضیٰؑ نے صبر کیا اور خلیفۂ اول کے زمانے مین گو خاص موقعون پر احکام مخالف شرع جاری ہوے لیکن عموماً سلامتی امور مسلمانون کی رہی اور یہی نتیجہ مطابق واقعات تاریخی کے ہے اور موافق کلام علی مرتضیٰؑ کے جس جس موقع پر کہ اُنھون نے جو کچھ فرمایا —

مصنف مخاطب نہایت عجیب یہ بات ظاہر کرتے ہین وہ کہ روایات شیعہ پر غور سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانون پر ظلم و جور کا ہونا یا امور منہیہ کا واقع ہونا جناب امیرؑ کو ایسا ناگوار نہ تھا جو بڑی مصیبت سمجھا جاے اس لیے کہ ظلم و جور اور امور منہیہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت بلکہ اُن کی خاص مجلس مین علانیہ واقع ہوتے تھے مگر جناب امیرؑ اُن کے دفع کی کوشش نہین کرتے تھے !!!

مصنف مخاطب اپنے اس دعوی کی سند کے لیے ایک واقعہ دکھاتے ہین جبکہ جناب امیرؑ سے لوگون نے خلافت کے لیے بعیت کی — اور ملا فتح اللہ کے ترجمہ سے کلام علی مرتضیٰؑ کو نقل کرکے یون ترجمہ کرتے ہین کہ وہ کھولا تم نے میرا ہاتھ اور روکا مین نے اُسکو !! اور مضمون آئندہ متعلق اس فقرے کو ترک کرکے مصنف مخاطب نسبت فرمودہ علی مرتضیٰؑ کے یون بیان فرماتے ہین کہ مع جناب امیرؑ حاضرین سے

مخاطب ہو کر فرماتے ہین کہ تم سب بیعت کرنے کے لیے میرا ہاتھ کھولتے تھے لیکن چونکہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اس لیے مین اپنا ہاتھ روکتا تھا اور تمھاری بیعت پر راضی نہ تھا"

پھر مصنف مخاطب اپنے اس بیان پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ وہ جناب امیرؑ کو خلافت پسند نہ تھی پھر بھلا ابو بکرؓ کی خلافت لینے کی شکایت وہ کیون کرتے اور جو چیز اُن کو پسند نہ تھی اور اُس کے قبول کرنے سے انکار کرتے تھے اُسکا غصب کیسا"؟

پورا مضمون اس کلام علی مرتضیؑ کا یہ ہے کہ وہ کھولا تم نے ہاتھ میرے کو پس روکا مین نے اُس کو اور کھینچا تمنے اُسکو پس بند کیا مین نے اُسکو"

اس کلام علی مرتضیؑ مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے کہ جس کا یہ مضمون ہو کہ خلافت مجھکو پسند نہ تھی اور نہ واقعات تاریخی سے مصنف مخاطب نے یہ دکھایا ہے کہ علی مرتضیؑ نے خلافت کے لینے سے انکار کیا ہو یا نا پسند کرتے تھے بلکہ واقعات تاریخی سے بخوبی ثابت ہے کہ بعد پیغمبرؐ ہر زمانہ مین علی مرتضیؑ نے قبل اور بعد کسی دوسرے کے خلیفہ مقرر ہو جانے پر اظہار اپنے حق کا اور اپنا احق ہونا ظاہر فرمایا ہے اور بحث کرکے اپنے احق ہونے کی حجتین تمام کی ہین — ایسی حالت مین اس کلام علی مرتضیؑ سے یہ کیسطرح استنباط ہو سکتا ہے کہ خلافت اُنکو پسند نہ تھی اور اس لیے اُنھون نے اپنا ہاتھ روکا اور وہ بیعت پر راضی نہ تھے اور نہ اس کلام علی مرتضیؑ سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ ابو بکر کی خلافت لینے کی شکایت کیون کرتے — اور اُس خلافت کا غصب ہونا کیسے ہو سکے"؟

یہ سچ ہے کہ اس کلام علی مرتضیؑ سے یہہ امر واضح ہوتا ہے

کہ جسوقت علی مرتضیٰ ع کو خلیفہ قبول کیا گیا ہے اُسوقت علی مرتضیٰ ع کے ہاتھہ کو لوگ بیعت کے لیے کھولتے تھے اور کھینچتے تھے اور علی مرتضیٰ ع اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے اور بند کیے لیتے تھے۔ اگرچہ اس کلام علی مرتضیٰ ع سے یہ نہین ظاہر ہوتا کہ آپ کیون اپنا ہاتھہ بند کیے لیتے تھے اور اپنے ہاتھہ کو روکتے تھے۔ لیکن علی مرتضیٰ ع کو اسکی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہین تھی اس لیے کہ اس کے قبل کے تمام واقعات روزگار ہر بیعت کے تازہ تھے اور لوگون کی آنکھہ کے سامنے موجود تھے اور وہ واقعات اسوقت تک کتب سیر اور تواریخ اور روایات مین موجود ہین۔ جسکی تفصیل جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین مذکور ہوئی ہے یعنے بعد وفات پیغمبر ص کے علی مرتضیٰ ع تجہیز و تکفین پیغمبر ص مین مصروف تھے اور حضرت ابوبکر رض سقیفہ بنی ساعدہ مین خلیفہ مقرر کیے گئے۔ جسپر علی مرتضیٰ ع نے اپنی ناخوشی ظاہر کی اور اپنا احق ہونا خلافت کے لیے فرمایا۔ لیکن لوگون نے کچھہ شنوائی نہ کی اور اُس پر آپ نے صبر کیا اور ایک مدت تک گوشہ نشینی اختیار کی پھر جسوقت کہ حضرت ابوبکر رض کے استخلاف کے بموجب حضرت عمر رض خلیفہ قرار دیے گئے اُسوقت بھی آپ نے اعتراض سے اپنے آپ کو نہین روکا اور حضرت عثمان رض کے خلیفہ مقرر ہونے کے وقت مجلس شوریٰ مین آپ نے وہ حجتین اپنے احق خلافت ہونے کے لیے پیش کین کہ جسکو لوگون نے قبول کیا مگر آپ کے خلیفہ قبول کرنے سے جواب دیدیا۔

یہ واقعات صاف دکھاتے ہین کہ علی مرتضیٰ ع کو حد سے زیادہ اُمت رسول ص کی طرف سے بے دلی پیدا ہوگئی تھی۔ اور تین مرتبہ علی الاتصال اُمت رسول ص یہ خطا کر چکی تھی کہ علی مرتضیٰ ع کی ہدایت پر مطلق توجہ نہین کرتی

تھی اور اُن کے خلیفہ قبول کرنے سے ہر مرتبہ بے پروائی وقوع مین لاتی تھی ۔۔

قتل حضرت عثمان رض کے بعد جب لوگون نے بہت الحاح کیا اور بیعت کے لیے مبالغہ مین حد سے گذر گئے تو ایسی حالت مین جبکہ علی مرتضیٰ ع کو طمع خلافت کی نہین تھی اور لوگون کی نافرمانی سے نہایت بیدلی پیدا ہو چکی تھی وہ بیدلی علی مرتضیٰ ع کو برانگیختہ کرتی تھی کہ امر خلافت کے متعلق لوگون کو اُسی حالت پر چھوڑ دین کہ وہ کسی دوسرے کو خلیفہ مقرر کرلین۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ ع نے اپنے خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے کہ "اگر بیعت حاضر نہوتی اور وجود ناصر کا نہوتا اور خدا علماء سے عہد نہ لیتا تو ڈالدیتا مین مہار خلافت کی اُسکی گردن پر اور اُسی کاسہ مین پانی پلاتا کہ جہان اُسنے پہلے پیا" اُسی بیدلی اور ناخوشی علی مرتضیٰ ع نے جو لوگون کی بے پروائی اور راہ مستقیم پر نہ چلنے اور علی مرتضیٰ ع کی ہدایت کو اور علی مرتضیٰ ع کے احق الناس ہونے کو نہ ماننے سے پیدا ہوئی تھی علی مرتضیٰ ع سے یہ امر ظاہر کرایا کہ لوگ بیعت کرنے کے لیے علی مرتضیٰ ع کا ہاتھ کھولتے تھے اور کھینچتے تھے ۔ اور علی مرتضیٰ ع اپنے ہاتھ کو روکتے تھے اور بند کیے دیتے تھے ۔ لیکن پھر اس امر کے پیش آنے سے بیعت لینے پر علی مرتضیٰ ع مجبور ہوگئے جیسا کہ اسی کلام مین فرماتے ہین اور مصنف مخاطب اُس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہین کہ "پھر ہجوم کیا تم نے مجھپر ہجوم کرنا پیاسے اونٹون کا اپنے حوضون پر پانی ملنے کے دن یہانتک کہ ٹوٹا جوتی کا تسمہ اور گری چادر اور پامال ہوگئے وہ لوگ جو ضعیف تھے ۔ اور پہونچی خوشی آدمیون کو اس بات پر کہ اُنھون نے مجھسے بیعت کی یہانتک کہ خوش ہوئے اُسپر بچے

اور لرزتے ہوئے آئے بوڑھے بیعت کے لیے ۔ اور مشقت اٹھا کر گئے بیعت کے لیے بیمار ۔ اور چہرہ کھولا بیعت کے لیے ابھری چھاتیوں والی عورتوں نے ؎

اس پر مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ وہ ہجوم کرنیوالوں نے ضعیفوں کو پامال کرکے پیس ڈالا یہ بہت بڑا ظلم تھا اس سے بڑھکر ظلم وہ ہے جو خطبۂ شقشقیہ مین غدکور ہے کہ حسنین ؑ کو پامال کر ڈالا ۔

قیامت یہ ہے کہ جناب امیر ؑ کی مجلس مین بلند چھاتیوں والی عورتوں نے بیعت کے لیے منھ کھولا یہ علانیہ فسق ہے ۔ بیعت سے عورتوں کو کیا تعلق تھا جناب امیر ؑ نے اپنی مجلس مین عورتوں کو کیون آنے دیا منھ کھولنے سے منع کیون نہ کیا انکی بیعت کیون قبول کی ۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لیے کہ عورتوں کی چھاتیاں بلند تھین بغور دیکھنے کی بیشک ضرورت ہے ؎

اس کے بعد مصنف مخاطب اپنے مذاق طبع کے موافق یہ بند نظم کرتے ہین ۔

حیا و شرم کا پردہ اٹھایا شرمگینوں نے ۔ سر مجلس نقابین کھولدین پردہ نشینوں نے
کیا عہد اطاعت نورسیدہ نازنینوں نے ۔ ملائے ہاتھ ابھری چھاتیوں والے حسینوں نے
جو شرماتے تھے گھر مین مجلسوں مین بے حجاب آئے ۔ جو گھونگھٹ رات دن کرتے تھے وہ بے نقاب آئے

مصنف مخاطب افسوس کرتے ہین کہ خلافت کے ملنے کی خوشی مین جناب امیر ؑ کو ان امور کی کچھ بھی پرواہ نہو ئی یہ کیسا غضب ہے کہ اس ظلم و فسق کو جناب امیر ؑ فخریہ اپنے کلام مین بیان کر رہے ہین کہ یہ وہ ہین کہ ہماری خلافت کے وقت ایسے امور واقع ہوئے ۔ بھلا اس میں کیا فخر تھا کہ بچوں نے اور

ادبھری چھاتیون والی عورتون نے بیعت کی لرزتے ہوئے بوڑھے بیعت کرنے کو آئے اور بیمارون نے بھی بیعت کے لیے مصیبت اُٹھائی یہ تو بہت شرم کی باتین تھین نہ کہ اظہار فخر کے لیے خطبہ مین اُن کا ذکر کیا جائے اگر جناب امیرؑ کو فقط یہی ثابت کرنا منظور تھا - کہ بہت سے آدمیون نے مجھسے بیعت کے لیے ہجوم کیا تھا تو یہ مضمون پہلے فقرے سے ثابت ہوگیا تھا پھران ناگوار باتون کے ذکر کی کیا ضرورت تھی "

مصنف مخاطب نے جو اس مضمون کلام علی مرتضیٰؑ پر اعتراض اور افسوس طنز آمیز کیا ہے وہ بالکل غلط اور بے محل ہے - علی مرتضیٰؑ نے اپنے اس کلام مین ذکر ایک واقعہ کا کیا ہے جو اُسوقت پیش آیا ہے جبکہ وہ خلافت کے لیے قبول کیے گئے ہین جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کس شان سے علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور بیعت کرنے والون نے کس خوشی اور شوق سے علی مرتضیٰؑ پر بیعت کے لیے ہجوم کیا اور وقت ہجوم کرنے کے اُن ہجوم کرنے والون کو کیسا اضطرار تھا اور کیسی بیقراری وہ لوگ اُسوقت رکھتے تھے - عموماً کسی واقعہ کے بیان سے کسی بیان کرنیوالے پر یا اُس کی روایت کرنے والے پر کوئی الزام عائد نہین ہو سکتا - اور کسی واقعہ کو اس طور پر بیان کرنا کہ جس سے نقشہ اُس واقعہ کا لوگون کی نگاہ مین کھپ جاوے البتہ ہر کسی کا کام نہین ہے ایسا امر اُسی سے ہو سکتا ہے جو فصاحت اور بلاغت مین اپنا مثل اپنے زمانہ مین نہ رکھتا ہو -

علی مرتضیٰؑ نے جو اپنے بیان مین نقشہ ہجوم بیعت کرنے والون کا کھینچا ہے اُس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ بیعت خلیفہ قبول کرنے کے لیے اس شان سے ہونی چاہیے - نہ اُس شان سے کہ قبل اس کے تین

خلافتون کے لیے ظہور مین آئی جس مین حکمت عملی اور تدبیر اور داب ناجائز سب کچھ تھا اور جو طمع خلافت کو سر سبد رکھے ہوئے تھی۔ اسی امر نے مصنف مخاطب کو بیچین کر دیا ہے۔ اور ضرورت اُنکو ہوئی کہ وہ شان بے لوث پر داغ لگانے کے لیے آمادہ ہون لیکن جو چیز کہ صاف اور نکھری ہوئی ہو اُس کو ہر کوئی داغدار نہین دکھا سکتا۔

بیان ہجوم بیعت کرنے والون مین جو ذکر پامال ہوجانے ضعیفون یا حسنین ؑ کا خطبۂ شقشقیہ مین ہے وہ پامالی اُس صفت کی نہین تھی کہ جس مین بالعمد کسی نے بہ نیت ضرر پہونچانے کے کسی کو پامال کیا ہو یا کسی کی بے حرمتی مقصود ہو کہ جو حد جرم تک پہونچا ہو بلکہ اُس سے مراد یہ ہے کہ اشتیاق بیعت کرنے والون کا اس درجہ پر تھا کہ مضطربانہ صورت سے مشتاق لوگون نے ایسا ہجوم بقصد بیعت کیا کہ ایک کو دوسرے کے سر و پا کی خبر نہ رہی جیسا کہ ہر زمانہ مین شوقین کے ہجوم سے خاص خاص موقعون پر پامالی کے واقعات پیش آتے رہتے ہین۔ اور ہر ایک مہذب ملک مین ایسے شوقیہ موقع پر جسکو وہ اپنے نزدیک ناجائز نہین سمجھتا ایسا اتفاق ظہور مین آتا ہے گو دوسرا ملک اُس شوقیہ موقع کو ناروا سمجھے۔

مصنف مخاطب جو خلافت کی بیعت سے لوگون کو بے تعلق سمجھتے ہین یہ اُن کی غلطی اور نادانی معنا مین قرآنی سے ہی۔ جس کسی کو علم قرآنی نہین ہوتا وہ ایسی ہی غلطیان کیا کرتا ہے اور اسی لیے قرآن کے ساتھ اُس کی عالم کی ضرورت ہے۔ جسوقت رسول خدا م نے مکہ کو فتح کیا تو کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور وہان مکہ کے مردون سے بیعت

لی اور مردون کی پیروی سے عورتون نے بھی طرف بعیت کے رغبت کی اور حضرت پیغمبرؐ کو خدا کی طرف سے اجازت بعیت لینے کی عورتون سے دی گئی۔ خدا فرماتا ہے۔ یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ (سورہ ممتحنہ) ترجمہ اے نبی جسوقت کہ آوین تیرے پاس مومن عورتین کہ بعیت کرین تجھسے اس بات پر کہ نہ شریک گردانین گے اللہ کے ساتھ کسی چیز کو اور نہ چوری کرینگی اور نہ بدکاری کرینگی اور نہ قتل کرین اپنی اولاد کو اور نہ بہتان باندھین گی کہ افترا کیا ہو اُنھون نے اپنے اپنے ہاتھ پانون کے سامنے اور نافرمانی نہ کرین تیری اچھی باتون مین پس بعیت لے تو اُن سے اور خدا سے بخشش مانگ تو اُنکے لیے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مذہب اسلام مین دین و دنیا ایک چیز ہے۔ اور وقت فتح مکہ سے قطعی رسالت کے ساتھ خلافت فی الارض یعنے پادشاہت لاحق اور قائم ہو چکی تھی۔ اور جن شرائط پر عورتون سے بعیت لینے کی اجازت دی گئی اُن مین انتظام دنیوی کا جسکا تعلق سلطنت اور امارت سے ہے بہت بڑا حصہ ہے یہان تک کہ شرط اچھی باتون مین نافرمانی نہ کرنا خاص طور پر امور عامہ سلطنت سے علاقہ رکھتا ہے۔ اور اہل شہر نے وقت فتح مکہ کے بعیت لینا پیغمبرؐ کا عورتون سے جائز رکھا ہے۔ طریقہ بعیت مین اگرچہ اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ایک گوشہ چادر پیغمبرؐ کے ہاتھ مین تھا اور دوسرا عورتون

سکے ہاتھ مین - بعض نے کہا ہے کہ ایک پیالہ مین پانی تھا کہ اُس مین آنحضرت ؐ
اور عورتون نے ہاتھ ڈبوئے تھے - اور حدیث بی بی عائشہ صحیح مانی
گئی ہے کہ بیعت زنان زبانی تھی - (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۳۶۰)-

اسی اجازت قرآنی کی نظر سے موقع خم غدیر پر پیغمبرؐ نے جب علیؑ
کی نسبت جو کچھ فرمانا تھا فرما چکے اور جو کچھ کرنا تھا کر چکے تو یہ حکم دیا کہ ایک
دوسرا خیمہ میرے خیمہ کے برابر کھڑا کیا جاوے اور اُس مین سب لوگ
آ آ کر علی مرتضیٰ ؑ کو مبارکباد دین چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جملہ ازواج پیغمبرؐ نے
بھی اوس خیمہ مین حاضر ہو کر مبارکبادیان دین - (تذکرہ خواص الامہ سبط ابن
جوزی و سیرۃ محمد بن اسحاق و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و حبیب السیر)
اور حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ نے ان الفاظ مین مبارکبادی دی یعنی
امسیت یا ابن ابی طالب مولا کل مومن و مومنۃ - آج
شام کی تم نے اے علی بن ابی طالب ؑ درحالیکہ ہو مولی ہر مومن اور مومنہ کے
(زین الفتی عاصمی و صواعق بروایت دارقطنی)-

اس مبارکباد مین اقبال اطاعت اُس قول اور فعل رسولؐ کا تھا
یا نہین جو پیغمبرؐ علی مرتضیٰ ؑ کی نسبت ظہور مین لائے تھے - اور یہ قول
اور فعل پیغمبرؐ بمنزلہ اس کے تھا یا نہین کہ پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰ ؑ کی بیعت
کرائی اور اُس مین مردون کے ساتھ عورتین بھی شامل تھین اور وہ عورتین
جس مین ازواج رسولؐ بھی داخل تھین علی ؑ کے سامنے آئی تھین یا نہین؟-

عورتون کی بیعت کا مسئلہ اسقدر عہد رسولؐ مین شائع ہو گیا تھا
کہ خود عورتین بھی اس مسئلہ کو پورے طور سے جانتی تھین - اور اسی وجہ
سے علی مرتضیٰ ؑ کی بیعت کے لیے وہ بھی بڑے شوق سے دوڑ پڑین جبکہ

بعد قتل حضرت عثمان رضہ کے علی مرتضیٰ رضہ خلیفہ اور نائب رسول قبول کیے گئے۔ لیکن اشتیاق بیعت عورتون کا اُسی خلیفۂ رسول صہ کی نسبت ہوسکتا ہے کہ جس کو وہ نائب رسول صہ اور احق خلافت سمجھتی ہون اور جس کسی کو وہ ایسا نہ جانتی ہون اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہرگز وہ متوجہ نہین ہوسکینگی کچھ شبہ نہین ہے کہ کوئی شخص کامل خلیفہ نہین ہوسکتا جبتک کہ بالقاب اُسکو مرد و زن خلیفہ قبول نہ کرین۔ اور اُس قبول کو قول و فعل سے اپنے ظاہر نہ کرین۔ اور جو مرد و زن محض سکوت کی حیثیت سے قبول کرینگی اُسمین ہرگز اُنکا دلی شوق ایسے خلیفہ کے لیے قبول نکیا جاویگا گو وہ سطوت اور اطاعت سے باہر نہ جاسکین۔ حضرات خلفاے ثلثہ کی خلافت مین یہ بھی نقصان تھا کہ مسلمان عورتون نے اُن کو خلیفہ برحق قبول نہین کیا تھا۔ مگر یہ نقص قبول خلافت علی مرتضیٰ رضہ مین باقی نہین رہا اور عورتون نے اُس عہد کی تبقلید عہد پیغمبر صہ کے تکمیل قبول خلافت علی مرتضیٰ رضہ کی خود بخود کردی اور جس شان سے جس کشمکش مین وہ بیعت کیلیے آئین وہ کسی طرح امور منہیہ مین داخل نہین ہوسکتا۔ اور حالت اضطرار مین کشمکش کی وجہ سے چادر کا سر سے سرک جانا اور چہرہ کا کھُل جانا جبکہ آنا اُن عورتون کا امر مشروع تھا معیوب نہین ہوسکتا۔ امر بیعت کے لیے جس مین معاہدہ فرمان برادری کا ہوتا ہے ضرور ہے کہ بیعت کرنے والا بالغ اور ممیز ہو اور لڑکیون کے لیے امتیاز بلوغ اُنکی چھاتی کا اُبھرنا ہے۔ جس کے سبب سے وہ ممیز ہوجاتی ہین۔ اس غرض سے کہ صلاحیت معاہدہ کی کسی لڑکی بیعت کرنے والی مین ہے یا نہین امتیاز کی نیت سے کسی علامت کو دیکھنا یا کسی علامت امتیازی پر نظر پڑ جانا اور بیان کرنا ہرگز امر منہیہ نہین ہوسکتا بلکہ شرعًا جائز ہے۔ اکثر موقعون پر شرع مین

عورتون کے بے حجاب ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ جیسا کہ تعلیم دین کے لیے معلم کے سامنے آنا اور طبیب کے سامنے بے حجاب ہونا یا کسی عضو کو دکھانا۔ اور امام طبیب روحانی ہوتا ہے اُسکی اطاعت کے معاہدہ کے لیے اُس کے سامنے آنا امر جائز ہوگا۔ اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ اور اُسکے نائب امام کو باپ کے حکم مین مانا گیا ہے۔

یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ جہاد کا حکم عورتون سے ساقط ہے۔ مگر نصیبہ بنت کعب کی نسبت مورخین[1] لکھتے ہین کہ یہ وہ مع شمشیر اور شوہر اور لڑکون کے غزوہ احد مین خوشنودی خدا چاہنے کے لیے مجاہدون کے ساتھ تھی۔ اور ایک مشک اُسکے پاس تھی جس سے مسلمانون کو پانی پلاتی تھی۔ جب کفار کا غلبہ ہوا تو متوجہ قتال ہوئی اور تیرہ[13] زخم اُسکو پہونچے ایک زخم سال بھر مین اچھا ہوا اور وہ زخم ابن قمیہ کے ہاتھ سے لگا تھا وہ کہتا تھا کہ محمدؐ کو دکھاؤ۔ مجکو خلاصی نہو اگر وہ خلاص ہو جائے۔ مصعب مع گروہ مسلمانون کے اُس کے برابر آیا نصیبہ بھی اُن مین تھی ابن قمیہ نے اور ایک ضرب لگائی نصیبہ نے بھی کئی ضربین اُسپر لگائین مگر وہ زرہ پہنے ہوے تھا کارگر نہوئین جب نصیبہ کو زخم لگا۔ پیغمبرؐ نے اُس کے بیٹے کو پکارا کہ اپنی مان کا زخم باندھ نصیبہ کا بیان ہے کہ وہ پیغمبرؐ کے سامنے مقاتلہ کرتی تھی اور اصحاب پیغمبرؐ کے سامنے سے بھاگے جاتے تھے اور اُس کے پاس سپر نہین تھی۔ پیغمبرؐ نے ایک بھاگنے والے سے کہا کہ اپنی سپر اُس کو دے کہ جو لڑ رہی ہے اُسنے سپر ڈالدی اور نصیبہ نے اُٹھالی۔ اور پیغمبرؐ کے پاس چلی آئی اور حملہ مردانہ کرتی تھی کہ ایک کافر نے تلوار اُس پر لگائی کارگر نہوئی اُس نے

[1] روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۹۶ مطبوعہ بمبئی حیات القلوب جلد ۲ ص ۴۷۸ جنگ احد۔

اُسکے گھوڑے پر تلوار ماری کہ گھوڑا گرا اور سوار الگ ہوگیا۔ پیغمبرؐ نے اُسکے بیٹے کو پکارا اور وہ آیا۔ اور نصیبہ نے باتفاق بیٹے کے اُس مشرک کو قتل کیا نصیبہ کے بیٹے عبداللہ کو ایک کافر نے زخم لگایا نصیبہ نے اپنے بیٹے کا زخم باندھا۔ پیغمبرؐ نے اُس شخص کو بتایا کہ جسنے زخم نصیبہ کے بیٹے کو لگایا تھا نصیبہ نے اُسکی پنڈلی پر تلوار ماری کہ وہ گر گیا۔ پیغمبرؐ بہت ہنسے اور وہ مشرک مرگیا۔ نصیبہ کہ یمامہ مین بھی تھی اور اُسکا لڑکا اُس کے ساتھ تھا مسیلمہ کو ڈھونڈھتی تھی کہ نصیبہ پر کسی نے تلوار لگائی کہ گر گئی اور اُسنے دیکھا کہ وہ تلوار لگانے والا قتل ہوگیا اور اُس کا بیٹا اپنی تلوار سے خون پاک کرتا ہے

جنگ احد مین جب نصیبہ پیغمبرؐ کے سامنے کھڑی تھی تو سینہ اور پستان اپنے کو سپر کیے تھی ان واقعات سے ظاہر ہے کہ باوصف اس کے کہ عورتون کو قطعی رخصت جہاد کی نہین ہے مگر نصیبہ نے پیغمبرؐ کے سامنے جہاد مین قتل وقتال کیا اور پیغمبرؐ کی حمایت کی لیے جہاد مین سینہ و پستان کو سپر کیے ہوے تھی اور بلا حجاب صرف مسلمانون کے نہین بلکہ کفار کے سامنے آئی۔ تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے سامنے امور منہیہ وقوع مین آتے تھے اور پیغمبرؐ بجاے روکنے کے اُس کی تائید کرتے تھے؟ نہین یہ امر نہین ہے بلکہ یہ امر ہے کہ گو عورتون کو اجازت جہاد کی نہین ہے لیکن اگر کوئی عورت جوش مین آکر شریک جہاد ہو جاے تو وہ روکی نہین جا سکتی۔

قرآن مین اسّی عورتون کا جو مومنین کی ازواج ہونے والیان ہین خدا نے ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے اُن سب کو ایک اُٹھان پر اُٹھایا اور اُنکو باکرہ

بنایا ہے ہم عمر اور پیار دلانے والیان واسطے اصحاب یمین کے ہونگی ؎
(سورۂ واقعہ) پھر خدا فرماتا ہے کہ وہ وہ باغون مین ہونگی جنھون سے
کسیکو آنکھ اُٹھاکر بھی نہ دیکھا ہوگا اور پہلے کسی انسان اور جن نے اُنپر
ہاتھ بھی نہ ڈالا ہوگا (رنگینین اُنکی) یا قوت و مرجان کی سی ہونگی نیک خوبصورت
عورتین ہونگی خیمون مین رہنے والیان ہین ؎ (سورۃ الرحمن)

عربی زبان مین ہر سیاہ چشم گوری عورت کو حور کہتے ہین اور خود
علماے اہل سنت نے مثل ابن عباس اور مجاہد کے کہا ہے کہ وے آیات
قرآنی مین جن الفاظ سے حورین ایک مخلوق سمجھی جاتی ہے وہان دنیا کی
عورتین ہی مراد ہین ؎ (تفسیر کبیر ومشیر)—

ستر اور حجاب کے آیات جو قرآن مین سورۂ نور اور سورۂ احزاب
مین موجود ہین اور اُن احادیث نبوی پر جو اہل سنت کے یہان منقول
ہوئی ہین علماے اہل سنت نے غور کر کے یہ قرار دیا ہے کہ وے اجنبی
عورتون کی طرف نظر کرنے کے باب مین ہماری یہ راے ہے کہ اُنکی
زینت ظاہری کے مقامات یعنی چہرہ اور ہتھیلی کیطرف نظر کرنا جائز ہے ؎
اور اجنبی عورت کے چہرے کو دیکھنا تو جائز ہے مگر چھونا مکروہ ہے
(فتاوای عالمگیری)— اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ وے جائز نہین کہ مرد اجنبی
عورت کا بدن سواے چہرہ اور ہتھیلی کے دیکھے کیونکہ اللہ نے فرمایا
ہے کہ عورتیں اپنی زینت بجز اسقدر کے کہ جو کھُلی رہتی ہین نہ دکھلاوین ؎

علی اور ابن عباس نے کہا ہے کہ کھُلی زینت سرمہ اور انگشتری ہین اور
اُن سے مراد اُن کی جگہ ہے یعنے چہرہ اور ہتھیلی جس طرح زینت سے
مراد زینت کی جگہ ہے اور امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ پانون کا دیکھنا بھی

جائز ہی - ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ اجنبی عورت کے ہاتھون کا دیکھنا بھی جائز ہی"

اگر ممیزہ لڑکیان بلا قصد بے حجابی بیعت کرنے کے لیے مضطربانہ دوڑ پڑین اور کشمکش ہجوم کی وجہ سے اُنکا مُنھ کُھل گیا اور ایسی حالت مین اُن کو مُنھ کھولنے سوا چارہ نہ تھا - اور علی مرتضیٰ ؓ نے بضرورت جواز بیعت علامت ممیزہ کچھ لڑکیون کا بیان اُس واقعہ مین کیا تو کوئی عیب نہین ہو سکتا - اس واقعہ مین جو امور پیش آئے اُسمین نہ کوئی ظلم تہا نہ فسق اور نہ علی مرتضیٰ ؓ کو خلافت ملنے سے کوئی ایسی خوشی تھی - جو کسی نعمت غیر مترقبہ کے حصول یا کسی ناحق کو سلطنت کے مل جانے پر ہو - خلافت کا قبول کرنا بھی اُنکا عین دین تھا - اور نہ علی مرتضیٰ ؓ نے اُسکو فخریہ بیان کیا ہی بلکہ لوگون کے اشتیاق اور اضطراب کی حالت کو ظاہر کیا ہی - اُنھون نے اس واقعہ مین یہ امور پیش نہین کرائے تھے نہ کسی سے کہا تھا نہ کوشش کی تھی کہ وہ امور اُس واقعہ مین ظہور مین لائے جاوین - اور کوشش اور تدبیر سے ایسے امور وقوع مین آ بھی نہین سکتے ہین ایسا واقعہ اور اُسمین امور خود بخود پیش آجاتے ہین اور جبکہ یہ واقعہ خود بخود پیش آیا کہ کمسن مردون اور اُبھری ہوئی چھاتیون والی لڑکیون اور کانپتے ہوے بوڑھے اور بیمار اپنے شوق اور اضطراب مین بیعت کے لیے آئی تو بیان ایسے امور کا ہرگز قابل شرم نتھا بلکہ نہایت ضروری تہا کہ تاریخی واقعات کی اعتبار صحیحہ کے روزگار پر ثبت ہی کہ علی مرتضیٰ ؓ کو خلیفہ ہونیکے وقت کیا حالت لوگونکی بیعت کرنیکی پیش تہی اور دوسرے وقت کیا کیفیت گذری ہی کہ جسکو راویون نے بیان کیا ہی اور مورخین نے اُسکو لیا ہی - اور جسکا نتیجہ یہ ہے کہ خلفاے ثلثہ کے خلیفہ قبول ہونے کے وقت اُنکے خلیفہ قبول ہونے

کے لیے صرف تدبیر تھی اور کسی کو جوش نہ تھا۔ وقت خلیفہ قرار دیے جانے حضرت ابو بکر کے انصار اپنے مین سے سعد بن عبادہ کو خلیفہ قرار دینا چاہتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور نیز ابو عبیدہ باہم ایک دوسرے کے خلیفہ مقرر ہونے پر اصرار کرتے تھے کسی ایک پر کوئی متفق نہین تھا

جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لیے استخلاف کیا تو معزز صحابہ نے حضرت عمرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے پر اعتراض کیا اور ناخوشی ظاہر کی۔ اور حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے پر مجلس شوریٰ مین اور اُس سے قبل اختلاف تھا۔ اور ہر زمانہ مین جو تدابیر نارو اعمل مین لائی گیئن جو ہمارے رسالہ جات روشنی مین اپنے اپنے موقع پر کسی قدر تفصیل سے مندرج ہین اشعار۔ سقیفہ مین بیعت ابو بکر کیو عمر اور ابو عبیدہ نے کی × ابو بکر نے پھر عمر کیلیے خلافت کی جسدم کتابت لکھی × تو جملہ صحابی آکر کہا × کہ کرتے ہو تم انکو اپنا وصی × جو ہے ترشرو اور مرد غلیظ × خدا تم سے راضی نہوگا کبھی اسیطرح پھر شیخ ثالث کو بھی × عمر کی جگہ پر خلافت ملی × غرض ایک بھی مین کوئی نہ ذی ہوش تھا × نہ کچھ ولولہ تھا نہ کچھ جوش تھا × مگر بوقت بیعت علی مرتضیٰ × کے لوگونکو یہ جوش تھا بے بند۔ ہی واجب چونکہ بیعت حکم حق سے مرد و زن سب پر × اسی خاطر چلے پردہ نشین بھی جوش مین آکر × کیے تھا مضطرب انکو جو شوق بیعت حیدر × نہ تھا کچھ ہوش اسکا سر سے ہے کبھی یا نہین چادر × وا فدا حقیقت جو ہے بیعت اسکو کہتے ہین × علی پر جو ہوا اجماع امت اسکو کہتے ہین

خلافت علی مرتضیٰؑ کی نسبت یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جس خلافت کی ابتدا ان امور سے ہو اُسمین کامیابی کی کیا امید ہوسکتی ہے۔

جسوقت علی مرتضیٰؑ خلیفہ قبول کیے گئے ہین اُسوقت حالت خلافت کی نہایت خراب اور اُس کا نظم و نسق نہایت سست اور مضمحل ہوگیا تھا اور جو وصیت اور ہدایت پیغمبرؐ نے فرمائی تھی کہ خلیفہ کون ہونا چاہیے اور کیسے اوصاف کا اور کس خاندان کا اسکو لوگ ترک کرچکے تھے جس کے

سبب سے امت رسول ص مین انتشار پھیل گیا تھا اُسوقت جو لوگ کہ مدینہ
مین موجود تھے اور جن مین سے کوئی علانیہ دعویدار خلافت کا بغیر کسی تدبیر
فوری کے نہین ہو سکتا تھا اور کسی کو مہلت بندوبست حصول خلافت کی
اسپنے واسطے نہ تھی وہ لوگ اُسوقت مجبور ہوسے کہ اُس طریقہ کو ترک کرین
کہ جو خلاف حیثیت اور ہدایت پیغمبر ص کے اختیار کیا تھا اور اُس طریقہ کے
اختیار سنے جو مزہ چکھایا تھا اُسکی پشیمانی سنے درحقیقت وہ جوش دکھایا کہ
جو علی مرتضی ع سنے بیان فرمایا ہے - لیکن جن لوگون کی سینہ مین آتش طمع
خلافت شگفتی ہوئی تھی اُنھون سنے بعد خلیفہ ہو جانے علی مرتضی ع کے اپنی
اُسی پوشیدہ آگ کو بھڑکایا اور وہی طریقہ اختیار کرنا چاہا کہ جو بعد وفات رسول
خلاف وصیت اور ہدایت رسول ص کے اختیار کیا تھا اور اُس کے شعلے
جنگ جمل اور صفین اور نہروان مین بلند ہوسے - آب شمشیر اور حسن تدبیر
علی مرتضی ع سنے اُن تمام شرارون کو ٹھنڈا کر کے فتح مندیان حاصل کین
ملک شام کی فتح مندی مین کچھ کسر باقی رہی تھی - جس کے لیے علی مرتضی ع
بندوبست اور انتظام کر رہے تھے اور یقین کرنا چاہیے کہ اس مرتبہ ملک
شام مطیع بھی ہو جاتا لیکن ایک اتفاق ناگہانی سے قتل علی مرتضی ع واقع
ہو گیا یعنے مسجد کوفہ مین عین عبادت کے درمیان درجہ شہادت ملا -

ان واقعات تاریخی پر اہل بصیرت نظر کر کے کیا یہ کہ سکتے ہین کہ علی مرتضی ع
کی خلافت کی ابتدا مین جو امور پیش آئے وہ باعث اس کے ہوے کہ اُنکو
کامیابی نہین ہوئی ؟ نہین علی مرتضی ع کو اپنی خلافت مین پوری کامیابی ہوئی
اور جو شور و شغب خلافت مین پیش آیا اُسکو اُنھون سنے فتحمندی حاصل کر کے
فرو کر دیا اور آئندہ کو اپنی ہدایت سے طریق شریعت بتا دیا - اور کوئی دانا ذی ہوش

اُن کے قتل ناگہانی کے سبب سے ملک شام پر فتح حاصل نہو سکنے پر (جسکی نسبت ہر کسیکو یقین ہی کہ اگر علی مرتضیٰ ع کا وہ قتل ناگہانی پیش نہ آتا تو ملک شام قطعی فتح ہو جاتا اور اُس ملک کے باشندے اطاعت علی مرتضیٰ کی قبول کر لیتے اور بغاوت فرو ہو جاتی) یہ نہیں کہ سکتا کہ علی مرتضیٰ کو اپنی زمانہ خلافت مین کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ بیجا طرفداران حضرات خلفاے ثلثہ گرد وغبار اُڑا کر آفتاب کامیابی علی مرتضیٰ کو چھپانا چاہتے ہین۔ اور جو جوش بیعت خلافت علی مرتضیٰ ع کے لیے ہوا اور وہ چمکتا ہوا نشان صداقت خلافت کا ہی جو دوسرون کے لیے وقوع مین نہین آیا اپنی شرمندگی اُتارنے کے لیے اُس تابندہ ستارے کو دھندلا کر کے دکھاتے ہین۔ لیکن ایسی بدنمائیان اُنکی حقیقت ظاہر ہونیکے بعد پیش نہین جا سکتین۔ روایات کتب شیعہ سے ہرگز ثابت نہین ہے۔ جس نوع سے مصنف مخاطب کہتے ہین کہ جناب امیر ع کے زمانہ مین ظلم و جور بہت رائج تھا۔ اور جناب امیر کو اُسکی خبر تھی اور اُسکا تدارک نہین کرتے تھے اور مرتکب اُن ظلمونکے وہ بہی لوگ تہے جو جناب امیر کی فوج مین شامل اور اُنکی شیعہ تہے وہ لوگ ناراض ہوکر جُدا ہو جاتی تو جناب امیر کی خلافت چھن جاتی۔ اور بحوالۂ روضہ کافی ایک خطبہ جناب امیر کی مصنف مخاطب سند لاتے ہین کہ گرد جناب امیر ایک مجمع اُنکے خاص شیعونکا تھا اُسوقت جناب امیر نے بہت سے ظلمونکے ذکر کر کے یہ بہی کہا کہ اگر مین وہ جاگیرین جاری کر دون جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تہین۔ مگر یہ حکم رسول جاری نہوا اور جو حکم جور کے دیے گئے ہین۔ اگر مین اُن کو منسوخ کر دون اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین ہین اگر مین اُنکو نکال کر اُن کے شوہرون کے پاس پہنچا دون

اللہ اگر مین دفتر عطایا کا محو کردون اور اسیطرح دیا کردون جسطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ سب کو برابر دیا کرتے تھے اور بیت المال اغنیا کی دولت نہ بناؤن - اور اگر مین قرآن کے مطابق عمل کرنے کا حکم کردون تو تم مجھسے جدا ہو جاؤ - یہ وہی مضمون ہی - جسکی حقیقت ہم ضمیمہ اول جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۱۷۷) مین پورا خطبہ نقل کرکے مفصل دکھا چکے ہین -

روایات کتب شیعہ سے اور نیز کتب اہل سنت سے جو امر ثابت ہی وہ یہ ہی - کہ جس ظلم و جور کا زمانہ جناب امیرؑ مین مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین وہ مجریہ علی مرتضیؑ اور عہد علی مرتضیؑ کے نہین تھے - بلکہ وہ مجریہ عہد خلافتون سابق کے تھے اور جناب امیرؑ کے عہد خلافت تک وہ برطرف نہین ہوئے تھے - اور اُن کی خبر بے شک علی مرتضیؑ کو تھی اور اُن کا بیان بے شک علی مرتضیؑ نے کیا اور وہ کتب سنی و شیعہ دونون مین منقول ہین - وہ خطبہ جناب امیرؑ نے صرف مجمع اپنے اہلبیتؑ اور خاص شیعون مین نہین فرمایا - بلکہ عام مجمع مین فرمایا ہے جس مجمع مین علی مرتضیؑ کے اہل بیت اور خاص شیعہ اُن کے گرد اُن کے تھے وہ مجمع ایسا تھا کہ جس مین وہ لوگ بھی شریک تھے کہ جو علی مرتضیؑ کو شروع سے مستحق خلافت جانتے تھے اور خلافت خلفاے ثلثہ کو بہ طیب خاطر خلیفہ ماننے والے نہین تھے اور وہ لوگ بھی تھے کہ جو خلافت خلفاے ثلثہ کو بہ طیب خاطر ماننے والے تھے اور اُنکے عندیہ مین خلفاے ثلثہ کی خلافت اور اُنکے احکام اور اُنکا عمل سب کچھ واجبی تھا یہانتک کہ سیرت شیخین پر عمل کا عہد لے کر حضرت عثمانؓ کو خلیفہ کیا تھا اور علی مرتضیؑ

سے اُس وقت بھی عمل سیرت شیخین سے انکار کر دیا تھا۔ جس کے سبب سے اُسوقت اُنکو خلافت نہین ملی تھی۔ جن ظلمون اور جور و نکا علی مرتضیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور جنکا وجود عہد خلافتون ماضیہ مین ہوا تھا۔ اُنکے تدارک کا ضرور علی مرتضیٰ ؑ ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ہنگامہ پردازون اور باغیون نے علی مرتضیٰ ؑ کو اتنی مہلت نہین دی کہ وہ اُن ظلمون اور جور خلاف شرع کو رفع کر سکتے لیکن وہ ظلم اور جور فسق و فجور سے متعلق تھے۔ اور جو شر و فساد ابتدا سے خلافت علی مرتضیٰ ؑ مین ہنگامہ سازون نے برپا کیے اُنکا رفع کرنا مقدم تھا جبتک سیاست مدن کامل طور پر قائم اور بغاوت و سرکشی فرو نہو جاوے تب تک انتظام تمدن کے مسائل جن سے فسق و فجور رفع ہو جاری نہین کیے جا سکتے ہین۔ اور یہ امر خلاف مصلحت تھا کہ ایسے لوگون کو جو مسلمان سلطنت کی طرف سے خلاف شرع عمل سے مستفید ہو رہے تھے اور جو شریک لشکر علی مرتضیٰ ؑ کے تھے اُنپر انتظام تمدن کے مسائل فوراً جاری کرکے ناراضگی پھیلائی جاوے اُن لوگون کو علانیہ دشمن بنا لینا خلاف اصول سیاست کے تھا۔ خود پیغمبر نے دفعۃً قوم کی بداخلاقیون کو جو مخالف ملت ابراہیم ؑ رائج ہوگئی تھین دفعۃً دور نہین کیا اور مذہب اسلام کے کل مسائل دفعۃً بہ اندیشۂ بلوہ نافذ نہین فرمائے جون جون قوت اسلام کی ہوتی گئی آہستہ آہستہ بداخلاقی کے رواج کو دور فرمانے کے لیے مصلحت آمیز احکام نافذ فرماتے رہے اور رفتہ رفتہ اُسکی تعمیل ہوتی گئی اور بقدر وسعت تکلیف دی جاتی رہی تاکہ قوم دفعتاً ناگواری کے احاطہ مین نہ گھر جاوے۔ مثلاً ممانعت شراب اور اصلاح امر غلامی اور فسخ رواج کثرت ازواج اور بہت مثالین تاریخ اسلام مین موجود

ہین - یہان تک کہ خانہ کعبہ کو ڈھا کر باندیشہ قرب زمانہ کفر یا شرک یا جاہلیت قوم کے اسکو اُس کی اصلی ہیئت پر بنا کر شرقاً غرباً دو دروازے نہ قائم کرسکے اور کبھی اپنے لشکر کے فراریون کو سزا ندی - اور جب اُنسے افعال ناروا متعلق امور سیاست مدن کے سرزد ہوتے تھے ہمیشہ درگذر فرمائی جسکی معافی کی خبرین قرآن مین موجود ہین - اور فرمایا کرتے تھے کہ دشمن کہین گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے منافقون کو پہچانتے تھے جنکا حکم مثل کفار کے تھا برابر اپنے ساتھ رکھا اور اُنپر جہاد نہ کیا منافقون اور مؤلفۃ القلوبون کے ساتھ وہی مراعات اور برتاو کرتے تھے جو سچے مسلمانون کے ساتھ - جسمین یہ ہی مصلحت تھی کہ آہستہ آہستہ ایسے لوگ پکے مسلمان ہوجاوین گے - مصالح وقت پر نظر رکھنا ہمیشہ حکیم دانا کا کام ہوتا ہے - پیغمبر کے ایسے طریقہ عمل سے ہرگز کوئی یہ نہین سمجھ سکتا ہے کہ ایسے لوگون کو اگر جدا کر دیا جاتا تو پیغمبری اور خلافت چھن جاتی؟

علی مرتضیٰ ع اس موقع پر جس کا ذکر اُن کے خطبہ مین ہے اُسی طریقہ پیغمبری پر چلے ہین جسکو اپنے فعل اور قول سے پیغمبر نے سنت بتایا تھا - علی مرتضیٰ ع ہی وہ نفس رسول ص تھا جو ہمیشہ قدم بہ قدم رسول کے چلا ہے - یہ خیال لوگون کا بالکل غلط ہے کہ علی مرتضیٰ ع کو حکمت عملی (پالسی) نہین آتی تھی مگر یہ سچ ہے کہ علی مرتضیٰ ع حکمت عملی ناروا کو پسند نہین کرتے تھے جس مین مکر و فریب بھرا ہوا ہو اور جس کو نادان لوگ تدبیر صائب سمجھتے ہین حالانکہ تدبیر باصواب اور مکر و فریب مین وصف حمیدہ اور فعل رذیلہ کا فرق ہے جس کا امتیاز ہر کوئی عملاً نہین کر سکتا مگر عالم نیک طینت علی مرتضیٰ ع نے جسقدر امور ناروا کا بیان اس خطبہ مین فرمایا ہے

جو عہد خلفاے ثلثہ مین جاری اور رائج ہوے تھے ۔ وہ امور ایسے نہین ہین کہ جو کتب شیعہ مین منقول ہوے ہین ۔ بلکہ بعینہ علی مرتضیٰؑ کا ایسا بیان زیادہ تفصیل سے خود کتب اہل سنت مین مذکور ہے ۔ اور پیشین گوئیون پیغمبرؐ اور واقعات تاریخی سے اُن امور کی تصدیق بخوبی ہوتی ہے ۔ ایسی حالت مین کسی قسم کا اعتراض مصنف مخاطب کا صحت اُس بیان پر وارد نہین ہو سکتا ہے ۔ اور بغیر کسی کھٹکے کے اُس بیان کا قبول کرنا لازم ہے

مصنف مخاطب نے شاید یہ خیال کیا ہے کہ جیسے اُن کے یہان کے روایات وضعی کو علماے شیعہ کے اعتراضون پر علماء اہل سنت نے غلط اور مصنوعی ہونا قبول کر لیا ہے وہی صورت شیعون کے یہان بھی پیدا ہوگی ۔ لیکن یہ خیال اُن کا غلط ہے ۔ سچ کو کوئی جھوٹ نہین بنا سکتا ۔ اور جھوٹ کو سچ ۔ گو تھوڑے زمانہ کے لیے کوئی جھوٹ رونق پا جاوے جب علی مرتضیٰؑ نے اُن جاگیرون کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حکم سے بعض قومون کے لیے مقرر کر دی تھین اُنکو قابل اجرا اور احکام جور کو قابل نسخ اور جو عورتین ناحق بعض مردون کے قبضہ مین تھین اُن کو قابل جدائی کے اور دفتر عطایا کو قابل محو اور جس طرح رسول اللہؐ سب کو برابر دیا کرتے تھے اُسی طرح داد و دہش کا لازمی ہونا اور بیت المال کو اغنیا کی دولت نہ بنانا اور قرآن کے مطابق عمل کرنا ظاہر فرما دیا اگرچہ باعتبار قوت حیثیت سیاست مدن کے تدارک اُن امور کا اُس وقت خلاف مصلحت سمجھکر اور اُسکو دوسرے وقت پر موقوف رکھا ۔ تو علی مرتضیٰؑ بری الذمہ ہو گئے ۔ لیکن جو لوگ اُن مظالم مین مبتلا تھے اور اُنھون

نے ہدایت علی مرتضی ع کے بموجب عمل نہ کیا - وہ خود اُن مطلبون مین گرفتار رہے - اس تمام حقیقت کے ظاہر ہونے سے بعد ہر کوئی اس امر کو قبول کریگا کہ اس خطبہ مین سے کوئی امر ایسا نہین ہے کہ جس سے صحت مضمون خطبہ پر شبہہ ہو سکے -

مصنف مخاطب نے یہان تک جسقدر فقرات خطبۂ شقشقیہ پر بحث کی ہے یہ خیال کرتے ہین کہ وہ ثابت کر چکے کہ شیعون نے جو خطبۂ شقشقیہ کے ان فقرات کے معنی بتائے ہین وہ غلط ہین حالانکہ جو حقیقت ہم نے دکھائی اُس سے خود غلطی مصنف مخاطب کی واضح ہے اور وہ آئندہ فقرہ شقشقیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین "اری تراثی نھبا" دیکھتا ہون مین اپنی میراث کو لوٹ - مصنف مخاطب اس فقرہ کی مراد یون بیان کرتے ہین کہ "جناب امیر ع فرماتے ہین کہ مصیبت فراق رسول ص نے میری یہ حالت کر دی ہے کہ مین اپنے مال کی بھی پروا نہین کر سکتا - مین دیکھ رہا ہون کہ میرا مال لٹ رہا ہے اور مجھ سے کچھ اُس کا انتظام نہین ہو سکتا پس اس حالت مین خلافت کا کیا انتظام کر سکونگا"

مصنف مخاطب نے اس فقرہ پر اس قدر دور جا کر بحث شروع کی ہے کہ دیکھنے والے بھول سکتے ہین کہ اس فقرے سے ماقبل کے فقرات کا کیا مضمون تھا اس لیے مین یاد دلاتا ہون کہ علی مرتضی ع نے اس خطبہ کو شکایت معاملہ خلافت اور اُسکے متصرف سے شروع کیا ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اُس خلافت کے لباس کو بہ تکلیف پہن لیا گیا حالانکہ اُس کا محل مثل کیلے کے میرا تھا - اور مین نے اُس پر صبر کیا اور میری حالت اُس وقت ایسی رہی کہ میری آنکھ مین کھٹک تھی اور میرا گلا گرفتہ ہو گیا تھا اور مین دیکھتا تھا

کہ میراث میری لٹ رہی ہے؟

مصنف مخاطب اُس اذیت کو جو علی مرتضی ع نے بیان فرمائی ہے یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ اذیت علی مرتضی ع کو غم وفات رسول ص سے پہونچی تھی - لیکن ہم دکھا چکے ہین کہ یہ حالت اذیت علی مرتضی ع کی بے محل خلافت پر تصرف سے ہوئی تھی جس سے خلل دین مین پیدا ہوا تھا - پیغمبر کی وفات کا یا اُن کی وفات سے صدمہ کا بیان اس خطبہ مین نہین ہے بلکہ جو کچھ بیان ہے وہ بیان اس نتیجہ کا ہے جو معاملہ تصرف بے محل خلافت سے شروع ہوا یعنی پیغمبر کی بیماری اور وصیت میں معاملہ خلافت مین عمل نہونے سے پیدا ہوا اور جس سے اختلال دین مین لازم آیا - اس سے اس فقرے کے معنی کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کو لٹتا ہوا اسطرح نہین ہوسکتے جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہین کہ وہ مین دیکھ رہا ہون کہ مال میرا لٹ رہا ہے اور مجھ سے انتظام اُس کا کچھ نہین ہوسکتا اس حالت مین خلافت کا کیا انتظام کرسکونگا - بلکہ اسکے صاف معنی یہی ہین کہ خلافت بے محل منتقل ہوجانے سے علی مرتضی ع کو اذیت پہونچی اور وہ دیکھتے تھے کہ خلافت میراث اُنکی لٹ رہی ہے - شارح ابن ابی الحدید نے صاف لکھا ہے کہ میراث سے اشارہ خلافت سے ہے اور وہ مال موروثی ہوتا ہے - اور شیعہ شارحین نے بھی اس کو منصب خلافت قرار دیا ہے "

مصنف مخاطب فقرہ علی مرتضی ع مین جو ذکر میراث ہے اُس مین یہ تجدید مراد کرتے ہین کہ ابو طالب ع نے مکہ مین جو جائداد مثل شعب ابو طالب ع چھوڑی تھی اُسکو عقیل اور طالب نے بیچ ڈالا جناب امیر ع کو اُس مین سے کچھ نہ ملا " اس ایجاد طبع مصنف مخاطب کی وہی مثال ہے

کہ جیسا کسی ایرانی نے مثلاً کسی موقع پر کہا ہے اگرچہ خشکہ با بیروزہ گندہ مزہ ندارد مگر اسپا دہندہ ۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر کلام علی مرتضیٰ ع کی مراد ظاہر کرنے مین بالکل اٹکل سے کام لیا ہے ۔ حضرت ابو طالب ع کے صرف تین بیٹے تھے جعفرؓ جو بعد شہادت بہ لقب طیار مشہور ہوے اور عقیلؓ اور علی ع ۔ حضرت ابو طالب ع کے کوئی بیٹا مسمّی بہ طالب نہین تھا مصنف مخاطب نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوطالب ع کی جو کنیت ابو طالب ع ہے کوئی بیٹا اُنکا طالب بھی ہوگا حالانکہ کسی کتاب مین کسی روایت معتبر سے یہ نہین پایا جاتا ہے کہ کوئی بیٹا اُن کا طالب تھا ۔ اور نہ کسی اُنکے بیٹے طالب کا کہین تاریخ اسلام مین ذکر ہے ۔ اور نہ کہین تاریخ اسلام مین طالب کی سلسلۂ اولاد کا مذکور ہوا ہے ۔ جیسا کہ جعفرؓ اور عقیل ع اور علی ع کا سلسلۂ اولاد کتب تصانیف اہل اسلام مین موجود ہے ۔ حضرت ابوطالب ع کی کنیت جو ابو طالب ع مشہور ہے عرب مین یہ رسم تھی کہ بعض خاص لوگون کی کنیت قبل اسکے کہ کچھ اُنکی اولاد ہو بچپن سے قرار دے لی جاتی تھے ۔ اور بعض کے باپ کے نام سے قرار پاتی تھی جیسے ابن فلان ۔ اور بعض کی بغیر نام فرزند اور باپ کے کسی اور بنا پر کنیت لوگ رکھ دیتے تھے جیسے ابو حنیفہ ۔

حضرت ابوطالب ع کی کنیت اُن کے زمانہ ابتدا سے پیدائش مین قرار دی گئی ہے چنانچہ حضرت ابو طالب ع کے نام کی جہان تحقیق کی گئی ہے کہ اُنکا کیا نام تھا وہان یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنکی کنیت ہی اُنکا نام تھا[۱] اور

---

[۱] عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ع مطبع جعفری لکھنؤ صفحہ ۵

اگرچہ اُن کے اور نام بھی مروی ہوے ہین لیکن کسی ایک شخص کے متعدد نام رکھے جانے یا کسی کے متعدد ناموں سے خاص خاص موقعوں پر پکارے جانے سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اُنکا کوئی دوسرا نام سواے کسی ایک نام کے نہو۔ ایسا ہوتا تھا کہ ایک نام باپ رکھتا تھا ایک نام ماں رکھتی تھی ایک نام کوئی اور عزیز۔ اسکی بہت مثالین موجود ہین۔ جب حضرت ابوطالبؑ کے کسی بیٹے طالب کا وجود نہین تو استدلال مین اس بات کے ظاہر کرنے کی کہ عقیلؑ یا طالبؑ نے ابوطالب کی تمام جائداد کو بیچ ڈالا اہل نظر غور کرین کہ کیا وقعت ہوسکتی ہے ؎ حضرت عبدالمطلب امیر قریش تھے جنکے بیٹے حضرت عبداللہؑ پدر پیغمبرؐ اور حضرت ابوطالبؑ پدر علی مرتضیٰؑ بطن فاطمہ بنت عمرو بن عائد سے تھے جن فاطمہؓ کا نسب ادپر اسی خاندان حضرت ہاشم سے ملتا ہے بعد حضرت عبدالمطلب کے حضرت ابوطالبؑ امیر قریش ہوے۔ اور بعد حضرت ابوطالبؑ کے وہی امارت بذریعہ قرابت اور میراث کے حضرت محمدؐ کی طرف منتقل ہوئی اور اُسی امارت کے ساتھ امارتین شیوخ طوائف عرب منضم ہوگئین جسکا نام خلافت رکھا گیا۔ حضرت عبدالمطلبؑ و حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ اور حضرت محمدؐ اور حضرت جعفرؑ اور حضرت عقیلؑ و حضرت علی مرتضیٰؑ کی سکونت مکہ مین اس شان سے رہی جب تک کہ رہی۔ کہ اُنکے مکانات مین کوئی ایسی جدائی و علیحدگی نہین تھی کہ ایک دوسرے مکانون سے فاصلہ پر ہون چنانچہ پہلے وہ مکانات شعب بنی ہاشم کے نام سے مشہور تھے اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ مکہ مین ایک گھر مین جسکا نام شعب بنی ہاشم مین پیدا ہوئے اور سواے حق امارت کے جو امیر وقت کو حاصل ہوتا ہے (خواہ وہ حضرت عبدالمطلب ہون خواہ حضرت ابوطالبؑ

مکہ مین کچھ جگہ خاص مین امیر اور اُنکے اولاد سکونت رکھتی تھی - مگر یہ جاے سکونت اُسی زمانہ مین کوئی عمارت عالیشان نہین رکھتی تھی جیسا کہ بعد وفات پیغمبرؐ جب سلطنت دوسرے خاندانون مین گئی - اور بالخصوص عہد حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم مین محلات عائشہ و نائلہ تیار کراکے پادشاہت کی شان دکھائی گئی اور خلفاے بنی امیہ و بنی عباس کے زمانے کی عمارتین پادشاہی یادگار زمانہ رہین بہرحال وہ جگہ سکونت عبد المطلب اور ابو طالب کی جیسے تھی اُس کا نشان اب تک دیا جاتا ہے کہ یہان بود و باش رکھتے تھے اور اہل مکہ جانتے ہین پیغمبرؐ اس جگہ پیدا ہوے تھے - جس سے اس کا اندازہ اب بھی ہوجاتا ہے کہ اُس جگہ کس قیمت اور مالیت کے مکان اُس زمانے کی رسم کے بموجب ہو سکتے ہین -

مصنف مخاطب نے بہتات کے طور پر ابو طالب عم کی جائداد کو ظاہر کیا ہے وہ کہ میراث سے وہ جائداد مراد ہے جو ابو طالب نے مکہ مین چھوڑی تھی جیسے شعب ابی طالب عم وغیرہ ؎ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب عم کی بہت سی جائدادین تھین اور منجملہ اُن کے ایک شعب ابی طالب عم بھی تھا - حالانکہ سواے حق امارت مکہ اور قوم قریش کی جسکی رو سے امیر مکہ اور قریش کو حق تصرف تھا - جس زمین پہ چاہے اپنی ذات کے لیے تصرف کرے - لیکن جاے سکونت بجز شعب ابی طالبؑ کے اور کوئی مکان نہین تھا اور نہ ذاتی تصرفات کے لیے کوئی اور جائداد تھی - اور جاے سکونت یا مکان سکونت - اور شعب ابو طالب ایک چیز تھی - کتاب لغت مجمع البحرین مین لکھا ہے کہ وہ شعب ابی طالب عم مکہ مین تھا اور وہ مکان مولد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ہے - چنانچہ اسد بھی

اُسی مقام کو اہل مکہ نشان مولد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم دیتے ہین ؎
پس اسی جگہ مکان یا مقام سکونت حضرت ابو طالب ع اور حضرت عبد اللہ ع
کا تھا۔ شعب ابی طالب درحقیقت یوہ کہ اس سبب سے مشہور ہوا کہ
شعب لغت مین قبیلہ کو کہتے ہین کہ جو بزرگ ہو اور پھر اس سے کچھ حصہ
جدا ہو اور پھر کچھ زندگی بسر کرنے والون کو پھر بطن کو پھر ان کو شگاف
اور درہ کو کہ جس سے خاص نسل اور شاخ مقصود ہے۔ جب کفار قریش
نے حضرت محمد ص کو اذیت پہونچانا شروع کیا اور انکے قتل پر تیار ہوے
تب حضرت ابو طالب ع نے اسی مکان سکونت کے حصہ مین حضرت محمد ص
اور اپنے خاندان کو محفوظ رہنے کے لیے رکھا اور اسی جگہ شعب یعنے
خاندان ابو طالب ع محصور ہو گیا تھا۔ اور کفار نے بنی ہاشم سے خرید و فروخت
و مناکحت کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ وہی قصہ ہے کہ جب کفار قریش بعثت
اذیت پیغمبر خدا کو پہونچانے اور اُن کے قتل پر آمادہ ہو گئے تھے۔
اور حضرت ابو طالب ع نے اپنے شعب یعنی کنبہ کی حفاظت اسی جگہ پر
کی تھی اس لیے یہ مکان اور مقام شعب ابی طالب ع کے نام سے مشہور
اور معروف ہو گیا اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ کسی خاص واقعہ اور وجہ کے
باعث کوئی مکان اور مقام معروف اور مشہور ہو جاتا ہے۔ پس شعب ابو طالب
کے یہ معنے ہین کہ وہ ابو طالب ع کے کنبہ کے محصور ہو کر رہنے کی جگہ اور
مکان ہے۔ وہ کوئی جاے سکونت قدیم سے علیحدہ چیز نہین تھی۔ بعد
وفات حضرت ابو طالب ع کے جعفر بن ابیطالب ع ہجرت اولی مین حبشہ
کو سردار مہاجرین ہو کر چلے گئے اور پھر حضرت پیغمبر ص اور علی مرتضی ع نے
بھی ہجرت کر کے مدینہ مین توطن اختیار کیا مگر اہل سیر متفق ہین کہ پیغمبر ص نے

اُس گھر کو جس مین وہ پیدا ہوے تھے اور جو بذریعہ ارث کے اُنھین پہونچا وہ عقیل بن ابی طالب ع کو بخشدیا اور فرزندان عقیل ؑ نے بعد وفات اپنے باپ کے اُس گھر کو محمد بن یوسف کے ہاتھ کہ بھائی حجاج یوسف ثقفی کا ہے بیچ ڈالا اور اُس نے خانہ مولد آن جناب کو داخل قصر اپنے کے کر لیا۔ جب دولت بنی امیہ کی گذر گئی تو ما در ہارون الرشید طواف بیت اللہ کے لیے آئین اور اُس گھر کو اُس قصر سے جدا کر کے ایک مسجد بنوادی (دیکھو تاریخ خمیس جلد اول صفحہ ۱۹۸ چھاپ مصر و روضۃ الصفا جلد دو صفحہ ۹ چھاپ بمبئی سنہ ۱۲۷۱) ۔ مکان اور جائے سکونت پیغمبر کا تاریخ اسلام مین پتہ چلتا ہے کہ وہ عقیل ؑ کو بخش گئے تھے لیکن ابو طالب ع اور حضرت جعفر ؑ اور علی مرتضیٰ ؑ کے مکان سکونت کا خاصتہ کچھ پتہ نہین چلتا کہ وہ حق اُنکا کیا ہوا اور کہان گیا۔

تاریخ مکہ تالیف ابی الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ارزقی چھاپ لندن صفحہ ۴۴۶ مین یہ مذکور ہے کہ وہ جب عبد المطلب بصرہ کو گئے ہین تب اپنی حیات مین اپنے حق کو درمیان اپنی اولاد کے تقسیم کر گئے ۔ اور اُنکے حوالہ کر دیا اور اسیطرح نبی صلعم کو حق اپنے باپ عبد اللہ ع کا ملا لیکن اس تقسیم مین تشریح نہین ہی کہ حضرت ابو طالب ؑ کو جدا اور حضرت محمد ؐ کو جدا حق دیے ۔ البتہ وہ تقسیم میان دوسری اولاد حضرت عبد المطلب ؑ کے تھی حضرت عبد اللہ ؑ اور حضرت ابو طالب ؑ ایک بطن سے تھے اسلیے اُنکے حقوق مین معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عبد المطلب نے کوئی جدائی نہین کی اور بعد حضرت عبد المطلب کر امیر مکہ اور قریش کی حضرت ابو طالب ؑ ہوئے اسلیے کل مکانات خاص اپنے خاندان پر اُنکی حفاظت اور مقابضت ہی ۔ جب حضرت ابو طالب ؑ کا انتقال ہوا تو رواج خاندان کے بموجب حضرت محمد ؐ امیر قریش و مکہ قرار پائے اور اُس امارت کے سبب سے کل مکانات مشترکہ پر حق قبضہ اور اختیار حضرت محمد ؐ کو رہا ۔ اور اُسی منصب امارت کے سبب سے پیغمبر نے کل وہ مکانات جو حضرت ابو طالب ؑ

کے قبضہ مین تھے عقیل کو بخشدیے ہین - اور اسی وجہ سے کسی خاص حق حضرت جعفر اور علی مرتضی ع کا تاریخ اسلام مین ذکر نہین ہی کہ انکی ملکیت باقی رہی اور یہی کہا جاسکتا ہی کہ جعفر اور علی نے مکان سکونت کہ کو ترک کر دیا - اور حضرت عقیل مکہ مین اُسی مکان اور جاے سکونت قدیم مین سکونت گزین رہے - اور جب کوئی اپنا حق ترک کردیتا ہے اور اپنے خاندان کے باقیماندہ کے قبضہ مین دیدیتا ہے تو اُسی باقیماندہ کو حق قبضہ اُس حق متروکہ پر ہو جاتا ہے - یہ وہی مسئلہ ابرا ہے - جو فقہ مذہب اسلام مین بیع قرار اور مسلم رہا ہے - حضرت محمد ص کل مکانات مقبوضہ حضرت ابو طالب ع عقیل کو بخش گئے تھے خواہ وقت ہجرت کے حضرت جعفر و علی مرتضی ع اپنا حق سکونت ذاتی اُس مکان اور مقام مکہ سے ترک کرکے عقیل بن ابی طالب ع کو دے گئے تھے - لیکن اُسی زمانہ ہجرت مین حضرت محمد ص بجاے حضرت ابو طالب ع کے امیر مکہ اور قریش کے تھے اُس امارت کو حضرت محمد ص نے ترک نہین کیا تھا اور تبدیل مقام سے ترک حق امارت لازم آتا ہے - امیر کو اختیار ہوتا ہے کہ بنظر مصلحت وقت اور ضرورت زمانہ کے دار الامارت جہان چاہے قرار دے - حضرت محمد ص نے جسوقت کہ ہجرت فرمائی ہے اُس وقت وہ ایسی حالت سے نہین نکلے ہین کہ صرف امیر مکہ اور قریش کے تھے بلکہ وہ اُس ارادہ اور خیال سعی کو ساتھ لیکر نکلے ہین کہ تبلیغ رسالت اور اجراے مذہب اسلام کو تمام اور کامل کرین جس کا نتیجہ لازمی وسعت اُسی امارت مکہ اور قریش کا تھا اور جس کے سبب سے وہ دوسرے موقعون اور ملکون کے پادشاہ اور خلیفہ ہو جاوین - چنانچہ حضرت محمد ص جب بوقت فتح مکہ کے مکہ مین داخل ہوے ہین تو اُنکی یہ بھی شان تھی کہ وہ رسول ص

اور خلیفۃ اللہ۔ اور تمام روے زمین کی بادشاہت کا حق رکھنے والے تھے
اسی کے ساتھ یہ امر بھی یقینی پیدا ہوتا ہے کہ جس وراثت اور مراتب خاندانی
کی وجہ سے حضرت محمد م امیر مکہ اور قریش کے مسلم ہوے تھے اور جس
امارت کے ساتھ دوسری قومون اور ملک کی امیری اور خلافت منضم ہو گئی
تھی۔ بعد وفات حضرت محمد م کے سواے علی مرتضی ع کے اُس امارت
اور خلافت کا جو حضرت محمد م کے قبضہ مین تھی اور کوئی قابلیت و استحقاق
بذریعہ وراثت اور قرابت کے نہین رکھتا تھا اور علی مرتضی ع کی ہی وہ
امارت اور خلافت میراث تھی جو غیر مستحقین نے یکے بعد دیگرے لوٹ لی۔

اب اہل نظر غور سے دیکھین کہ علی مرتضی ع نے جو بعد وفات پیغمبر م
خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے "کہ مین دیکھتا تھا اپنی میراث کی لوٹ" تو وہ
اُس مکان اور حق سکونت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت ابو طالب ع نے
مکہ مین چھوڑی تھی۔ اور حضرت محمد م یا علی مرتضی ع نے وقت ہجرت
مکہ سے اُسکو قبضہ عقیل بن ابی طالب مین چھوڑ دیا تھا؟ یا اُس خلافت
اور امارت سے مراد ہو سکتی ہے جو حضرت محمد م نے بعد وفات اپنے چھوڑا
تھا اور جسکو اُنھون نے بعد حضرت ابو طالب ع کے امارت مکہ اور قریش پاکر
وسعت دی تھی۔ اور جو غیر مستحقین کے قبضہ مین بے محل چلی گئی تھی
علی مرتضی ع کی نسبت کسی طرح سمجھ مین نہین آسکتا کہ وہ ایک بے حقیقت اور
ایسی بے سود حق سکونت مکہ کو جس کو خود حضرت محمد ص یا علی ع ترک کرکے
عقیل اپنے بھائی کے قبضہ مین دے آے تھے اُسکی شکایت بعد وفات
رسول م مجمع امت رسول م مین کرین۔ اُسوقت جبکہ معاملہ خلافت کا
ذکر کرتے ہون۔ اُنکو جو کچھ شکایت ہو سکتی تھی وہ امر امارت اور خلافت

کے متعلق ہو سکتی تھی جو مہتم بالشان تھی اور جس میں وہ بوجہ قرابت اور وراثت کے حق رکھتے تھے اور جس کے بے محل منتقل ہو جانے سے سخت اندیشہ خرابی دین اسلام کا تھا اور جس حق کو انہوں نے عمداً کبھی ترک نہیں کیا تھا۔

عقیل بن ابی طالب اُس مکان اور مقام پر جو مکہ میں تھا اور جسکو حضرت محمد اور علی مرتضی نے قبضہ عقیل بن ابی طالب میں چھوڑ دیا تھا اُس وقت تک قابض رہے جبکہ وہ کفار مکہ کے ساتھ ہو کر جنگ بدر میں آئے اور گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔

اب ہم کو مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ بتائیں کہ حضرت عقیل نے جائداد مکہ کو اپنے مسلمان ہونے سے پہلے اور جنگ بدر میں آنے سے قبل بیچ ڈالا تھا یا اُس کے بعد جبکہ وہ مدینہ میں رہ پڑے ہے۔ اگر وہ بعد بیچ ڈالنے جائداد کے مکہ سے آئے تو اُسوقت علی مرتضی نے اُنسے مواخذہ کیوں نہیں کیا اور اُسی وقت کیوں نہیں فرمایا کہ میں اپنی میراث لُٹتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ اُسوقت عقیل سے مواخذہ نہ کرنا یا میراث کے لٹ جانے کا ذکر نہ کرنا صریح اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ عقیل نے کوئی بیجا تصرف جائداد حضرت ابو طالب پر اُسوقت تک نہیں کیا تھا اور جو کچھ تصرف عقیل کا اُس جائداد پر تھا وہ خلاف مرضی علی مرتضی کے نہیں تھا۔ جب عقیل جنگ بدر میں گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو کر مدینے میں سکونت گزین ہوئے تو پھر اُنکو مکہ والی جائداد پر خلاف مرضی علی مرتضی کے بیچ ڈالنے یا تصرف بیجا کرنے کا موقع ہی نہیں ہو سکتا۔ ان تمام امور پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ بعد وفات رسول جبکہ خلافت اور سلطنت بے محل

غیر مستحقین کے قبضہ مین چلی گئی یہ فرمانا علی مرتضی ع کا خطبہ شقشقیہ مین (
جبکہ وہ امر خلافت کے متعلق ذکر کر رہے ہین کہ کس نے انکا پیرہن بتکلف
پہن لیا) ”مین دیکھہ رہا ہون کہ میری میراث لٹ رہی ہے“ خلافت اور
سلطنت کی نسبت ہو سکتا ہے - جائداد ملکہ والی کی نسبت جو تصرف
مین عقیل ابن ابی طالب ع کے آئی تھی کسی طرح مراد نہین ہو سکتی -

علماے شیعہ اس فقرہ علی مرتضی ع کی ”مین دیکھہ رہا ہون اپنی میراث
کی لوٹ“ تفسیر مین ہرگز مذبذب نہین ہوے ہین - علماے شیعہ مین
ہر زمانہ مین اجتہاد تازہ رہتا ہے ایک عالم دوسرے کی تقلید نہین کرتا ہے
گو اپنے اپنے اجتہاد مین توافق ہو جاے -

اس فقرہ علی مرتضی ع کی شرح مین علماے شیعہ نے برابر یہ کہا ہے
کہ مراد[۵] میراث کے لٹنے سے منصب خلافت ہے - اور لفظ ارث صادق
آتا ہے جیسے کہ صادق آیا ہے اس قول خداے تعالے مین جہان حکایت
زکریا ع کی بیان کی گئی ”یرثنی ویرث من آل یعقوب“ کہ میراث
پاوے میری اور میراث پاوے آل یعقوب ع کی - اور جس مین مراد میراث
علمی اور منصب کی نبوت مین ہے - ایسے ہی ارشاد علی مرتضی ع مین میراث
سے مراد منصب خلافت اور نیابت رسول ص پر صادق آتی ہے -

بعض علماء نے بیشک یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ میراث سے وہ چیز
مراد ہے کہ جو پیغمبر ص نے اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لیے چھوڑا ہے جیسے کہ
فدک اور میراث اس پر اس لیے صادق آتی ہے کہ مال زوجہ کا حکم مال
شوہر مین ہوتا ہے اور غارت سے اشارہ ہے طرف منع خلفاء ثلثہ کے“

[۵] شارح میثم و ترجمہ ملا فتح اللہ -

علماء شیعہ کا اس تفسیر مین کچھ تذبذب نہین ہے کل علماء میراث کا اطلاق اُس چیز پر کرتے ہین کہ جو پیغمبر نے اپنے پیچھے چھوڑ دی۔ اکثر علماء اُس میراث کے اطلاق کو مطلق منصب خلافت پر محدود کرتے ہین اور بعض علما اُس میراث مین فدک کو بھی شامل کرتے ہین۔

مصنف مخاطب یہ بھی کہتے ہین وہ کہ خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا کہ خلافت کوئی مال نہین ہے جسمین میراث جاری ہو نہ جناب امیرع شرعاً رسول ص کے وارث تھے۔

ارث اور میراث کے معنے ہین اصل اور امر قدیم پر کسی کا قائم ہونا اور اُس اصل اور امر قدیم کا اول سے دوسرے کو پہونچنا۔

خلافت کے معنے ہین بجاے کسی کے ہونا کسی کار مین۔ اور وہ ایک منصب ہوتا ہے اور وہ منصب ایک حق ہے۔ پس لازم آتا ہے کہ خلافت ایک حق ہے۔ خواہ وہ خلافت علمی اور منصب فی النبوۃ یعنے نیابت رسول ص ہو خواہ فی الارض ہو جس کو سلطنت اور بادشاہت کہتے ہین۔ لیکن استحقاق خلافت اُس کسی کو پہونچتا ہے جو اوصاف قابلیت اُس حق خلافت کے رکھتا ہو اور وہ اوصاف وہی ہین جو قرآن اور حدیث اور تمام ملک و انسانون مین مسلم ہوچکے ہین اور مسلم ہوتے چلے آتے ہین اور جنکو ہم جابجا اپنے رسالجات روشنی اور النظر السوق فی سیرۃ الفاروق مین لکھہ چکے ہین۔ اور جب کوئی صاحب مین وہ اوصاف قابلیت موجود ہون اُس اصل اور امر قدیم پر قائم ہوجاتا ہے اور وہ امر اصل اور قدیم اول سے دوسرے کو پہونچتا ہے تو اُس پر ارث اور میراث کا لفظ صادق آتا ہے۔ جیسا کہ آیت میں یرثنی ویرث من آل یعقوب مین یہ قاعدہ میراث کا نہایت قدیم سے ہے خدا اس قاعدہ میراث

کو زبور میں بتا چکا ہے ۔جس کی خبر قرآن میں دیتا ہے وہ پارہ ۱۷۔ سورہ انبیاء رکوع ۷۔ لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۔ ان فی ھذا لبلاغا لقوم عابدین ؕ

ہر آئینہ لکھدیا ہم نے زبور میں بعد ذکر کے یہ کہ بیشک زمین میراث پاتے ہیں میرے بندہ صالح ۔ بے شک اس میں پہونچتا ہے واسطے گروہ عبادت کرنے والوں کے ۔ جس کی صاف مراد یہ ہے کہ خدا کے بندۂ صالح زمین کے وارث ہوتے ہیں اور زمین کے وارث ہونے سے یہ مراد ہے کہ زمین پر جو کچھ مخلوق ہے ۔ اور جو کچھ اُس سے تمتع ہو سکتا ہے اُس کے انتظام سے اور جو کچھ زمین پر فساد ہو اُسکی اصلاح کے مستحق ہیں مگر وہی لوگ جو خدا کے بندۂ صالح ہیں اور یہ انتظام اور اصلاح اُسی گروہ کو پہونچنے کے قابل قرار پایا ہے ۔ جو خدا کی عبادت کرنے والا ہو یہی انتظام اور اصلاح زمین کی درحقیقت حق خلافت ہے لیکن یہ حق خلافت اُس طور سے نہیں پہونچتا ہے جس طور سے کہ مال کسی ایک انسان کا قریب کسی جزو بدن کو پہونچتا ہے ۔ بلکہ حق خلافت ایک بندۂ صالح اور عابد کے بعد دوسرے بندہ صالح اور عابد کو پہونچتا ہے اور اُسی حق کے پہونچنے کو میراث کہتے ہیں ۔ جیساکہ آیت قرآنی سے ظاہر ہے ۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم منجانب خدا خلیفہ فی الارض تھے تبلیغ رسالت کے لیے اور اصلاح انسان و ہر ملک کے لیے کہ جو بادشاہ دو عالم اور سرور کائنات تھے اور اسی قاعدہ کی بموجب بعد حضرت ابوطالب ع کے منصب امارت اور قوم قریش اُنکو ملی تھی اور اسی قاعدہ کے بموجب جو اُن کے خاندان میں چلا آتا تھا وہ امیر مکہ اور قوم قریش کے سمجھے گئے تھے اور اصل وامر قدیم

پر قائم ہوے اور وہ اصل اور امر قدیم اول سے اُن دوسرون کو پہونچا اور اسی قاعدہ کے بموجب وہ وارث فی الارض ہوے تھے بعد اُنکے وہ وہ خلافت خواہ بحیثیت نیابت رسول ص کے ہو خواہ بحیثیت امارت و سلطنت کے ہو میراث اُسی شخص کی ہو سکتی ہے کہ جو صالح اور گروہ عابدون سے ہو علی مرتضی ع مین وہ تمام اوصاف معقولی و منقولی بدرجہ اکمل موجود تھے۔ جس کی روسے وہ مستحق منصب خلافت کے تھے اور وہ خلافت بعد رسول ص کے اُنہین کی میراث تھے۔ اُن تمام اوصاف کو ہم جابجا ظاہر کرتے چلے آئے ہین جنکے اعادہ کی اسوقت ضرورت نہین ہے۔ صرف اس موقع پر اسقدر کہنا کافی ہے کہ خدا نے قرآن مین اُن کو صالح المومنین کے لقب سے پکارا ہے۔ اور ایک سے زیادہ مقام پر اُنکو رکوع و سجدہ کرنے والون مین یاد کیا ہے اور اُن کے ابتغاء مرضات اللہ کو قبول فرمایا ہے۔ جس کا مشہور ذکر آیت قرآنی مین ہے۔ یہ امر کہ خلافت ایک حق ہے اور ایسی چیز ہے کہ میراث کا لفظ اُس پر صادق آتا ہے۔ اور جناب امیر ع رسول ص کے وارث تھے جو کچھ مین نے بیان کیا ہے وہ صریح قرآن مین موجود ہے اور جو مسئلہ کہ قرآن مین موجود ہو وہ شرعی ہے۔

مصنف مخاطب کے مؤید جو کوئی ہون وہ دیکھ لین کہ قرآن سے خلافت پر میراث کا لفظ صادق ہے یا نہین ۲ اور خلافت کوئی ایسی چیز ہے یا نہین جس مین اُسی قاعدہ کے بموجب جو قرآن مین بتایا گیا ہے۔ یعنی صالحین کا وارث ارض ہونا اور گروہ عابدین کو اُس کا پہونچنا میراث جاری ہوتی ہے یا نہین اور جناب امیر شرعاً رسول کے وارث تھے یا نہین ۳ جبکہ امر خلافت کی میراث کا صالح اول کے بعد دوسرا صالح وارث ہوگا۔

اب مین عام اصول میراث بھی کہ کسکو کسکی میراث پہونچتی ہی اور کس
چیز مین میراث ہوتی ہی- دکھانا چاہتا ہون جس نظر سے کہ مصنف مخاطب
اعتراض کرتے ہین کہ خلافت کوئی مال نہین تھا- جسمین میراث جاری ہو
نہ جناب امیر یا اثنا عشر رسول کے وارث تھے" عام حقوق اور مال اور عام
لوگون کے لیے اصول اور مقدار حصہ خدا قرآن مین یون فرماتا ہے-

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون و
للنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا - واسطے مردون
کے ہی کوئی حصہ اس چیز سے جو چھوڑین والدین اور قریب تر - اور واسطے
عورتون کے ہی کوئی حصہ اس چیز سے کہ چھوڑین والدین اور نزدیک تر-
تھوڑا ہو اسسے یا بہت حصہ فرض کیا گیا" اس اصول پہونچنے میراث
کے بیان کے بعد خدا تعین حصہ کا اس طرح حکم دیتا ہے "یوصیکم
الله فی اولادکم- الی آخرہ" پند کرتا ہے تمکو اللہ تمہاری اولاد مین
کہ واسطے مذکر کے ہی مثل حصہ دو مونث کی پس اگر ہون عورتین دو سے اوپر پس واسطے
اُنکے ہے دو تہائی جو کچھ کہ چھوڑا ہو اور اگر ہو وی ایک پس واسطے اسکی آدہا ہی اور واسطے مان
باپ اُسکے ہر ایک کے لیے اُن دونون مین سے چھٹا ہے جو کچھ کہ چھوڑا
ہو اگر ہو اُس کے واسطے فرزند - اور اگر نہ ہو اُس کے واسطے فرزند
اور میراث پاوین اُس کے مان باپ اُس کے پس واسطے مان اُسکی
کے تہائی ہے - پس اگر ہون واسطے اُس کے بھائی - پس واسطے
مان اُس کی کے چھٹا ہے - بعد ایسی وصیت کے کہ وصیت کرتے ہین
اُس کی یا کوئی دین ہو" اس کے بعد زوج اور زوجہ کا حصہ اور میراث

کلالہ کا بیان ہے - جس کی تفصیل کرنے کی اس موقع پر مجھکو ضرورت نہین ہے

اگرچہ حق خلافت کے متعلق مسئلہ میراث خاص قرآن مین بتایا گیا ہے اور جب خاص مسئلہ بیان ہو تو عام مسئلہ سے استثنا لازم آویگا لیکن اگر مسئلہ میراث حق خلافت عام مسئلہ میراث سے مستثنی نہ سمجھا جاوے تو اس عام مسئلہ میراث مین حضرت علی داخل سمجھے جاوینگے اس لیے کہ وہ اس مسئلہ کے باطن مین مستثنی نہین کیے گئے اور ان لوگون مین شامل رہینگے جنکی میراث کے لیے بیان ہے یعنے والدان اور اقربون مین اور ضمیر لو جسکو مین اور ہمیشہ نبی جو احکام قرآن مین شامل سمجھا جاتا ہے جو مومنین اور مسلمانون کے لیے نازل ہوے ہین سوا اس کے کہ جو احکام خاص نبی کے لیے صادر ہو کر نبی عام احکام سے مستثنی کیا گیا ہو - پس عام مسئلہ میراث مین نبی اور حق خلافت شامل سمجھا جاویگا - کہ اس عام مسئلہ میراث مین یہ بیان ہے - کہ جو کچھ چھوڑین والدین اور نزدیک تر لوگ اسمین میراث پہونچیگی - اور یہ امر ظاہر ہے کہ خلافت فی الارض جسکو سلطنت اور بادشاہت شامل ہے ایک حق ہے پس حق خلافت ایک ایسی دولت ہے (بادشاہت کو عرف عام مین دولت کہتے ہین) جس مین میراث جاری ہوگی - اور سبب بادشاہت مین فرزند اور قرابت دار کا بذریعہ ارث کے لحاظ رہتا ہے گو بعض حالتون مین دوسرے مسئلہ متعلق امر خلافت پر لحاظ کیا جاتا ہے - بعد وفات کے حضرت محمد صلعم نے جو خلافت فی الارض چھوڑی وہ بموجب بیان قرآنی کے ایسی تھی کہ جس مین میراث جاری ہو - اور اسکا حق میراث حضرت

فاطمہ ع میراث کے منسوخ ہو سکنے کی وجہ سے اور حضرت فاطمہ ع کے سوا بعد انتقال
حضرت محمد ص بلا اولاد ہو سکے کوئی اور ایسا نہیں تھا کہ جس کے حضرت محمد ص قریب تر
ہوں اس سبب سے کل حق خلافت میراث حضرت فاطمہ ع کا تھا۔ تاریخ
اسلام پر نظر ڈالنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ عصبہ کے حقدار ہونے کا
مسئلہ زمانہ خلافت خلفائے بنی عباس میں پیدا کیا گیا ہے تاکہ حضرت
عباس چچا حضرت محمد ص کے ذریعے سے خلفائے بنی عباس کا خلافت
میں حق شرعی قائم ہو جاوے۔ ورنہ قرآن کے بموجب جبکہ متوفی کے
فرزند یعنے پسر یا دختر موجود ہوں عصبات کا کوئی حق نہیں ہے نہ انکا جبکہ فرزند
موجود ہو کوئی حصہ معین کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے عصبات کا حق جبکہ متوفی
کے فرزند ہو پسر ہو یا دختر قرار دینا خلاف قرآن ہے۔ اور نہ متوفی کے
فرزند ہونے کی حالت میں پسر ہو یا دختر عہد رسول ص سے لیکر شروع زمانہ
خلافت بنی عباس تک خود اہلسنت کے یہاں کسی روایت صحیح کی رو سے
کوئی نظیر ایسی ملتی ہے کہ عصبات کو حق و حصہ ملا ہو۔ اور ائمہ اہلبیت ع برابر
یہ مسئلہ ارشاد فرماتے رہے ہیں کہ بحالت موجود ہونے دختر کے عصبہ
کو کچھ حصہ نہیں مل سکتا۔

علمائے اہل سنت عہد خلافت بنی عباس میں خلاف قرآن مسئلہ
حق عصوبت قرار دینے میں سخت دشواری میں مبتلا ہوئے ہیں کہ حق عصوبت
کس درجہ اور کس پشت تک قرار دیا جاوے۔ جبکہ بظاہر ایسے لوگ نہوں
کہ جنکا علم ہو کہ وہ کس متوفی کے عصبہ ہیں۔ تو تمام مسلمان عصبہ ہو سکتے
ہیں ہرگاہ کہ اوپر کو سلسلہ حضرت آدم ع تک پہونچایا جاوے اور اسی دشواری
نے استدر تک پشتوں میں حق عصوبت قرار دلوایا کہ اول خلیفہ بنی عباس

سے حضرت عباس چچا حضرت محمدؐ تک جس قدر پشتین گذری تھین - اور جس کا حق قرار دینے کے لیے مسئلہٴ حق عصوبت ایجاد کیا گیا تھا -

بہر حال عصبات کے حقدار ہونے مین اختلاف ہے اور حضرت فاطمہؑ کے حقدار میراث ہونے مین اپنے باپ کے مسئلہ عامہ میراث کی رو سے کچھ اختلاف نہین ہو سکتا - اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ حضرت فاطمہؑ زوجہ علی مرتضیٰؑ تھین - اور حضانت زوجہ کی شوہر پر لازم ہے اس لیے حضرت فاطمہؑ علی مرتضیٰؑ کی حضانت مین تھین اور حسنین علیہما السلام فرزند فاطمہؑ اور ابنائے رسول اللہؐ جو بعد حضرت فاطمہؑ کے میراث ام و جد پانیوالے تھے صغیر تھے کہ جو قطعی زیر حفاظت علی مرتضیٰؑ کے تھے اور علی مرتضیٰؑ ان کے ولی تھے - اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ حضرت محمدؐ نے علی مرتضیٰؑ کو وصی مقرر کیا تھا اور وہ وصایت کم سے کم حفاظت حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ اور انکے حقوق کے لیے تھی کہ جو ان کو پیغمبرؐ کی طرف سے[۵۱] اور بعد پیغمبرؐ بذریعہ میراث[۵۲] کے پہونچی تھی اور پہونچنے والی تھی - قرآن مین مسئلہ میراث کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ وصیتہ اور دین میراث کے جاری ہونے پر مقدم ہے اور اس بنا پر علی مرتضیٰؑ کو استحقاق قبضہ کا بذریعہ وصیت کے بجائے فاطمہؑ اور حسنینؑ ورثائے حضرت محمدؐ کے ہر قسم کی میراث حضرت محمدؐ پر حاصل تھا اور بذریعہ وصیت کے علی مرتضیٰؑ قائم مقام ورثائے حضرت محمدؐ بلکہ مقدم ورثا سے تھے -

---

[۵۱] خمس اور دیگر جائداد سے مثل فدک کے مراد ہے - اڈیٹر - [۵۲] حق خلافت سے مراد ہے - اڈیٹر -

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خلافت پر درحقیقت میراث کا لفظ صادق آتا ہے اور خلافت ایسا حق ہے جو قابل اجرائے میراث ہے۔ اور جناب امیر م شرعا رسول م کے وارث قائمقام بلکہ بوجہ وصیت کے مستحق قبضہ وارث سے مقدم تھے۔

مصنف مخاطب اس حجت سے کہ "خلافت پر میراث کا لفظ صادق نہین آتا اور خلافت کوئی مال قابل اجرائے میراث نہ تھا اور نہ جناب امیر م شرعا رسول م کے وارث تھے" جسکی حقیقت ہم دکھا چکے ہین پہلی خلافت کا حق حضرت ابو بکر ء کے لیے مصنف مخاطب کچھ بھی ثابت نہین کر سکے۔ رسول م اسکی بشارت نہین دے گئے تھے بلکہ وہ ایک خبر واقعہ مذموم کی تھی جیسے بنی امیہ کے لیے بھی پیغمبر خبر اُچھل کود کی اپنے منبر پر دے گئے تھے۔

بشارت اُس کو کہتے ہین کہ جب خبر کسی ایسے واقعہ کی دی جاوے کہ جو باعث خوشنودی خبر دہندہ کے ہو اور اگر کسی ایسے واقعہ کی خبر دیجاوے جو خلاف مرضی خبر دہندہ کے اور باعث ناخوشی اُس کے ہو اُس کو بشارت نہین کہتے مثلاً پیغمبر م خبر خروج دجال کی یا اپنے بعض اصحاب کی نسبت خبر احداث یا دیگر اخبار واقعات مغموم دیے گئے ہین۔ تو کیا یہ اخبار بھی اخبار بشارت ہین۔ اگر اسی کا نام اخبار بشارت ہے اور اُس سے روا ہونا اُن واقعات ناحق کا پیدا ہو یا اُن سے مستنبط ہوتا ہے تو ہم بھی خوشی سے قبول کرتے ہین کہ پہلی خلافت کے واقعہ کی خبر حضرت ابو بکر ء کے لیے بلکہ بنی امیہ کے لیے بھی بشارت تھی۔ اور خروج دجال اور احداث صحابہ اور امور مغموم خلاف خوشنودی پیغمبر م کے اُنکے کرنیوالون

سکے لیے مبارک ہو۔ لیکن حقیقت میں خبر پہلی خلافت ابوبکرؓ کی اُن کے
لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خبر واقعہ مذموم خلافت خوشنودی پیغمبرؐ کے تھی
اسی لیے علی مرتضیٰؑ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبرؐ کے وہ
واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت بےشک بیعت مہاجرین اور انصار سے حاصل ہو سکتی ہے
جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہوجاویں کسی کی خلافت پر مگر بعض اکابر مہاجر
اور انصار اُس مجلس میں شریک نہ ہوں باوصف اس کے کہ مدینے میں یا
قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے گریز
کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی
پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکرؓ
کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ
وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا
اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے کہ جناب امیرؑ کو اپنے واسطے
خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ
نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰؑ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر
کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے
وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی۔ اور اسی پر اطلاق لٹنے میراث کا
ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے۔
بعض علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک
مراد ہے وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰؑ نے فرمایا ہے

سے کے لیے مبارک ہو۔ لیکن حقیقت میں خبر یہی خلافت ابوبکرؓ کی اُن کے لیے بشارت نہیں تھی۔ بلکہ خبر وقعہ مذموم خلافت خوشنودی پیغمبرؐ کے تھی اسی لیے علی مرتضیٰ ؑ نے اُس کی شکایت کی اور باعتبار خبر پیغمبرؐ سے کے وہ واقعہ قابل شکایت تھا۔

خلافت بلا شک بیعت مہاجرین اور انصار سے حاصل [illegible]

جبکہ وہ کل بالاتفاق مجتمع ہو جاویں کسی کی خلافت پر نہ کہ بعض [illegible] مہاجر اور انصار اُس مجلس میں شریک بھی نہوں باوصف اس کے کہ وہ [illegible] قریب مقام جلسہ کے حاضر اور موجود ہوں اور اُن کی شرکت سے گریز کیا جاوے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اصول کے موافق بیعت نہیں ہوئی پھر اسی وجہ سے وہ صحیح نہیں ہے اور ایسی ناروا بیعت پر حضرت ابوبکرؓ کو خود خلافت قبول نہ کرنا چاہیے تھا اور اقالہ بیعت کے ارادے کو ضرور تھا کہ وہ پورا کرتے اور اسی وجہ سے اُن کا خلافت قبول کرنا قابل شکایت تھا اس امر کی حقیقت پہلے بھی دکھائی جا چکی ہے جناب امیرؑ کو اپنے واسطے خلافت پسند نہیں تھی یا وہ غیر کی خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کچھ شبہ نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں علی مرتضیٰ ؑ اظہار حق خلافت کا اپنے لیے برابر کرتے رہے لیکن خلافت جو اُنکی ہر طرح سے میراث تھی اور ہر طرح سے وہ جس کے مستحق تھے برابر لٹتی رہی۔ اور اُسی پر اطلاق لٹنے میراث کا ہوتا ہے کہ جو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰ ؑ نے فرمایا ہے۔

بعض علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ میراث سے فدک مراد ہے وہ میراث جسکو خطبہ شقشقیہ میں علی مرتضیٰ ؑ نے فرمایا ہے

کو دیکھتا ہوں میں اپنی میراث کی لوٹ کو۔ اسکی نسبت مصنفین نہج البلاغہ یہ کہتے ہیں کہ وہ فدک بھی جناب امیرؑ کی میراث نہ تھا اگر ایسا ہی کیا تھا تو کیا ہوتی اُنھوں نے خود بھی فدک میں وہی عمل کیا جو خلفاء نے کیا تھا اگر جناب امیرؑ کے نزدیک فدک میں میراث جاری ہونا چاہیے تھی اور خلفا کا فیصلہ غلط تھا تو جناب امیرؑ اپنے زمانہ میں ضرور اُس میراث جاری کرتے۔ جسوقت کہ جناب امیرؑ اپنی خلافت کے زمانہ میں یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُسوقت بھی فدک لٹ رہا تھا۔"

جن علما نے لوٹ میراث سے مراد فدک لی ہے اُنھوں نے یہ کہا ہے کہ فدک میراث حق فاطمہ صلوات اللہ علیہا تھا۔ اور مال زوجہ بحکم مال زوج میں ہوتا ہے اور لوٹ کا اشارہ طرف منع کرنے خلفاء ثلاثہ کے ہے کیونکہ بہ نسبت علاقہ زوجیت ہوا تھا اوسکے میراث حضرت فاطمہؑ کو اپنی میراث کہا۔ فدک کے متعلق ہم کتب اہلسنت سے واقعات اور اوسکی متعلق بحث مفصل ہم ایک جگہ (ضمیمہ الف جلد اول رسالہ روشنی صفحہ ۲۴۳) اور بعض دیگر مقامات پر بھی کچھ کچھ لکھ آئے ہیں جس سے حقیقت اس قضیہ کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اطمینان ہو جاتا ہے کہ فیصلہ حضرت ابوبکر کا غلط تھا حضرت ابوبکر نے جب خلافت پر قبضہ پایا جسپر اطلاق میراث حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ کا اچھی طرح سے ہو سکتا ہے جسکو ابھی ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ اوسی قبضہ خلافت کے ذریعہ سے حضرت ابوبکر نے فدک کو قبضہ حضرت فاطمہؑ اور علی مرتضیٰ سے ضبط کر کے شامل خلافت کر لیا تھا (حضرت فاطمہؑ صلوات اللہ علیہا کا قبضہ بذریعہ حق کی طرف سے پیغمبرؐ

اُن کے باپ کے تھا اور قبضہ علی مرتضیٰ ع کا بذریعہ حضانت اور حفاظت حق فاطمہ ع کے ازروے وصیت پیغمبر ص کے تھا۔ چنانچہ بعد ضبطی کے جو آپ نے عامل کے اُٹھانے کے لیے فرمان بھیجا ہے وہ علی مرتضیٰ ع نے ہی بھیجا ہے۔ جس کا ذکر ہم پہلے اہل سنت کے بیان سے لکھ چکے ہیں) جب فدک بعد ضبط ہونے کے شامل امر خلافت کے ہوگیا اور اُسپر اطلاق میراث کا صادق آتا ہے تو جن علمار نے فدک سے مراد میراث لی اُن کا اجتہاد کچھ قابل اعتراض کے نہیں ہوسکتا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ خلافت اور فدک ایک شان رکھتی تھی ــ اور دونوں پر اطلاق میراث کا مستحق جانشینی کے لیے قطعی صادق آتا ہے کیونکہ جو چیزیں جس خاندان کی ہوں اور اُس خاندان کی اصل قابض اور مالک کے بعد اُس خاندان کے مستحق کو اُسی حیثیت سے کہ جس حیثیت سے اول شخص خاندانی مالک وقابض تھا اُس کے اصلی جانشین کو نہ ملی اور دوسرا غیر مستحق خاندان والا اُس پر قابض ہوجاوے تو اصلی مستحق جانشینی یہ ہی کہے گا کہ میری میراث لٹ گئی ــ

معاملہ خلافت اور فدک ایسا متحد اور اُسکی ایسی ایک شان سے ہے کہ علی بن علی فاروقی شافعی پروفیسر مدرسہ عربیہ بغداد سے جس کا ذکر ابن ابی الحدید نے لکھا ہے (جبکہ کہا گیا کہ فاطمہ ع ہرگاہ سچی تھیں تو فدک اُن کو کیوں نہ حوالہ کیا گیا) تو اُس نے کہا اگر آج فدک دیا جاتا تو کل وہ خلافت کا دعوی اپنے شوہر کے واسطے کرتیں اور ابوبکر ع کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیتیں اور ابوبکر ع کچھ عذر نہ کرسکتے ہارون رشید خلیفہ بنی عباس نے حضرت امام جعفر صادق ع کو چاہا کہ فدک واپس دے امام ع نے فرمایا

کہ فدک تم سے واپس نہین دیا جاوے گا اُس کے حدود بھی تمکو معلوم ہین؟ امام علیہ السلام نے اُس کے استفسار پر حدود وہی بتائے کہ جو اُس وقت کل خلافت کے حدود تھے جس سے کچھ شبہ نہین رہتا کہ معاملہ خلافت اور فدک ایک ہے۔

علی مرتضی ع کا مرتبہ چہارم مین خلافت پر کامل قبضہ نہین ہونے پایا تھا اور کامل طور پر اُن کے زمانے مین بغاوت فرو نہین ہونے پائی تھی اُن کی نسبت یہ کہنا روا نہین ہو سکتا کہ معاذ اللہ اُنہون نے خود بھی فدک مین یہی عمل کیا جو خلفاے ثلاثہ نے کیا تھا۔ اور اگر اُن کے نزدیک فدک قابل اجراے میراث تھا اور خلفاء کا قبضہ غلط تھا تو اپنے زمانے مین میراث جاری کرتے اور جب یہ خطبہ پڑھ رہے تھے اُس وقت بھی فدک لٹ رہا تھا۔ بحیثیت قاضی کے جب زمانۂ ایک سلطنت مین کسی تنازع کا فیصلہ ہو گو وہ فیصلہ کتنا ہی غلط کیون نہو زمانۂ دوسری سلطنت مین بہ نظر اصول قانون دوبارہ وہی تنازع پیش ہو کر بحیثیت قاضی کے دوسرا فیصلہ خلاف اُس کے نہین ہو سکتا۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ علی مرتضی ع تمام قضا کے مسائل سے واقف تھے کہ پیغمبر ص نے اُن کو "اقضٰی" فرمایا ہے۔ البتہ اگر کسی وقت ایک بادشاہ کسی کی جائداد ناحق ضبط کرے تو دوسرا بادشاہ اُس کو مسترد کر سکتا ہے علی مرتضی ع نے اپنے ایک خطبہ مین جس پر بحث ہو چکی ہے استرداد فدک کا اور دیگر امور ناجائز اور ناروا جو منجانب خلافتون گذشتہ کے عمل مین آئے تھے اُن کے رد اور محو کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے جس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ضبطی فدک اور وہ دیگر امور ناجائز منجانب سلطنت کے عمل مین لائے

گئے تھے اور وہ قابل دست اندازی اور استرداد اور رد و محو کے تھے لیکن بغاوت کا فرو کرنا مقدم تھا - اگر فوراً علی مرتضیٰ ع اُن امور کو مسترد فرماتے تو قوت دفع بغاوت کم ہو جاتی جیسا کہ اُسی خطبہ میں اُنکے ارشاد سے ظاہر ہے - اس لیے اُنھوں نے قبل اس کے کہ بغاوت فرو ہو کر خلافت مستحکم ہو جاوے نہ کسی اور امر ناروا کو مسترد کیا نہ فدک کو اور حقیقت میں علی مرتضیٰ ع اگر قبل دور ہونے بغاوت اور استحکام خلافت کے اُن تمام امور کو مسترد اور محو فرماتے جس میں ایک استرداد فدک کا بھی تھا - تو ایک بلوۂ عظیم علاوہ بغاوت کے اور پیدا ہو جاتا - علی مرتضیٰ ع نے اس موقع پر اُسی طریقہ رسول ص پر عمل کیا جیسا کہ پیغمبر ص جب تک کامل قوت اسلام کو نہو نے پائی - اپنے اصحاب اور مسلمانوں سے بارہا امور عظیم ناروا اور ناجائز دیکھتے تھے اور سکوت فرما کر صرف پند و نصائح پر اکتفا فرماتے تھے اور باندیشہ بلوہ اُن نازیبا رواجوں کو جو زمانہ جاہلیت سے بطور حق قرار پائے ہوے تھے دفعۃً مسترد نہیں کیا اور آہستہ آہستہ اُنکو دور فرماتے گئے - اور بعض امور مثل اصلاح مکان خانہ کعبہ باقی ہی رہ گئے اور بعد پیغمبر ص خلفاے ثلاثہ میں سے جس کی خلافتیں قوی اور مستحکم تھیں کسی نے بھی بموجب ہدایت پیغمبر ص کے خانہ کعبہ کی تعمیر اُس حالت پر نہیں کی - جس ہیئت پر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی تھی —

فدک کے متعلق البتہ یہ امر بہت غنیمت ہے کہ بعض خلفاء بنی امیہ اور بنی عباس نے فدک کو مسترد کیا یا اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی - جس میں یہ امر مضمر تھا کہ ضبطی اُس کی منجانب خلافت بیجا تھی - اور علی ع

مرتضی ؑ اُسکے استرداد کا ارادہ ظاہر کر گئے تھے۔

اس حقیقت ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کا اعتراض کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ علی مرتضی ؑ فدک کو میراث اپنی کہہ سکتے تھے اور امر فدک ضرور قابل شکایت تھا اور فدک مین علی مرتضی ؑ کا ارادہ استرداد خلافت عمل خلفاے ثلاثہ کے تھا۔ بلکہ بعض خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس نے باتباع ارادہ علی مرتضی ؑ کے فدک کو مسترد کیا اور اُس کے استرداد کی خواہش ظاہر کی۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عمل ضبطی فدک غلط تھا۔ اور اگر علی مرتضی ؑ کو وہ وقت مل جاتا کہ بغاوت کلی رفع ہو کر اُن کی خلافت مستحکم ہو جاتی تو وہ ضرور فدک کو مسترد کر کے اُسمین میراث جاری کرتے۔ گو اُسوقت نا کامل اُنکی اپنی خلافت مین جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہے تھے عمل خلفاے ثلاثہ کی تاثیر سے فدک لٹ رہا تھا۔ جیسے کہ دیگر امور ناجائز پہ عمل ہو رہا تھا۔ مگر اُنھون نے اُسوقت زمانہ غیر مستحکم اپنی خلافت مین بھی ارادہ استرداد فدک ظاہر کر کے یہ جتا دیا کہ اُسکی ضبطی منجانب خلافتون گذشتہ کے بیجا ہوئی اور رہی ہے۔

حضرت ابوبکر ؓ نے جو یہ حدیث سنائی کہ انبیا کے مال مین میراث نہین ہوتی اور جو مال وہ چھوڑین صدقہ ہے ؏ اُسپر مصنف یہ حجت لاتے ہین کہ ؏ کیا ابوبکر ؓ کو حدیث پہ عمل کرنا واجب نہ تھا اگر ابوبکر ؓ کا فیصلہ حق نہ ہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابوبکر ؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے ؏ حقیقت اس روایت کی جو حضرت ابوبکر ؓ نے سنائی اور جسکا راوی سواے اُن کے کوئی نہین ہم بحث قضیہ فدک مین لکھہ آئے ہین کہ وہ روایت قطع نظر اس کے کہ وہ ویسے ہی خلاف قرآن کے

ہی جیسے حضرت زکریا پیغمبر نے خدا سے فرزند کے لیے یہ دعا مانگی ہے کہ وارث ہو میرا اور آل یعقوب ع کا اور خدا نے حضرت سلیمان ع کے لیے کہا ہے کہ وارث ہوا سلیمان ع داؤد کا۔ اگرچہ اطلاق اس میراث کا میراث علم پر بھی کیا جاتا ہے ۔ مگر اس میراث کا اطلاق مال پر نہ سمجھنا خلاف عقل اور صریح مخالف قرآن کے ہے ۔ اطلاق میراث علم کا تو اُسوقت ہوسکتا ہے کہ جب جانشین کسی عالم کا علم اُس عالم کا رکھتا ہو اور اطلاق میراث مال کا عموماً ہوگا خدا نے آیت میراث مین فرمایا ہے ۔ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث ۔ اور وارث ہون ماں باپ اُسکے پس اُسکی ماں کے لیے تہائی ہے ۔ خلاف قرآن حضرت ابوبکر ع کی روایت کا قبول کرنا جس کسی سے ہوسکے ہم سے نہین ہوسکتا حضرت ابوبکر ع جب خلیفہ جس حیثیت سے کہ قرار پائے اُسوقت اُنھون نے فدک کا ضبط کرنا چاہا اُسپر حضرت فاطمہ علیہا السلام نے حضرت ابوبکر ع سے یہ عذر کیا ۔ کہ میرے باپ مجکو دے گئے ہین ابوبکر ع نے گواہ حضرت فاطمہ صلوٰت اللہ علیہا سے طلب کیے اور شہادت گواہان پر اعتماد نہ کرکے نوشتۂ پیغمبر ص کو نامنظور کیا تب جناب سیدہ ص نے عذر میراث کا پیش کیا کہ اے ابوبکر ع آیا کتاب خدا مین یہ ہے کہ وارث ہو تیری بیٹی تیری اور نہ وارث ہون مین اپنے باپ کی ابوبکر ع نے عبرت پکڑی اور لکھہ دیا اُن کو فدک نامہ ۔ داخل ہوے عمر ع اور کہا کیا ہے یہ کہا ابوبکر ع نے کہ ملکیت لکھہ دی ہے مین نے فاطمہ ص کو میراث اُس کے باپ سے کہا عمر ع نے کہ پس کیا خرچ کروگے مسلمانون پر اور تحقیق کہ لڑینگے تم سے عرب جیسا کہ تم دیکھتے ہو پھر لے لی عمر ع نے وہ کتابت اور

پھاڑ ڈالا اُسکو۔ اُس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حاضرین سے تلاش شروع کی کہ میراث پیغمبرؐ کی بابت کسیکی پاس کچھ علم ہے مگر کسی کے پاس کچھ نہ نکلا تب حضرت ابو بکرؓ نے وہ حدیث پیغمبرؐ کی سنائی کہ گروہ انبیا کا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے جو کچھ ہم چھوڑین صدقہ ہے (یہ تمام امور ہم پہلے کتب اہل سُنت سے دکھا چکے ہین[1]) ایسی حالت وراثیسے دعوت پر بہ نظر روئداد اُس قضیہ کے حضرت ابو بکرؓ نے جو حدیث پیغمبرؐ کی طرف سے سُنائی غور کرنا چاہیے کہ اُسکی صحت پر کس قدر شبہ ہو سکتا ہے؟ اور قدح مضمون روایت مروی حضرت ابو بکرؓ کا اسطرح بھی واضح ہوتا ہے کہ اُس مضمون روایت مین جیسے یہ بیان ہے کہ گروہ انبیا کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اُسی طرح یہ بیان بھی ہے کہ گروہ انبیا نہ کسی کا وارث ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کبریٰ آپ کی زوجہ اولی نے (جو تمام عرب اور قریش مین مالدار اور دولتمند مشہور تھین جنکے بطن سے جناب فاطمہؑ دختر رسول ؐ تھین) جب وفات پائی تو اُنکے مال پر پیغمبرؐ نے قبض و تصرف کیا اور اُن کے مال کو اپنے اختیار سے اپنے نفس پر اور راہ خدا مین اجراے دین اسلام کے لیے صرف کیا یا نہین؟ مجھ کو یقین ہے کہ اس میرے سوال کا جواب کوئی مسلمان نفی مین نہین دے سکتا۔ پھر مین یہ سوال کرتا ہون کہ وہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا مال حضرت خدیجہ پر کس ذریعہ سے تھا؟ اس کا جواب جہانتک مین غور کرتا ہون وہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا مال حضرت خدیجہ پر بذریعہ حق شوہری کی تھا جسقدر کہ شوہر کو مال زوجہ مین میراث پہونچتی ہے۔ اور ما بقی پر بذریعہ ولایت حضرت فاطمہؑ دختر نابالغ کے جب تک کہ وہ نابالغ رہین تھا۔ اور جو کوئی یہ کہے کہ قبض و تصرف پیغمبرؐ کا

[1] دیکھو ضمیمہ نمبر ۲ جلد اول رسالہ زدشتی ہمت لندگ۔ صفحہ ۸۱ لغایت ۹۰

بذریعہ ارث و ولایت کے نہین تھا تو وہ پیغمبر پر سخت الزام لگانے والا ہوگا کہ پیغمبرؐ نے ناحق ایک عورت کا مال اور ایک بن مان کی لڑکی کا مال خرد برد کرلیا اس حالت مین ضرور ہے کہ یا تو پیغمبرؐ پر وہ الزام شدید قبول کیا جائے یا روایت حضرت ابو بکرؓ صدیق کو باطل مانا جاوے - اور ایسے ہی عبدالمطلب کی تقسیم سے حضرت محمدؐ نے اپنے باپ کا حق پایا جو سوا ارث کے اور کچھ نہین سمجھا جا سکتا - اب دیکھو کہ حضرت ابو بکرؓ پر طعن آسکتا ہے - اور حضرت ابو بکرؓ کو اپنے بیان پر عمل کرنا واجب تھا؟ - جب خلیفہ صاحب کی طرف سے دعوی تھا یعنے وہی مدعی تھے اور حضرت فاطمہؓ اس کے خلاف تھین تو بار ثبوت حضرت ابو بکرؓ کے ذمہ تھا جیسا کہ پہلے بھی ہم ارشاد علی مرتضیؑ ایک موقع پر دکھا آئے ہین ایسی حالت مین جب کہ خود حضرت ابو بکرؓ مدعی تھے اور خود ہی قاضی اور خود ہی گواہ تو اون کو چاہیے تھا کہ وہ فیصلہ قضیہ سے دست کش ہوکر بوجہ اس کے کہ وہ خلیفہ عہد تھے کسیکو قاضی مقرر کرتے اور اوس قاضی کے سامنے گواہی دیتے اور وہ قاضی اوس قضیہ کو طے کرتا اس صورت مین جبکہ حضرت ابو بکرؓ سے خطا در خطا واقع ہوئی تو سمجھنا چاہیے کہ اون پر طعن ہوسکتا ہے اور اونکو اپنے مردی بیان پر عمل کرنا واجب تھا؟ کچھ شبہ نہین کہ فیصلہ اونکا قطعی ناحق تھا - لیکن اس فیصلہ مناسب سے مخالفت کرنے والا اور حضرت ابو بکرؓ کو خلافت سے معزول کر دینے والا کوئی صحابی نہین ہوسکتا تھا - حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے ہوئے حضرت عمرؓ کے تھے اور حضرت عمرؓ کے حسن تدبیر سے حضرت ابو بکرؓ کو صحابہ نے خلیفہ قبول کرلیا تھا اور جس وقت کہ حضرت عمرؓ نے تحریر بحالی فدک چاک کی تھی اوسوقت حضرت ابو بکرؓ کو یہ سمجھایا تھا

کہ اگر تم فدک کو بحق فاطمہ صلوات اللہ علیہا بحال کر دوگے تو اُس مختار ہوگے صرف کے لیے مسلمانوں پر کہاں سے لاؤگے کہ جو محاربہ عرب کے ساتھ درپیش ہے اور جس کو تم دیکھتے ہو بمقابلہ اس پالسی اور حکمت کے وہ صحابہ کہ جنھوں نے حسن تدبیر حضرت عمرؓ سے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کیا تھا اُس فیصلۂ ناحق سے کیسے مخالفت کرتے اور کیسے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے کہ اُنکو اپنے کیے اور اپنے خلیفہ بنانے کی شرم دامنگیر تھی اور جو پالسی کہ خلیفہ بنانے مین صحابہ نے اختیار کی تھی اُس سے مخالفت نہ کرنے پر وہ مجبور رہے۔ جن لوگون نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا اور قبول کیا تھا اُنکو یہی زیبا تھا کہ اپنے بنائے ہوے اور قبول کیے ہوے خلیفہ کے عمل کو بھی قبول کر لیتے۔ کیا وہ زمانے کو اپنے اوپر ہنسواتے اور اپنی نافہمی واشان دکھاتے کہ کل حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ قبول کیا ہے اور آج اُن سے مخالفت کر کے معزول کرتے ہین۔ ایسی بے عقلی کی امید اُن صحابہ سے مصنف مخاطب کو نہین رکھنی چاہیے کہ اگر ابوبکرؓ کا فیصلہ حق نہوتا تو تمام صحابہ مخالفت کرتے بلکہ ابوبکرؓ کو خلافت سے معزول کر دیتے بلکہ اُن صحابہ سے کہ جنھون نے حضرت ابوبکرؓ کو ناحق خلیفہ قبول کیا تھا یہ توقع رکھنا لازمی ہے کہ ایسے ناحق خلیفہ کے فیصلۂ ناحق کو بھی وہ قبول کرتے رہین۔ جس وقت حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ حاضرین سے دریافت کیا ہے (جبکہ حضرت ابوبکرؓ کو مرضی حضرت عمرؓ کی معلوم ہوگئی کہ وہ بحالی فدک کی بحق فاطمہؑ روادار نہین ہین) کہ تمھارے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم ہے تو اختلاف کیا اُنھون نے بیچ میراث اُنکی کے۔ پس نہ پایا اُنھون نے کسی کے پاس اُس سے کچھ علم ظاہر

ہے کہ اُس مجلس میں اختلاف صرف دو صحابی پیغمبرؐ میں تھا۔ یعنی حضرت عمرؓ کی یہ خواہش تھی کہ فاطمہؑ دختر رسولؐ وارث سے منع کیجاوے اور علی مرتضیٰؑ اِسکے خلاف تھے اور اور کسی صحابہ پیغمبرؐ کے پاس میراث پیغمبرؐ کی بابت کچھ علم نہ تھا۔ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ نے وہ حدیث پیغمبرؐ بیان کی اُس روایت حضرت ابوبکرؓ سے کوئی صحابی سوائے علی مرتضیٰؑ کے مخالفت کرنے والا نہیں ہوسکتا تھا اور جب وہ صحابہ مخالفت کرنیوالے نہیں ہوسکتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ کو خلافت سے کیسے معزول کردیتے؟ اور جیسے کہ اُن صحابہ نے (جبکہ علی مرتضیٰؑ نے اظہار حق خلافت اپنے لیے فرمایا) علی مرتضیٰؑ کو قبول نہیں کیا تو قضیۂ فدک کے وقت وہ صحابہ ارشاد علی مرتضیٰؑ کی کیسے تائید کرکے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کرتے اور اُنکو خلافت سے معزول کردیتے ۔ ہاں صرف علی مرتضیٰؑ حضرت ابوبکرؓ سے مخالفت کرنے والے تھے جیساکہ اُنھوں نے مخالفت کی مگر عزل حضرت ابوبکرؓ کا خلافت سے تنہا علی مرتضیٰؑ کے اختیار میں نہیں تھا۔ البتہ وہ حملہ خلافت ابوبکرؓ پر کرسکتے تھے مگر بسبب بعض وجوہ کے جسکو خود علی مرتضیٰؑ نے ظاہر فرمایا ہے اور جسکو پہلے ہم جابجا لکھ چکے ہیں علی مرتضیٰؑ نے حملہ کرنا پسند نہیں کیا اور لوگونکی اندھادھند پر صبر کیا بحث جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ بعد پیغمبرؐ علی مرتضیٰؑ کے سوا کوئی افضل الناس نہیں تھا اور جو کچھ علی مرتضیٰؑ نے ارشاد کیا ہر کسی کو لازم تھا کہ اُس کو قبول اور بموجب اُس کے عمل کرتا اور جس کسی نے علی مرتضیٰؑ کے ارشاد کو قبول نہیں کیا یا اُس پر عمل نہیں کیا اُس نے خطا کی۔ مصنف مخاطب ایک یہ امر پیش کرتے ہیں کہ یہ فدک کے سوا اور بعض قطعات جو رسولؐ

کے قبضہ مین تھی اُن کا وقف ہونا جناب سیدہ ع نے تسلیم کیا چنانچہ اُن سات قطعات پر جناب سیدہ ع قابض تھین اُن مین عباس نے میراث کا جھگڑا کیا تو اُنکو جناب سیدہ ع نے یہی جواب دیا کہ یہ وقف ہین انمین میراث جاری نہوگی ؎

مصنف مخاطب فروع کافی کی جلد ثالث سے یہ روایت سند مین لاتے ہین کہ ۱؎ احمد بن محمد کہتا ہی کہ مین نے امام ابوالحسن ثانی ۲؎ امام موسی کاظم ع سے اُن سات باغون کا حال پوچھا جو فاطمہ علیہا السلام کے پاس رسول اللہ کی میراث تھے — امام نے فرمایا کہ میراث نہ تھی بلکہ وقف تھے - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس مین سے اسقدر لے لیتے تھے جو مہمانون کے خرچ کو کافی ہو پھر جب رسول کا انتقال ہوا تو عباس نے اُنکی بابت فاطمہ ع سے جھگڑا کیا پس حضرت علیؑ وغیرہ نے گواہی دی کہ وہ وقف ہین فاطمہ علیہا السلام پر — اور وہ ۳؎ دلال اور عفاف اور حسنی اور صافیہ اور مالام ابراہیم اور مبیت اور برقہ تھا اس ارشاد امام ع پر مصنف مخاطب یہ حجت پیدا کرتے ہین ۴؎ پس جس طرح علی ع کے بیان پر اُن سات باغون مین میراث جاری نہوئی اُسی طرح ابوبکر وغیرہ کے حدیث رسول ص نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہوئی ۵؎ جو روایت امام علیہ السلام سے مصنف مخاطب سند لاتے ہین اُس کے صحیح ہونے مین کچھ شبہ نہین مگر اُس سے وہ استدلال پیدا نہین ہوتا کہ جو مصنف مخاطب نے پیدا کیا ہے بلکہ فدک کے قبضہ کے فیصلے مین

وہی الزام حضرات خلفاء پر عائد ہوتا ہے جو شیعہ اُن پر لگاتے ہیں۔

ارشاد موسیٰ کاظم علیہ السلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سات قطعہ اپنی دختر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے واسطے پیغمبر نے وقف کر دیے تھے وہ عام وقف علی المسلمین نہیں تھا اور جو خاص وقف اولاد کے لیے کیا جاتا ہے اُس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ موقوف علیہ اُس موقوف کو اپنی ذات خاص پر بھی صرف کرے اور اپنے اختیار سے مصارف خیر میں بھی کسی کو یہ اختیار نہیں ہو سکتا کہ موقوف علیہ کے قبضہ سے شئے موقوفہ کو نکال کر اپنے قبضہ میں لے لے اور اُس کو عام مسلمانوں پر صرف کرے۔ چنانچہ شیعہ اور سُنی دونوں کے یہاں فقہ میں یہ مسئلہ قرار دیا گیا ہے کہ ہر مالک جائداد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی جائداد اولاد اور قرابت داروں پر وقف کر دے اور ہندوستان میں سُنی اور شیعہ کے ایسے اوقاف کے نظائر موجود ہیں۔ چنانچہ مجیب راقم اس رسالہ کروسنی نے بھی بعینہ ایسا ہی وقف اپنی جائداد کا کیا ہے جس پر موقوف علیہم قابض ہیں اور وہ شئے موقوفہ اور اُس کی آمدنی کو اپنی ذات پر بھی صرف کرتے ہیں اور مصارف خیر میں بھی اپنے اختیار سے۔ پس مصنف مخاطب کی ارشاد امام علیہ السلام سے جو یہ سمجھا ہے کہ وہ سات قطعہ میراث حضرت فاطمہؑ کے نہ تھے اور وہ وقف عام تھے اس حیثیت سے کہ فاطمہؑ کو میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کی نہیں پہونچ سکتی غلط ہے۔

بلکہ صورت معاملہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ حضرت فاطمہؑ کے
لیے پیغمبرؐ کی طرف سے وقف تھے اور بذریعہ وقف کے اُس پر
قبضہ حضرت فاطمہؑ کا ہوا تھا۔ بذریعہ ارث اپنے باپ پیغمبرؐ کے
اُن سات قطعوں پر قبضہ حضرت فاطمہؑ کا نہیں ہوا تھا۔
حقوق قبضہ کے جداگانہ ہوتے ہیں منجملہ اُن کے بذریعہ ارث
کے بھی ہوتا ہے اور بذریعہ وقف کے بھی اور بذریعہ دیگر انتقالات
کے بھی۔ ارشاد امام علیہ السلام کو جب غور سے دیکھا جائے
تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو بذریعہ ارث کے حضرت
فاطمہؑ اُن سات قطعات کی مستحق ہو سکیں۔ مگر اُن کا قبضہ بذریعہ
میراث کے نہیں تھا۔ بلکہ بذریعہ وقف کے تھا۔ یعنی امام علیہ
السلام نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے مسئلہ میراث کا بیان نہیں
فرمایا۔ پیغمبرؐ نے اِن سات قطعوں کو حضرت فاطمہؑ پر وقف
کیا تھا وہ وقف نافذ ہوا۔ اگر وہ وقف فاطمہؑ پر نہ کرتے یا
وقف تسلیم نہ کیا جاتا تو میراث جاری ہونے نہ ہونے کا مسئلہ
بیان کیا جاتا اور اس کا فیصلہ ہوتا۔ حضرت عباس رسولؐ
کے چچا نے جو جھگڑا کیا تھا اس کی بابت بھی صرف اسی قدر ثابت
ہونا کافی تھا کہ وہ فاطمہؑ پر وقف ہیں۔ اُنکا جھگڑا ہر قسم
کا وقف کی ثابت ہو جانے سے قطع ہو جاتا تھا اس لیے صرف
اسی قدر حدیث میں مذکور ہے۔

یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضرت عباس نے جو خصومت
(جھگڑا) کیا تھا وہ خواہ مخواہ دعوی میراث پیغمبرؐ کا تھا جس سے

بوجہ دعوی عصوبت کی تھا۔۔ اس روایت مین یہ بیان نہین ہو
کہ حضرت عباس نے کیا غدر پیش کی تھی مگر یہ صرف بیان کیا
ہے کہ وہ وقف کو قبول نہین کرتے تھے اس سے پہلے یہ امر
بحث طے ہوئی کہ وقف ہے یا نہین اور علی ع اور دوسرے لوگون
نے گواہی دی کہ وہ وقف ہے۔ اگر وقف قبول نہ کیا جاتا تب یہ
بحث پیش آتی کہ صرف حضرت فاطمہ ع اپنے باپ کی میراث کی
مستحق تہین یا حضرت عباس بھی۔ لیکن یہ بحث ان سات قطعون
کی بابت باہم خلیفۂ وقت اور جناب سیدہ ع کے دار القضا مین پیش
نہین ہوئی اور نہ اُس کی بابت کوئی فیصلہ ہوا۔ ان سات قطعون
کی نسبت یہ قبول کر لیا گیا علی ع اور دوسرون کی گواہی سے کہ وہ
قطعات فاطمہ ع پر وقف ہین۔ فدک کی نسبت بھی حضرت فاطمہ
کا یہی عذر تھا کہ وہ بحق حضرت فاطمہ ع کے پیغمبر ع کی طرف سے
ہبہ ہے اور علی ع نے اور دوسرون نے اُس ہبہ کی گواہی دی
پس حضرت ابو بکر ع پر یہی طعن پیدا ہوتا ہے کہ اُنھون نے
علی ع اور دوسرون کی گواہی کو معاملہ ہبہ فدک مین کیون نہ
قبول کیا جیسا کہ صرف گواہی علی ع پر وقف اُن سات قطعون
کا حضرت فاطمہ ع پر قبول کیا۔ اگر حضرت ابو بکر ع معاملہ وقف
اُن سات قطعون مین گواہی علی ع اور دوسرون کی منظور نکرتے
جیسے کہ معاملہ فدک مین گواہی علی ع اور دوسرون کی قبول نہ کی
تو معاملہ اُن سات قطعون مین حضرت فاطمہ ع کی طرف سے حق
میراث اپنے باپ پیغمبر ع کا ظاہر کیا جاتا اُس وقت ضرور ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ جایداد پیغمبرؐ کو قابل اجراے ارث قرار نہ دے کر ضبط کر لیتے - ہاں اگر وہ اُن سات قطعات مین حق فاطمۂ بذریعہ میراث پیغمبرؐ کے بموجب بیان علیؑ کے قبول کر لیتے تو یہ نتیجہ نکلتا کہ سات قطعون مین بموجب بیان علیؑ کے میراث جاری ہوتی اور فدک مین بموجب بیان ابوبکرؓ کی میراث جاری ہوتی صورت موجودہ مین نتیجہ نکلتا ہے کہ علیؑ اور دوسرونکی بیان کی بموجب پیغمبرؐ کیطرف سی اُن سات قطعونمین وقف حضرت فاطمۂ پر قبول کیا گیا - اور فدک مین ہبہ طرف سے رسولؐ کے بحق فاطمہ باوصف گواہی علیؑ اور دوسرون کے ابوبکرؓ نے نامنظور کیا اور ابوبکرؓ کے بیان کے بموجب فدک مین میراث بھی جاری نہوئی - یہ نتیجہ کسی طرح نہین نکل سکتا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ''پس جس طرح علیؑ کے بیان پر اُن سات باغون مین میراث جاری نہوئی اُسی طرح ابوبکرؓ وغیرہ کی حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک مین میراث جاری نہ ہوئی''

معاملہ وقف مین علیؑ اور دوسرون کی شہادت متعلق ایک واقعہ کے تھی جیسے کہ شہادت علیؑ اور دوسرون کی معاملہ ہبۂ فدک مین متعلق ایک واقعہ کے تھی - اور معاملہ فدک مین جب کہ واقعہ ہبہ نامنظور ہو چکا اور حضرت فاطمہؓ نے عذر حق میراث اپنے باپ پیغمبرؐ کا کیا اور یہ بیان کرنا حضرت ابوبکرؓ کا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نہ کسی کے وارث ہوتے ہین نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے'' متعلق مسئلہ قانون کے ہے - لیکن اُس کے ساتھ تعلق واقع کا بھی ہے کہ آیا پیغمبرؐ نے ایسا قانون فرمایا

بتایا نہیں اور پہلے اس واقعہ کا ثابت ہونا چاہیے تھا کہ پیغمبر نے ایسا قانون نافذ فرمایا ہے مگر ایسے قانون کے نافذ ہونیکا بیان جو متعلق واقعہ کے ہے صرف حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے۔ مخاطب جو یہ کہتے ہیں کہ سوا ابوبکرؓ وغیرہ کے حدیث رسولؐ نقل کرنے پر فدک میں میراث جاری نہ ہوئی یہ محض غلط ہے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے اور کسی نے وہ حدیث روایت نہیں کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اس امر پر گواہی نہیں دی کہ پیغمبرؐ نے ایسا قانون نافذ فرمایا تھا۔ سخت الزام حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ذمہ عائد کرایا کہ علی مرتضیٰؑ کی گواہی متعلق واقعہ ہبہ فدک کے اس لحاظ سے کہ شوہر کا بیان واسطے فائدہ زوجہ کے ہے منظور نہ کی اور اپنا بیان متعلق اس واقعہ کے کہ پیغمبرؐ نے نفی میراث پیغمبرؐ کا قانون نافذ فرمایا ہے اور وہ بیان حیثیت شہادت کی بھی نہیں رکھتا تھا بہ حیثیت خلیفہ ہونے کی واسطے فائدہ خلافت کے قبول کرلیا۔

پس نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ علیؑ اور دوسروں کی گواہی ان کی قطعون کے متعلق واقعہ وقفت کی جو منجانب رسولؐ فاطمہؑ پر تھا قبول کی گئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے تنہا اپنے بیان پر جو حیثیت شہادت کی نہیں رکھتا تھا متعلق اس واقعہ کے (کہ پیغمبرؐ نے گروہ انبیا کی نفی میراث کا قانون نافذ کیا)۔ حکم نفی میراث پیغمبرؐ نافذ کردیا اور علیؑ و فاطمہؑ کے بیان کو قبول نہ کیا کہ جو قرآن سے خلاف بیان حضرت ابوبکرؓ کے یہ قانون دکھاتے رہے۔ کہ گروہ انبیا کی میراث وارث کو پہونچتی ہے اور خود انبیا بھی اپنے مورث کی

کی میراث پاتے ہین ۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد بہ آسانی سمجھ مین آجاتا ہے کہ استدلال مصنف مخاطب کا حدیث امام موسی کاظم علیہ السلام پر اور جو کچھ نتیجہ اُس سے مصنف مخاطب نے نکالا وہ سب غلط ہے ۔ بلکہ اُس حدیث سے صریح تائید اُس طعن کی حضرت ابو بکرؓ پر ہوتی ہے ۔ جو شیعہ اُن پر عائد کرتے ہین ۔ پھر مصنف مخاطب ایک بحث اشتباہ شیعون کی طرف سے پیش کیا جانا اس طرح ظاہر کرتے ہین کہ بخاری کی روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکرؓ کا جواب سن کر جناب سیدہ ؑ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جبتک زندہ رہین ابو بکرؓ سے کلام نہین کیا اور جب اُن کا انتقال ہوا تو جناب امیرؑ نے رات ہین اُنکو دفن کر دیا اور ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع بھی نہین کی ۔ مصنف مخاطب نے جس مضمون کو کاٹ چھانٹ کر شیعون کی طرف سے شبہہ کا پیش کیا جانا ظاہر کیا ہے وہ مضمون مختصر یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ سن کر جناب سیدہ ناراض اور غضبناک ہوئین اور پھر جب تک زندہ رہین ابو بکرؓ سے کلام نہین کیا ۔ اور اپنے مرض موت مین وصیت کر گئین ۔ کہ جناب امیرؑ اُنکو رات کو دفن کردین اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور اُنکی تائید کرنے والون کو اطلاع بھی نہ کرین ۔ کہ جناب سیدہ بوجہ غضبناکی اور ناراضی کے جو ابو بکرؓ اور عمرؓ اور اُن کے ساتھیون سے پہونچی تھی اُنکا جنازے پر حاضر ہونا ناپسند کرتی تھین ۔ شیعہ ان امور کو کتب اہل سنت سے اچھی طرح ثابت کرتے ہین جنہین صحیح

بخاری اور مسلم بھی داخل ہے علمائے اہل سنت مین سے کسی نے یہ جواب دیا ہے کہ جناب سیدہ ع پھر راضی ہو گئی تھین لیکن یہ جواب خلاف روایتون صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے تھا کہ اُن مین جو روایت ہے اُن سے غضبناک اور ناخوش رہنا جناب سیدہؑ کا مرتے دم تک ظاہر ہے - بعض علماء اہل سنت نے معنی اُس روایت صحیح مسلم اور بخاری کی تاویل یہ کی کہ حضرت فاطمہؑ فیصلہ فدک کا سُن کر چپ ہو رہین اور اُنھون نے اُسپر کچھ کلام نہین کیا یہانتک کہ مر گئیں لیکن یہ تاویل بھی خلاف الفاظ اور صریح معنی روایت کے تھی اور دیگر نامور علماء اہل سنت اُس کے معنی یہ بھی قبول کرتے چلے آتے تھے کہ حضرت فاطمہ ع معاملہ قضیہ فدک مین حضرت ابوبکرؓ سے غضبناک اور ناخوش مرین لہذا متاخرین علمائے اہل سنت مین سے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ مین یہ ایجاد کی کہ حضرت ابوبکرؓ نے بالقصد حضرت فاطمہ ع کو غضبناک نہین کیا بمقتضائے بشریت کے حضرت فاطمہ ع ناراض اور خشمگین ہو گئیں تھیں اور غرض اس عالم متاخر کی اس تاویل رکیک سے یہ تھی کہ پیغمبر ع نے جو فرمایا ہے کہ وہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُس نے غضبناک کیا مجھکو لہذا اُس کے مصداق سے حضرت ابوبکرؓ بری ہو جائین لیکن کسی پر جو غضب ہوتا ہے وہ اُس مغضوب کے کسی ایسے فعل یا قول سے ہوتا ہے کہ جو غضب کرنے والون کو ناخوش کرے اور ہر قول اور ہر فعل ہر انسان کا بالقصد ہوتا ہے سوائے مجنون اور غیر عاقل کے حضرت ابوبکرؓ کا جو قول اور فعل معاملہ فدک مین

ظہور مین آیا کہ جس سے حضرت فاطمہ ع ناخوش ہوئین اُسکو آجتک کسی نے نہ یہ کہا نہ کہ سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رض کا وہ قول اور فعل مجنونانہ اور غیر عاقلانہ تھا۔ اگر وہ قول اور فعل بالقصد نہین تہا تو جس وقت حضرت فاطمہ ع اُس قول اور فعل حضرت ابوبکر رض سے خشمناک اور ناراض ہوئین اُس وقت حضرت ابوبکر رض کو لازم تھا کہ وہ اپنے اُس قول اور فعل کو مسترد کرتے کہ حضرت فاطمہ ع کا غضب فرو ہوجاتا اور وہ خوش ہوجاتین مگر حضرت ابوبکر رض نے جیساکہ بالقصد اپنے قول اور فعل سے حضرت فاطمہ ع کو غضبناک اور ناخوش کیا ویسے ہی وہ بالقصد اُس اپنے قول اور فعل پر قائم اور مستحکم رہے کہ جس سے فاطمہ ع خشمگین اور ناراض رہین جب پیغمبر ص نے یہ فرمایا کہ جس کسی نے غضبناک کیا فاطمہ ع کو اُسنے غضبناک کیا مجھکو[1] جس سے عصمت اور طہارت فاطمہ ع کی مثل پیغمبر ص ظاہر ہے یعنے جیسے کہ پیغمبر ص کسی پر غضبناک ہون تو یہ نہین سمجھا جاسکتا کہ وہ ناخوشی اور غضب پیغمبر ص کا ناواجب اور بے محل ہے ویسے ہی حضرت فاطمہ ع کی نسبت سمجھنا چاہیے کہ اُنکا غضب ناواجب اور بے محل نہین تھا۔ اور جیسے کہ ارشاد پیغمبر ص سے یہ امر قابل تسلیم کے ہے۔ کہ فاطمہ ع کا غضب ناک کرنا ایسا ہے جیسے کہ پیغمبر ص کو غضب ناک کیا ویسے ہی اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جیسا پیغمبر ص کا غضب مین لانا ہے ویسے ہی خدا کا۔

[1] اھدنا الصراط المستقیم ہدایت کر ہمکو راہ سیدھی کی۔

صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین — جن لوگون پر تونے انعام کیا ہی اُن کی راہ - نہ اُن لوگون کی جنپر غضب کیا گیا ہے اور نہ گمراہون کی

مصنف مخاطب نے علماے اہل سنت کے ناکافی جوابون کو سمجھکر درگذر کی ہی اور اپنے طرف سے یہ نیا جواب دئیے ہین کہ وہ اہل سنت کے کتب صحاح مین جناب سیدہ ع کی زبان سے اُن کا ناراض یا غضبناک ہونا ہرگز منقول نہین - ناراضی فعل قلب ہی جب تک زبان سے ظاہر نہ کیا جاوے دوسرے شخص کو اس کی خبر نہین ہوسکتی البتہ قرائن سے دوسرا شخص قیاس کرسکتا ہے مگر ایسے قیاس مین کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے - بخاری مین یہ مطالب ام المومنین عائشہ سے منقول ہین نہ جناب سیدہ ع سے ام المومنین عائشہ یہ نہین کہتین کہ مین نے فاطمہ زہرا کی زبان سے ابوبکر ع کی شکایت سُنی - عائشہ عالم الغیب نہ تھین البتہ قرائن سے اُنھون نے ایسا سمجھا مگر کیا دلیل ہے کہ یہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کے تھا اگر حضرات شیعہ کو یہ دعوی ہو کہ فدک کی بحث مین جناب سیدہ ابوبکر سے ناراض ہوئین تو اہل سنت کی صحیح رواتیون سے ابوبکر ع کی شکایت جناب سیدہ ع کی زبان سے ثابت کرین یعنی ناراض یا غضبناک ہونا بے شک فعل قلب سے ہے مگر یہ ضرور نہین ہے کہ وہ خشمگینی اور ناخوشی جبتک زبان سے ظاہر نہ کیجاوے دوسرے شخص کو اسکی خبر نہین ہوسکتی بلکہ ناخوشی اور غضبناکی سواے زبان کے آثار سے جو چہرے و بشرے سے اور دیگر افعال سے جو بعد کو وقوع مین آئین

اُس شخص پر کہ جس کے قلب مین ناخوشی اور غضبناکی ڈالی گئی ہو ظاہر ہو سکتی ہے اور قبول کی جا سکتی ہے - ابو بکر جوہری جو علماے اہل سنت سے ہین اُنھون نے اپنی کتاب سقیفہ مین ایک خطبہ جناب سیدہ ع کا جو خطبۂ لمہ کے نام سے مشہور ہے لکھا ہے اور اُسکو ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے اُس کے چند حصہ ہم نے پہلے ترجمہ کیے ہین (جو جلد رسالہ روشنی حصہ پانچ وچھ فروری و مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۳۴ مین درج ہے) ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ (لغت) کے حاشیہ پر جہان لمہ کے معنی بیان کیے ہین یہ لکھا ہے کہ وہ اسی نام کا ایک خطبہ حضرت فاطمہ ع نے حضرت ابو بکر ع کے سامنے بیان کیا ہے ۱۱ ابو بکر جوہری لکھتے ہین کہ جب جناب فاطمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر ع کا ارادہ فدک دینے کا نہین ہے تو آپ نے اپنے چہرہ پر نقاب ڈالی اور اپنی قوم کی عورتون کو ساتھ لے کر حضرت ابو بکر کی طرف چلین کہ گوشۂ دامن زمین پر کھنچتا جاتا تھا - اور زمین پر نشان ہوتا جاتا تھا (یہ علامت غیظ و غضب کی ہے) طرز رفتار حضرت کا کسی طرح سے رسول خدا ص کی رفتار سے مختلف نہ تھا یہانتک کہ ابو بکر ع کے پاس پہونچین - اور وہ درمیان مہاجر و انصار کے تشریف رکھتے تھے اُس وقت اُن کے اور جناب فاطمہ ع کے درمیان ایک سفید باریک چادر کی اوٹ کی گئی حضرت فاطمہ ع نے نہایت دردناک آہ کھینچی کہ تمام لوگ رونے لگے اور آپ دیر تک خاموش بیٹھی رہین یہانتک کہ لوگون کا جوش گریہ کم ہوا اور ساکت ہو گئے - اُس کے بعد جناب سیدہ ع نے وہ خطبہ فرمایا ہے جس مین حمد و نعت

ایسی روش سے بیان کی ہے کہ جو لوگوں کے پند و نصائح پر مشتمل ہے اور پھر اُس میں کنایہ اس طرح سے ہے کہ خلافت حق اہل بیت کا تھا جو لیا گیا اور فدک کے متعلق آیات قرآنی سے اپنے حق پر استدلال کیا جس روایت اور خطبہ کو ابو بکر جوہری نے نقل کیا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ خلافت جو حق اہل بیت نبوت کا تھا وہ پہلے ہی قول اور فعل حضرت ابو بکرؓ و دیگر صحابہ مہاجرو انصار سے جو کوئی اُسمیں شریک ہوا نکل چکی تھی۔ جب حضرت فاطمہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ فدک سے بھی منع کرنا چاہتے ہیں تو جناب سیدہؑ ابو بکرؓ کے پاس ایسی شان سے آئیں کہ جس سے غیظ و غضب اُن کا علانیہ ظاہر ہے اور اُن کے خطبہ سے ناخوش ہونا اُن کا جس کو اُنھوں نے اپنی زبان سے فرمایا علانیہ واضح ہے۔ اور جب حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو فدک سے منع کر دیا اور وہ چپ ہو کر چلی گئیں اور خلاف اُن کے کلام اور خواہش کے کہ جو حق تھا اُنکے ساتھ سلوک کیا گیا تو اسی سے اُس وقت ہر کسی کو یقین ہوا کہ جس غیظ و غضب میں حضرت فاطمہ آئی تھیں اُس سے زیادہ غیظ و غضب میں اور ناخوش ہو کر گئیں اور حاضرین جلسہ میں سے ہر کسی نے جان لیا کہ حضرت فاطمہؑ غضبناک اور ناخوش ہو گئیں اور اُنھیں سب حاضرون کے ذریعہ سے دوسرے غیر حاضرون تک یہ خبر پہونچی اور ہر کسی کو اس ناخوشی اور غضبناکی حضرت فاطمہؑ کا یقین ہوا

یہ واقعہ کچھ خفیہ ظہور میں نہیں آیا تھا بلکہ علانیہ وقوع میں آیا

تھا اور جس سے اکابر صحابہ مہاجر و انصار آگاہ ہو گئے تھے کہ جن
کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جیسے کہ اور صحابہ حاضرین کو یقین
غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا ہوا ویسے ہی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت
عمرؓ کو کہ جو بانی اس واقعہ کے تھے یقین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ
زہراؑ کا کیا فاطمہؑ کے کلام سے اور کیا حالت واقعہ اور روئداد سے
ہو گیا تھا۔ کتاب امامت و سیاست ابن قتیبہ سے جو ایک جید علمائے
اہل سنت سے ہیں ہم پہلے[1] ایک روایت نقل کر چکے ہیں۔ ابن
قتیبہ تفصیل سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا
کہ آؤ فاطمہؑ کے پاس چلیں کہ ہم نے اُن کو غضبناک کر دیا ہے
(کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ
کو یقین تھا کہ حضرت فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں۔ اور کچھ شبہ
نہیں کہ اُن سے زیادہ کوئی واقف غضبناکی اور ناخوشی فاطمہؑ کو
جان نہیں سکتا تھا کہ اُنھیں کے مقابلہ میں حضرت فاطمہؑ نے
گفتگو ہی کی تھی اور اُنھوں نے حالت فاطمہؑ بچشم خود دیکھی تھی اور
اُنھیں کے ساتھ وہ قضیہ ہوا تھا) چنانچہ وہ دونوں گئے اور فاطمہؑ
نے اُن کو گھر میں داخل ہونے کا اذن نہ دیا (کیا یہ کلام اور حالت
ثابت نہیں کرتا کہ فاطمہؑ اُن پر غضبناک تھیں اور اُن دونوں کا
اپنے پاس آنا اور اُن سے بات چیت کرنا فاطمہؑ پر از حد شاق
اور ناگوار تھا۔) پھر وہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ علیؑ کے پاس
گئے اور علیؑ سے سفارش چاہی اور علیؑ اُن کو لے گئے۔ تو

---

[1] رسالہ روشنی جلد اول حصہ اول اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۵۵۔

جناب سیدہ ع نے منھ اپنا دیوار کی طرف پھیر لیا - (کیا اس سے زیادہ حالت فاطمہ ع اُن کی ناخوشی پر یقین کے لیے درکار ہے) حضرت ابوبکر ع نے کہا کہ میں اپنی دختر عائشہ سے تجکو زیادہ دوست رکھتا ہوں - لیکن میں نے پیغمبر ص سے سنا تہا - کہ گروہ پیغمبر ص کا کوئی وارث نہیں ہوتا - جناب فاطمہ ع نے کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیتی ہوں آیا تم نے نہیں سنا ہے پیغمبر ص سے کہ خوشنودی فاطمہ ع خوشنودی میری ہے اور ناخوشی اُس کی ناخوشی میری ہے جو کوئی دوست رکھے فاطمہ ع کو اُس نے دوست رکھا مجکو اور جو خوشنود کرے فاطمہ ع کو خوشنود کیا اُس نے مجکو اُن دونوں حضرات نے کہا کہ ہاں ہم نے سُنا ہے فاطمہ ع نے کہا کہ میں گواہ کرتی ہوں خدا اور اُس کے ملائکہ کو اس بات کا کہ تم دونوں نے مجکو ناخوش کیا اور جب پیغمبر خدا ص سے ملاقات کرونگی تو اُن کے آگے تمہاری شکایت کرونگی پس حضرت ابوبکر ع نے آواز گریہ بلند کی - (کیا اس سے زیادہ زبانی فاطمہ ع کی غضب اور ناخوشی کا ثبوت اور درکار ہے؟ ہاں) پہر جناب فاطمہ ع نے فرمایا - کہ ہر آئینہ میں بددعا کرونگی تمہارے اُوپر ہر نماز میں - (اب اس سے زیادہ ثبوت ناخوشی اور غضب ناکی فاطمہ ع کا اُن کی زبان سے اور کچھ چاہتے ہو - توبہ توبہ) حضرت ابوبکر ع کے جانے کی فاطمہ ع کے منانے کے لیے

ہی روایت نہیں ہے کہ جس کو صرف ابن قتیبہ نے لکھا ہو بلکہ اکثر علماے اہل سنت نے اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں قبول کرتے ہیں کہ " یہ امر ابوبکر ع

پر بہت شاق ہوا اور اپنے آپ کو دروازۂ خانۂ زہرا پر حاضر لائے اور امیر المومنین علی ع کو اپنا شفیع گردانا تاکہ حضرت زہرا ع اُنسے خوشنود ہو جائیں ۔ مولوی شاہ عبد العزیز صاحب کتب علماے اہل سنت کا اس طرح حوالہ دیتے ہیں کہ یہ روایت مدارج النبوۃ اور کتاب الوفاء بیہقی اور شرح مشکوۃ میں موجود ہے بلکہ شرح مشکوۃ میں شیخ عبد الحق نے لکھا ہے کہ ابو بکر صدیق ع بعد اس قضیہ کے فاطمہ ع کے گھر پر گئے اور گرمی آفتاب میں کہڑے رہے اور عذر خواہی کی ۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ قصہ بالتفصیل مذکور ہے اور مقتل الخطبات میں بھی بروایت بیہقی شعبی سے یہی یہ قضیہ مروی ہے اور ابن اسمان نے کتاب الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ آئے ابو بکر ع در دروازہ فاطمہ ع بر روز گرم میں اور کہا کہ نہیں جاؤنگا میں اس جگہ سے جب تک کہ تم راضی ہو جاوے مجھسے بنت پیغمبر صلعم یقین کرنا چاہیے کہ ان اکابر علماے سنت نے اُن روایات پر اعتنا کیا ہے جن سے حضرت ابو بکر ع کا در خانہ جناب فاطمہ پر جانا بعد قضیہ فدک کے بغرض خوشنودی حاصل کرنے حضرت فاطمہ ع کے اور روز گرم میں برداشت کرنا گرمی کا ظاہر ہوتا ہے اور جس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب سیدۃ نساء العالمین حضرت ابو بکر ع سے ایسی ناخوش اور غضبناک ہو گئی تھیں کہ جس کی وجہ سے حضرت ابو بکر ع اپنی بیتابی ظاہر کرتے تھے کہ حضرت فاطمہ ع اُنسے خوشنود ہو جائیں اور حضرت ابو بکر ع کو حضرت فاطمہ ع کی ناراضی اور ناخوشی کا بھی یقین تھا ۔ اور اسی لئے اُن کو یہ بھی یقین تھا کہ پیغمبر ع

کے ارشاد کے کہین وہ مصداق نہ ہوجائین۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب نے جن کتب اہل سُنت سے اس واقعہ کا ذکر لکھا ہے اُن کتابون مین اس روایت کے آخر پر یہ مروی ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ راضی ہوگئین۔ لیکن یہ جزو اخیر بالکل مخالف ہے اُس کے جو ابن قتیبہ نے لکھا ہے اور جس کا ذکر ابھی ہم اوپر لکھہ آئے ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین جو روایت غضبناکی اور ناخوشی جناب فاطمہ منقول ہے۔ وہ بھی خلاف اُس روایت کے ہے کہ جس روایت مین حضرت فاطمہ کا راضی ہوجانا مروی ہوا ہے اس لیے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین یون روایت ہے کہ "حضرت فاطمہ غضبناک ہوئین اور اُنھون نے بات نہ کی یہانتک کہ مرگئین" اگر حضرت فاطمہ راضی ہوجاتین تو صحیح مسلم اور بخاری مین یون روایت ہوتی کہ "غضبناک ہوئین فاطمہ پھر راضی ہوگئین اور خوش خوش مرین" ابن قتیبہ نے جو روایت لکھی ہے اور جس کا آخر مضمون یہ ہے کہ "حضرت ابوبکر سے حضرت فاطمہ راضی نہین ہوئین اور اُنکا غضب فرو نہین ہوا اور اُنھون نے اپنا تادم مرگ ناخوشی پر قائم رہنا اپنی زبان سے ظاہر فرمادیا" یہ ابن قتیبہ کی روایت مطابق صحاح کے ہے اس لیے اُس کا صحیح مانا جانا چاہیے اور روایت دیگر کتب کا جزو اخیر جو متضمن راضی ہوجانے جناب فاطمہ کے ہے قطعی موضوع قرار پانے کے قابل ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ قضیہ حضرت ابوبکر کے جانے کا اور حضرت فاطمہ سے یہ خواہش کرنے کا کہ "وہ راضی ہوجائین" تو صحیح ہے

صحیح ہے - بجائے غضبناک اور ناخوش رہنے جناب فاطمہ ؑ کے جیساکہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے واضعین نے یہ وضع کر لیا کہ حضرت فاطمہ ؑ راضی ہو گئیں - عام طور پر ہر ایک ملک تعلیم یافتہ کا ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ کسی کی خطا بخشی نہیں ہو سکتی اور نہ کسی کو معافی دی جا سکتی ہے جب تک کہ وہ خطا کرنے والا اپنے اُس قول اور فعل پر نادم ہو کر اپنے قول اور فعل کو مسترد کرے اور واپس لے - یہانتک کہ خدا بھی کسی کا گناہ جو حق اللہ سے متعلق ہو معاف نہیں کرتا - جب تک کہ وہ گنہگار پشیمان ہو کر باز نہ آوے اور جو کوئی گناہ حق العباد سے متعلق کرتا ہے وہ گناہ اُس کا خدا اُس وقت تک معاف نہیں کرتا اور اُس کی توبہ قبول نہیں کی جاتی کہ جب تک وہ حق العباد کو مسترد نہ کرے اور واپس نہ دے - کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ باوصف اس کے کہ خلافت کی نسبت یہ فرماتے رہے ہے کہ مجھسے اقالہ بیعت کا کر لو جب کہ درمیان تمہارے بہتر تمہارا علی ہے مگر نہ اقالہ بیعت کا کیا نہ خلافت واپس دی - اور نہ متعلق معاملۂ فدک کے معافی مانگنے کے وقت بھی یہی کہتے رہے ہے کہ میں نے پیغمبرؐ سے سنا ہے کہ کوئی پیغمبرؐ کا وارث نہیں ہوتا - اور جس سے عذر دیا تھی کہ میں نے فدک کو ٹھیک ضبط کیا ہے - جس کو حضرت فاطمہ ؑ خلاف حق اور مخالف قرآن جانتی تھیں - اور اُن کا ایسا جاننا یقینی تھا تو ایسی حالت میں کیونکر ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ ؑ ابوبکرؓ کو معافی دے دیتیں اور راضی ہو جاتیں - اور اگر ایسی

حالت مین وہ معافی دے دیتین اور راضی ہو جاتین - تو وہ امر
ناواجب کی تائید کرنے والی اور اسمین شریک سمجھی جاتین - کہ
جس سے اُن کے معصوم اور مطاہر ہونے پر داغ لگتا اس لیے
کہ معصوم ہے کہ جس کی طہارت عمل نازل واسطے بموجب نص قرآنی
وعدہ پیغمبر صلعم کے ہو چکی ہو اُس سے ایسا عمل نہیں ہو سکتا کہ وہ
امر ناواجب اور ناروا کی تائید کرنے والی ہو اور اُس پر راضی
ہو جائے اور حقوق اہل بیت نبوت کو ضائع و برباد کر دے -
یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا امر حضرت فاطمہ ع سے ظہور مین آنا غیر ممکن
تھا کہ وہ دختر پیغمبر ص اور زوجہ ابو الائمہ اور مادر گیارہ ائمہ اہل بیت
پیغمبر ص کی تھین - ہان اگر حضرت ابوبکر ر اپنے قول اور فعل پر
ایسے نادم ہوتے کہ خلافت اور فدک جو حق اہل بیت پیغمبر ص کا
تھا اُس کو واپس کر دیتے کہ اُس حالت مین اُن کا اپنے قول
اور فعل سے باز آنا ٹھیک ہوتا تو مین یقین دلاتا ہون - کہ جناب
سیدہ ع اس حالت مین حضرت ابوبکر ر سے ضرور راضی ہو جاتین
اور بغیر اس کے میری سمجھ مین تو آتا نہین - جس کسی کے جی مین
آئے سمجھ لے کہ حضرت فاطمہ ع راضی ہو گئی تھین -

مگر بہت دشوار ہے - کہ جناب سیدہ ع کے تازیست راضی
ہو جانے پر حضرت ابوبکر ر و حضرت عمر ر سے مع اُن لوگون کے
کہ جو شریک حضرت ابوبکر ر اور حضرت عمر ر کے ہوے - کوئی
یقین کر سکے - وہ ان لوگون سے اسقدر غضبناک اور ناخوش
تا دم مرگ گئین کہ اُسی ناخوشی کی وجہ سے اُن کے نہ حاضر ہونے

کے لیے اپنے جنازہ پر ممانعت اور وصیت کر گیئن چنانچہ ابوبکر جوہری نے روایت کی ہے کہ وہ فاطمہ نے ابوبکرؓ سے کہا کہ مین تجسے کبھی کلام نہین کرونگی ابوبکرؓ نے کہا کہ مین تم سے کبھی جدائی نہین کرونگا فاطمہ نے کہا خدا کی قسم ہر آئینہ بددعا کرونگی مین تم پر ابوبکرؓ نے کہا قسم خدا کی مین دعا کرونگا تمھارے واسطے پس جسوقت کہ حاضر ہوئی وفات فاطمہ کو پس وصیت کر گیئی کہ نہ نماز پڑھین ابوبکرؓ اُن پر دفن کی گیئن فاطمہ رات کو۔ یہ روایت صاف دلالت کرتی ہے کہ وصیت حضرت فاطمہ کی بوجہ آزردگی اور ناخوشی کے یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ اُن کے جنازہ پر حاضر ہونے نہ پائین اور صحیح بخاری مین غزوہ خیبر مین یہ روایت ہے (جس کا شروع یہ ہے) کہ وہ چاہتی تھی فاطمہ میراث رسول اللہ سے جو کچھ کہ فے کر دیا تھا اللہ نے پیغمبر پر مدینے مین اور فدک مین اور جو کچھ کہ بقیہ تھا خمس خیبر سے (آخر روایت مین ہے) پس انکار کیا ابوبکرؓ نے یہ کہ حوالہ کرین فاطمہ کو اُس مین سے کچھ۔ پس خشمگین اور اندوہگین ہوئین فاطمہ ابوبکرؓ پر اُس قضیہ مین اور جدائی کی فاطمہ نے ابوبکرؓ سے اور نہ کلام کیا فاطمہ نے اُن سے یہانتک کہ مر گیئن اور زندہ رہین فاطمہ بعد نبی کے چھ مہینہ۔ پس جب وفات پائی فاطمہ نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علیؑ نے رات مین۔ اور نہ اذن دیا اُن کے جنازے پر کہ ابوبکرؓ نماز پڑھین اُس پر اور یہ روایت صحیح مسلم مین بھی کتاب جہاد مین مذکور ہے۔ روضۃ الاحباب[1]

[1] مطبع تیغ بہادر لکھنؤ صفحہ ۲۴۲۴۔

مین بہی اس قدر منقول ہے کہ وہ دوسرے روز ابو بکر صدیق رضہ اور عمر فاروق رضہ اور تمام اشراف صحابہ نے حضرت علی علیہ السلام سے عتاب کیا کہ کیون ہم کو خبر نہ کی تاکہ شرف نماز کا اُس پر ہم پاتے حضرت علی رضہ نے عذر کیا کہ بموجب وصیت کے ایسا مین نے کیا ؛؛

ان روایات مین (جو دیگر کتب صحاح مین مندرج ہین اور جنکی صحت علماے اہل سنت قبول کرتے رہے ہین) ایسی تفصیل سے واقعات غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ زہرا رضہ کے منقول ہین جنمین زبانی اور حالت فاطمہ رضہ یعنے اُن کے قول اور عمل سے قابل یقین کے ثابت ہے کہ خلافت جو خاندان نبوت سے نکال لی گئی اور فدک سے اُن کو منع کر دیا گیا حضرت فاطمہ رضہ حضرت ابو بکر رضہ اور عمر رضہ پر ایسی غضب ناک اور اُن سے ایسی ناخوش ہوئین اور وہ غضب اور ناخوشی ایسا اُن کا تاحیات باقی رہا کہ حضرت ابو بکر رضہ اور عمر رضہ اور جو کوئی اُنکا مساعد تھا اُنکے لیے وصیت کر گئین کہ وہ اُنکے جنازے پر بھی حاضر نہون –

یہ تمام واقعات موجب غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ رضہ کے کیا سقیفہ بنی ساعدہ مین امر خلافت کے متعلق اور کیا دربار حضرت ابو بکر رضہ مین قضیۂ فدک کے متعلق اور کیا حضرت ابو بکر و عمر کے بغرض حصول خوشنودی جناب سیدہ رضہ کے گھر پر جانے اور جناب فاطمہ رضہ کی خوشنودی نہونے کے متعلق اور کیا وصیت کر کے اُن حضرات کو حاضری اور شرکت جنازہ سے منع کر دینے کے متعلق اور اسی

وجہ سے اُن کو اطلاع وفات نہ دینے کے اور اُن حضرات سے شریک جنازہ ہو سکنے کے متعلق ایسے کُھلم کُھلا اور علانیہ وقوع مین آئے تھے کہ جس سے ہر کسی کو قول اور طرز عمل حضرت فاطمہؑ سے یقین ہو گیا تھا کہ فاطمہ زہراؑ غضب ناک اور ناخوش حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے تا زیست رہین۔ بی بی عائشہ جو پیاری دختر اور جگر حضرت ابوبکرؓ کی تھین اُن کے یقین پر حضرت فاطمہؑ کے غضبناک اور ناخوش رہنے کا مرتے دم تک بہ نسبت دوسرے لوگون کے کچھ بھی شبہ نہین ہو سکتا کہ حضرت فاطمہؑ کی تمام گفتگوئین اور اُنکا طرز عمل خود بمقابلہ حضرت ابوبکرؓ پدر بزرگوار بی بی عائشہؓ کے وقوع مین آیا تھا۔

پس بی بی عائشہ سے صحیح بخاری[۵۱] اور مسلم مین جو یہ روایتین ہین کہ بیؑ فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ نے چاہا ابوبکر صدیقؓ سے بعد وفات رسول اللہؐ کے یہ کہ حصہ کردین فاطمہؑ کیلیے میراث اُنکی جو کچھ چھوڑا ہے رسول اللہؐ نے اُس چیز سے کہ فی کر دیا تھا اللہ نے رسولؐ پر کہا ابوبکرؓ نے فاطمہؑ سے بیشک رسول اللہؐ نے فرمایا نہین وارث ہوتا ہے ہمارا۔ جو کچھ چھوڑتے ہین ہم صدقہ ہے۔ پس غضبناک ہوئین فاطمہؑ بنت رسولؐ اور جدائی لی ابوبکرؓ سے اور اور ہمیشہ رہی وہ جدائی یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین فاطمہؑ بعد رسول اللہؐ کے چھ مہینہ۔ اور دوسری[۵۲] روایت کے آخر مین بھی ہے۔ جب مرگئین فاطمہؑ دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر نے رات مین اور نہ اذن دیا اُن کے لیے ابوبکرؓ کو کہ وہ نماز پڑھین اُن پرؓ

---

۵۱ کتاب خمس بخاری ۱۲ ۵۲ غزوہ خیبر بخاری کتاب الجہاد مسلم ۱۲

یہ روایتین بیان مختصر اور نتیجہ اُن واقعات مفصل کا ہے جو روایتون دوسرے کتب اہل سنت مین منقول اور مقبول علماء اہل سنت کی ہین اور بی بی عائشہ نے اپنے بیان مین نتیجہ اُنہین واقعات کا بیان کیا ہے کہ جس قول اور طرز عمل فاطمہ زہرا سے اُن کی غضب ناکی اور ناخوشی کا ہر کسی کو یقین تہا اور وہ واقعات قول اور طرز عمل فاطمہ خود بمقابلہ حضرت ابوبکر پدر بزرگوار بی بی عائشہ صدیقہ کے ظہور مین آئے تہے۔ اور بی بی عائشہ کو اُس نتیجہ واقعات پر جس کو اُنھون نے بیان کیا ایسا علم الیقین تہا کہ اُن کو کچھ ضرورت ذریعہ اپنے علم کے بیان کی نہین تھی - پس امر محققہ اور واقعات مسلمہ کا نتیجہ بیان کرنا بی بی عائشہ کا اُس سے بہتر اور اولی صداقت غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے لیے ہے کہ جب بی بی عائشہ محض زبانی حضرت فاطمہ کے بیان کرتین کہ اُس مین سے گنجائش اس امر کے کہنے کی باقی رہ سکتی کہ بی بی عائشہ سے گفتگو زبانی فاطمہ زہرا کے سمجھنے مین غلطی ہوئی - پس بی بی عائشہ کے بیان نتیجہ امر محققہ اور واقعات مسلمہ کی نسبت یہ قیاس کرنا کہ وہ اُنھون نے قیاس کیا تھا جس مین غلطی ہوجاتی ہے تا تیرہ سو برس کے بعد یہ ایجاد طبع کہ وہ بی بی عائشہ کا وہ قیاس تہا اور وہ قیاس بھی غلط تھا کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا - بی بی عائشہ صدیقہ نے جو امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا بیان کیا ہے اُس کی صداقت کو نہ ماننا ایسا ہی ہے کہ جیسے خود حضرت ابوبکر بلا ذکر زبانی حضرت فاطمہ کے امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کو بیان کرتے اور اُن کے بیان

کی نا منظوری کے لیے یہ کہا جاتا کہ اُنھون نے فاطمہ زہرا ع کی زبانی شکایت نہین سنی - بی بی عائشہ بے شک عالم الغیب نہین تھی لیکن یہ معاملہ عالم شہود کا ہے جس کو اُنھون نے بیان کیا ہے اور اُنکی آنکھون کے سامنے زمانہ اُن واقعات کو ظہور مین لاتا گیا تھا اور اُن واقعات کو مسلم اور محقق قرار دیتا جاتا تھا -

مصنف مخاطب ہنوز مشتاق ایسی دلیل کے ہین کہ وہ بی بی عائشہ کا سمجھنا مطابق واقعہ کے تھا حالانکہ دلیل اُس کی خود وہ واقعات مسلمہ ظاہر کر چکے ہین - کہ جو کچھ بی بی عائشہ نے بیان کیا تھا وہ سمجھنا اُنکا مطابق واقعہ کی تھا اور وہ اُنکا سمجھنا بعینہ ایسا تھا کہ جیسا خود حضرت ابوبکرؓ کا سمجھنا مطابق واقعہ کی تھا - شیعہ جو دعوی کرتی ہین کہ فدک کی بحث مین جناب سیدہؑ ابوبکرؓ سے ناراض ہوئین اہلسنت کی روایتون سے ابوبکرؓ کی شکایت جناب سیدہ ع کی زبان سے ثابت کر چکے اور اُن روایتون کی صحت کی نسبت یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اُن کو علماے اہل سنت نے آجتک زمانہ تک بھی قبول کرتے چلے آتے ہین - اگر مصنف مخاطب کے ہم خیال علماے اہل سنت کی اُن روایتون کے صحیح نہ ماننے جانے کا خیال رکھتے ہون تو اُن کو کوئی دلیل لانا چاہیے کہ وہ روایتین جنکو علماے اہل سنت قبول کرتے چلے آتے ہین وہ بمقابلہ اہل سنت کے شیعہ کیون نہین حجت لا سکتے -؟

مصنف مخاطب بی بی عائشہ ع کی نسبت یہ الزام لگانے کے بعد کہ (اُن کا وہ بیان قیاس تھا اور وہ قیاس بھی غلط اور خلاف واقعہ تھا) دفع دخل کرنا چاہتے ہین تاکہ اُن کے قیاس جدیدہ سے

جس مین تمام علمائے گذشتہ سے مخالفت پیدا ہوتے ہی بی بی عائشہ
پر مصنف مخاطب کی طرف سے کوئی طعن عائد نہو جاوے لیکن
دفع دخل مین اُنکو کامیابی نہین ہوئی۔

پہلے تو ہم کو یہ حیرانی ہے کہ مصنف مخاطب آیہ تطہیر شان
مین ازواج کے قرار دیتے ہین جس پر اُنھون نے بہت زور
دیا ہے۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ ازواج کی شان مین آیت تطہیر
کو قرار دینے سے اصل مقصود یہی ہے کہ بی بی عائشہ طاہر سمجھی جاوین
اس طہارت سے یہ مراد تو ہو نہین سکتی کہ بی بی عائشہ کے ہاتھ پانو
بدن مین قاذورات لگے ہوئے تھے اُن سے وہ طاہر ہو گئین بلکہ شرک
وکفر فواحش اور عمل قبیح کی طہارت سے مراد ہونی چاہیے یعنے کوئی
گناہ اُن سے سرزد نہو۔ ہان اب سوال یہ ہے کہ غلط اور خلاف
واقعہ ایسا قیاس بی بی عائشہ کی طرف عائد کرنا۔ کہ جس سے حضرت
ابوبکرؓ برحق خلیفہ اور نائب رسولؐ پر (جیساکہ مزعوم اہل سنت
ہے) غضب اور ناخوشی فاطمہؑ کا الزام عائد ہوتا ہو (کہ غضبناکی
اور ناخوشی فاطمہؑ برابر غضب اور ناخوشی پیغمبرؐ کے ہے) امر شدید
اور مذموم حضرت ابوبکرؓ کے لیے ہے۔ آیا ایسا الزام لگانا داخل
عمل قبیح اور گناہ کے ہے یا نہین؟ شیعہ ہی بجز اس کے کہ حضرت ابوبکرؓ
پر کچھ الزام لگاتے ہین اور کچھ گناہ نہین کرتے ویسے ہی بی بی عائشہ
کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر غلط الزام لگانے کا گناہ مصنف
مخاطب عائد کرتے ہین۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ معصوم نہین
تھین اور اُن سے ایسے امور کا سرزد ہونا غیر ممکن نہین تو اُسکا نتیجہ

یہ ہوگا کہ وہ شامل اُن لوگوں کے نہیں تھیں جنکی شان میں آیت تطہیر ہے - ہاں ایسے امور کے سرزد ہونے سے جبکہ وہ معصوم نہیں ہیں بی بی عائشہ کے لیے یہ فائدہ ہے کہ اُن کی خصلت ضرور امور ناروا کے لیے پائی جاوے گی اور کہا جا سکیگا کہ جب اُنھوں نے اپنے باپ ایک خلیفہ برحق نائب رسول ص پر ایسا شدید الزام لگانے پر قیاس غلط اور خلاف واقعہ کے ذریعہ سے باک نہیں کیا - تو وہ علی مرتضی ع چوتھے خلیفہ رسول ص سے جنگ کرنے میں کیا دریغ کرسکتیں اور نبی ص سے جنگ کرنے کا الزام جو شیعہ بی بی عائشہ پر لگاتے ہیں اُس سے برات کے لیے وہ خصلت بی بی عائشہ کی حجت عمدہ ہے

مصنف مخاطب ام المومنین عائشہ ع پر طعن عائد نہو سکنے کے لیے کہتے ہیں کہ شاید اُنھوں نے بیان خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا تھا - بلکہ جو کچھ وہ سمجھی ہوئی تھیں اُس کو بیان کیا تھا یہ اتفاقی بات ہے کہ وہ خلاف واقعہ تھا!! یہ تو ہم خوشی سے قبول کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ ع نے خلاف واقعہ کا قصد نہیں کیا مگر جو کچھ وہ سمجھی ہوئے تھیں وہ خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتا ہے ؟ جو واقعات مسلمہ اور امور متفقہ ہم نے کتب اہل سنت سے دکھائے - اُن سے وہ بیان بی بی عائشہ ع کا مطابق واقعہ کے ہے مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ اُن واقعات کو دکھاتے کہ جس سے ہر کسی کو یقین ہو جاتا کہ حضرت ابوبکر ع سے حضرت فاطمہ ع کو اذیت نہیں پہونچی اور ہمیشہ حضرت ابوبکر ع اُن کی رضا اور خوشنودی کے کام کرتے رہے - جس سے حضرت فاطمہ ص کا کبھی غضبناک اور

ناخوش ہونا ہر کسی کے ذہن مین آجاتا۔ بغیر اس کے باوصف موجود ہونے واقعات غضب اور ناخوشی کے کسی کی سمجھ مین یہ کہنا مصنف مخاطب کا آسکتا ہے کہ بی بی عائشہ ؓ کا بیان جو وہ سمجھے ہوئے تہین خلاف واقعہ تہا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد مصنف مخاطب بی بی عائشہ ؓ کی سمجھ کو جو اُن واقعات پر مبنی تھی۔ کہ جو اُن کی زندگی مین گذرے تھے غلط اور خلاف واقعہ قرار دین۔ یہ واقعات ایسے مسلمہ اور محققہ طشت از بام تھے کہ اُس عہد کے تمام لوگ اُن واقعات کی صحت کو مانتے تھے۔ اور مفصل اُن واقعات کو دوسرے لوگون نے برابر نقل کیا ہے جو خود کتب اہلسنت مین مندرج ہین۔ بی بی عائشہ کے ایک شخص عروہ بن زبیر سے (کہ جو بھانجہ[۱] بی بی عائشہ کا تہا۔ اور جن کے سامنے بی بی عائشہ ؓ بے حجاب آسکتی تہین) نتیجہ واقعات مسلمہ اور امر محققہ کے بیان کرنے سے تو زیادہ تائید صحت اُن روایات کی ہوتی ہے۔ جو دوسرے لوگون سے دیگر کتب اہل سنت مین منقول ہوئی ہین صحت واقعات کے لیے یہ امر ضروری نہین ہو سکتا۔ کہ بی بی عائشہ کے سوا دوسرے لوگون سے بہی یہ خبر کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین بھی منقول ہو کیا مصنف مخاطب اس امر کے قائل ہین کہ تنہا بی بی عائشہ ؓ سے کوئی حدیث پیغمبر ؐ کی منقول ہو اور دوسرے لوگون سے اُسی کتاب مین وہ روایت منقول نہو تو وہ روایت بی بی عائشہ کی غلط اور خلاف

---

[۱] عبداللہ۔ منذر۔ عروہ۔ مہاجر چار بیٹے اسماء بنت ابی بکر ؓ سے زبیر کے تھے۔ (کتاب ریاض مستطابہ)۔

واقعہ ہے۔ امر محققہ اور نتیجہ واقعات مسلمہ کا جو بیان بی بی عائشہ
نے کیا ہے اگر حضرت عائشہ حیات فاطمہ یا عہد ابی بکرؓ میں بیان
کرتیں تو بھی وہ اسی کے برابر تھا۔ کہ بعد وفات فاطمہ اور عہد ابی بکرؓ
کے اگر بیان کیا ہم کو اس بات کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ
خلافت صدیق کے زمانہ میں عروہ پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ جس سے
مصنف مخاطب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ وہ بیان بی بی عائشہ نے
بعد عہد ابی بکرؓ کے ظاہر کیا ہے۔ اگر جناب فاطمہ
یا عہد ابی بکرؓ میں یہ خیال ظاہر کرتیں تو اس کی تصحیح ہو جاتی۔ ہم
قبول کیے لیتے ہیں کہ عروہ زمانہ خلافت حضرت ابو بکرؓ میں پیدا
نہیں ہوا تھا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس کے سامنے واقعات اور
قضیے خلافت اور فدک کے درمیان حضرت فاطمہ اور حضرت
ابو بکرؓ کے ظہور میں نہیں آئے تھے پس لازم آتا ہے اسی وجہ سے بی بی
عائشہ نے عروہ کے سامنے کہ جو ناواقف اور بے علم ان واقعات
اور قضیوں سے سمجھا جاتا تھا امر محققہ اور نتیجہ واقعات کو بیان کیا
اور حیات فاطمہ اور عہد ابو بکرؓ میں وہ واقعات اور قضیہ باہم فاطمہ
اور حضرت ابو بکرؓ کے ایسے علانیہ ظہور میں آئے تھے کہ ہر کوئی
غضب ناکی اور ناخوشی جناب سیدہ کو جانتا تھا۔ ان لوگوں واقف
کا ان کو جو حیات فاطمہ اور عہد ابو بکرؓ میں موجود تھے کیا ضرورت
تھی کہ ایک دوسرے واقف کو اطلاع کرتا۔ جناب سیدہ کا ابو بکرؓ
سے ناراض ہونے کا خیال اسوجہ سے بے اصل نہیں ہو سکتا کہ
خلافت ابو بکرؓ کے زمانے میں کسی کی زبان پر اس کا ذکر نہ آیا

یا عائشہ کے سوا کسی کے دل مین اس کا خیال بھی نہ گذرا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ۔ بلکہ عہد خلافت حضرت ابوبکر مین ہر کسی کو غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کا یقین تھا اور سب سے زیادہ بی بی عائشہ کے دل مین غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کی متیقن تھی اور اسی وجہ سے کسی کی زبان پر ذکر نہین آیا کہ ہر کوئی اس کا علم رکھتا تھا ۔ واقعات زمانہ تب ہی منقول ہوتے ہین کہ جب کہ نہ جاننے والا انجان سے ذکر کیا کرتا ہے اور انجان سے ہی کسی واقعہ کے ذکر کی ضرورت ہوتی ہے اُن واقعات اور قضیون درمیان حضرت ابوبکر اور جناب فاطمہ کا ذکر مختلف لوگون نے مختلف لوگون سے سن کر کیا ہے جیسا کہ کتب اہل سنت مین وہ عام واقعات باعث غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کے اور وہ واقعات جن سے غضبناکی اور ناخوشی فاطمہ کی مسلم اور محقق ہوتی ہے موجود اور منقول ہین ۔ خواہ وہ کتب سیر اور تاریخ کی شان رکھتے ہون خواہ جمع احادیث کی ۔

دعوی فدک کے بعد شاید نہین یقینی بی بی عائشہ و دیگر ازواج کی سیدہ سے ملاقات نہین ہوئی اس وجہ سے نہین کہ بی بی عائشہ پابند عدۃ تھین جیسا کہ مصنف مخاطب گمان کرتے ہین (عدت وہ بیوہ رکھتی ہے کہ جو بعد وفات شوہر دوسرا شوہر کر سکے اور زمانہ عدت تک اس کو لازم ہے کہ شوہر کے گھر سے نہ نکلے ازواج رسول بعد وفات رسول دوسرا شوہر نہین کر سکتی تھین کہ انپر دوسرا شوہر کرنا حرام تھا ۔ اور اُن کو بموجب نص قرآنی کے تا زیست

پیغمبر صلعم کے گھر سے کسی وقت اور کسی حالت مین باہر نہین نکلنا چاہیے
تھا۔ اُن کے لیے زمانہ عدت اور غیر عدت کا جو غیر ازواج رسول صلعم
کے لیے سب مساوی تھا۔ بلکہ بی بی عائشہ کی جناب سیدہ سے
بعد وفات رسول صلعم اور دعوی فدک کے ملاقات اس وجہ سے
نہین ہوئی کہ اول تو بی بی عائشہ حیات رسول صلعم مین ذکر حضرت
خدیجہ اور فاطمہ صلعم کے وقت ایسے کلمات زبان پر لایا کرتی تھین
کہ جس سے پیغمبر ناشگفتہ ہو جاتے تھے اور حضرت فاطمہ کے
دل کو خراش پہونچتی تھی۔ جیسا کہ خود کتب اہل سنت مین موجود
ہے۔ بعد وفات پیغمبر اور حضرت ابوبکر کے خلافت لے لینے
اور فدک سے فاطمہ کو منع کر دینے کے جناب فاطمہ زہرا
کو غضب ناکی اور ناخوشی پیدا ہوگئی تھی جس پر حضرت ابوبکر یقین
کرتے تھے اور باوصف اس کے کہ حضرت ابوبکر حضرت فاطمہ
کے گھر گئے۔ فاطمہ اُن سے خوشنود نہ ہوئین فاطمہ بی بی
عائشہ کو جگر حضرت ابوبکر کا جانتی تھین اور بی بی عائشہ اپنی
ذاتی اور عداوتی برتاؤ سے یقین کرتی تھین کہ حضرت فاطمہ جیسا
حضرت ابوبکر پر غضب ناک تھین ویسے ہی مجھ سے ناخوش
ہین اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کی ملاقات جناب سیدہ سے
وفات رسول صلعم اور نکلجانے خلافت اور ضبطی فدک کے بعد نہین ہوئی
اور نہ مصداق گھر سے رسول صلعم کے باہر جانے کا حضرت فاطمہ کی
ملاقات کے لیے بی بی عائشہ کی نسبت ہو سکتا تھا کہ دونون گھر
برابر تھے اور دیوار درمیانی مین ایک کھڑکی (سوکھا) تھا اتفاقاً فاطمہ بعد رسول صلعم

کے بی بی عائشہ کے لیے کچھ تو مقتضائے انسانیت تھا خصوصاً جبکہ یہہ زمانہ عدت بی بی عائشہ کے جو مقصود مصنف مخاطب کا ہے حضرت فاطمہ زندہ رہی تھین - اور اگر بی بی عائشہ کو زمانہ عدۃ مانع تھا تو حضرت فاطمہ کو کون امر مانع تھا کہ وہ بی بی عائشہ سے ملاقات کرتی رہتین - جناب فاطمہ کا بی بی عائشہ کی ملاقات کے لیے کبھی نہ جانا دلیل اس بات کی ہے کہ باہم اُنکے لطف نہ تھا - اور ایسی ناخوشی تھی کہ جناب فاطمہ نہ بی بی عائشہ کے پاس تا زیست کبھی گیئین نہ اُن کو اپنے پاس آنے دیا یہانتک کہ اپنے جنازے پر بی بی عائشہ کے شریک ہونے کی روادار نہ ہوئین - بی بی عائشہ کو فاطمہ سے رنج یا عداوت یا ناخوشی کا اندازہ اُس خمیازہ سے ہو سکتا ہے کہ خانۂ فاطمہ مین جو متصل تھا ملاقات کے لیے بی بی عائشہ نہ جائین اور خانۂ پیغمبر سے نکل کر علی شوہر حضرت فاطمہ داماد پیغمبر سے جنگ کے لیے بصرہ تک چلی جائین اور اپنے آپ کو مخالفت آیت قرآنی "وقرن فی بیوتکن" پر اکتفا نہ کرکے اور علی سے جنگ کرکے مطابق اس ارشاد رسول کی "حربک حربی" مصداق حرب رسول بنائین -

مصنف مخاطب اپنی تقریر کا یہ نتیجہ نکالتے ہین "کہ جن قرائن سے حضرت عائشہ نے یہ نتیجہ نکالا ہوگا وہ ایسے قرائن نہ تھے جنکو بچشم خود اُنھون نے دیکھا ہو یا بلاواسطہ جناب سیدہ کی زبان سے سُنا ہو"

بعد واقعہ سقیفہ بنی ساعدہ کے خلافت کے متعلق اوقات مختلفہ پر حجتین اور گفتگوئین اور علی مرتضی ع سے بعیت طلبی اور ان کے طلب کے لیے حضرت عمر ع کا آگ اور لکڑی لیکر درخانہ فاطمہ ص پر مع گروہ کے آنے کے قضیے اور فدک کے منع کے قضیے اور فاطمہ ع کا حضرت ابو بکر ع کے دربار مین جانا اور نا کام واپس آنا اور انکی غضب ناکی اور ناخوشی کی حالت اول سے آخر تک بہت کچہ مسجد نبوی مین ہوا ہے اور مسجد نبوی کے صحن مین ان برابر برابر گہرون کے کہ جنمین فاطمہ ع اور بی بی عائشہ رہتی تہین دروازے کہلے ہوئے تہے اور ان گہرون کی دیوار درمیانی تہی ایک خوکلہ تہا۔ اور مسجد نبوی اور اس کا صحن کچہ لنبا چوڑا نہین تہا۔ جس سے وہ گہر اور دروازے دور ہوتے۔ اور حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع واسطے حاصل کرنے خوشنودی فاطمہ ص کے اسی در اور گہر فاطمہ ع پر گئے تہے اور ناکام ان کے آنے کا واقعہ اسی در اور گہر پر ہوا تہا۔ جس سے کچہ شبہ نہین رہ سکتا کہ وہ تمام واقعات بی بی عائشہ ع کی آنکھون کے سامنے گذرے اور انھون نے اپنی آنکھون سے دیکہا اور بلا واسطہ جناب سیدہ ع کی زبان سے سنا اور بی بی عائشہ ع نے جو بیان غضب ناکی اور ناخوشی فاطمہ ع کا کیا اس کا علم ذاتی بذریعہ انہین واقعات کے ہوا تہا جو ان کے سامنے گذرے جنپر وہ کچہ شبہ نہین کر سکتی تہین۔

امر غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ع کا حضرت ابو بکر ع پر دائر درمیان انہین دونون کے تہا اور جیسا کہ حضرت فاطمہ ع سے معلوم

ہو سکنے پر کیفیت غضب ناکی اور ناخوشی کا مصنف مخاطب کے نزدیک معتمد ہو سکتا ہے ویسا ہی حضرت ابوبکر کی طرف سے بی بی عائشہ ؓ کو علم ہونا معتمد سمجھنا چاہیے - اور کم سے کم ضرور ہے کہ بی بی عائشہ کو ان تمام واقعات غضب اور ناخوشی فاطمہ ؓ کا اور مرتے دم تک باقی رہنا اُس غضب اور ناخوشی کا علم حضرت ابوبکر ؓ سے ہوا - یہ کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ بی بی عائشہ ؓ اپنے باپ کی سرگذشت سے اُنکی زبانی لاعلم رہ سکین یا جو واقعات اُن کے باپ کو پیش آئے اُن کو اُن سے تحقیق نہ کر سکین یا اگر بی بی عائشہ بوجہ عدہ کے جیسا کہ مصنف مخاطب کے زعم مین ہے گھر سے باہر نہین جا سکتی تھین تو حضرت ابوبکر ؓ کے لیے کوئی امر مانع بی بی عائشہ ؓ کے پاس جانے کا نہین تھا - کچھ شبہ نہین کہ ہر طرح سے بی بی عائشہ ؓ کو علم الیقین غضب ناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہ ؓ کا تھا اور اسی وجہ سے بی بی عائشہ کو ضرورت نہین ہوئی کہ ذریعہ اپنے علم کا ظاہر کرین بی بی عائشہ نے جو بیان غضب اور ناخوشی فاطمہ ؓ کا بسلسلۂ بیان اُن واقعات کے کیا ہے کہ جو باعث غضب اور ناخوشی فاطمہ ؓ کے ہوئے - اسی سے ظاہر ہے کہ اُن کو ان امور کا علم ذاتی بلا واسطہ کسی غیر کے تھا - جب جناب سیدہ ؓ کی ناراضی کے اسباب اور واقعات مسلمہ اور محققہ ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ جناب سیدہ ؓ اُن واقعات اور اسباب مکروہ کے باعث سے ناراض ہوگئین تو خود بخود یہ امر ظاہر ہو جائے گا کہ ناراضگی کی وجہ سے اُنھون نے ابوبکر ؓ سے کلام چھوڑ دیا ۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ پہلے وہ اُن واقعات اور اسباب کے غیر صحت ثابت کرتے کہ جن سے جناب سیدہ ع غضب ناک اور ناخوش ہو گئی تھین اور ایسے واقعات اور اسباب دکھاتے کہ جناب سیدہ ع حضرت ابو بکر ع سے تا زیست برابر خوشنود رہین تب اُن کو یہ کہنا زیبا تھا کہ "یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ ناراضگی کی وجہ سے اُنھون نے ابو بکر ع سے کلام چھوڑ دیا تھا"

اور یہ قیاس امکانی مصنف مخاطب کا کہ "اس کے بعد اُن مین باہم کلام ہوا ہو مگر حضرت عائشہ ع کو اُسکی خبر نہ ہوئی" حجت نہین ہو سکتا جب تک کہ مصنف مخاطب یہ نہ دکھائین کہ منع فدک کے بعد کسی موقع پر باہم اُن دونون کے کلام ہوا مگر بی بی عائشہ ع کو اُسکی خبر نہوئی

ایسے ہی یہ احتمال مصنف مخاطب کا کہ "کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی - اور غیر محرم سے عورتین بلا ضرورت بات چیت نہین کرتین" قابل حجت نہین ہو سکتا -

جناب سیدۃ نساء العالمین دختر پیغمبر ص اہل بیت نبوت سے تھین اور اُن سے زیادہ عترت اور ذریت اور آل رسول ص ہونے کا اطلاق کسی اور پر نہین ہو سکتا - علاوہ اس قسم کے ارشادات رسول ص کے (کہ فاطمہ ع کی اذیت میری اذیت ہے فاطمہ ع کی غضب ناکی میری غضب ناکی ہے - فاطمہ ع میری لخت جگر ہے جب مجھہ پر درود اور سلام بھیجو تب اُس پر بھی" جس مین ہدایت اس امر کی تھی کہ فاطمہ ع کے ساتھہ وہی برتاؤ کرنا چاہیے کہ جو میرے ساتھہ ہونا لازم ہے) آخری وصیت پیغمبر ص کی یہ تھی کہ مین درمیان

تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزین چھوڑے جاتا ہون ایک کتاب اللہ دوسرے اپنی عترت اُن کو مضبوط پکڑے رہنا تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور وہ آپس سے جدا نہین ہونگے جب تک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہون ؎

فاطمہ دختر پیغمبر ص کے ساتھہ لازم تھا کہ تمام امت موجودہ وہی برتاؤ کرتی جو پیغمبر ص کے ساتھہ اور وہ برتاؤ ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جس سے مثل قرآن کے اُن کے ساتھہ تمسک کا ہونا صادق آتا اور جس مین روزانہ اُن کے ساتھہ مین کلام کی ضرورت پڑتی اور جو صحابہ معزز مہاجر و انصار پیغمبر ص کو دوست رکھتے تھے بالخصوص جو مدینے مین موجود تھے اُن کو لازم تھا کہ روزانہ بعد نماز صبح اول اُن کے دروازہ پر حاضر ہو کر درود اور سلام بھیجتے اور اُن کی پرسش احوال کرتے اور وفات رسول ص کی وجہ سے جو صدمہ فاطمہ ص کو پہونچا تھا۔ اُسمین دلجوئی اور تشفی کو مقدم جانتے چنانچہ بعض صحابہ ایسا کرتے تھے اور بعض صحابہ تو ایسے تھے کہ مسجد نبوی مین اُن کے دروازے پر پڑے رہتے تھے اور اُن کی دربانی کو اپنا فخر جانتے تھے ایسے صحابہ کے نام شیعون کے یہان خزانہ عزت مین روشن حرفون مین لکھے ہوے ہین مگر یہ وہ صحابہ نہین ہین جنکے نام زمانہ نے سنہری حرفون مین لکھے ہین۔

شیعون کو جو کچھہ طعن ہے وہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رسول ص نے فاطمہ ص کے ساتھہ ایسا سلوک نہین کیا جیسے کہ حالت پیغمبر ص کی تھی اور فاطمہ ص کو چھوڑ دیا اور اُن کی بات تک نہ پوچھی اُن سے فاطمہ ص نے مرتے دم تک کلام نہین کیا۔ مگر جو صحابہ کہ ہر وقت یا روزانہ یا کبھی

وقت باہر مدینے سے باہر کے رہنے والے جسوقت کہ مدینے مین آتے تھے اُسوقت دروازۂ فاطمہ ص پر حاضر ہوتے تھے اور اُنکے پرسش احوال کرتے تھے اور اُن کی مصیبت سنتے تھے وہ مصیبت کہ جسکی جناب سیدہ ع نے فرمایا ہے کہ مجھہ پر وہ مصیبتین گذرین کہ اگر دنون پر گذرتین تو راتین ہو جاتین اور اُن سے صراط مستقیم کی ہدایتین اور تعلیم پاتے تھے - خود پیغمبر ص کا معمول تھا کہ جب کبھی باہر جاتے تھے تو فاطمہ ص کے پاس ہوکر جاتے تھے اور جب لوٹ کر آتے تھے تو اول فاطمہ ص کے پاس آکر پرسش احوال کرتے تھے لیکن حضرت ابو بکر ع اور بعض دیگر صحابہ اُن کے ہم مشرب نے وہ برتاو کہ جو پیغمبر ص کے ساتھہ ہونا چاہیے تھا فاطمہ ع کے ساتھہ نہین کیا اور جیسے کہ علی ع کو احدالناس جانا ویسے ہی فاطمہ ع کو عام عورتون مین سے ایک عورت سمجھا -

حضرت ابو بکر ع نے زبان سے بے شک فرمایا کہ مجھکو فاطمہ ع اپنی دختر عائشہ ع سے زیادہ عزیز ہے - لیکن برتاؤ ایسا نہ کیا جو اپنی دختر عائشہ کے ساتھہ کرتے تھے جیسا کہ خود مصنف مخاطب کے سخن کا نتیجہ ہے کہ وہ ضرورت کلام کی فاطمہ ع کو ابو بکر ع سے نہین پڑی تھی مگر کیا حضرت ابو بکر ع کو ضرورت پرسش احوال کے لئے بھی جانا منع تھا اور پرسش احوال فاطمہ ع کی ضرورت نہ تھی - ؟

ہان فاطمہ ع کو قضیہ فدک مین حضرت ابو بکر ع کی دربار مین جانے کی ضرورت تھی اور گئین - اور حضرت ابو بکر ع سے کلام کرنیکی ضرورت تھی اور کیا اور جب فاطمہ ص غضبناک اور ناخوش

ہوئین تو حضرت ابو بکرؓ کو ضرورت فاطمہؑ کے دروازے پر جانے کی اور کلام کرنے کی ہوئی اور فاطمہؑ سے ہمکلام ہوتے۔ اس کے بعد بے شک فاطمہؑ کو حضرت ابو بکرؓ سے کوئی ضرورت کلام کی نہ پڑی ہوگی۔ لیکن جس وقت فاطمہؑ کسی سے ہمکلام ہوتین (کہ انکے ساتھہ وہی برتاؤ ہونا لازم تھا جو پیغمبرؐ کے ساتھہ اور مثل قرآن کے فاطمہؑ کے ساتھہ تمسک کرنا ضرور تھا) اُس وقت یہ نہین سمجھا جا سکتا تھا کہ فاطمہؑ نے کسی غیر محرم سے بلا ضرورت بات چیت کی۔ یہ سچ ہے کہ "جناب سیدہؑ حالت مرض مین مبتلا ہو گئین اور بہت جلد اُنکا انتقال ہو گیا" جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین لیکن یہ امر گفتگو کے لیے موقع نہ ملنے کا نہین ہو سکتا بلکہ حالت مرض مین ہر روز بار بار نہین تو دن مین ایک بار عیادت کے لیے جانا چاہیے تھا۔ عیادت اور مزاج پرسی کے لیے بھی نہ جانا صاف دلیل اس بات کی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ کو غضبناکی اور ناخوشی حضرت فاطمہؑ کا یقین تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ فاطمہؑ روادار نہین ہین کہ ابو بکرؓ کسی حالت مین اُن کے پاس آوین یہ امر جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ "اسماء بنت عمیس اپنی بی بی کو حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ وقت آخر تک اُن کی خدمت مین رہین اور اُنھون نے جنازے کے گہوارے کی راے دی جیسا کہ اُنھون نے حبش مین دیکھا تھا اور موافق وصیت جناب سیدہؑ کے وہ غسل اور تجہیز و تکفین مین مین شریک رہین" ایسا نہین ہے کہ جس سے جناب سیدہؑ کی غضبناکی

اور ناخوشی حضرت ابوبکرؓ پر وقوع مین نہ آنا یا اُس کا باقی نہ رہنا سمجھا جا سکے۔

اسما بنت عمیس اول زوجہ حضرت جعفر طیارؓ کی تھین اور حضرت جعفر طیارؓ جب حبشہ مین ہجرت کرکے مع دیگر مہاجرون کے گئے تھے تو اسما بنت عمیس اُن کے ہمراہ گئی تھین اور ملازمت زوجیت حضرت جعفر طیارؓ کی وجہ سے اسما بنت عمیس کو ایک خاص اُنس اہل بیت نبوت سے پیدا ہوگیا تھا چنانچہ بعد وفات حضرت ابوبکرؓ کے اسما بنت عمیس زوجیت مین علی مرتضیٰؑ کے آئین اور محمد بن ابی بکر کو کہ بچہ تھے ساتھ لائین۔

زمانہ اس بات کو جانتا ہے کہ محمد بن ابی بکر عاشق علی مرتضیٰؑ اور استحقاق خلافت علی مرتضیٰؑ کے قایل تھے یہ اثر محمد بن ابی بکر مین اُس کا تھا جو اُن کی مان اہل بیت نبوت سے رکھتی تھین اور یہ نتیجہ اُس پرورش اور تعلیم کا تھا۔ جو علی مرتضیٰؑ نے محمد بن ابی بکر کی کی تھی۔

اسما بنت عمیس بوجہ اُس اُنس کے کہ جو اُن کو اہلبیت نبوت کے ساتھ تھا مجبور تھین کہ تیمارداری فاطمہؑ اور اُن کے غسل وکفن مین شریک رہین۔ ہان یہ امر البتہ قرین قیاس ہے کہ اسما بنت عمیس نے بوجہ اس کے کہ اُس وقت وہ زوجہ حضرت ابوبکرؓ کی تھین خدمت مین حضرت فاطمہؑ کے حاضر رہنے کی اجازت لی ہوگی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس امر کو غنیمت سمجھا ہوگا۔ لیکن اسما بنت عمیس جو تیماردار حضرت فاطمہؑ کی اور شریک اُن کے

تجہیز و تکفین کی ہوئیں حالات متقضی اس بات کے تھے کہ خود انھوں نے ذاتی حیثیت سے اُن امور میں شریک ہونے کے لیے حضرت ابوبکرؓ سے فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر رہنے کی رخصت حاصل کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی طرف سے اُن کو نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ منع کرتے تو اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکرؓ کی زوجیت سے جدا ہوکر حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں چلی جاتیں۔

مصنف مخاطب نے کوئی روایت ایسی پیش نہیں کی جس سے یہ معلوم ہو کہ ابوبکرؓ پانچوں وقت مسجد میں وقت ملاقات کے علی مرتضیٰؓ سے جناب سیدہؓ کا حال پوچھتے رہتے تھے بلکہ وہ اٹکل سے کہتے ہیں "کہ ابوبکرؓ پانچوں وقت علیؓ سے جناب سیدہ کا حال پوچھتے رہے ہونگے" بالفرض اگر حضرت ابوبکرؓ ایسا کرتے بھی ہوں تو بھی اگر کوئی رنج دہندہ اُس شخص کا حال جس کو رنج دیا گیا ہو اُس کے کسی دوست سے پوچھے تو اس سے اُس رنجیدہ کا رنج دور نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابوبکرؓ کو کیا دشوار تھا کہ مسجد میں علیؓ سے جناب سیدہؓ کا حال تو پوچھتے رہیں اور دو قدم دروازہ فاطمہؓ پر پرسش احوال کے لیے نجائیں۔ جس سے پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو اندیشہ تھا کہ جناب سیدہؓ تو ضرور اپنی غضبناکی اور ناخوشی کی کرینگی۔ اسماء بنت عمیس کو جناب سیدہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بی بی ہونے کی وجہ سے اپنی خدمت میں قبول نہیں فرمایا تھا۔

بلکہ اسماء بنت عمیس کو حضرت فاطمہ ؓ سے جو اُنس کہ پہلے سے تھا
اس وجہ سے قبول کیا تھا - اور اس سے یہ نتیجہ پیدا نہین ہوتا کہ
جناب سیدہ ؓ ابوبکر ؓ سے ناراض نہ تھین - جیسا کہ مصنف
مخاطب ظاہر کرتے ہین -

بعد وفات رسول ؐ اور لے لینے خلافت اور ضبطی فدک
کے بے شک جناب سیدہ ؓ کو ابوبکر ؓ سے کوئی بات کہنے کا موقع
نہین مل سکتا تھا - لیکن حضرت ابوبکر ؓ کو تو موقع تھا - کہ وہ بعد
وفات رسول ؐ کہ فاطمہ ؓ سے زیادہ کسی کو صدمہ وفات رسول ؐ
کا نہین ہوا اور وہ صدمہ روز افزون ہوتا چلا گیا اُس صدمے مین
دلدہی اور تشفی کے لیے اور زمانہ مرض فاطمہ ؓ مین پرسش احوال
کے لیے اگر دو وقت نہین تو ایک وقت روزانہ حضرت فاطمہ ؓ کے
خدمت مین حاضر ہوتے اور اُن سے کلام کرتے اُس وقت
حضرت فاطمہ ؓ کے کلام کرنے نکرنے کا حال معلوم ہو جاتا -
مگر حضرت ابوبکر ؓ کس مُنھ سے فاطمہ ؓ کے پاس جاتے بعد وفات
رسول ؐ وہ امور حضرت ابوبکر ؓ کی طرف سے پیش ہوئے کہ
صدمہ پر صدمہ فاطمہ ؓ کو حضرت ابوبکر ؓ دیتے گئے -

کسقدر تعجب کی بات ہے کہ پیغمبر ؐ نے جو حضرت ابوبکر ؓ اور
حضرت عمر ؓ کو جیش اسامہ مین شامل کیا تھا اور سخت کلمہ اُس کسی کی
نسبت فرمایا تھا جو جیش اسامہ سے تخلف کرے وہان تو اس بہانہ
سے کہ پیغمبر ؐ کے مرض کو شدت ہو گئی ہے - پوشیدہ چلے آئے
اور یہان مدینے مین موجود تھے اور پانچون وقت مسجد مین تشریف

لاتے تھے اور فاطمہ ؓ کے پاس تک نہ گئے - کیا اچھے برتاؤ کیے پیغمبرؐ کے ساتھہ اور کیا اچھے برتاؤ کیے فاطمہ ؓ کے ساتھہ -

مصنف مخاطب اس قدر قبول کرتے ہیں کہ ”عائشہ ؓ کو پہلے سے یہ وہم بندھا ہوا تھا کہ جناب سیدہ ؓ کو ابوبکرؓ سے رنج ہوگیا ہے اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو اسی پر قیاس کرلیا“ لیکن مصنف مخاطب نے یہ غور نہیں کیا کہ بی بی عائشہ ؓ کو ایسے امر عظیم کا وہم کیوں بندھ گیا تھا جس پر اُنھوں نے کلام نہ کرنے کو قیاس کرلیا ادنی غور سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ بی بی عائشہ ؓ اور ہر کسی کو فاطمہ ؓ کے غضب اور ناخوشی کا یقین تھا باعتبار اُن واقعات کے جو پیش آئے تھے اور اسی وجہ سے اس امر کا یقین تھا کہ فاطمہ ؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کلام نہیں کیا - مصنف مخاطب یقین بی بی عائشہ ؓ کو وہم ظاہر کرکے نرم کرنا چاہتے ہیں جس پر کسی کو یقین نہیں ہو سکتا -

مصنف مخاطب یہ قیاس کرتے ہیں کہ ”ابوبکرؓ کو حضرت علی ؓ نے انتقال فاطمہ ؓ کی اس وجہ سے اطلاع نہ بھیجی کہ اُن کی بی بی نے اول ہی خبر کردی ہوگی“ اور شیخ عبد الحق کے ترجمہ مشکوۃ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ گہوارے کی خبر سُن کر ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ نئی چیز کیوں بنائی گئی ابوبکرؓ کی بی بی نے اُن کو سمجھادیا کہ جناب سیدہ ؓ نے اُس کو دیکھکر پسند کیا تھا اور اسی کی وصیت کی تھی تو خاموش ہو گئے ”

بحث یہ نہیں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ یا بی بی عائشہ ؓ کو خبر وفات

جناب سیدہ ع نہیں ہوئی بحث یہ ہے کہ جناب سیدہ ع جن لوگوں سے ناراض تھیں وہ اطلاع دیکر بلائے نہیں گئے۔ اور جنازہ کی شرکت سے منع کیے گئے اور وہ ممانعت بوجہ غضب اور ناخوشی فاطمہ علیہا السلام کے اور بموجب انکی وصیت کے تھی۔

شاہ عبد الحق صاحب دہلوی کی شرح مشکوٰۃ اور کتاب الامامت والسیاست علامہ ابن قتیبہ دینوری کی دیکھو۔ بی بی عائشہ خبر وفات جناب سیدہ ع سن کر تشریف لائیں لیکن اسماء بنت عمیس نے روک دیا اور گھر میں نہیں آنے دیا۔ وہ رنجیدہ خاطر ہو کر اپنے باپ کے پاس گئیں اور شکایت کی۔ اس پر حضرت ابوبکر خود تشریف لائے اور اسماء سے دریافت کیا تو اس نے صاف کہدیا کہ مطابق وصیت جناب سیدہ ع کے ان کو اجازت نہیں دی جا سکتی۔

کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفہ شاہ عبد الحق صاحب دہلوی میں جو روایت درج ہے کہ اسماء بنت عمیس نے بی بی عائشہ کو جناب سیدہ ص کی عیادت کے لیے بھی آنے سے منع کر دیا تھا اور کل حال مفصل اور مشرح اس میں تحریر ہے۔

مصنف مخاطب یہ عجیب استدلال کرتے ہیں کہ جب بخاری کی اس روایت سے یا صحاح کی کسی اور روایت سے یہ نہیں ثابت ہوا کہ ابوبکر جنازہ کی نماز میں شریک نہ تھے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابوبکر نماز جنازہ کے امام تھے لہٰذا جب کسی روایت صحیح بخاری یا کسی صحاح ستہ سے شرکت حضرت ابوبکر نماز میں ثابت نہیں تو عدم شرکت قرار پائیگی۔ یہ الٹا استدلال ہے کہ نفی شرکت سے اثبات شرکت

مصنف مخاطب چاہتے ہین۔

مصنف مخاطب کو چاہیے تھا کہ وہ اول کبھی کتاب شیعہ سے ثابت کرتے کہ حضرت ابو بکرؓ جنازے کی نماز میں شریک تھے۔ لیکن کتب شیعہ مین ایسے جھوٹے روایات کا ملنا مشکل تھا۔ آخر کو مناسب تھا کہ شرکت نماز جنازہ کا اثبات بخاری یا کسی صحاح ستہ سے کرتے مگر وہ صحاح ستہ سے بھی اس بات کو ثابت نہ کر سکے اور مجبور ہو کر روایت کتب غیر صحاح کو جن پر مصنف مخاطب خود بھی صحت کا اعتقاد نہین رکھتے اثبات کے لیے پیش کرنے کو آمادہ ہو گئے یہاں اُنھون نے وہی مثل کی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ مگر مین صحیح بخاری کے جزو اس روایت بی بی عائشہ کو جو باب غزوۂ خیبر اور صحیح مسلم کی کتاب جہاد مین منقول ہے پیش کرتا ہون جس مین مرقوم ہے۔

"فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلاً ولم یؤذن بها ابابکر وصلے علیها"	جب وفات پائی فاطمہؑ نے دفن کیا اُن کو اُن کے شوہر علیؑ نے اور اذن حاضری حضرت ابو بکرؓ کا

جنازۂ جناب فاطمہؑ پر نہین دیا اور خود علی مرتضی علیہ السلام نے نماز پڑھ لی" جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو اجازت شرکت دفن کی نہین دی گئی اور خود علی مرتضیؑ نے نماز پڑھ لی اور جب یہ امر روایت صحیح بخاری سے ثابت ہو گیا تو خلاف اسکے دوسری کتاب غیر صحیح کی روایت کہ حضرت ابو بکرؓ نماز جنازہ کے امام تھے کسی طرح قابل اعتماد کے نہین ہو سکتی۔

پوری یہ روایت ہمارے رسالۂ روشنی حصہ پانچ سنہ ۱۸۹۴ء کی

صفحہ چار پر نقل ہے ۔

مصنف مخاطب البطال مضمون ناخوشی اور غضب فاطمہ پر جو بی بی عائشہ سے منقول ہوا ہے اپنی گفتگو کا حال بیان کر کے پھر زور دیتے ہین ۔ بمقابلہ اُس کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ہم اُسی روایت بی بی عائشہ کو پیش کرتے ہین جسکی نسبت ایک جز پر ابھی استدلال کیا گیا ہے ۔ اور جس سے ظاہر ہو جاویگا کہ مصنف مخاطب اپنے زور مین آپ ہی گرتے ہین ۔

عن عائشة ان فاطمة بنت النبی ارسلت الی ابی بکر تسالہ عن میراثها من رسول الله ما افاء الله علیه بالمدینة وفدک وما بقے من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول الله قال لا نورث ما ترکنا ہ صدقة انما یاکل آل محمد فی هذا المال وانی لا اغیر شیئا من صدقة رسول الله عن حالها التی کان علیها فی عهد رسول الله ولا عملن فیها بما عمل به رسول الله

ترجمہ ۔ روایت ہے عائشہ سے بے شک فاطمہ بنت نبی نے بھیجا ابوبکر کی طرف کہ مانگے اُس سے میراث اُن فاطمہ کی رسول اللہ سے جو کچھ کہ فے کر دیا تھا اللہ نے اُس (رسول پر) مدینہ مین اور فدک جو کچھ کہ باقی تھا خمس خیبر سے پس کہا ابوبکر نے بے شک رسول اللہ نے فرمایا نہین وارث ہوتا ہے ہمارا کوئی جو کچھ چھوڑتے ہین ہم صدقہ ہے ۔ سوائے اس کے نہین ہے کہ کھاتی ہے آل محمد اس مال مین اور بے شک مین نہین تغیر

فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمۃ منہا شیئاً فوجدت فاطمۃ علی ابی بکر فی ذلک فہجرتہ فلم تکلمہ حتی توفیت وعاشت بعد النبی ستۃ اشہر فلما توفیت دفنہا زوجہا علی لیلاً ولم یؤذن بہا ابابکر وصلی علیہا"

کرونگا کچھہ صدقہ رسول اللہ صلعم سے اُس حال سے کہ جس پر تھا عہد رسول اللہ صلعم مین اور ہر آئینہ عمل کرون گا مین اُس مین جو کچھ کہ عمل کیا اُس کے ساتھ رسول اللہ صلعم نے پس انکار کیا ابوبکر رض نے یہ کہ حوالہ کرین فاطمہ رض کو اُس سے کچھہ پس غضبناک ہوئین فاطمہ رض ابوبکر رض پر اُس امر مین اور جدائی کی اُنھون نے اُن (ابوبکر رض) سے اور نہ کلام کیا اُن فاطمہ رض نے ابوبکر رض سے یہانتک کہ مرگئین اور زندہ رہین وہ فاطمہ بعد نبی صلعم کے چھہ مہینہ پس ہرگاہ کہ مرین وہ دفن کیا اُنکو اُنکے شوہر علی رض نے رات کو اور نہ اذن دیا اُس کا ابوبکر رض کو (اسے شرکت دفن کا) اور نماز پڑھی اُن علی رض شوہر فاطمہ رض نے اُنپر"

اس کے بعد روایت مین یہ ذکر ہے۔ کہ علی رض کی وجاہت لوگو کی نگاہ مین حیات فاطمہ رض سے تھی جب وہ مرگئین تو لوگون کے منہ علی سے پھر گئے اُنھون نے خواہش مصالحت کی ابوبکر رض سے کی جس کے واقعات روایت مین مفصل مذکور ہین" اس روایت سے صاف وصریح واضح ہے کہ بی بی عائشہ رض نے جس قدر اس روایت مین بیان فرمایا ہے وہ متعلق واقعات کے ہے۔ جو اُنکے نزدیک اور اُس زمانے کے تمام لوگون کے نزدیک مسلم اور محقق

تھے وہ بیان اُن کا نہ قیاس تھا نہ خلاف واقعہ اور اُن کو شبہ نہین بلکہ یقین اُن تمام واقعات پر تھا اور صحیح بخاری کی اس روایت مین جو بی بی عائشہ ع سے ہی صرف ناراضگی جناب سیدہ ع کی مذکور نہین ہے بلکہ اُس کے اسباب اور وجوہ اور اُس کے متعلق واقعات بی بی عائشہ ع نے بیان فرمائے ہین اور سلسلہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ ع دوسرے واقعات سے مسلسل ہے - ایسی حالت مین جو مصنف مخاطب نے جو ارادہ قدح مضمون ناخوشی جناب سیدہ ع کا کیا ہے وہ کسیکی نگاہ مین رتبہ پذیرائی کا نہین رکھہ سکتا -

مصنف مخاطب اپنے ایجاد طبع سے بی بی عائشہ ع پر غلط الزام قیاس خلاف واقعہ لگانے پر متردد ہو کر قصد معصومین کی غلطی دکھانیکا اس بیان سے کرتے ہین ؎ کہ بمقتضاے بشریت اس معاملہ مین جو غلط فہمی بی بی عائشہ ع سے ہوئی یہ اُن کے مناقب اور فقاہت کے خلاف نہین قرائن خارجی سے کسی نتیجہ کے نکالنے مین کبھی معصومین سے بھی غلطی ہو جاتی ہے ؎ مگر اُن کو پہلے یہ بتانا تھا کہ جب معصومین سے نتیجہ کے نکالنے مین غلطی ہو تب وہ معصوم ہی نہین سمجھے جا سکتے ہین اور معصوم و غیر معصوم مین فرق کیا ہو گا - معصوم اُسی کو کہتے ہین کہ جو خطا نہ کرے -

قدیم سے علماے اہل سنت نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب وہ اپنے مقبول لہ اکابرون کی صفت و ثنا کرکے اُن کو اُس درجہ پر یا قریب اُس درجہ کے پہونچانا چاہتے ہین کہ جس درجہ پر پیغمبر ع اور معصومین تھے یا اُن کے مماثل قرار دینا چاہتے ہین اور جب اُن کی

خطائین واقعات زمانہ میش لاتے ہین ۔ (یہ ظاہر ہے کہ جن لوگون مین ملکۂ عصمت نہ ہوگا یا اُن کے خمیر طینت مین عصمت نہ گندھی ہوئی ہوگی ممکن نہین کہ اُن سے خطائین سرزد نہ ہون) تب علمار اہل سنت اپنے اُس قصد مساوات اور برابر کرنے کی غرض سے پیغمبرو اور معصومین کو درجۂ اعلی اور برتری سے کھینچ کر نیچے یعنی درجہ تنزل پر لاتے ہین اس سے کہ اُن اپنے مقبولہ اکابر کو انبیا اور معصومین کے درجہ ترقی پر پہونچانا محال ہوتا ہے ۔ اور اسی بنا پر وہ کوشش کرتے ہین کہ انبیا اور معصومین کی خطائین ثابت کر کی انبیار اور معصومین اور اُن کے غیرون کو ایک حالت سی دکھائین حالانکہ جسقدر انبیا اور معصومین ہدایت کے لیے آئے اُن کا مقصود یہ ہی تہا کہ مخلوق خدا کے اخلاق کو درست کرین اور ہر زمانے مین ہر قوم مین ہر ملک مین اخلاق اور اُن کی نوعیت جدا تھی ۔ کوئی امر کسی زمانہ مین بداخلاقی کا نہین سمجھا جاتا تھا اور اُسکا عامل قابل طعن کے نہین ہوتا تھا لیکن دوسرے زمانے مین وہی امر خلاف اخلاق سمجھا گیا اور اُس کا عامل اپنے زمانہ مین مطعون ہوا ۔ زمانہ روز بروز ترقی کرتا گیا ہے اور ہر زمانے مین جو نبی آیا وہ اصلاح اخلاق انسانون کی کرتا گیا ۔ درحقیقت اسی عتبار سے علماے دین نے یہ کہا ہے ۔ کہ کسی زمانے مین یا کسی شریعت مین کوئی امر جائز تہا اور دوسرے زمانے اور دوسری شریعت مین وہی امر ناجائز ہوگیا ۔ ایسے ہی ہر زمانے مین ادراک عقلی انسان کو ترقی ہوتی گئی ہے ۔ اور انبیا و صالحین ہدایت کرنے والونکے

دل و دماغ فطرت نے اُس وقت کے موجودہ انسانوں سے برتر اور اعلیٰ وضع کیے لیکن باہم اُن انبیا اور صلحا کے بہ اعتبار زمانہ اور حالت ملک کے درجہ متفاوت رکھتے تھے چنانچہ خود فرمایا ہے۔

"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات واتينا عيسى بن مريم البينات وايدناه بروح القدس"	"وہ رسول فضیلت دی ہم نے بعض اُن کے کو بعض پر اُن مین کوئی وہ ہے کہ بات کی اُس سے خدا نے اور بلند کیا بعض اُن کے کو درجون مین اور دین ہم نے

عیسیٰ بیٹے مریم کو نشانیان اور تائید کی ہم نے ساتھ روح القدس کے" لیکن زمانہ پیغمبر آخر الزمان مین مدارج اخلاق کلیتہً کمال کی ساتھ قرار پاکر اتمام کو پہونچ گئے ہین۔ اب جس کسی کو جس کسیکی خطا یا غیر خطا دکھانی منظور ہو اُس کی نظیر فعل پیغمبر صلعم یا کسی صالح سے جو مثل نفس رسول ہو دکھانا چاہیے۔ گو وہ امر ادراک عقلی سے ہی کیون نہ متعلق ہو۔ زمانہ سابق پیغمبر آخر الزمان صلعم سے ہرگز مقابلہ کرنا نہین چاہیے۔

مصنف مخاطب نے اپنے اس سخن کی تائید کے لیے کہ نتیجہ نکالنے مین کبھی معصوم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے جس قدر نظائر پیش کیے ہین اپنی حالت اور نوعیت سے کچھ فائدہ نہین دیسکتے حضرت موسیٰ اور ہارون کا وہ قصہ جس پر مصنف مخاطب خلاف واقعہ خیال کا حضرت موسیٰ ع پر غلط الزام لگاتے ہین سورہ اعراف وطٰہٰ مین ہے۔

حضرت موسی ع جب کوہ طور سے واپس آئے تو اُنھون نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی مین مبتلا دیکھکر حضرت ہارون ع پر یہ الزام نہین لگایا کہ حضرت ہارون ع نے حضرت موسیٰ ع کے حکم کی تعمیل اچھی طرح تعمیل نہین کی اور نہ اس خیال سے غضبناک ہو کر حضرت ہارون ع کی ڈارھی پکڑ کر کھینچنے لگے۔ خود آیات قرآنی سے ظاہر ہے کہ جب حضرت موسی ع اپنی قوم کی طرف پھرے۔ تب وہ قوم گوسالہ پرستی سے حزین اور اندوہگین تھی اور درحقیقت اُسی اندوہ وحزن سے اُن کو غیظ وغضب تہا اور وہ غضبناکی اُن کی قوم پر تھی اور قوم ہی سے اُنھون نے فرمایا کہ میرے پیچھے جب کہ مین طرف میقات اپنے رب کی گیا بڑی بات کی تم نے (یعنی بجاے پرستش وحدہ لاشریک کے گوسالہ پرستی شروع کردی) جس سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ ع کی وہ غضبناکی اور اندوہ گینی دراصل قوم پر تھی۔ لیکن جب حضرت موسی ع نے حضرت ہارون ع سے جو کچھہ ناخوشی ظاہر کی وہ صرف اسی امر پر تھی کہ حضرت ہارون کی موجودگی مین قوم گمراہ ہوگئی تھی اس ناخوشی کی نوعیت اُس ناخوشی سے جدا ہے کہ جب حضرت ہارون ع قوم کو گمراہ کردیتے۔ اور اگر حضرت موسی ع یہ سمجھتے کہ حضرت ہارون ع نے قوم کو گمراہ کردیا تو حضرت موسی ع کی نسبت کہا جاسکتا تھا کہ حضرت موسیٰ ع نے خلاف واقعہ غلط فہمی کی۔

حضرت موسی ع کی اس ناخوشی کی نوعیت صرف اسقدر تھی۔ کہ جیسے کوئی کسی اپنے لائق عزیز کے اہتمام کسی کام کا سپرد کرے اور اُس لائق عزیز کی ہدایت کو وہ کام کرنے والے نہ مانین اور خلاف اُسکی

اپنی طبیعت سے وہ کام کرنے والے دوسری طرح کام شروع
کرکے اُس کام کو خراب کردین۔ ایسی حالت مین قصور اُنھین کام
کرنے والون کا ہوتا ہی نہ اُس لائق مہتمم کار کا۔ اور نہ اُس کا کوئی قصور
سمجھا جاسکتا ہی مگر ناخوشی اُس کام کے سپرد کرنے والے کو اُس کام
کے بگڑ جانے اور اُن کام کرنے والون سے پیدا ہوتی ہے اور
اُس مہتمم کار کی نسبت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اُس کی موجودگی مین وہ
کام خراب ہوگیا جس مین اُس مہتمم کار کا درحقیقت کچھہ قصور نہین اور نہ
وہ سپرد کنندۂ کار اُس مہتمم کار کا کچھہ قصور سمجھتا ہی لیکن تو بھی وہ مہتمم
کار اظہار اپنی بیقصوری کا کرتا ہی۔ چنانچہ جب حضرت ہارون ع نے
حضرت موسی ع سے یہ کہا کہ "اے مان جاے میرے بیشک قوم نے
مجکو ضعیف سمجھا اور قریب تھا کہ مجکو قتل کرین" اُسپر حضرت موسیٰ ع نے
خدا سے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے مغفرت چاہی۔ یعنے
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کہا کہ "اے اللہ قوم کے
برگشتہ ہو جانے مین میرا اور میرے بھائی کا کچھہ قصور نہین ہے
تو ہم کو بخش" انبیاء یا جو لوگ کہ مرتبہ انبیاء کا رکھتے ہین وہ ایسی حالت
اور موقع پر بھی کہ جس مین دوسرون کے فعل کی وجہ سے کامیابی نہین
ہوتی یا کچھہ خرابی لاحق ہو جاتی ہے تو خدا سے اپنے لیے استغفار
چاہتے ہین ※ جس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اے خدا تو ہمکو اُن خراب
کام کرنے والون سے بری رکھ" بعد خواستگاری بخشش کے خدا
فرماتا ہے کہ "بے شک جن لوگون نے کہ گوسالہ پرستی کی جلد اُنکو غضب
اُن کے پروردگار کا اور ذلت زندگانی دنیا مین پہونچیگا۔ اور ایسے ہی

※ یاد کرو فتح مکہ کے موقع پر بحکم خالد قبیلۂ بنی خذیمہ کے بے جا قتل عام کا واقعہ اور آنحضرت کا درگاہ

ہم مفتریون کو جزا دیتے ہین ؂

(علی مرتضی ؑ جب بعیت کے لیے طلب کیے گئے ہین باوصف اس کے کہ بہت سختی سے اصرار کیا گیا مگر اُنھون نے بعیت کرنے سے انکار کیا ہے اور بالآخر حضرت ابوبکر ؓ نے یہ فرمایا کہ جبتک فاطمہ ؑ علی ؑ کے پہلو مین ہے اُن کو کسی بات پر مجبور نہین کر سکتا۔ اُسوقت علی ؑ نے قبر پیغمبر ؐ سے لپٹ کر یہی فرمایا ہے کہ ای ما نجائے میرے قوم نے مجھکو ضعیف سمجھا اور نزدیک تھا کہ مجھکو قتل کرین (دیکھو رسالہ روشنی جلد اول حصہ ۵ صفحہ ۲)۔

حضرت موسی ؑ کو حضرت ہارون ؑ کی نسبت نہ ایسا خیال پیدا ہوا تھا نہ حضرت موسی ؑ نے حضرت ہارون ؑ پر یہ الزام لگایا تھا کہ اُنھون نے میرے حکم کی اچھی طرح تعمیل نہین کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین اور جیسا کہ وہ کہتے ہین آیات قرآنی سی ہرگز ایسا مستنبط نہین ہوتا۔ اس لیے حضرت موسی ؑ کی نسبت ہرگز یہ امر عائد نہین ہو سکتا ہی کہ اُنھون نے قیاس خلاف واقعہ کیا۔"

آیات قرآنی مین جو یہ ذکر ہے کہ حضرت موسی ؑ نے حضرت ہارون ؑ اپنے بھائی کے سر اور ڈارھی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا وہ متعلق محاورہ کے ہے کہ حضرت موسی ؑ گوسالہ پرستی قوم سے اندوہناک ہو کر غیظ و غضب مین حضرت ہارون سے حجت کرنے لگے کہ اُن کی نگرانی کے زمانے مین قوم نے کیون گوسالہ پرستی شروع کی سر یا ڈارھی کا پکڑنا امر حقیقی نہین ہے ایسے الفاظ ایسے موقع پر استعمال کرنے کا ایک محاورہ ہوتا ہی۔ جیسے کوئی شخص کسی سے دوسرون کے

کسی امر کی بابت حجت اور جھگڑا کرنے لگے تو وہ شخص جواب میں کہیگا کہ آپ مجھکو کیون چمٹتے ہین مین نے کیا کیا ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد اوّل حصہ گیارہ صفحہ ۴۷)۔

مصنف مخاطب پھر حضرت موسیٰؑ کی دوسری مثال دیتے ہین کہ "حضرت موسیٰؑ کو توریت کی تختیون سے یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے پاس سب علوم جمع ہوگئے حالانکہ خضرؑ کے پاس بعض علوم ایسے تھے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس نہ تھے" اور تفسیر صافی مین جو ایک روایت صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ اُسکو سند لاتے ہین۔ بیشک امام علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "خضرؑ کے پاس ایسا علم تھا جو موسیٰؑ کی تختیون مین مکتوب نہ تھا اور موسیٰؑ کا گمان یہ تھا کہ جتنی چیزون کی حاجت ہی وہ سب میرے صندوق مین ہین اور تمام علم میری الواح مین ہے" جو امر کہ اس روایت مین مذکور ہے وہ متعلق ظن موسیٰؑ کے ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ گمان کیا تھا کہ جسقدر علوم تختیون مین لکھے گئے تھے وہ اُنکی حاجت کے لیے کافی ہوجاوینگے یعنی وہ علم جو تختیون مین حضرت موسیٰؑ کی تہا وہ واسطے اصلاح اخلاق اور حالت اُن کی قوم کے اور درستی اپنی شریعت کے کافی ہوگا جس بندۂ خدا کو خضر کہا گیا ہے اُس کو خدا فرماتا ہے۔

"وعلمناہ من لدنا علما" اور سکھایا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم" کہا گیا ہے کہ یہ تخصیص علم کی علم پوشیدہ امور سے ہے۔ امام علیہ السلام نے اپنے ارشاد مین اُسی علم خضرؑ کی طرف ظاہرا اشارہ فرمایا ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کو ایسے امور کا علم ہوا کہ جو خضر

کو معلوم تھے اور جنکا تعلق جغرافیہ خاص سے یا اُن واقعات سے تھا
کہ جو روزانہ واقع ہوتے ہین اور جنکی اطلاع عموماً ہر بشر کو نہین ہوتی
ہے جب حضرت موسی ع کو خضر کے ذریعہ سے ویسے دوسرے امور
کا علم ہوا تو ایسی حالت مین حضرت موسی ع کے اُس گمان کو جو
وہ اپنی تختیون کی نسبت علم رکھتے تھے کہ اونکی حاجت کے لئے وہ کافی ہے کچھ
مناسبت ایسے واقعہ سے نہین ہو سکتی کہ جو اُنکے سامنے گذرا ہو اور اُس واقعہ کی
نسبت خلاف واقعہ اُنھون نے نتیجہ نکالا ہو جیسا کہ بی بی عائشہ کی نسبت مصنف
کہتے ہین کہ اُنھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا نسبت اُن واقعات
کے کہ جو ناخوشی اور غضب جناب سیدہ ع کے بی بی عائشہ کے سامنے
گذرے تھے۔ اگر حضرت موسی بعد ادراک علم خضر علیہ السلام سے یہ
کہتے کہ میری تختیون مین تمام اشیاء کا علم ہے تب اُن کے نسبت یہ
کہا جا سکتا تھا کہ اُنھون نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس
کیا اور اُس وقت مصنف مخاطب کے مقصود کے لیے نظیر ہو سکتی
حضرت خضر ع نے جو کشتی کے تختہ کو توڑ ڈالا یا ایک لڑکے کو
قتل کر ڈالا حضرت موسی ع کو اُن واقعات کا علم نہین تھا کہ جن کے
سبب سے حضرت خضر ع نے ایسی مصلحتین اختیار کی تہین۔ اور
جنکا ذکر حضرت خضر ع نے کیا اور وہ ذکر قرآن مین موجود ہے۔ حضرت
خضر ع سے جو امور ظاہر ہوئے اُنکی ظاہری حالت بے شک ایسی
تھی کہ جس پر نہایت تعجب حضرت موسی ع کو ہونا ضروری تھا اور
وہ تعجب حضرت موسی ع کو باز نہین رکھہ سکتا تھا کہ اُس مصلحت
کے امر باطنی کو خضر ع سے پوچھین جب کہ وہ ان واقعات کا علم

نہین رکھتے تھے کہ وہ کیا واقعات ہین جن کے سبب سے حضرت خضر وہ مصلحت اختیار کرکے وقوع مین لاے لیکن ان امور سے حضرت موسی ؑ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُنھون نے کسی واقعہ کو غلط سمجھکر نتیجہ غلط نکالا یا غلط قیاس کیا۔ کسی واقعہ کا علم نہونا اور چیز ہے اور باوصف علم واقعہ کے خلاف واقعہ نتیجہ نکالنا اور چیز ہے۔

بموجب روایات شیعہ کے باختلاف روایات بے شک یہ امر پایا جاتا ہے کہ حضرت یوسف ؑ جب اپنے باپ حضرت یعقوب ؑ کے استقبال کو آئے تو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ نہ ہوئے اور نور نبوت اُن سے نکل گیا اور اُن کی اولاد مین کوئی پیغمبر ؐ پیدا نہوا اس مضمون مین بھی کوئی امر ایسا نہین ہے کہ حضرت یوسف ؑ نے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا ہو۔ بلکہ جو کچھ امر ہے وہ ادب اور تعظیم پدر سے متعلق ہے۔ حضرت یوسف ؑ بادشاہ مصر تھے اور بادشاہی شان وشوکت کے ساتھہ باپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ اگر اُن کو خیال اپنے باپ کے اعلی درجہ کی تعظیم کا اُس وقت نہ رہا۔ تو اس مین نقص اخلاقی درجہ ترک اولے کا ہوا اور اُن سے ترقی قوت اخلاق کی رک گئی۔ یہ ہوسکتا ہے کہ اُن کی اولاد مین اثر ترقی قوت اخلاق کا نہ رہا۔ لیکن نوعیت اس واقعہ کی اُس واقعہ سے کچھ مناسبت نہین رکھتی۔ جو مصنف مخاطب بی بی عائشہ کی نسبت خلاف واقعہ غلط نتیجہ نکالنے کا عائد کرتے ہین۔

ماریہ قبطیہ کے پاس جوجریح کی آمدورفت پر بدگمانی ہوئی تو رسول ؐ نے علی ؑ کو جریح کے قتل کے لیے بھیجا تھا مصنف مخاطب تفسیر صافی

سورۂ نور تحت آیت افک کے امام محمد باقر علیہ السلام سے حاصل روایت نقل کرتے ہین کہ "حضرت رسول ص نے علی ع کو یہ حکم دیا۔ کہ جریح کو قتل کرو۔ علی ع تلوار لے کر گئے جریح بھاگا اور ایک درخت پر چڑھکر نیچے گرا جس مین اُس کا ستر کھُل گیا اور یہ ظاہر ہو گیا کہ اُسکے بدن مین نہ مرد کی علامت ہی نہ عورت کی۔ تب علی ع رسول ص کے پاس آئے اور یہ پوچھا کہ مین آپ کے حکم تعمیل کرون یا تامل کے ساتھہ تحقیق کرون تو رسول ص نے فرمایا کہ تامل کے ساتھہ کام کرو تب اُنھون نے جریح کی حالت ظاہر کی"

مصنف مخاطب اس واقعہ سے یہ استدلال کرتے ہین کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جریح کو مجرم قابل قتل سمجھہ لیا تھا اور اپنی بی بی ماریہ قبطیہ کو بھی مجرم سمجھا تھا یہ خیال صحیح نہ تھا"

ہم ترجمہ پوری روایت کا اور پورا بیان اہل تفسیر کا کرتے ہین تاکہ اُسپر جو کچھہ استدلال مصنف مخاطب نے متن مین اور حاشیہ پر کیا ہے اور جو کچھہ کہ ہم اُسپر بحث کرینگے بہ آسانی سمجھہ مین آجاوے

آیت سورۂ نور

"ان الذین جاؤا بالافک" "تحقیق کہ جو لوگ لائے تہمت"

وہ سبب تہمت کا یہ تھا کہ بے شک بی بی عائشہ نے غزوۂ بنی مصطلق مین اپنا گلوبند کھو دیا وہ قضاے حاجت کے لیے گئی تھین پھر اُس کے ڈھونڈھنے کو گئین۔ اور ہودج اُن کا اونٹ پر رکھہ کر اِس گمان سے کہ وہ اُسمین ہین لادکر روانہ کر دیا گیا۔ اور صفوان جو لشکر کے پیچھے تھا۔ اپنے اونٹ پر اُن کو بٹھلا کر لایا اُسوقت لوگون نے

بدگمانی بہ سبب تنہا رہنے ایک مرد غیر کے ساتھہ کی یہ قول عامہ کا ہے اور قول خاصہ یہ ہے کہ یہ آیت بارہ مین ماریہ قبطیہ کے نازل ہوئی ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب ابراہیمؑ بیٹا پیغمبرؐ کا مرگیا۔ پیغمبرؐ کو شدید حزن تہا پس عائشہ نے کہا کہ آپ کیون غمگین ہوتے ہین وہ بیٹا جریح کا تہا۔ پیغمبرؐ نے علی مرتضیؑ کو بھیجا کہ جریح کو قتل کرو (بعض روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضیؑ نے پوچھا کہ بے تامل قتل کرون پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تامل چاہیے کرنا) علی مرتضیؑ شمشیر لے کر گئے وہ کسی باغ مین تہا جب باغ تک پہونچے دروازہ کھٹکٹایا جریح نے چاہا کہ کیواڑ کو کھولے حضرتؑ کا غصہ دریافت کرکے بھاگا اور درخت پر چڑھ گیا حضرت دیوار کی طرف سے باغ مین در آئے حضرت کی دہشت سے اُسنے اپنے تئین درخت سے نیچے گرا دیا عورتین اُسکا حضرت کو نظر پڑا دیکھا کہ نہ علامت مرد کی ہے اور نہ نشانی عورت کی ہے حضرت نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ سے آکر عرض کیا۔ اور پوچھا کہ مین آپ کے حکم کی تعمیل کرون یا تامل کے ساتھہ تحقیق کرون رسولؐ نے فرمایا کہ تامل کے ساتھہ کام کرو پھر فرمایا۔

الحمد لله الذی صرف عنا السوء اهل البیت ۱۲ { یعنی حمد اُس اللہ کے لیے جس نے ہم اہلبیتؑ سے بُرائی دور کردی ۱۲

اور ایک روایت مین یہ بھی ہے کہ پھر لائے جریح کو رسول اللہ کے پاس اور آپ نے پوچھا کہ اے جریح تیری کیا شان ہے اُسنے عرض کیا کہ اے رسول اللہ قبطی اپنا حشم چاہتے ہین اور جو کوئی اُنکے

اہل پر داخل ہو اُس کا۔ اور قبطی نہین اُنس رکھتے ہین مگر قبطیو نسے
پس بھیجا مجکو ماریہ قبطیہ کے باپ نے تاکہ آتا جاتا رہون مین اُسکے
پاس اور خدمت کرتا رہون مین اُس کی اور مانوس رکھون مین اُسکو۔
اس روایت سے ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ نے نہ کسی واقعہ مشتبہ کے
کے خلاف نتیجہ نکالا نہ غلط قیاس کیا۔ صورت واقعہ یہ ہے۔کہ بی بی
عائشہؓ نے یہ بیان کیا تھا کہ ابراہیمؑ فرزند رسولؐ جو ماریہ قبطیہ کے بطن
سے پیدا ہوا تھا۔ وہ جریح کا ہے۔ اس بیان بی بی عائشہؓ سے الزام
زنا جریح پر عائد ہوتا تھا اس کے بیان کے بعد پیغمبرؐ کو ضرور تھا
کہ زانی کو سزا دینے کی فکر کرین اور وہ فکر نہین ہو سکتی تھی جب تک
کہ تحقیق نہ ہو۔ کہ جریح نے فعل زنا کیا ہے یا نہین۔ پیغمبرؐ نے جو
علیؑ کو بہ حکم قتل جریح کے بھیجا۔ علی مرتضیٰؑ نے پیغمبرؐ سے بہ تامل
قتل کرنا جریح کا دریافت کیا ہو یا نہ کیا ہو خود علی مرتضیٰؑ جنکو پیغمبرؐ
نے اقضا ر فرمایا ہے۔ صورت معاملہ سے سمجھے تھے اور مفہوم ارشاد
پیغمبرؐ کا بھی کوئی اُن سے بہتر نہین سمجھ سکتا تھا۔ کہ مجرد بیان بی بی
عائشہؓ پر قتل جریح کا لازم نہین آسکتا ہے۔ جب تک کہ اُس پر
شرعًا وہ جرم ثابت نہ ہو جاوے۔ پس صورت حال معاملہ اور
مفہوم ارشاد پیغمبرؐ سے علی مرتضیٰؑ نے ضرور سمجھ لیا تھا کہ جریح
اُسوقت قتل ہو سکتا ہے کہ جب اُس پر جرم ثابت ہو جائے اور
قبل قتل جریح کے تحقیق اور تفتیش ضرور ہے۔ کل روایات وارده
پہ غور کرنے سے۔ میرا تو یہ یقین ہے کہ علی مرتضیٰؑ واسطے حاضر
لانے جریح کے جو بعد ثبوت جرم مستوجب قتل تھا نہ بھیجے گئے تھے جیسا

کہ ایک روایت سے اُس کا حاضر لانا واضح ہے۔

علی مرتضیٰ ع جو تلوار لے کر گئے تھے اُس سے خواہ مخواہ یہ نہین سمجھا جا سکتا کہ بلا تامل جریح کا قتل کرنا مقصود تھا بلکہ تلوار کا لیجانا اس وجہ سے تھا کہ مجرم مستوجب القتل کی گرفتاری و حاضر لانے کے وقت تلوار کا لیجانا ضروری ہوتا ہے۔

یا اس ارادے سے تھا کہ بعد تحقیق کے اگر جرم ثابت ہوا تو جریح کو قتل کرنا ہوگا۔ پیغمبر ص نے بی بی عائشہ ع کے بیان سے جو امر جریح کو قابل تحقیق یا جریح کو واجب القتل بہ حالت ثبوت جرم سمجھا (کیونکہ یہ کسی طرح نہین سمجھا جا سکتا کہ پیغمبر ص صرف بیان قیاسی بی بی عائشہ ع پر حکم قتل جریح بے تامل بغیر تحقیق دیدیتے) تو پیغمبر ص کی نسبت کوئی امر خلاف واقعہ نتیجہ نکالنے کا یا غلط قیاس کرنے کا پیدا نہین ہوتا۔ البتہ بی بی عائشہ ع کی نسبت یہ امر ضرور پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُنھون نے جریح کی نسبت مجرد اُس کی آمد و رفت سے کہ وہ بوجہ دیگر آمد و رفت رکھتا تھا جیسا کہ اُس کے بیان سے ظاہر ہے خلاف واقعہ نتیجہ نکالا اور غلط قیاس کیا۔

مصنف مخاطب اگر اس موقع پر یہ حجت لاتے کہ بی بی عائشہ ع کو عادت تھی کہ وہ ایسے ہی خلاف واقعہ نتیجے نکالتی تھین اور غلط قیاس کیا کرتی تھین اور اسی عادت کے موافق اُنھون نے جناب سیدہ ع کی ناخوشی اور غضب ناکی کا نتیجہ خلاف واقعہ نکالا اور غلط قیاس کیا تو شیعون کو شاید تردد ہو جاتا مگر کوئی جاے تردد نہین ہے بی بی عائشہ ع نے جریح کی وہ حالت ماریہ قبطیہ کے ساتھ نہین دیکھی تھی جو مسئلہ

شرعی کے بموجب زنا کو ثابت کرتی ہے اور مجرد آمد و رفت جریج سے جو نتیجہ فعل بد کا نکالا وہ خلاف واقعہ تھا اور غلط قیاس تھا اور معاملہ ناخوشی و غضب ناکی جناب سیدہ ع کا ایسا تھا کہ جو اُنکے آنکھوں کے سامنے گذرا اور محققہ تھا۔ شیعہ بی بی عائشہ ع کے ہر بیان کو جو اُن کو معصوم نہین سمجھتے تحقیق کرتے ہین کہ وہ صحیح ہے یا نہین؟۔ جو بیان اُن کا کہ مطابق واقعہ کے ہوتا ہے اُس کو لیتے ہین اور جو بیان کہ اُنکا خلاف واقعہ کے ہوتا ہے اُسکو چھوڑ دیتے ہین۔

ماریہ قبطیہ کی نسبت جو بی بی عائشہ نے الزام لگایا ایسا الزام لگانا اُن کی طبیعت کے موافق تھا۔ کہ اُن کو پیغمبرؐ کی اُن ازواج سے جو صاحب اولاد ہوئی ہین سوتن پنے کی ایک سوختگی رہتی تھی۔

مولوی سید ممتاز علی صاحب جو ایک ذی علم اور تعلیم یافتہ اہلسنت سے ہین اُنھون نے اپنی تصنیف حال صفحہ ۳۷ حقوق نسوان مین جہان یہ نصیحت کی ہے کہ "اگر شوہر ایسا ہو کہ اُس کی پہلی بی بی مر گئی ہو اور اب ازدواج ثانی کیا ہو تو اُس کو لازم ہے کہ اپنی زوجہ ثانی کے روبرو اپنی پہلی زوجہ کی تعریف کبھی نہ کرے زوجہ ثانی کو زوجہ اول کی تعریف سُننا ہمیشہ ناگوار ہوتا ہے شاید شوہر کی خاطر سے سُن کر چپ ہو رہے۔ لیکن ہم نے یہ تو کبھی نہین پایا کہ زوجہ ثانی باوجود جاننے اس بات کے کہ زوجۂ اول اچھے اوصاف کی عورت تھی کبھی اپنے مُنھ سے اس کی تعریف کرے" وہان یہ لکھا ہے کہ "ہم اُمتی تو کس شمار مین ہین یہ ہی جھینکنا سرور عالم کے ازواج مطہرات مین پڑا رہتا تھا۔ حضرت خدیجہ کی درد مندانہ خدمتگذاری اور دلی محبت

اس درجہ کی تھی کہ جناب رسول خداؐ اس کو بھول نہ سکتے تھے اور ہمیشہ احسانمندی کے ساتھ اس کو یاد کیا کرتے تھے مگر جناب حضرت عائشہؓ صدیقہ حضرت خدیجہ کی تعریف سن کر جل بھن جاتی تھین اور کہتی تھین کہ آپ اس بڑھیل کی کیا تعریف کیا کرتے ہین جس کے منھ مین دانت نہ پیٹ مین آنت " مگر ہمارے ذی علم دوست جن کی نگاہ وسیع ہے ایسی مثال ازواج رسولؐ مین سوائے بی بی عائشہؓ کے اور کسی کی ایسی مثال نہین دے سکے کہ جو زوجہ اولی کے اوصاف سن کر برداشت نہ کر سکے۔

روایت جریح سے مصنف مخاطب اپنے متن کے حاشیہ پر دو فائدہ اور ظاہر کرتے ہین ایک یہ کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اہل بیت سے برائی دور کردی اس مین اہل بیت سے ماریہ قبطیہ مراد ہے پس جب لفظ اہل سے بی بی مراد ہوئی تو آیۂ تطہیر مین بھی لفظ اہلبیت سے بیبیان مراد ہونگی"

اصل ارشاد پیغمبرؐ کا یہ ہے۔

"الحمد للہ الذے صرف عنا السوء اھل البیت" جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے شکر ہے واسطے اللہ کے کہ جس نے دور کردی بدی ہم اہل بیت سے " جو ترجمہ کہ مصنف مخاطب نے کیا ہے کہ "برائی دور کردی ہمارے اہل بیت سے" یہ ترجمہ صحیح نہین ہے غلط ہے اور جب غلط ترجمہ کرکے مصنف مخاطب نے استدلال کیا ہے تو وہ استدلال بھی خود بخود غلط ہو جاوے گا۔ اس روایت مین ماریہ قبطیہ یا کوئی ازواج رسولؐ سے لفظ اہل بیت مین داخل نہین ہو سکے گا بلکہ اس روایت مین

جو لفظ "ہم اہل بیت" کا آیا ہے اُس سے مراد خود پیغمبر ص اور علی مرتضیٰ ع ہیں یعنی پیغمبر ص نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بی بی عائشہ ع کے بیان سے میرے حکم اور علی مرتضیٰ ع کے عمل سے قتل جریح بیگناہ کا وقوع میں نہیں آیا اور خدا نے ہم کو عمل بد سے محفوظ رکھا اگرچہ علی مرتضیٰ ع بوجہ قرب قرابت نسبی کے کہ پیغمبر ص نے فرمایا ہے کہ میں اور علی ع ایک درخت کی دو شاخیں ہیں "اور میں اور علی ع ایک نور سے ہیں اور میری ذریت علی ع کی پشت میں ہے" اور بوجہ اس ملازمت کے جو بچپن سے علی ع کو پیغمبر ص کے ساتھ رہی علی ع داخل اہل بیت اور شامل آیہ تطہیر کے ہیں لیکن میں یہ اور اضافہ کرتا ہوں کہ پیغمبر ص ضرور داخل اہل بیت ہیں اور علی ع داخل محمد ہیں کہ پیغمبر ص نے اُن کو اپنا نفس قرار دیا ہے جیساکہ آیہ مباہلہ میں ہے اس صورت میں صریح ہے کہ اس روایت میں جو پیغمبر ص نے ہم اہلبیت کا لفظ فرمایا اُس سے مراد صرف اپنے آپ اور علی ع سے لی ہے ماریہ قبطیہ یا دوسری زوجہ اس روایت سے بھی داخل اہلبیت ع نہیں ہو سکتی ہیں یہ سچ ہے کہ اس معاملہ میں ماریہ قبطیہ ایک نہایت عجیب دعویٰ قبیل رویتی شہادت سے بری ہوگئیں لیکن بی بی عائشہ ع اپنے بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس سے ماخوذ رہیں اور اُن سے بُرائی اُن کی بیان خلاف واقعہ اور غلط قیاس کی دور نہیں ہوئی۔ اس لیے دور ہونا اس بُرائی کا بی بی عائشہ ع کی نسبت صادق نہیں آسکتا ہے پس زوجہ داخل اہل بیت آیۂ تطہیر کے نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر بی بی عائشہ ع یا ماریہ قبطیہ داخل اہلبیت ہوتیں تو پیغمبر ص جسوقت کہ اُن دونوں کی نسبت امر تہمت پیش ہوا ہے۔ پیغمبر ص اُس کی تفتیش اور تلاش ہرگز

نہین کرتے اس سے کہ جن لوگون کے بارے مین آیۂ تطہیر نازل ہو چکی ہے اُن کی نسبت کسی امر قبیح کی سماعت ہی نہین ہو سکتی اور اُن کی نسبت یقین کرلینا چاہیے کہ اُن سے کبھی کوئی امر بد ظہور مین نہین آسکتا اور اگر کوئی ایسا نہ مانے تو وہ قرآن کا جھٹلانے والا قرار پاوے گا۔ چنانچہ علی مرتضی ع نے یہ مسئلہ اُسوقت بتایا ہے کہ جب جناب سیدہ ع نے دعوی فدک حضرت ابوبکر ع کے سامنے پیش کیا تھا اور حضرت ابوبکر ع نے گواہ پیش کیے تھے - علی مرتضی ع نے حضرت ابوبکر ع سے کہا کہ اگر فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے ذمہ کوئی الزام لگاوے تو تم کیا اُن سے گواہ طلب کروگے؟۔ اِس پر حضرت ابوبکر ع نے کہا کہ ہان علی مرتضی ع نے اُن کو سمجھایا کہ جنکی طہارت قرآن مین نازل ہو چکی ہے اُس کی نسبت ہرگز ایسا نہین ہو سکتا " یا مثلاً یون سمجھو کہ اگر کوئی پیغمبر ص کی نسبت فسق و فجور کی تہمت کرتا اور آیۂ تطہیر سے اُن کی عصمت ظاہر ہو چکی ہے تو اُن کی نسبت کسی طرح تحقیقات فسق و فجور کی نہین ہو سکتی اور جو کوئی تحقیقات کرے وہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے۔ اسی بنا پر مین یہ کہتا ہون کہ اگر ازواج پیغمبر ص داخل اہلبیت آیہ تطہیر ہوتین تو پیغمبر ص کبھی اُس امر کی تحقیق اور تفتیش نہ کرتے کہ جو بی بی عائشہ ع اور ماریہ قبطیہ کی نسبت پیش ہوا ۔ ماریہ قبطیہ کی نسبت جو امر بی بی عائشہ ع نے بیان کیا تھا اور وہ غلط نکلا ناظرین شاید اس بات سے مشتاق رہین کہ بی بی عائشہ ع کو سزا سے تہمت کیون نہین دی گئی ؟ میرا خیال یہ ہے کہ بی بی عائشہ نے بطور خانگی اُس امر کو بیان کیا تھا اور وہ امر بھی محض اپنے قیاس سے جو شبہ کہ بی بی عائشہ ع کو پیدا ہوا تھا اُس شبہ کے رفع کرنے

کو پیغمبرؐ نے تفتیش شروع کی تھی بی بی عائشہ کا وہ بیان اور وہ قیاس اگرچہ غلط تھا مگر اُس حد پر نہین تھا کہ جو درجہ تہمت پر ہوتا اور اُس کے جھوٹ ثابت ہونے سے بی بی عائشہ قابل سزا ہو جاتین مدینہ منورہ مین ایک مادی شہادت اول سے اسوقت تک موجود ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ ازواج پیغمبرؐ داخل اہل بیت نہین ہین اور وہ ایک قبہ ہے جو قبہ اہل بیت کے نام سے مشہور ہے اُس مین کسی زوجۂ پیغمبرؐ کی قبر نہین ہے کہ اُس مین قبرین جناب فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام زین العابدین اور حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہم السلام کی ہین۔ اگر ازواج پیغمبرؐ سے مراد اہل بیت ہوتی اور عرب کے لوگ ازواج کو اہل بیت سمجھتے ہوتے تو اُس مکان کو قبہ اہل بیت ہرگز نہ کہتے بلکہ اہل عرب نے جو بہ طور یادگار کے اُس قبہ کا نام قبۂ اہل بیت رکھا ہے۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اہل بیت سے مراد نسلی اور قرابت داران پیغمبرؐ سے تھی۔

عرب کے محاورے مین بیت کا لفظ بمعنی خاندان کے بولا جاتا ہی جیسے شبیہ بیت بمعنی ازواج کے مستعمل نہین ہے اس لیے ضرور ہے کہ اہل بیت کے معنی اہل خاندان کے ہین نہ ازواج کے۔

دوسرا فائدہ روایت مندرجہ مین سے مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ رسولؐ نے جو خاص علیؑ کو قتل جریح قبطی کا حکم کیا تھا اُسکو اُنھون نے ایسا واجب نہ سمجھا کہ ہر صورت مین ادا کیا جائے بلکہ جریح کی حالت دیکھکر بغیر تعمیل حکم واپس آئے اور پھر استفسار کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ اس حکم کی تعمیل مین غور و فکر کی ضرورت ہے یہی حالت اُس حکم

کی ہی جو رسول ص نے مرض الموت مین فرمایا تھا کہ کاغذ اور دوات لاؤ مین ایسا مضمون لکھدون کہ اُسکے بعد تم گمراہی مین نہ پڑو۔"

صورت حکم معاملہ قتل جریح اور معاملہ حکم طلب کاغذ و دوات کی ہرگز یکسان نہین ہے خود صورت معاملہ جریح کی مقتضی اس کی تھی کہ علی مرتضی ع بغیر تفحص اور تحقیق کے اُس کو قتل نہ کرین اور پیغمبر ص کے حضور مین حاضر لائین اور ایسا ہی منشا پیغمبر ص کا تھا اور یہ ہی منشا علی مرتضی ع نے سمجھا تھا۔ جس کی تشریح ہم نے ابھی اوپر اسی واقعہ کے بیان مین کردی ہے اور یہ معاملہ اور حکم پیغمبر ص متعلق ذاتیات کے اور شخص واحد اور ایک فرد بشر کی نسبت تھا اور وہ تعلق دار القضا سے رکھتا ہے اور حکم پیغمبر ص مرض موت مین طلب قرطاس و دوات کا متعلق رسالت عام امت کے تھا جس مین آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ "ایسا مضمون لکھدون کہ تم گمراہی مین نہ پڑو" جس کا اثر تمام امت پر ہوتا ہے۔ اور تمام امت کے لیے اُس مین ہدایت ہوتی ہے۔ یہ سچ ہی کہ طلب قرطاس و دوات کا حکم عام تھا۔ لیکن زیادہ تر اس کی تعمیل کے مستحق علی ع نہ تھے گو وہ داماد رسول ص تھے اور اگر لکھنے کا سامان رسول ص کے گھر مین ہوگا تو اُنھین کو معلوم ہوگا کہ کہان رکھا ہے اور اگر باہر سے لانے کی ضرورت تھی تو سب سے قریب علی ع کا گھر تھا اس لیے کہ اُن کے گھر کا دروازہ مسجد مین کھلا تھا مگر علی مرتضی ع کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ جناب امیر ع نے اس حکم کی کچھ بھی پروا نہ کی۔" جیسا کہ مصنف مخاطب کہتی ہین پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ پیغمبر ص نے قرطاس اور دوات کیون طلب کیا تھا اور کیا شئے لکھوانی منظور تھی کہ جس کے بعد اُن کے صحابہ اور

اُن کی امت کبھی گمراہ نہ ہوں باوصف اس کے کہ قرآن نازل اور
دین کامل ہو چکا اور اپنے قول اور فعل سے پیغمبرؐ سب کچھ جتا اور
بتا چکے ہیں۔"

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب
کتاب اللہ وعترتی" سوچنا چاہیے کہ اور کیا چیز باقی رہ گئی
تھی جسکو حضرت پیغمبر خداؐ ایسی تشریح سے لکھوانا چاہتے تھے کہ اُسکے
بعد لوگ گمراہی میں نہ پڑیں۔ اور یہ بھی یقین کرنا چاہیے کہ پیغمبرؐ
سمجھتے تھے کہ بعد میرے فوراً اُس امر میں جس کو وہ صراحت سے
لکھوانا چاہتے تھے نزاع اور جھگڑا ہو کر ایسا اختلاف ہوگا کہ جسکی
وجہ سے لوگ گمراہی میں پڑجاوینگے اور اُس امر پر آگاہ اور واقف
ہونا پیغمبرؐ کا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی اس لیے کہ پیغمبرؐ لوگوں
کی خواہش نفس اور جو کچھ اُن کے سینوں میں تھا اُس سے خبردار
تھا۔ اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ بعد وفات پیغمبرؐ کے اور قبل اُن کے
کفن ودفن کے جس بات کا جھگڑا ہوا سوائے اُس کے کوئی اور بات
ہو سکتی ہے کہ جس کو پیغمبرؐ اپنے آخر وقت میں لکھوانا چاہتے تھے
تاکہ لوگوں کو کسی قسم کی غلط تاویل اور تعبیر کا موقع نہ ملے۔ اسی کے
ساتھ میں پوچھتا ہوں کہ اُس جھگڑے والی بات کو جس کو ہر کوئی جانتا
ہے کہ وہ معاملہ خلافت کا ہے۔ بہ نظر آیات قرآنی اور قول و فعل
کے ہر مسلمان اپنے سچے دل سے بتلا دے کہ اگر پیغمبرؐ معاملۂ خلافت
کے متعلق لکھواتے (جس کا یقین ہے کہ وہ معاملہ خلافت کے متعلق
لکھواتے) تو امر خلافت کس کے حق میں لکھواتے؟ کیا کوئی سچے دل

بشرے المومنین

ایسے زمانہ مبارک مین کہ تمام قومون نے اپنے دین و دنیا کی ترقی کی وجہ مین اپنی اپنی انجمنین قائم کرکے عملی کارروائیان مدت سے شروع کردی تھین اور جنکی بدولت اونکو دینی و دنیاوی منافع بمقابلہ ہمارے جنت مکان فرقہ شیعہ کے بہت کچھ حاصل ہو رہے ہین ضرور تھا کہ کوئی خدا کا بندہ اس فرقہ کی سرسبزی کے لئے بھی کھڑا ہوتا اگرچہ یہ کام علما کا تھا کہ جنکا فرض منصبی ہر حیثیت سے ہماری اصلاح کا ہے مگر زمانہ کی سردمہری نے انکو اُبھرنے نہ دیا مگر الحمدللہ کہ خدا نے ایک اور شخص کے دل مین قومی محبت کا جوش پیدا کیا جسنے ضرورت ایک باوقار امامیہ کانفرنس کی سمجھی اور جسکی طرف وہ دو تین برس سے شیعہ پبلک کو بلا رہا تھا اور آخرکار کامیابی ہوئی کہ ایک امامیہ کانفرنس بمقام لاہور قائم ہو گئی۔ اس قومی ہیرو کا سید ناظر حسین خان نام اور ناظم تخلص ہے جو اپنے اخبار ناظم الہند لاہور کا اڈیٹر بھی ہے۔ علمائی لاہور نے کہ جو امامیہ کانفرنس کی سب کمیٹی کے اعلے عہدہ دار ہین اوسی کو اپنی مرضی سے جنرل سکرٹری بھی مقرر کیا ہے تمام ہندوستانکے شیعون کو چاہیے کہ وہ مقاصد اور اغراض کانفرنس کو سکرٹری سے طلب کرین اور اُسیطرح ہر طرحسے مدد دین جو آپ اپنی مدد ہے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے علماء لکھنؤ بھی اس کانفرنس کے ہمدرد ہین۔

مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر

بقیہ رسید زر بابتہ سنہ ۹ء جلد پنجم

نمبر شمار	نام صاحبان	تعداد چندہ
۴۳	جناب شیخ ولایت حسین صاحب	سے ر
۴۴	جناب نواب سید سلطان حسین خانصاحب	سے ر
۴۵	جناب میر عاشق علی صاحب	سے ر
۴۶	جناب منشی نوازش علیصاحب تعلقہ دار	سے ر
۴۷	جناب سید غلام جیلانی شاہ صاحب بہادر	عما ۱۴ ار
۴۸	جناب بابو سید محمد تقی صاحب منجملہ بقایا	صہ ر
۴۹	جناب منشی غلام علی خانصاحب	سے ر
۵۰	جناب سید اعجاز حسین صاحب وکیل	سے ر
۵۱	جناب سید ممتاز حسین صاحب پوسٹ ماسٹر	سے ر
۵۲	جناب سید خورشید حسن صاحب اہلکار منصفی	اللعہ ر
۵۳	جناب سید سجاد حسین صاحب سب انسپکٹر	سے ر
۵۴	جناب نواب سید محمد علی خانصاحب مرحوم	سے ر
۵۵	جناب مولوی سید آباد حسین صاحب قبلہ	سے ر
۵۶	جناب شیخ محسن علیصاحب	سے ر
۵۷	جناب سید امیر الدین حیدر صاحب ۔ سے ر ۔ ۵۸ جناب حکیم سید محمد سجاد صاحب	سے ر
۵۹	جناب حکیم امجد علیخانصاحب ۔ سے ر ۔ ۶۰ جناب سید ذاکر علی صاحب	
۶۱	جناب حکیم نیاز علیخانصاحب ۔ سے ر ۔ اکسٹرا اسسٹنٹ	سے ر
۶۲	جناب حاجی سید جعفر حسین صاحب ممبر کونسل (باقی آئندہ)	سے ر

مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر رسالہ ردو

انّی تارک فیکم الثقلین

نورٌ علیٰ نور
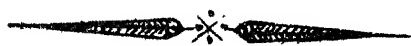
رسالہ روشنی بایرادِ رسالہ نصیحۃ الشیعہ

جلد ششم چوماہی آخر ۹۹ء

باہتمام

مرزا عبد التقی قزلباش

ایڈیٹر رسالۂ روشنی

مطبع اسلام محمدی لکھنؤ میں چھپکر

دفتر رسالۂ روشنی محلہ چاہ کنکر لکھنؤ سے شائع ہوا

التماس

الحمد للہ کہ رسالہ [illegible] کی جلد ششم بابتہ سنہ ۹۹ع ختم ہوئی امید ہے کہ معاونین ان نمبروں کے پہونچنے پر چندہ اس جلد ششم کی بابت بھیجدینگے جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ع کا سلسلہ جو زیر طبع ہے انشاء اللہ المستعان بعد محرم روانہ کیا جائیگا۔

جن بزرگواروں کے پاس سے اس عرصہ میں جلد ششم کا چندہ نہ آئیگا اون کی خدمت میں جلد ہفتم کا ابتدائی پرچہ **بذریعہ ویلو پے ایبل** بھیجا جائیگا رسید زر بابتہ جلد ششم سنہ ۹۹ع جلد ہفتم سنہ ۱۹۰۰ع کے ساتھ شایع ہوگی۔

اطلاع ۔ اکثر بزرگواروں کے خطوط میرے پاس اس امر کے دریافت میں پہونچے ہیں کہ **الفاروق شبلی** پر بھی ریویو تیار ہوا ہے یا نہیں۔ اگرچہ میں نے جواب خطوط بھیجدیے ہیں تاہم بنظر مزید اطمینان مومنین اطلاع دیجاتی ہے کہ الفاروق پر جناب قبلہ وکعبہ عموی مرزا عابد علی بیگ خانصاحب بہادر ریٹائرڈ سب جج ریویو تحریر فرمارہے ہیں۔

اگر منظور خدا ہے تو کیا عجب کہ سنہ ۱۹۰۰ع میں ہی وہ چھپکر تیار ہو جائے تمام مومنین کو چاہئے کہ وہ جناب ممدوح مدظلہ کی صحت و عافیت۔ اور ریویو کے جلد ختم ہونے اور طبع کے لیئے دعا فرماویں۔

یہ امر بھی قابل اطلاع ہے۔ کہ ایک ریویو مختصر مگر جامع۔ ہمارے نہایت شفیق بھائی قاضی فقیر علی صاحب عاقل رئیس کاکوڑہ نے عرصہ ہوا کہ لکھکر ہمکو بھیجدیا ہے جسکو ہم دیگر افکار و علل کیوجہہ سے اب تک نہیں چھاپ سکے ہیں۔ لیکن بعد محرم اوسکو بھی انشاء اللہ چھاپ دینگے۔ اڈیٹر

سے یہ کہہ سکتا ہے کہ سوا ے علی مرتضی ع کے اور کسی کے حق مین لکہ یاسے
پس ایسی حالت مین علی مرتضی ع کو یہ مناسب تہا کہ وہ اپنے حق مین ایسی تحریر
لکھوانے کے واسطے قبل اس کے کہ دوسرے لوگون کے دلون کی مرضی
اور غیر مرضی اور پیغمبر ص کی اطاعت اور نا فرمانی معلوم ہو جھٹ پٹ دوڑ کے
کاغذ دوات لے آتے؟ اور اسی لحاظ سے پیغمبر ص نے کاغذ اور دوات طلب
کرنے کا حکم عام دیا تہا خاص علی مرتضی ع کی نسبت وہ حکم نہین دیا تھا۔
بلکہ کنایہ اُس حکم عام مین یہی تھا جس کو علی مرتضی ع جانتے تھے کہ سوا ے
علی مرتضی ع کے دوسری لوگ کاغذ و دوات لائین اور دوسرے ہی لوگ
پیغمبر ص کی وصیت کو اُس امر کی بابت لکھین تاکہ پھر کسی وقت وہ لوگ امر خلافت پر
کچھ حجت و تکرار نہ کر سکین۔ لیکن لوگون نے کاغذ اور دوات کی طلب
پر اور پیغمبر ص جو لکھوانا چاہتے تھے اُس کے لکھنے پر ایسے زور و شور
سے مخالفت کی کہ جس سے پیغمبر ص کو اذیت ہوئی اور پیغمبر ص نے اپنے
پاس سے اُن لوگون کو اُٹھوا دیا۔ اگر حاضرین جلسہ اپنی رضامندی
طلب کاغذ و دوات پر اور اُس لکھوانے پر جو پیغمبر ص لکھوانا چاہتے تھے
ظاہر کرتے اور اُن لوگون کے اُٹھوا دینے کی نوبت نہ آتی۔ یا بعد منع
مخالفت کے مخالفت کرنے والون کو سکوت ہو جاتا اُس وقت علی مرتضیٰ
کاغذ دوات حاضر نہ لاتے یا جب سکوت اختلاف سے ہو جاتا اور پھر
اُس وقت پیغمبر ص ضرور حاضر لانے کاغذ و دوات کا علی مرتضیٰ کو حکم
دیتے اگر اُس وقت علی مرتضی ع تعمیل حکم پیغمبر ص کی نہ کرتے تو اُن کی
نسبت مصنف مخاطب یہ کہہ سکتے تھے کہ جناب امیر ع نے حکم کی کچھ بھی
پروا نہ کی ہاہا مگر جو صورت کہ حکم طلب کاغذ و دوات مین پیش آئی اُس

مین مخالفین حکم پیغمبرص نے موقع ہی نہین آنے دیا کہ علی مرتضی ع اس حکم کی کچھہ تعمیل کر سکین ـ

حضرت عمرؓ جو یہ سمجھہ گئے کہ وہ رسول ص یہ لکھواتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو اس لیے انھون نے بعض صحابہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمکو قرآن کافی ہے " جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین ـ مگر ایسا سمجھنا حضرت عمرؓ کا اور اسی نیت سے ان کا صحابہ سے کہنا اور مصنف مخاطب کا ایسا ظاہر کرنا سب غلط ہی پیغمبرص پہلے مجمع عام مین یہ کہہ چکے ہین کہ قرآن کو اور میرے اہل بیت کو مت چھوڑیو اگر پیغمبرص صرف یہ لکھوانے والے تھے کہ قرآن کو مت چھوڑیو جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بہ قول مصنف مخاطب کے سمجھا تو ضرور تھا کہ حضرت عمرؓ پیغمبرص سے صرف اس لکھوانے پر اصرار کرتے کہ قرآن کو مت چھوڑیو کہ پیغمبرص اپنے فرمودہ سابق کو جس مین قرآن کے ساتھہ اپنے اہل بیتؑ کے ساتھہ تمسک کو فرمایا تھا منسوخ کرنے والے ہین ـ

حضرت عمرؓ نے جو کچھہ سمجھا اور کہا اس کی حالت ہرگز ایسی نہین ہو سکتی جس طرح جریح کی حالت دیکھکر علی ع یہ سمجھہ گئے تھے کہ اب اس کا قتل مقصود نہین ہے اس کی حالت پر رسول ص کو اطلاع کر دینا کافی ہے " وقت طلب کاغذ و دوات کے پیغمبرص نے کوئی صورت معاملہ کی بیان نہین فرمائی تھی مع لن تضلوا بعدی " سے یہ قرینہ ہرگز نہین پیدا ہوتا کہ پیغمبرص یہی لکھوانا چاہتے ہین کہ قرآن کو مت چھوڑیو " جو حضرت عمرؓ ایسا سمجھ سکتے کہ وہ جو کچھہ حضرت رسول ص لکھواتے ہین وہ ہمکو معلوم ہے اور اس کی اطلاع کر دینا کافی ہے اگر ہماری سمجھہ مین غلطی ہوگی تو رسول ص

دوبارہ حکم کرینگے ورنہ شدت مرض مین رسولؐ کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے کاغذ و دوات وغیرہ لانے سے یہ جواب اولی تھا کہ رسولؐ یہ معلوم کرکے بہت خوش ہونگے کہ جو کچھہ مین لکھوانا چاہتا تھا وہ اُن کو خوب معلوم ہے اور یہ لوگ ایسی ہدایت کامل پا چکے کہ اب ان کو اور کچھہ بتانے کی حاجت نہین '' یہ سمجھہ حضرت عمرؓ کی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کسی طرح نہین ہوسکتی اگر حضرت عمرؓ کی یہ سمجھہ ہوتی تو دوسرے ہم نشینون سے بعد اس فرمانے کے کہ ہم کو کتاب خدا کافی ہے پیغمبرؐ کی نسبت یہ نہ کہتے کہ '' اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو '' اور باہم ہم نشینون کے جھگڑا کرا اور شور وغل مچوا کرا اور ایسی تکلیف پیغمبرؐ کو پہونچا کر پیغمبرؐ سے اُٹھوا دیے جانے کا حکم حاصل نہ کرتے پیغمبرؐ جانتے تھے اور بتا چکے تھے کہ قرآن کتاب خدا اور ہدایت پیغمبرؐ عالم قرآن لوگون کو دین اسلام پر چلانے کے لیے کافی ہین - لن تضلوا بعدی ابدا سے مراد کسی امر عظیم مین اختلاف نہونے سے ہوسکتی ہے ایسا اختلاف جس نے دین اسلام کو کمزور اور مسلمانون کی خصلت کو خراب کردیا اور بیج نا اتفاقی کا مسلمانون کے سرشت مین بو دیا - لن تضلوا بعدی سے وہ قرینہ پیدا نہین ہوسکتا جسکو مصنف مخاطب سمجھہ حضرت عمرؓ کی ظاہر کرتے ہین - بلکہ اُس تمام واقعہ سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیغمبرؐ امر صریح ایسا لکھوانے کو تھے کہ جو خلاف مقصد حضرت عمرؓ کے تھا اور حضرت عمرؓ سمجھہ گئے تھے کہ پیغمبرؐ امر خلافت کے متعلق ایسا کچھہ لکھوانے کو ہین کہ اُس مین گنجائش پھر کسی حجت و تکرار کی نہ ہوگی اور یہ ہی سمجھکر اُنھون نے اپنی دانائی اور

عقلمندی سے ایسا اختلاف کا جھگڑا اور شور غل مچوایا کہ نوبت لکھوانے اُس امر کی نہ آسکی ۔ یہ سچ ہے کہ پیغمبرؐ جو کچھ لکھوانے کو تھے وہ نیا حکم نہین تھا اس لیے کہ آیت اکملت لکم دینکم نازل ہو چکی تھی جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین ۔ اور مین اُسپر یہ اور اضافہ کرتا ہون کہ قبل نزول اس آیت کے پیغمبرؐ خم غدیر پر تعمیل حکم آیت یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الخ کی کر چکے تھے لیکن بہ نظر حکم عام اس آیت کے:

"وانزلنا علیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم" اور نازل کیا ہم نے اوپر تیرے ذکر تاکہ صراحت سے ظاہر کرے تو واسطے لوگون کے جو کچھ نازل ہوا ہی اُن کے لیے" پیغمبرؐ کسی امر کو زیادہ تفصیل سے بیان کرنے والے تھے اور جو کچھ کہ پیغمبرؐ بیان فرماتے وہ حدیث پیغمبر ہوتی ۔ اکثر پیغمبرؐ نے کسی آیت کے معنی کسی وقت خود یا کسی کے استفسار پر بیان فرمائے ہین اور وہ سب احادیث پیغمبرؐ مین داخل ہین مگر کسی امر کا تصریح سے بیان کرنا خود پیغمبرؐ پر اپنی طرف سے ایسا واجب نہین ہے جیسا کہ کسی آیت ربانی کا لوگون پر پہونچانا لیکن آیت قرآنی جیسے نص ہوتی ہے ویسے ہی حدیث پیغمبرؐ ۔ پیغمبرؐ نے جس امر کے لکھوانے کے لیے کاغذ و دوات طلب کیا تھا اور لوگون کی مخالفت اور تنازع اور شور غل کے سبب سے ناخوش ہوکر اون کو اُٹھوایا اور اُسوقت یا دوسرے وقت نہ لکھوایا یہ امر اُن کا اختیاری تھا الا نہایت قابل افسوس کے ہے کہ آخر وقت زندگانی مین ادنی سے ادنی شخص کچھ لکھوانا یا کہنا چاہتا ہے تو اُس کے عزیز اور دوست نہایت

آرزو سے اُس کا سُننا اور لکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن پیغمبر آخرالزمان کی وصیت اور پند اُس کے دوستوں نے سُننا گوارا نہ کی اور اُس کو لکھوانے سے روک دیا۔ اور جھگڑے کی ابتدا حضرت عمرؓ نے کی جنھوں نے یہ فرمایا کہ "ہم کو کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے ہم کو قرآن کافی ہے اور اس مرد کو ہذیان ہے اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دو" کہ اسی مخالفت پیغمبرؐ پر تنازع شروع ہو کر شور غل ہوا اور مجلس پیغمبرؐ سے وہ لوگ اُٹھوا دیئے گئے۔

وہ رائے حضرت عمرؓ کی اس بناء پر کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی یا پیغمبرؐ کا وہ امر لکھوانا اختیاری تھا نہ ضروری لیکن پیغمبرؐ کے امر اختیاری کے استعمال کے وقت حضرت عمرؓ کی مخالفت قطعی ناواجب تھی۔ اور حضرت عمرؓ کی مخالفت سے جو اختلاف کرنے میں جھگڑا ہوا اُسکا الزام خود حضرت عمرؓ پر ہے کہ نہ وہ مخالفت کرتے نہ اُن کی مخالفت سے اختلاف کا جھگڑا ہوتا اس سے تمام تر الزام حضرت عمرؓ پر ہے پیغمبرؐ نے جو اپنے پاس سے لوگوں کو اُٹھوا دیا وہ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا گیا تھا" بلکہ اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے مخالفت کی تھی۔ ابن عباس کی رائے بالکل ٹھیک ہے کہ "وہ اس تحریر کے ملتوی ہو جانے کو بڑی مصیبت سمجھتے ہیں" مصنف مخاطب اُن کی رائے کو اس بناء پر غیر صحیح قرار دیتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ کی رائے کو رسولؐ نے قبول کر لیا اور پھر لکھوانے کا قصد نہ کیا" حالانکہ یہ نتیجہ جو مصنف مخاطب نکالتے ہیں بالکل

غلط ہے پیغمبرؐ نے کوئی کلمہ ایسا نہین فرمایا کہ جس سے راے کو حضرت عمرؓ کی پیغمبرؐ کا قبول کرنے کا نتیجہ نکلے اور پھر لکھوانے کا جو پیغمبرؐ نے قصد نہین کیا اُس کی وجہ صریح ہے کہ پیغمبرؐ نے یہ سمجھ لیا کہ عمرؓ اور اُن کے تائید کرنے والے مجھہ پیغمبرؐ کے قول کو ہذیان جانتے ہین اور میری زندگی مین میرے سامنے مخالفت کرتے ہین تو بعد میرے اُس کو کیا قبول کرینگے اور کیا اُس پر عمل کرینگے ایسی تحریر کا لکھوانا بالکل بیکار ہے۔ پس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا الزام سراسر حضرت عمرؓ پر عائد ہوتا ہے علیؑ پر کیا اس حکم کی بابت اور کیا حکم قتل جریح کی کی بابت کوئی الزام عائد نہین ہو سکتا۔

روایت حکم قتل جریح کا منشا یہی تہا کہ بعد تحقیق اور تفتیش کے جریح قتل کیا جائے اور جس مین دوبارہ حکم کی ضرورت نہ تھی اور اُس حکم پیغمبرؐ مین گو کسی نوعیت سے تہا علی مرتضیٰؑ نے کچہ حجت نہین کی تھی اور فوراً اُس کی تعمیل کے لیے بغیر کسی چون وچرا کے چلے گئے تہے۔ برخلاف اُس کے حکم طلب قرطاس و دوات مین اور پیغمبرؐ جو کچہ کہ لکھوانا چاہتے تہے اُس مین کسی تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہ تہی۔ حضرت عمرؓ نے چون وچرا کی۔ اور پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل نہونے دی۔ علی مرتضیٰؑ نے مجرد صدور حکم قتل جریح کے وقت پیغمبرؐ سے نہ مخالفت کی تہی نہ کچہ عذر کیا تہا نہ اُس کو غیر ضروری سمجہا تہا۔ حضرت عمرؓ نے مجرد صدور حکم طلب قرطاس اور دوات کے پیغمبرؐ سے مخالفت بھی کی عذر بھی کیا غیر ضروری بہی سمجہا پیغمبرؐ کو ہذیان کی نسبت بہی دی یہ بہی کہا کہ اس مرد کو اسکی حالت

پر چھوڑ دو۔ یعنی حکم پیغمبرؐ کو قابل عمل بھی نہین سمجھا۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج مین نظم قرآن کے معجزات سے نوان معجزہ بے شک یہ لکھا ہے جس کا ایک جزو مصنف مخاطب نقل کرتے ہیں "کہ اس مین وہ سب چیزین ہا موجود ہین جنکے علم کی ہندون کو حاجت ہے اصول دین اور فروع دین سے" بعد اس کے اسی نوین معجزہ قرآن مین ملا قطب الدین راوندی نے یہ لکھا ہے کہ اس مین آگاہ کرنا ہے طریقون عقلیات کا اور قائم کرنا حجت کا اوپر ملاحدہ اور براہمہ و منکرین بعث اور قائلین طبائع کے نہایت مختصر و کلام بلیغ تر سے اور اس مین ہے طرح طرح کے اعراب اور عربیت اور حقیقت اور مجاز یہان تک کہ طب اور محکم و متشابہ اور ناسخ اور منسوخ"

بحث یہ نہین ہے کہ قرآن کسی چیز سے خالی ہے یا وہ ناتمام ہے یا اس مین کچھ نقص ہے۔ خدا خود فرماتا ہے "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین"

ہمارے ہندوستان میں لاکھون مسلمان ایسے ہین۔ اور دوسرے ملکون مین بھی کروڑ ایسے ہین کہ جنکی بغلون مین اور جن کے گھرون مین قرآن موجود ہے اور وہ زبان عربی نہین جانتے یا جانتے ہین اور اس کے معنی و مراد نہین سمجھ سکتے خصوصاً آیات متشابہات کو سمجھنا تو عالمون کو بھی مشکل ہوا ہے ایسے لوگون کو مجرد قرآن کیا کفایت کر سکتا ہے اور ہر ایسا مسلمان کیا فائدہ اس سے اٹھا سکتا ہے نہین قرآن کے ساتھ اعلم کا ہونا ضروری ہے اور اسی وجہ سے

پیغمبر صلعم فرما گئے ہین وے کہ مین بھاری دو چیزین درمیان تمھارے چھوڑے جاتا ہون کتاب اللہ اور اپنی عترت یا اہلبیت وہ اس سے جدا نہین ہونگی اُن کو مضبوط پکڑے رہنا اور خاص علی ع کی نسبت فرمایا ہے کہ وے علی ع قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی ع کے ساتھ جس سے مقصود پیغمبر یہ ہے کہ قرآن اُس وقت مین کافی ہے کہ جب اُس کلام کی مراد اور مقصد کو علی ع اور اہلبیت ع سے جن مین ائمہ اہل بیت داخل ہین پہونچو کہ اُن سے زیادہ کوئی عالم نہین ہو سکتا جیسا کہ خود پیغمبر صلعم فرما گئے ہین۔ پس حضرت عمر ع کا یہ کہنا کہ ہم کو کتاب اللہ کافی ہے غلط اور مخالف ارشاد اور ہدایت رسول صلعم کے ہے۔ مصلحت اس حکم پیغمبر کی ظاہر ہے کہ قرآن کے مراد اور مقاصد علی ع اور اہل بیت پیغمبر ایک ہی بتائین گے اور اُن مین اختلاف نہین ہوگا اور ایک راہ پر کل مسلمان چلتے رہین گے۔ اور مضرت قول حضرت عمر ع سے یہ ہوئی کہ ہر شخص نے اپنے مطلب اور غرض کے واسطے یا اپنی اپنی سمجھ اور ضرورت کے موافق قرآن کی مراد اور مقاصد کو بیان کرنا شروع کر دیا جس سے امت رسول صلعم مین اختلاف واقع ہو گیا اور اُس خلاف نے مسلمانون کو جدا گانہ راہون پر ڈال کر باہم عناد پیدا کر دیا اور امت واحد کو منتشر کر کے برباد کر دیا اور درجہ تنزل پر پہونچا دیا

حضرت سلمان رض نے جو اُن لوگون پر اعتراض کیا ہے جنھون نے قرآن چھوڑ کر حدیث پر عمل شروع کیا تھا وہ اعتراض اُن کا صحیح ہے اور مجرد حدیث پیغمبر صلعم پر عمل کرنے والون کا فعل خلاف ہدایت پیغمبر کے تھا۔ مجرد حدیث پر ہر شخص کا عمل اپنی سمجھ کے موافق روا نہین ہو سکتا

جب تک کہ وہ قرآن کو نہ جانے کیونکہ جب تک کوئی قرآن کو نہ جانے تب تک وہ صحیح اور غیر صحیح حدیث کو نہیں پہچان سکتا۔ اور قرآن کو وہی جان سکتا ہے کہ جس نے اُس کے معنی اور مراد کو علیؑ اور اہل بیت پیغمبرؐ سے سمجھا ہو۔ جو لوگ کہ مجرد حدیث پر عمل کرتے تھے اس حیثیت سے کہ اپنی راے سے اُس کے معنی لگاتے باوصف اس کے کہ علیؑ اُس وقت موجود تھے ایسے لوگون پر اعتراض حضرت سلمانؓ کا نہایت ٹھیک تھا۔ اور مین جہانتک خیال کرتا ہون۔ حضرت سلمانؓ فی (جن کی نسبت پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔

"منا اهل البيت" یہ اعتراض اُسی وقت شروع کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے معاملہ فدک مین ایک حدیث پیغمبرؐ بیان کرکے قرآن کو چھوڑ دیا اور اپنی بیان کی ہوئی اور اپنی سمجھہ سے سمجھی ہوئی حدیث پر عمل کیا۔ باوصف اس کے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ جو اہل بیت پیغمبرؐ سے تھے۔ اصرار کرتے رہے کہ قرآن کے بموجب انبیاء بھی وارث ہوتے ہین۔ اور فاطمہؑ کو اپنے باپ کی میراث مال حضرت محمدؐ مین پہونچتی ہے۔ جیسے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے مورث کی میراث۔

مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے اس قصہ کا مقابلہ اُس قصہ سے کرتے ہین جب رسولؐ کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا۔ کہ ولایت علیؑ کا حکم اُمت کو سُنا دو۔ اور تفسیر صافی سے ذیل آیت "يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته الخ" کی امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہین اور

اُس طولانی روایت کا بطور حاصل بہ قدر ضرورت اپنی کے بہ تبدیل الفاظ جس کی نوعیت متغیر ہو جائے اپنی مذاق کے موافق ترجمہ کرتے ہین۔

وے پہلے ایک روایت امام علیہ السلام سے یہ ہے کہ خدا نے حکم کیا ولایت علی بن ابی طالب ع کا اور نازل کی آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون اور فرض کی ولایت اولی الامر کی پس نہ جانا لوگون نے کہ وہ کیا چیز ہے۔ حکم کیا خدا نے محمد ص کو یہ کہ تفسیر کردین واسطے اون لوگونکے ولایت کی۔ جیسے کہ تفسیر کی اُن لوگون کے لیے نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج کی پس دشوار معلوم ہوا پیغمبر ص کو یہ امر اور خوف کیا یہ کہ پھر جاوینگے لوگ دین سے اور جھٹلاوینگے وہ پیغمبر ص کو۔ پس رجوع کی پیغمبر ص نے اپنے رب کی طرف اور وحی بھیجی اللہ نے یہ کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس "

پس پیغمبر ص نے سخن حق آشکار کیا اور ولایت علی بن ابی طالب ع کو قائم کیا دن غدیر خم کے " اور اُس روایت کا حاصل جس کا مصنف تحفہ مطلب ذکر کرتے ہین یہ ہے وے تحقیق قصد کیا پیغمبر ص نے مدینے سے درحالیکہ تمام شرایع اپنی قوم کو پہونچا چکے تھے سوائے حج اور ولایت کے پس آئے ان کے جبرئیل اور کہا اُنھون نے کہ اے محمد خدا تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مین کسی پیغمبر ص اور نبی ص کی روح قبض نہین کرتا مگر بعد

کامل کرنے دین اور تاکید حجت کے اور تم پر دو فریضہ باقی رہے ہین جسکی
طرف قوم محتاج ہے فریضہ حج اور فریضہ خلافت بعد تمھارے مین خالی
نہین چھوڑتا ہون زمین کو خالی حجت سے پس منادی کرائی پیغمبر نے
کہ حج کا ارادہ کرتے ہین اور نکلے رسول اللہ ص اور لوگ اُنکے ساتھ
اور حج کیا۔ جب تلبیہ کے متصل ٹھہرے تپس آئے جبرئیل اور کہا کہ خدا
سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ نزدیک پہونچی ہے اجل تمھاری پس
پورا کرو عہد اپنا اور مقدم رکھو وصیت اپنی کو اور جو کچھ کہ تمھارے
پاس ہے علم اور میراث علوم انبیاء سے اور سلاح و تابوت نشانیوں انبیاء
سے سونپ دو اپنے وصی اور خلیفہ اپنے علی ابن ابی طالب ع کو کہ حجت
بالغہ میری ہے۔ اور یاد دلا دو میری بیعت اور میثاق کا ولایت لی
میرے سے اور مولی ہر مومن و مومنہ سے کہ علی بن ابی طالب ع ہے
اور کمال توحید اور دین کا اور اتمام نعمت کا خلق پر اتباع میرے ولی
اور اُس کی اطاعت ہی۔ پس اندیشہ کیا رسول اللہ ص نے اپنی قوم
کا اور اہل نفاق اور شقاق کا یہ کہ متفرق ہو جائینگے اور رجوع کر جاوینگے
طرف جاہلیت کے کہ پیغمبر ص اُن کی عداوت اور جو کچھ کہ اُن کے
نفسون مین لپٹا ہوا تھا بغض علی ع سے جانتے تھے اور چاہا جبرئیل ع
سے یہ کہ وہ نگھبانی پروردگار کی لوگون سے پیغمبر ص کے لیے چاہین
اور انتظار کیا جبرئیل ع کا یہانتک کہ پہونچے پیغمبر ص مسجد خیف تک پس
آئے جبرئیل اور حکم دیا یہ کہ عہد کو پورا کرو اور قائم کرو علی ع کو لوگون
کے لیے اور نہ لائے نگھبانی خدا سے یہانتک کہ پیغمبر ص آئے کراع الغمیم
مین پھر آئے جبرئیل اور ویسا ہی حکم لائے اور نگھبانی نہین لائے

پیغمبرؐ نے کہا کہ اے جبرئیلؑ مجھکو اندیشہ ہے اپنی قوم کا یہ کہ جھٹلا دین مجھکو اور نہ قبول کرین میری بات علیؑ کے بارے مین پس کوچ کیا پیغمبرؐ نے اور پہونچے غدیرخم پر پس آئے جبرئیلؑ پانچ گھڑی دن چڑھے ساتھ زجر اور کپ کپاہٹ چڑھا دینے کے اور نگہبانی کی لوگون سے ؎؎

ان روایتون سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ تعمیل حکم کی مخالفت پر آمادہ نہین ہوئے جیسا کہ حضرت عمرؓ باعث منع قرطاس اور دوات کے ہوئے بلکہ پیغمبرؐ تعمیل حکم ربانی مین اندیشہ کرتے تھے اور اطمینان اپنی حفظ کا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ پیغمبرؐ کو تبلیغ رسالت اُس امر مین اندیشہ تھا اور نگہبانی اپنی چاہتے تھے خود اُسی آیت کے اخیر فقرہ وعدہ ربانی سے واضح ہے۔

؎ واللہ یعصمک من الناس ؎؎ خدا نگاہ رکھے گا تجھکو لوگون سے ؎؎

پس جبکہ وہ اندیشہ اور خواہش وعدہ حفظ خود آیت قرآنی مین موجود ہے تو پیغمبرؐ سے پوچھنا چاہیے کہ اے پیغمبرؐ تم نے کیون اندیشہ کیا تھا اور کیون نگہبانی کا وعدہ چاہا تھا اور بلا کسی اندیشے اور وعدہ نگہبانی کے فوراً تعمیل حکم کی کیون نہ کردی ؎؎ باوصف اس کے جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین کہ ؎ تم نے ضعف اسلام کے وقت مین مشرکین مکہ کے سامنے اُن کے معبود بتون کی بُرائی بیان کی اور شرک کا رد کیا اور اللہ کے حکم کے مقابلہ مین کافرون کی ایذاؤن کی کچھ پرواہ نہ کی اب قوت اسلام کے زمانے مین مسلمانون سے اُن کو یہ خوف ہوا کہ وہ اللہ پر توکل نہ کر سکے نہ اس سے پہلے جو اللہ نے اُنکی نصرت اور مدد کے بہت سے وعدے کیے تھے وہ اُن کو یاد رہے ؎؎ یا بلحاظ فقرہ

آخر آیتہ کے جس سے پیغمبرؐ کا اندیشہ ناک ہونا اور وعدہ حفظ کا چاہنا ظاہر ہے۔ مصنف مخاطب کو اُن سب اعتراض کا پیغمبرؐ پر وارد کرنا لازم تھا جو بنظر روایت امام عؑ کے شیعون پر اعتراض بارادہ تصدیق امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کے جس کا وقوع خم غدیر پر ہوا کیا جاتا ہی۔ کیونکہ آیت قرآنی مین جس اندیشہ اور وعدہ حفظ کا احتمال ہے اُسی کی امام عؑ نے تفسیر کی ہے اور حق بالکل مطابق آیت کے ہی۔

اصلی بات یہ ہے کہ ان روایتون کا مفاد (جن مین بیان ایسے انداز سے ہے کہ انسان اُسی محاورے کے بموجب اُس مقصود کو بآسانی سمجھ جاوے) صرف اسقدر ہے کہ پیغمبرؐ قوت ملکوتیہ کو مشورہ کی حیثیت سے کام مین لاتے تھے اور براہ دور اندیشی نگہبانی کا اطمینان چاہتے تھے۔ اور بالآخر ہر پہلو پر نظر کرکے تبلیغ رسالت اُس امر کی اطمینان کے ساتھ کی۔ اور مکہ مین جو مشرکین کے معبود بتون کی بُرائی کی اور شرک کو روکا اُس مین بھی پیغمبرؐ نے دور اندیشی اول مدنظر رکھی تھی اور حمایت حضرت ابو طالبؑ اور وجاہت حضرت خدیجۃ الکبریٰ پر اپنی نگہبانی کا اطمینان کرلیا تھا۔ جیساکہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ جب ان حامیون کا انتقال ہوگیا تو پیغمبرؐ نے اپنی نگہبانی کا اطمینان اہل مدینہ سے کرکے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ اور اللہ نے جہان کسی پیغمبرؐ سے نصرت اور مدد کے وعدہ کیے تھے۔ اُس کے اسباب اور سامان ظاہری نصرت اور امداد کے موجود فرمائے تھے علی مرتضیٰؑ اور بنی ہاشم کا وجود جنھون نے کبھی پیغمبرؐ کو لوگون مین تنہا نہین چھوڑا باوصف اس کے کہ مخصوص صحابہ نے ہمیشہ اپنی

اپنی راہ لی تھی ۔ مصنف مخاطب یہ چاہتے ہین کہ پیغمبرؐ کو وصف دور اندیشی اور اطمینان سے فائدہ اُٹھانے کو پاک دکھاوین اور بے اندیشہ اور بغیر اطمینان حفظ کے پیغمبرؐ سے کسی امر کے وقوع مین لانے کی توقع رکھین ۔ حالانکہ بغیر اندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل تہور ہے جو اوصاف رذیلہ مین داخل ہے ۔ اور باندیشہ اور اطمینان حفظ کے کسی امر کا کرنا داخل شجاعت ہے جو اوصاف حمیدہ مین شمار کیا گیا ہے ۔ اور پیغمبرؐ تمام اپنے کامون مین نصرت کے اور اپنی حفظ کے خدا سے خواستگار اور امیدوار رہے ہین جس مین شان عبد اور معبود کی ہے ۔

اصول کافی کتاب الحجہ باب نص اللہ مین بیشک ایک طویل روایت ہے جس مین امام علیہ السلام نے تفسیر اطیعو اللہ الخ کی فرمائی ہے اور اسمین ذکر حدیث من کنت مولاہ الخ وحدیث ثقلین اور آیت تطہیر اور آیت اولی الارحام کا ذکر فرماکر ولایت کو علی مرتضیٰؑ اور ائمہ اہل بیت کے ساتھہ مخصوص فرمایا ہے ۔ لیکن اُس حدیث مین وہ مضمون جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیا ہے نہین ہے البتہ وہ مضمون یعنے ذکر قصہ غدیر خم اور یہ بیان کہ جب تبلیغ ولایت کا حکم آیا تو رسولؐ کا دل تنگ ہوگیا اور خوف ہوا کہ کہین لوگ دین سے پھر نہ جاوین اور اُس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا" ایک دوسری حدیث مین ہے ۔ کہ جو طولانی نہین ہے ۔ مصنف مخاطب نے یہ ترجمہ کہ "وہ اُس حکم کو رب کی طرف پھیر دیا" دوسرے عنوان سے کیا ہے وہ اصل الفاظ یہ ہین ۔

وہ رُوا جعہ سا بہ عزوجل" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ رجوع کرایا
اپنے پروردگار کو" یعنی پروردگار کی توجہ کو اس طرف رجوع کرانا چاہا
کہ تعمیل حکم ربانی مین جس امر کا اندیشہ تہا اور جو خواہش تھی"

جس فقرہ حدیث پر مصنف مخاطب اعتراض کرتے ہین اُس حدیث
کا شروع یہ ہے وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ہی کہ حکم کیا اللہ عزوجل
نے اپنے رسول ص کو ولایت علی ع کا اور نازل کی اُس رسول ص پر آیت
انما ولیکم اللہ الخ۔ اور فرض کی ولایت اولی الامر کی۔
پس نہ جانا کسی نے کہ کیا ہے وہ۔ پس حکم کیا اللہ نے محمد صلعم کو یہ کہ
تفسیر کرین اُن لوگون کے لیے ولایت کو جیسے کہ تفسیر کی پیغمبر نے
واسطے اُن لوگون کے صلوٰۃ زکوٰۃ صوم اور حج کی۔ پس ہر گاہ کہ آیا
یہ امر اللہ کی طرف سے۔ تنگ ہوا اُس کے سبب سے سینہ رسول
اللہ ص کا اور خوف ہوا یہ کہ پہر جاوینگے اپنے دین سے اور یہ کہ جہٹلا دین
گے وہ لوگ پیغمبر ص کو۔ پس تنگ ہوا سینہ آنحضرت کا اور رجوع کرایا
اپنے پروردگار عزوجل کو"

اس مضمون پر یہ اعتراض مصنف کا وارد نہین ہوتا ہے کہ "
رسول ص نے یہ بہی خیال نہ کیا کہ اللہ کو بہی سب کچھہ خبر ہے وہ حکیم
اور علیم ہے۔ پہر اُن کو اللہ کا حکم پہونچانے مین کیا تردد تہا۔ اللہ
کے حکم کو بار بار رد کرنا اور اُس مین یہ شرط مقرر کرنا کہ محافظت کا
وعدہ نازل ہوگا تو ہم اس حکم کو ادا کرین گے ورنہ ادا نہ کرین گے
اطاعت نہین بلکہ سرکشی ہے۔ اگر محافظت کا وعدہ نازل نہوتا تو
رسول ص اس حکم کی تبلیغ کبھی نہ کرتے" مصنف مخاطب کے اس اعتراض

کا جواب ہماری اُسی تقریر سے ظاہر ہو جاتا ہے جو ابھی ہم نے اوپر تحریر کی ہے کہ جب خود آیت سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبر صلعم نے کچھ اندیشہ بھی کیا اور وعدہ محافظت بھی چاہا! تو ہر مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ پیغمبر صلعم سے زیادہ کوئی خدا کو حکیم اور علیم نہین جان سکتا تھا پھر پیغمبر صلعم نے کیون تفسیر آیت مین اندیشہ کیا اور کیون وعدہ محافظت کا چاہا؟

خدا کے حکیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ اُس نے اپنی حکمت سے ہر کام کے ہونے اور ہونے کے لیے اسباب اور سامان کے جمع ہونے کا قاعدہ مقرر کیا ہے - اور خدا کے علیم ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو جو واقعات پیش ہوتے جائین اُس کا علم اُس کو محیط ہو - خدا کو بیشک اس بات کا علم تھا کہ مین ایک آیت متعلق ولایت کے نازل کرون گا اور پیغمبر صلعم کو اُس کی تفسیر کرنے کے وقت اندیشہ ہوگا اور پیغمبر صلعم اپنا اطمینان حفظ کا مجھسے چاہے گا اور مین وعدہ نگہبانی اُسکی کا کرونگا - تب وہ تفسیر اُس آیت کی کردے گا - ایسی حالت مین نہ پیغمبر صلعم کے اندیشہ اور خواہش اطمینان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے حکیم و علیم ہونے پر -

خدا اور پیغمبر صلعم کے درمیان اور قوت ملکوتیہ کے ذریعہ سے جو کچھ کہ راز و نیاز ہوتا ہے مضمون حدیث کا کچھ بھی اُس کے منافی نہین ہے - اور نہ اُس سے رد کرنا حکم خدا کا - یا انکار تعمیل حکم کا لازم آتا ہے - ایک محکوم کی شان اطاعت اور ایک عبد کی شان عبودیت بمقابلہ اپنے حاکم و معبود کے اسی سے ثابت ہوتی ہے کہ محکوم اور عبد کے دل مین جو کچھ ہو وہ اپنے حاکم اور معبود کے سامنے ظاہر اور اُسی سے

دعاے نصرت کرے۔ اس موقع پر پیغمبرؐ نے اس سے زیادہ کچھ نہین کہا کہ جو کچھ پیغمبرؐ کے دل مین اندیشہ تھا وہ خدا کے سامنے بیان کیا اور اپنی حفظ کا اطمینان چاہا۔ خدا سے عرض حال اور دعا مانگنے اور خدا کو اپنی التماس پر متوجہ اور رجوع کرانے کی مراد رد حکم اور عدم اطاعت اور سرکشی سے نہین ہو سکتی اور یہ کہان سے معلوم ہوا کہ اگر خدا وعدہ حفظ نہ کرتا تو پیغمبرؐ اُس امر کو نہ کرتے بلکہ یہ یقین کرنا چاہیے کہ اگر خدا وعدہ حفظ نہ کرتا اور یہ فرماتا کہ اے پیغمبرؐ گو تو قتل ہو جاوے مگر اس امر کی تعمیل کر تو بھی ضرور پیغمبرؐ تعمیل اُس کی کرتے۔ نبی معصوم کا حال حضرت عمرؓ پر طعن سے بالکل مخالف ہی۔ نبیؐ نے نہ حکم خدا کو رد کیا نہ اطاعت خدا سے سرکشی کی۔ اپنی نگہبانی کا اطمینان چاہا ہی۔ اور حضرت عمرؓ نے وہ حرکت کی کہ جس سے وہ اطاعت رسولؐ سے منع قرطاس اور دوات کے باعث ہو کر خارج ہو گئے۔

علماے شیعہ مین سے کوئی بھی مضمون حدیث پر حیران نہین ہوا۔ ملا خلیل قزوینی نے جو یہ لکھا ہے کہ وہ رسولؐ کا میل یہ تھا کہ شاید تصریح اور تفسیر ولایت کی قرآن مین ہو جائے اور اکتفا سنت پر نہ ہے یہ نہ ہماری تقریر کے منافی ہے اور نہ کچھ قابل اعتراض کے ہے وہ بھی ایک عالم شیعہ کی راے ہے۔ اور جس سے یہ ظاہر نہین ہوتا کہ اُنھون نے حیران ہو کر وہ راے ظاہر کی ہے۔

اسی کا مون مین بے شک رسولؐ کو یہ دخل نہین کہ رسولؐ خدا سے یہ چاہے کہ خدا اپنے حکم کو رد کر دے لیکن رسولؐ کو بیشک

یہ اختیار تھا کہ کسی امر کی تفسیر اور وضاحت بحیثیت قرآن کے نازل کرائے اور خدا کو یہ اختیار تھا کہ چاہے اُس کی توضیح بہ حیثیت قرآن کے نازل کرے چنانچہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ رسولؐ تو رسولؐ کسی غیر رسولؐ نے بھی کسی امر کی تشریح رسولؐ سے چاہی ہے اور خدا نے اُسکے متعلق آیت نازل کر دی ہے اور یہ بھی خدا کا اختیار تھا کہ کوئی تفسیر بہ حیثیت قرآن کے نازل نہ کرے اور تفسیر کا اختیار رسولؐ پر چھوڑے اور اس واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ''رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں نہ تھا'' بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ کے نزدیک مسئلہ امامت قرآن میں تھا۔ جیسے کہ صلوۃ اور زکوۃ اور صوم و حج کا۔ مگر تفسیر اُس کی اختیار رسولؐ میں تھی اور رسولؐ نے اُسکی تفسیر کر دی۔ اور اسی وجہ سے جیسے کہ قرآن نص ہے ویسے ہی قول اور فعل رسولؐ کا۔

ملا محمد باقر مجلسی رح نے حیات القلوب کی جلد دو ذکر حجۃ الوداع میں بیشک یہ لکھا ہے۔ کہ ''پہلے بھی اس باب میں (نصب امیر المومنین بہ خلافت) وحی اُن حضرت پر نازل ہوئی تھی۔ لیکن وقت مقرر نہیں تھا اور تاکید نہ تھی اس سبب سے حضرت نے تاخیر کی کہ مبادا درمیان امت کے اختلاف حادث ہو۔ اور بعض اُن کے دین سے پھر جاویں'' یہ رائے اُس عالم موصوف کی خلاف اخبار نہیں ہے اور اُنھوں نے فوراً عمل میں نہ لانے کی وجہ ظاہر کی ہے۔ لیکن اُس کا نتیجہ یہ نہیں ہے۔ کہ ''رسولؐ اُس امر کی تبلیغ کو ٹالتے رہے تھے'' اگرچہ تبلیغ رسالت رسولؐ پر واجب تھی مگر جب ابتدائی

حکم فوری نہ تھا۔ تو اُس حکم کی تعمیل مین رسول ؐ کو ہر پہلو پر نظر کرنا ضرور تھا۔ کہ کیونکر اُس کو عمل مین لاوین اور جو اندیشہ کہ اُس کے عمل مین لانے سے پیدا ہو سکتا تھا۔ اُس کے متعلق فکر اور اپنی حفاظت کی استدعا خدا سے کرین اور جس وقت کہ حکم تاکیدی آیا اور وعدہ حفاظت کا کیا گیا اُس وقت فوراً تعمیل کی اُس سے یہ لازم نہین آتا ہے۔ کہ پیغمبر ؐ اُس کی تعمیل کو ٹالتے رہے بلا جس وقت کہ صلوۃ یا زکوۃ کا حکم آیا تھا۔ تو کیا یہ ہو سکتا تھا کہ پیغمبر ؐ اُسی وقت سے تعمیل اُن احکام کی اس طرح سے شروع کر دیتے کہ بندگان خدا ہر وقت بلا تعین وقت اور تعداد رکعات کے برابر نماز پڑھے جاتے۔ اور زکوۃ بلا قید سال اور بلا تعین نصاب کے دے جاتے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعین وقت اور تعداد رکعات معینہ اور نصاب سے پیغمبر ؐ نے حکم صلوۃ اور زکوۃ کو ٹال دیا۔ کہ بجاے اس کے کہ رات دن نماز پڑھی جاوے پانچ وقت مقرر کر دیے کہ جس مین چند لحظہ صرف ہوتے ہین اور بجاے اس کے کہ بعد اخراجات معمولی روزانہ و شبانہ کے جو کچھ بچے وہ زکوۃ مین دیدیا جاوے ایک سال کے قوت اور نصاب زکوۃ مال پس اندازہ پر مقرر کیا۔ اس کی نسبت معترض کہہ سکتا ہے کہ ان احکام کی تعمیل کو پیغمبر ؐ نے خوب ٹالا۔

اصول کافی کی کتاب الحجۃ مین باب ماعند الائمہ ؑ مین سلاح رسول الله ؐ مین بے شک امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت ہے کہ جب نزدیک ہوئی وفات رسول الله صلی الله علیہ و آلہ وسلم کی بلایا عباس ابن عبد المطلب اور امیر المومنین علیہ السلام کو اور کہا عباس

سے (آیا) لے گا تو میراث محمدؐ کی اور ادا کرے گا تو دین اُس کا اور پورا کرے گا تو وعدون کو اُس کے پس لوٹا دیا اُن عباس نے اُن پیغمبرؐ پر اور کہا یا رسول اللہ مین بڈھا کثیر العیال قلیل المال تاب نہین رہ سکتا تیزی حالانکہ تو برابری کرتا ہے۔ ہوا کی (یہ ایک محاورہ عرب کا کا ہے کہ تیزی اور مستعدی اور سخاوت کے محل پر بولتے ہین) پس سر تھوڑا لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر پھر فرمایا اے عباس آیا لیوے گا تو میراث محمدؐ کی اور پورا کرے گا اُس کے وعدون کو اور ادا کرے گا دین اُس کا پہر کہا اُن عباس نے میرے مان باپ تم پر فدا ہون مین بوڑھا کثیر العیال اور قلیل المال ہون ـــــ اور حالانکہ تو برابری کرتا ہے ہوا کی۔ فرمایا پیغمبرؐ نے آگاہ ہو بے شک کہ مین قریب سنہے کہ دون گا ایسے شخص کو کہ لے گا اُس کو کہ حقدار اُس کا ہے " مضمون اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بنظر اسکے کہ عباس چچا پیغمبرؐ کے تھے اور خاندان پیغمبرؐ مین مسن تھے۔ پیغمبرؐ نے بہ نظر مصلحت اور اتمام حجت۔ کے اس اندیشہ سے کہ مبادا بعد وفات پیغمبرؐ کے حضرت عباس علی مرتضی ع سے کسی قسم کا جھگڑا کرین عباس اور علی مرتضی ع دونون کو طلب کیا اور عباس کی نیت و ارادے کو بہ طریقہ اسلوب دریافت فرمایا اور حضرت عباس کے جواب سے انکار اُن کا ظاہر ہو گیا۔ یقین کرنا چاہیے کہ اگر حضرت عباس اقرار کرتے تو پیغمبرؐ اُن کو سمجھا دیتے کہ وہ مستحق اُس کے نہین ہین۔ جس کا وہ ارادہ کرتے ہین اور اُس کا مستحق وہ شخص ہی جو حضرت عباس کے ساتھ بُلایا گیا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی پیغمبرؐ نے فرما دیا کہ آگاہ

ہو کہ مین وہ اُس شخص کو دون گا کہ جو اُس کے لینے کا حق رکہتا ہے
اور کچہہ شبہہ نہین کہ پیغمبرؐ نے جو کچہہ بہ اصرار حضرت عباس سے
دریافت فرمایا وہ بہ نظر اتمام حجت اور قطع نیت اور ارادہ حضرت
عباس کے تھا تاکہ ہر کوئی جان جاوے کہ بعد پیغمبرؐ حضرت عباس
کا کسی چیز مین کوئی حق نہین ہے اور جس اندیشہ سے کہ پیغمبرؐ نے یہ امر
کیا تہا وہ بعد پیغمبرؐ وقوع مین آیا - کہ با این ہمہ حضرت عباس علی مرتضیٰؑ
سے جہگڑتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سامنے دونون
کے عہد خلافت مین گئے اور ناکام ہوئے - اور خلفاے بنی عباس
نے امر خلافت کو میراث پیغمبرؐ کا استحقاق اپنے دادا عم پیغمبرؐ مین قرار
دے کر ایک تدبیر سے اپنے اوپر قائم کر لیا اور اپنا مذہب اور مسلک
یہ قرار دے لیا کہ خلفاے ثلاثہ اور علی مرتضیٰؑ سب کے سب ناحق
تھے - حالانکہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ میراث پیغمبرؐ
لینے کی اور پیغمبرؐ کے دین ادا کرنے کی اور اُس کے وعدے کو پورا
کرنے کی لیاقت اور قابلیت اور اُس کا حق سوا ے علی مرتضیٰؑ کے
اور کوئی نہین رکہتا تہا - اور مقصود اس عمل پیغمبرؐ کا یہ ہی تہا کہ اس
امر کی لیاقت اور قابلیت اور حق علی مرتضیٰؑ رکہتے ہین نہ عباسؓ کوئی
اور - مصنف مخاطب جو اس روایت کا نتیجہ یہ بتاتے ہین کہ پیغمبرؐ کی
مرض موت مین نیت بدل گئی تھی - اور عباس کو اپنا وصی اور وارث
بنانا چاہتے تھے - اگر عباس وصی ہونا قبول کر لیتے تو یہ ہتھیار وغیرہ
اُنھین کو ملتے جو نشان امامت اور خلافت تھے " ایسا نتیجہ طرز بیان
اور مضمون حدیث کے صریح خلاف ہے - اگر حضرت عباس کا انکار نا دا...

ہوتا تو پیغمبرؐ ضرور اُن کو سمجھا کر اپنا وصی اور ولی امت کا مقرر کر دیتے لیکن پیغمبرؐ اُن کو مستحق وصایت اور ولایت نہیں سمجھتے تھے اس لیے پیغمبرؐ نے اُن کے انکار کے اظہار کے بعد یہ فرما دیا کہ "وہ حقدار کو یہ امور عطا فرمائیں گے" یہ ظاہر ہے کہ حضانت حضرت فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کی بوجہ شوہر ہونے علیؑ کے ۔ اور حفاظت حسنینؑ کی بوجہ والد ہونے علیؑ کے لامحالہ ذمہ علیؑ کے تھی اب طرف سے پیغمبرؐ کے حفاظت حقوق حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ کی بابت اور کوئی وصی مقرر کیسے ہو سکتا تھا؟ اور ایسے ہی کار امامت پیش پیغمبرؐ علیؑ کرتے تھے کسی اور کو حق ولایت پہونچ کیسے سکتا تھا؟ اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ روایت مؤید روایت طلب قرطاس اور دوات کے ہے کہ جو خود اہل سُنت کے یہاں بھی صحیح طور پر منقول ہوئی ہے ۔ پیغمبرؐ کو جو اندیشہ حیلہ اور حجت کا علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کے متعلق ۔ لوگوں کی طرف سے تھا اور اُس کے رفع کرنے کو پیغمبرؐ یہ ارادہ کرتے تھے کہ علی مرتضیٰؑ کی جانشینی کو ہر کوئی بلا حیلہ اور حجت کے قبول کرلے اور اُس کے سرانجام کے لیے جو تدبیر فرماتے تھے وہ بمقابلہ اہل خاندان پیغمبرؐ اور غیر اہل خاندان پیغمبرؐ دونوں کے لیے تھی اس لیے کہ وہ اندیشہ پیغمبرؐ کو خاندان اور غیر اہل خاندان دونوں کی طرف سے تھا ۔ اور سخت اندیشہ اس بات کا تھا کہ اہل خاندان غیر اہل خاندان سے اتفاق کر کے امر جانشینی علی مرتضیٰؑ کو درہم و برہم نہ کر دیں اسی لیے پیغمبرؐ نے اول حضرت عباسؓ مسن اہل خاندان سے اپنے امر خلافت اپنے کا کہ جس کی حضرت عباسؓ قابلیت اور لیاقت نہیں رکھتے تھے اُس روش سے جو روایت میں مذکور

ہے ترک ارادہ اور نیت کا اور انکار اُس کا ظاہر کرایا تاکہ بوجہ ترک
ارادہ اور نیت اور انکار بڑے بوڑھے خاندان کے اہل خاندان مین سے
بھی کسی اور کو جرأت اور موقع حیلہ اور حجت جانشینی پیغمبر علی مرتضی ع
کی نسبت نہ ہوسکی اور جب اہل خاندان مین سے ایسی جرأت نہو سکیگی
تو غیر اہل خاندان کو موقع حیلے اور حجت کا ہرگز نہ ہوسکے گا۔ جب پیغمبر
اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہوگئے۔ تب اُنھون نے غیر اہل خاندان
کے سامنے صرف اسی قدر کافی سمجھا کہ کاغذ و دوات منگا کر آخری وصیت
اپنی لکھا دین تاکہ پھر کسیکو موقع حیلے اور حجت کا اور مرضی پیغمبر سے اختلاف
کا باقی نہ رہے یقین کرنا چاہیے۔ کہ پیغمبر جو تدبیر اور کوشش کر رہے
تھے کہ علی مرتضی ع کی جانشینی مین کوئی حیلہ اور حجت پیدا نہ ہو۔ اُسی
ایک تدبیر اور کوشش کے متعلق یہ دو حصہ ہین۔ اول روایت متعلق
حضرت عباس کے اور دوسری روایت متعلق طلب قرطاس و دوات
کے۔ پس امامت علی ع کا حکم ایسا تھا کہ۔ رسول ع آخر وقت تک اُس
کے قائم کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ یہ کہنا مصنف مخاطب
کا وہ کہ امامت علی ع کا حکم ایسا تھا کہ رسول ع آخر وقت تک اُس کی
مخالفت کی کوشش کرتے رہے" صریح غلط قرار پاتا ہے۔ رسول ع کو
ہرگز خیال مخالفت حکم امامت علی مرتضی ع کا نہین تھا۔ اور نہ اُس خیال
رسول ع نے صحابہ کے دلون مین اثر کیا تھا۔ بلکہ صحابہ کے دلون مین
خود یہ خواہش تھی کہ خلاف مرضی پیغمبر ع کے حیلہ اور حجت سے خلافت
اپنی طرف منتقل کرلین اور خلاف اپنی خواہشون کے صحابہ کے دلون
مین حکم امامت علی ع کا اثر پیدا ابھی نہین ہوا تھا۔ کبھی دل سے اُنھون نے

امر امامت علی مرتضیٰ ع کو قبول ہی نہین کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مانع قرطاس و دوات کے ہوئے کہ بہ حالت آخری وصیت تحریری پیغمبر صلعم کے امر امامت علی مرتضیٰ ع مین کسی کو پھر موقع حیلہ اور حجت کا باقی نہ رہے گا اور اُس آخری وصیت تحریری کو شور غل مچا کر اور نزاع کو طول دے کر ٹال دیا۔ بخیال مخالفت حکم امامت علی ع کا مستحکم کرنے کے لیے رسول ص نے یہ امر تقدیری نہین سنا دیا تھا۔ کہ میرے بعد ابو بکر ع اور عمر ع پھر خلیفہ ہونگے الخ جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ بنظر موجودہ حالت زمانہ کے جانتے تھے کہ لوگ میری اور خدا کی مرضی کے موافق عمل نہ کرینگے اور جو کچھ کہ مین نے امر امامت اور خلافت علی مرتضیٰ ع کے لیے تبلیغ رسالت قولاً اور فعلاً کیا ہے اُس کو نہ مانین گے اور میرے آخر وقت تک کی کوشش رائگان جائے گی اور حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع خلیفہ بن بیٹھینگے۔ اسی وجہ سے پیغمبر ص نے وہ پیشین گوئی کی اور اُس پیشین گوئی مین مخالفت حضرات شیخین کی پیغمبر ص نے ظاہر کی ہے۔

لیکن حضرت ابو بکر ع اور حضرت عمر ع کا مخالف مرضی اور کوشش کے خلیفہ بن بیٹھنا ایسا امر تقدیری نہین تھا کہ جسپر وہ مجبور ہون۔ بلکہ وہ امر اُن کا اختیاری تھا اور اُسی اُن کے اختیار نے سیاہ داغ مخالفت پیغمبر ص کا اُنکی پیشانی پر لگا دیا۔ کوئی مسلمان ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی اختیار کرے تو وہ اُس امر کا ضرور مستوجب ہوگا جس کا کہ وہ بحالت ارتداد یا مخالفت ہدایت پیغمبر ص کی مستوجب ہو سکتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہ امر تقدیری وہی تھا بری نہین ہو سکتا

پس طعن قرطاس، میں جو الزام حضرت عمرؓ پر عائد کیا جاتا ہے اُس سے
بڑھکر امر ولایت کی تبلیغ میں رسولؐ پر کیونکر الزام عائد ہو سکتا ہے
جیساکہ مصنف مخاطب خیال کرتے ہیں پیغمبرؐ آخر وقت تک امر ولایت
کی تبلیغ اور تعمیل اور تشریح میں ایسی حیثیت سے کہ کسی کو موقع حیلہ
وحجت کا نہ رہے ۔ کوشش کرتے رہا ہے ۔ اور حضرت عمرؓ نے
اُسی آخری ہدایت پیغمبرؐ کی تشریح کو کہ موقع حیلہ وحجت کا باقی نہ رہے
حیلے سے اُس کی تعمیل کو روک دیا ۔ اس سے جو کچھ طعن قرطاس [illegible]
الزام ہے وہ حضرت عمرؓ پر عائد ہی آمر ولایت علی مرتضیٰؑ [illegible]
کی تعمیل اور سعی اُس کے قائم کرنے میں پیغمبرؐ پر کچھ بھی الزام نہ
عائد ہے نہ ہو سکتا ہے ۔ واقعہ طلب قرطاس و دوات میں جو پیغمبرؐ
کی نسبت لفظ ہجر کہا گیا ہے ۔ اُسکی نسبت معترض [illegible]
ہیں اور واقعہ کو یہاں سے لیتے ہیں کہ دو ۔ ایک فریق [illegible]
لاؤ دوسرا کہتا تھا کہ اس شدت مرض کے [illegible]
اُسوقت بعض لوگوں نے یہ کہا ۔
مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْا ۔ رسولؐ کا کیا حال ہے [illegible]
ہو گئے غور کرو ۔ واقعہ طلب قرطاس کے متعلق اہل سنت [illegible]
یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور مشکوٰۃ میں متعدد روایات [illegible]
مختلفہ ابن عباس سے منقول[1] ہوئی ہیں جن میں سے کسی میں فقہیہ

[1] بخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم کتاب الجہاد باب ہل یستشفع الیٰ اہل الذمۃ ۔ کتاب الخمس باب اخراج الیہود باب مرض نبی دو جگہ ۔ کتاب المرضیٰ مسلم کتاب الوصایا باب وصیت النبیؐ دو جگہ مشکوٰۃ ۔

قرطاس کی تفصیل ہے اور کسی مین اجمال لیکن نتیجہ مضمون مین سب متحد ہین اور اُن سب روایات کو جب یکجا پڑھا جاوے تو حاصل مضمون اُن کا یہ ہوتا ہے کہ جس وقت نزدیک ہوا زمانہ وفات پیغمبرؐ کا اُس حالت مین کہ گھر مین چند لوگ اور اُن مین حضرت عمر بھی تھے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ لے آؤ تم میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اُس کے تم گمراہ نہ ہوئیں کہا عمرؓ نے غلبہ کیا ہے پیغمبرؐ پر رنجوری اور دردمندی نے اور تمھارے پاس قرآن ہے۔ بس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا۔ پس اختلاف کیا اور جھگڑا کیا اُن لوگون نے اور نہین سزاوار تھا نبیؐ کے پاس جھگڑا بعضے کہتے تھے کہ نزدیک لے آؤ سامان کتابت اور بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ عمرؓ نے کہا تھا۔ اور کہا لوگون نے ہجر کیا یعنی ہجر کیا رسول اللہؐ نے اور ہجر کرتا ہے رسول اللہ اور کہتے تھے کہ کیا شان ہے نبیؐ کی آیا ہجر کیا اُس نے سمجھ لو پیغمبرؐ سے۔ جب جھگڑے کی باتین بڑھ گئین اور بیہودگی زیادہ ہو گئی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو۔ پس چلے گئے لوگ رد کرتے ہوئے پیغمبرؐ پر ابن عباس کہتے ہین۔ سخت مصیبت تھی ہر مصیبت سے جو کچھ کہ حائل ہوئی درمیان رسول اللہؐ اور اُن کی کتابت کے۔ ابن عباس یہ بھی کہتے تھے کہ مصیبت کا دن تھا دن پنجشنبہ کا اور پھر روئے یہانتک کہ آنسو اُن کے سنگریزون پر جاری ہو گئے ۱۱

ان روایتون مین یہ بھی منقول ہے کہ اُسی وقت پیغمبرؐ نے

تین وصیتین کین ایک اخراج مشرکین کے لیے جزیرہ عرب سے دوسرے جائزہ دینا سفیرون کو۔ تیسری وصیت سے راوی نے سکوت کیا ہے یا کہا ہے کہ مین بھول گیا۔"

ہجر کے معنی جدائی کرنے اور پریشان باتین کہنے بیمار کے ہین اور ہجور کے معنی سخن پریشان کرنے کے آتے ہین۔ خدا کا قول ہے
- ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا ای قالوا فیہ غیر الحق"

یعنی تحقیق کہ میری قوم نے ٹھہرایا اس قرآن کو غیر حق۔"

خاص لفظ ہجر کے کہنے والون کا نام اگرچہ ان روایتون مین مذکور نہین ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا نام بالتخصیص لیا گیا ہے کہ وہ اُن لوگون مین موجود تھے جو اُس گھر مین حاضر تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ غلبہ کیا ہے درد نے پیغمبرؐ پر اور تمھارے پاس قرآن ہے پس کافی ہے ہمارے لیے کتاب خدا جس کا صاف مقصود یہ ہے کہ پیغمبرؐ شدت مرض مین ویسی ہی پریشان باتین کرتا ہے جیسے کہ معمولاً انسان شدت مرض مین باتین کیا کرتا ہے۔ اور ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے۔ پیغمبرؐ غیر حق کتاب لکھنا چاہتا ہے جن لوگون نے کہ صاف ھجر کا لفظ پیغمبرؐ کی نسبت کہا انھون نے وہ لفظ باتباع معنے مظہرہ حضرت عمرؓ کے کہا۔ اور روایتون مین صاف منقول ہے۔ کہ بعضے وہی کہتے تھے کہ جو کچھ کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ پس مصنف مخاطب کے اس کہنے سے کہ لفظ ھجر کے کہنے والون کا نام معلوم نہین۔ کہ وہ کون کون تھے اور اگر اس عبارت

سے کوئی طعن پیدا ہو تو وہ کسی شخص خاص کی طرف منسوب نہین ہو سکتا۔" حضرت عمرؓ اس طعن سے بری نہین ہو سکتے۔ بلکہ جب اس حقیقت کو دیکھا جائے جو ہم نے ظاہر کی سراسر وہ طعن صرف حضرت عمرؓ کے ذمہ عائد ہوتا ہے اور اس مصیبت کے نازل کرانے کے باعث حضرت عمرؓ ہی ہوئے ہین۔ کہ جس مصیبت کو ابن عباس یاد کرکے ایسا روتے تھے کہ اُن کے آنسوون سے سنگریزے تر ہو جاتے تھے۔ اگر ہجر کے معنی جدائی کے لیے جائین اور کہنے والون کا یہ مطلب سمجھا جاوے کہ رسول اللہؐ جو ایسا فرماتے ہین۔ کیا آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا۔ اور ہم سے جدا ہو گئے" جیسا کہ مصنف مخاطب یہ ہی معنے لیا چاہتے ہین تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیغمبرؐ کے ارشاد کا اور یہ جواب اس ارشاد کے لوگون کے اس جواب کا ربط اور نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا کہ لے آؤ میرے پاس کاغذ اور دوات تاکہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز بعد اس کے تم گمراہ نہ ہو۔ اس ارشاد کا اگر لوگون نے درحقیقت یہ جواب دیا تھا کہ کیا اب آپ کی وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے تو جواب اسکے پیغمبرؐ یہ فرما دیتے کہ ہان میری وفات کا وقت قریب آگیا ہی اور مین تمسے جدا ہوتا ہون اور اسی واسطے مین تم کو ایسی کتاب لکھنا چاہتا ہون کہ بعد میرے تم گمراہ نہ ہو۔ اور اس کے بعد بالاتفاق کل مجمع پیغمبرؐ سے وہ کتاب لکھوا لیتا جس کو کہ پیغمبرؐ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نہین ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ بعد ارشاد پیغمبرؐ کے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے کہا" کہ پیغمبرؐ پر غلبہ رنجوری اور دردمندی نے کیا ہے۔ کافی ہے

ہمارے لیے کتاب خدا بس ہے یعنے اور کتاب لکھنے کو پیغمبرؐ ناحق کہتے ہین۔ اور اسی پر لوگون مین اختلاف اور جھگڑا ہونے لگا کہ بعض کہتے تھے کہ سامان کتابت کا لے آؤ اور بعض اُس کے خلاف تھے۔ بعضے جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا اُسی کی تائید کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ پیغمبرؐ نے ہجر کیا اور پیغمبرؐ کی شان کو سمجھہ لو کہ آیا اُس نے ہجر کیا ہے یعنے یہ گروہ حاضر کرنے سامان کتابت کا مانع و مخالف تھا ایسی حالت مین ہجر کے معنے بجز سخن پریشان اور قول ناحق کے اور کچھہ لیے جا ہی نہین سکتے۔

ہجر کے اس معنے مین کہ شدت مرض مین بیمار کی زبان سے جو باتین مشتبہ نہین جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین بلکہ پریشان اور بیہودہ اور ناحق نکلین اُس کی ایک قسم مصنف مخاطب یہ قرار دینا چاہتے ہین کہ وہ مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آوے یہ قسم ایجاد مصنف مخاطب نے کی ہے اہل لغت نے یہ معنی نہ کہین لکھے اور نہ ایسی قسم معنی ہجر مین داخل ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ ہجر کے معنے مین وہ قسم داخل ہو سکتی ہے۔ کہ جو غلبۂ مرض کے سبب سے عقل اور فہم مریض مین فتور آگیا ہو۔ اور اُس حالت مین وہ کچھہ کلام کرے۔ اور مصنف مخاطب جو قسم اُسمین داخل کرنا چاہتے ہین وہ یہ ہے کہ اُس مین مریض قصد صحیح سے کلام کرنا چاہے مگر زبان سے بہ وجہ کسی اور تعذر کے ایسی آواز نکلے جو سُننے والون کی سمجھہ مین اچھی طرح سے نہ آوے یہ صورت بوجھہ

نقص اور تعذر عضو ادا ے کلام کی ہوگی اور اسی واسطے نزد شیعہ
مین یہ شرط کی گئی ہے کہ پیغمبر اور امام ایسا نہین ہو سکتا جسکے
کسی عضو مین نقصان ہو۔ اور اگر یہ قسم بھی ہجر کے معنی مین لیجاوے
جس کا قصد مصنف مخاطب کرتے ہین تو یہ حالت پیغمبر پر طاری
نہین تھی اس لیے کہ پیغمبر نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ لے آؤ تم
میرے پاس کاغذ دوات تا کہ لکھدون مین تم کو ایک کتاب کہ ہرگز
تم بعد اُس کے گمراہ نہ ہوؤ۔ یہ کلام بلا اختلاف اور بلا تردد صاف
سمجھہ لیا گیا۔ کسی روایت مین یہ وارد نہین ہوا کہ یہ کلام پیغمبر
کا زبان خشکی غالب ہونے کی وجہ سے آواز ایسی نکلی جو سننے
والون کی سمجھہ مین اچھی طرح نہ آئی۔ اور کسی ایک شخص نے بھی
اس نوعیت سے اس کلام پیغمبر کو ظاہر کر کے اختلاف نہین کیا
اور بعد سننے اختلاف اور جھگڑے اور زیادتی بیہودگی کے پیغمبر نے
جو یہ فرمایا کہ چھوڑ دو مجھکو اُس حالت مین کہ جس حالت مین مین ہون
کہ وہ بہتر ہے اُس سے کہ جس مین تم مجھکو چاہتے ہو۔ اس کلام
کی نسبت بھی نہین کہا گیا ہے۔ کہ وہ حالت تعذر مین پیغمبر نے
کہا تھا اور اچھی طرح سمجھہ مین نہین آتا تھا۔ بلکہ کسی نے اس کلام پیغمبر
کو ہجر بھی نہین کہا اور جس کی مراد یہ تھی کہ وہ لوگ پیغمبر کے پاس
سے دور ہو جاوین اور اُٹھہ جاوین۔ اور اس کلام کو پیغمبر کے
پیغمبر کا کلام سمجھکر بہ غیر کسی خیال ہجر کے سمجھہ کر اُس کی تعمیل
لوگون نے کی اور پیغمبر کے پاس سے چلے گئے۔ اگر پیغمبر کے
اس کلام کو بھی ہجر سمجھتے یا ہجر ہونے مین تردد کرتے تو پیغمبر کے

پاس سے ہرگز نہ چلے جاتے اس حالت مین وہ قسم ہجر کی کسیطرح قرار نہین پاسکتی جو مصنف مخاطب قرار دینا چاہتے ہین۔

اسی وقت پیغمبرؐ نے وہ تین وصیتین بھی کی تھین جن کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ اور جن مین سے ایک وصیت کو راوی نے بیان نہین کیا۔ اور وہ وصیتین بھی اسی قصہ قرطاس مین منقول ہین کیا وجہ ہے کہ اُن وصیتون کو صحیح اور قابل عمل اسوقت تک سمجھا جاتا ہے۔ اور اُن کو ہجر نہین کہا جاتا۔ اور حسبنا کتاب اللہ پر عمل کرکے اُن وصیتون پیغمبرؐ کو کیون برحق قبول کیا جاتا ہے مصنف مخاطب بیہوشی مین بلا قصد معنی فرض کرکے یہ کلام اُس فریق کا ٹھہراتے ہین کہ جو لکھنے کا اصرار کرتے تھے یہ قصد مصنف مخاطب کا دیساہی بے محل ہے جیساکہ پیغمبرؐ کے ارشاد کو کچھ لوگون نے ہجر کہا۔ وہ فریق جو لکھنے کا اصرار کرتا تھا اگر یہ کہتا تھا (حالانکہ اُس نے ایسا نہین کہا) کہ کیون نہین لکھواتے کیا رسولؐ کی باتین بیہوشی کی ہین ایسا کہنا اُن کا اسی وقت مین ہو سکتا ہے کہ پہلے جب دوسری فریق یہ کہہ چکا ہو کہ وہ کلام پیغمبرؐ کا بوجہ غلبہ رنجوری اور درد کے ہے اور ہم کو کتاب خدا کافی ہے ہیتے اور کتاب کی حاجت نہین ہے اور پیغمبرؐ کا یہ کلام ناحق ہے۔

بالآخر مصنف مخاطب اپنی تاویلات کے خلاف فرض کرکے اُن لوگون کی نسبت کہ جنھون نے کلام پیغمبرؐ کو کلام بیہوشی کہا یہ لکھتے ہین کہ شاید اُنھون نے یہ خیال کیا ہوگا۔ کہ بیہوشی مین بلا قصد باتین کرنا عوارض مرض سے ہے۔ اور جس طرح مرض کے دوسرے عوارض

رسول ص پر طاری ہوتے ہین اسی طرح کلام بیہوشی کی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے - لیکن ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلینگی - پس اس کلام کی نسبت کلام بیہوشی کا لفظ اس وجہ سے اُن کی زبان سے نکل گیا کہ وہ اس کلام کو منافی شان نبوت نہین سمجھتے تھے یعنی رسول ص کا یہ فرمانا کہ کاغذ و دوات وغیرہ لاؤ مین ایسا مضمون لکھوا دون جو تم کو گمراہی سے بچاوے منافی شان نبوت نہ تھا - ہان ایسے کلام کا بلا قصد رسول ص کی زبان سے نکل جانا وہ جائز سمجھتے تھے پس اگر یہ ثابت ہوجاوے کہ حالت بیہوشی مرض مین اچھے کلام بھی بلا قصد رسول ص کی زبان پر نہین آتے تب اُن کی خطا ثابت ہوگی وہ معصوم نہ تھے اور رسول ص کی شدت مرض دیکھکر اس وقت بدحواس بھی تھے ! اللہ سے اُمید مغفرت ہے" یہ بیان مصنف مخاطب کا جو اُن کی حالت صحت مین بالقصد ہے اور جس مین ایک عجیب تاویل قرار دی گئی ہے کم اُس سے نہین ہے کہ جو بلا قصد کسی مریض کی زبان سے کلمات نکلین - یہ سچ ہے کہ بیہوشی مین مریض پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے کہ بلا قصد یا بے سمجھے باتین اُسکی زبان سے نکلتی ہین - لیکن اگر یہی کیفیت رسول ص پر بھی طاری ہوتی ہے - جیسا کہ مصنف قائل ہین تو پھر مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ "وہ ایسی باتین جو منافی شان نبوت ہون بیہوشی مین بھی زبان رسول ص سے نہین نکلین گی" ہماری سمجھ مین تو آتا نہین کہ رسول ص بیہوش بھی ہوا ور منافی شان نبوت کی کوئی بات زبان سے بھی نہ نکالے - ہماری سمجھ مین تو یہ آتا ہے اور آسکتا ہے کہ نبی یا تو

ایسا بیہوش ہو جاتے تھے کہ اون کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکے یعنی وہ قادر بات نکالنے
پر نہ ہونگے۔ اور یا بیہوش ہی نہیں ہوتا گو کتنی ہی شدت مرض کی ہو کہ بلا قصد اور منافی شان
نبوت زبان سے نکالے اس لئے کہ انبیا اور ائمہ کے دل و دماغ قدرت خدا
خاص وضع کے بناتی ہے پس یہ مسئلہ مسلمانوں میں مسلمہ ہونا چاہئے۔ اور میں جہان
تک خیال کرتا ہون مسلمہ ہے کہ پیغمبر جو کوئی کلام کرے وہ اوسکا کلام سمجھا
ہی نہیں جا سکتا [illegible] کلام [illegible] بیہوشی میں کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے [illegible]
ہر گاہ جس وقت تک پیغمبر کلام کرے وہ بیہوش نہیں ہے جس وقت کہ اوس کی زبان بند ہو جاتی
اور [illegible] کہ وہ بیہوش ہو گئے ہیں لوگون کی زبان سے ایسا لفظ کلام پیغمبر کی
نسبت نکل گیا کہ وہ کلام پیغمبر کی بیہوشی کا ہے۔ مگر وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت کے
نہیں سمجھتے ہیں۔ اور [illegible] درحقیقت مصنف مخاطب اس [illegible]
کہ اون لوگون کے ذہن میں یہ نقص تھا کیونکہ اگر وہ کلام پیغمبر بیہوشی اور بلا قصد تھا
تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ کلام منافی شان نبوت کے نہ تھا۔ کیا یہ امر قبول کیا جا سکتا
ہے کہ بلا قصد پیغمبر کلام کرتا۔ منافی شان نبوت کے نہیں ہے بلا قصد [illegible]
شخص باتیں کر سکتا ہے جس میں شائبہ جنون اور خلل دماغ کا ہو۔ اور [illegible] ایسا فعل
اوسکا فعل عبث سمجھا جائیگا جو منافی فعل حکیم کے ہے۔ ایسا ماننا پیغمبر کا کسی حالت میں وہ
بلا قصد کلام کرتا ہے۔ تو اوسکے قبول ماننے کے برابر ہے۔ اور جیسے کہ یہ نہیں مانا جا سکتا کہ
اچھے کلام ہی حالت بیہوشی میں بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں ویسے یہ بھی نہیں مانا جا سکتا
کہ حالت بیہوشی میں بیہودہ کلام بھی بلا قصد رسول کی زبان پر آتے ہیں۔ صرف یہ مانا جا سکتا ہے
کہ جب نبی بیہوش ہو جاویگا تب وہ کوئی کلام نہیں کریگا نہ اچھا نہ برا اور جب تک کہ وہ
کلام کریگا بیہوش نہیں سمجھا جاویگا۔ پس جن لوگون کی زبان سے کلام پیغمبر کی نسبت
کلام بیہوشی کا لفظ نکل گیا۔ اور وہ اوس کلام کو منافی شان نبوت بھی نہیں سمجھتے ہیں

تو اون کی نسبت یہ لازم آویگا کہ وہ شان نبوت کو سمجھتے تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ نبی کو کس
شان کا ماننا چاہئے اور کیا اوس کی شان سمجھکر ایمان لانا چاہئے۔ افسوس ہے کہ ایسے بزرگ
صحابہ جنہون نے خود پیغمبرؐ سے تعلیم پائی تھی۔ انہون نے اسقدر بھی نہین سمجھا کہ شان نبوت کیا
ہوتی ہے۔ اور نبیؐ پر ایمان کس شان سے لانا چاہئے۔ یہ اعتقاد کہ ایسا کلام کہ جو منافی شان
نبوت نہو۔ حالت بیہوشی مین بلا قصد رسولؐ کی زبان سے نکل جانا جائز ہے کسیطرح صحیح نہین
ہوسکتا اس لئے کہ اس امر کا فیصلہ کرنیوالا کون ہوسکتا ہے کہ وہ کلام بلا قصد رسولؐ کی زبان
سے نکلا۔ کلام پیغمبر کو بلا قصد کلام بیہوشی سمجھنا اور اوسکو منافی شان نبوت نہ سمجھنا۔ اور
ایسا اعتقاد رکھنا اوس قسم کی خطا نہین ہے۔ جو غیر معصوم سے اتفاقیہ ہو جایا کرتی ہے اور بعفو
ہین۔ بلکہ نقص ایمان نسبت رسولؐ کے ہے۔ اس نوعیت سے کہ درحقیقت رسولؐ کو رسولؐ نہین
مانا۔ ایسے لوگون کی نسبت اللہ سے امید مغفرت رکھنا ویسا ہی ہے کہ جنہون نے رسولؐ
کو رسولؐ نہین مانا۔ اور اونکی نسبت امید مغفرت رکھی جاوے۔ ہم ثابت کر چکے ہین کہ جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہین
کچھ لوگ بعد رسولؐ اپنے خلیفہ ہوجانے کی خواہش رکھتے تھے۔ اور نص خلافت حضرت علیؑ کو دل سے
بالقلب قبول نہین کرتے تھے۔ اور حیلون کی فکر کئے ہوئے تھے۔ اور رسولؐ خود ان امور کو
جانتے اور پہچانتے تھے اون کے حیلون کو قطع کرنے کی فکر اور تدبیر کرتے رہتے۔ وقت طلب
قرطاس رسولؐ کی شدت مرض دیکھ کر بدحواسی مین اون لوگون کی زبان سے یہ کلمہ نکلنا کہ
کلام پیغمبرؐ حالت بیہوشی کا ہے۔ کسیطرح سمجھا نہین جاسکتا بلکہ شدت مرض پیغمبرؐ کی دیکھکر اس یقین
نے کہ مخالف مرضی پیغمبرؐ کے پوری ہونے آرزوئے خلافت کا وقت قریب آگیا ہے اون کے حواس یکجا
کو جمع کردیا تھا۔ اور اوسی جمعیت حواس سے کلام پیغمبرؐ کو حالت بیہوشی کا کہہ دیا تاکہ وجہ تحریر کی
نہونے اوس کتابت کے جو پیغمبرؐ لکھوانا چاہتے تھے اون کی خواہشات خلاف مرضی پیغمبرؐ کے
پوری ہو جاوین۔ اور اون کے حیلے قائم رہین۔ انہون نے اپنے کامل حواس سے
یہ سمجھ لیا تھا کہ پیغمبرؐ کے کلام کو حالت بیہوشی کا ظاہر کرنا اسی مرض موت پیغمبرؐ کو وقت نہایت

درست ہے۔ کہ جس کے بعد پیغمبر کی جلد وفات ہو جائیگی اور پیغمبرؐ کو موقع تکذیب مخالفون
کا نہ ملیگا۔ غور کرنا چاہئے کہ یہ امور جمعیت حواس کے ہین یا بدحواسی کے۔ اگر وہ لوگ بدحواس ہوتے تو
ہرگز ایسا کوئی کلمہ اون کی زبان سے نہ نکلتا اسلئے کہ محبت رسولؐ کی مقتضی اس کے تھی کہ کوئی
کلمہ اون لوگون کی زبان سے صادر نہ ہوتا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس بدحواسی مین کہ جو
مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین۔ رسولؐ کے کلام کی اطاعت کا خیال بھی اون کے سینون
سے محو ہو گیا تھا۔ مین مصنف مخاطب کو اس کہنے پر کہ وہ کلمہ لوگون کی حالت بدحواسی
[illegible] تھا جسکی روسے انہون نے کلام پیغمبر کو بیہوشی کا ظاہر کیا۔ آفرین کہتا ہون کہ جن
لوگون نے پیغمبر کے کلام کو بحالت بیہوشی کا ظاہر کیا خود اون لوگون کے کلام کو مصنف
مخاطب نے بیہوشی کا ظاہر کر کے خوب اون لوگون سے پیغمبر کا بدلا لیا لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے
کہ اون لوگون کا کلام بوجہ بدحواسی کے جب قابل لحاظ نہ ٹھیرے گا تو اوس کا نتیجہ یہی
ہونا چاہئے کہ بلا اختلاف پیغمبر جو کچھ چاہتے تھے وہ ہونا چاہئے تھا۔ اور پیغمبرؐ جو کچھ چاہتے
تھے وہ یہی ہو سکتا ہے جس کو از روئے تحقیق ہم اوپر بیان کر چکے ہین۔ یعنے علیؑ مرتضیٰ کی
جانشینی ایسی حیثیت سے قائم کر دینا۔ کہ جس مین پھر کسی کو جائے دم زدن نہ ہو۔
بدحواسی اون لوگون کی جنہون نے پیغمبرؐ کے کلام کو بیہوشی پیغمبرؐ کا کلام کہا ایک ایسا
تازہ مضمون ہے کہ [illegible] قضیہ قرطاس سے مصنف مخاطب کے زمانہ تک کسیکی زبان پر
نہین آیا۔ اور نہ ابتک کبھی [illegible] اون لوگون کے لئے معافی خدا سے مانگی۔ مصنف مخاطب کی یہ
ایجاد تازہ اگرچہ بہ تائید تدبیر منع قرطاس کے ہے مگر اوسی حیثیت سے ہے کہ جیسی یزید کے
اوس کے طرفدار [illegible] اپنے افعال پر پشیمان ہونے سے امید مغفرت رکھتے ہین۔ اور جب یہ
لوگ [illegible] بدحواسی کا [illegible] تو ان مین سے کوئی بھی قابلیت خلافت کی نہین رکھ سکتا تھا۔
مصنف مخاطب نے روایت جرح پر حاشیہ بڑھایا تھا اوسکی حقیقت مین دکھا چکنے کے
بعد پھر اصل متن کی طرف متوجہ ہوتا ہون۔ اون کے متن مین موقع وہی ہے کہ

جہان وہ انبیا اور معصومین کو غلط قیاس قرار دے رہے ہین تا اگر بی بی عائشہ کو غلطی قیاس مین
دیکھو مصنف مخاطب نے الزام غلطی قیاس کا بی بی عائشہ پر لگایا ہی جہان بحث غضبناکی
و ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا پر شروع کی ہے اہم مرتبہ انبیا اور معصومین
کا بنا دین اور انبیا اور معصومین کو درجۂ عصمت سے کھینچ کر درجہ تنزل غیر عصمت مین لائین
مصنف مخاطب روایت جرح کے بعد غیر صحیح قیاس کی مثال یون دیتے ہین کہ سیدہ
کو یہ یقین ہوگیا کہ علی باوجود قوت کے میری مدد نہین کرتے اور غیض و غضب مین
وہ مضمون ارشاد فرمایا کہ جسکا ترجمہ حق الیقین مین اول منقول ہے۔

ہم چنین در رحم الخ۔ حالانکہ جناب سیدہ کا یہ خیال یہ گمان حضرات شیعہ صحیح نہ تھا کہ
یہ روایت منقولہ حق الیقین وہی روایت ہی جس سے مصنف مخاطب نے بہ نوع دگر استدلال کیا تھا
اور جس کی حقیقت ہمنے جلد ایک صفحہ بارہ ستمبر ۱۸۹۹ء نمبر ۳ حرف جیم کی شروع مین
دکھا دی ہے۔ یہ روایت صاحب کتاب حق الیقین نے کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری
سے لی ہی جو علماء ثقہ اہلسنت سے ہین۔ تاہم اوسمین کوئی غلط قیاس جناب سیدہ کا
مرقوم نہین ہے جناب سیدہ کا یہ یقین بہی ٹھیک تھا کہ علی مرتضی نے شجاعان زمانہ کو خاک
ہلاکت مین ملا دیا اور یہ یقین بہی ٹھیک تھا کہ وقت ضبطی فدک کے علی مرتضی گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ اور
یہ یقین بہی ٹھیک تھا کہ پسر ابو قحافہ نے بخشش پدر سیدہ اور معیشت اون کے فرزندون کی
اوسنے لی اور باواز بلند مخاصمہ کیا۔ اور یہ یقین بہی جناب سیدہ کا ٹھیک تھا کہ انصار جناب سیدہ
کی یاری نہین کرتے تھے اور مہاجرون نے اپنی آپ کو ایک طرف کر لیا تھا۔ اس سے زیادہ
مضمون اوس روایت کا اور کچھ مفہوم نہین ہے۔ ہان سیدہ علی مرتضی کو جوش
دلاتی تھین کہ وہ تلوار کھینچین۔ تو یہ امر ایسا تھا کہ خود علی مرتضی نے اسپر غور اور فکر کی تھی
جیسا کہ انہون نے خطبۂ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔ کہ مین سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون
یا انہون کے اندھا دہند پر صبر کرون اور بالآخر اون کی رائے صبر کی قرار پائی

چنانچہ اس روایت میں ہی خطاب جناب سیدہ کا یہ جواب دیا کہ صبر کرو اور آتش خشم کو بجھا دو۔
دختر پیغمبر گزیدہ تعالیٰ میان [illegible] سستی امر دین اپنے میں نہیں کی [illegible] سے
میں مامور تھا عمل میں لایا۔ اور جس قدر کہ میرا مقدور تھا طلب حق اپنے سے کوتاہی نہیں کی ؟؟ اس
مضمون روایت سے کوئی غلط قیاس کرنا جناب سیدہ کی نسبت ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کہیں
شیعوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال صحیح نہیں تھا۔ تعجب ہے کہ مصنف مخاطب نے
کہاں سے یہ بیان کیا ہے کہ جناب سیدہ کا یہ خیال بہ گمان حضرات شیعہ کے صحیح نہیں تھا؟ اور
اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ مصنف مخاطب انبیا اور معصومین کا غلط قیاس اپنے زعم میں دکھاتے
ہیں اور اس مثال میں وہ خلاف واقع غلط گمان شیعوں کا دکھانے لگے۔ مصنف مخاطب ایک مثال
غلط فہمی اور غلط قیاس علیؑ مرتضے کی جسکو پہلے نکتہ چینوں نے بھی علی مرتضے کی غلطی قرار دیا ہے
یوں دکھاتے ہیں کہ "جب جناب امیرؑ خلیفہ ہوئے۔ تو جن بلوائیوں نے عثمان کو قتل
کیا تھا وہ یکایک اون پر ایسے مسلط ہوئے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ میں بالکل مجبور
تھے اسی وجہ سے نہ قتل عثمان کا قصاص لے سکے نہ اوس مفسد گروہ کو کچھ سزا دے سکے
اس جماعت کی کثرت دیکھ کر جناب امیرؑ نے اون کی قوت بڑی سمجھ لی تھی اور اپنے آپ کو اون کے
مقابلہ میں عاجز سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے جو کچھ وہ چاہتے تھے جناب امیرؑ کو بہ مجبوری وہی کرنا
پڑتا تھا حالانکہ یہ خیال جناب امیرؑ کا خلاف واقع تھا۔ اگر جناب امیرؑ حسن تدبیر سے اون کو
دفع کرنا چاہتے تو مفسد گروہ بہت جلد پریشان ہوجاتا"
مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی تائید کلام علےؑ مرتضیٰ سے کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا شروع
یہ ہے۔ ومن کلام لہ علیہ السلام بعد ما بویع بالخلافتہ اور اوس کلام کے ایک حصہ
کا یوں ترجمہ کرتے ہیں "اور جناب امیر علیہ السلام کا کلام ہے اوسوقت کہ جبکہ اون سے خلافت
کی بیعت کی گئی اور اون سے صحابہ کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ جن لوگوں نے عثمان پر بلوہ کیا
تھا اگر اون میں سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے

میرے بھائیو مین ناواقف نہین ہون اس سے جو تم جانتے ہو" یہان مصنف مخاطب یہہ فائدہ لکھتے ہین "یعنے جسطرح تم جانتے ہو کہ یہہ لوگ سزا دینے کی لائق ہین۔ مین بھی یہی جانتا ہون اور اسی خیال مین ہون۔ شرح میثم مین لکھا ہے کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کے دل مین تھا کہ کسیطرح اون کو سزا دون" پھر ترجمہ کلام علی مرتضیٰ کا یہہ کیا ہے "اور لیکن مجھہ مین قوت کہان ہے اور بلوہ کرنیوالی جماعت اپنی پوری قوت پر ہے کہ وہ ہمپر قابو رکھتے ہین اور ہم اون پر قابو نہین رکھتے بیشک جمع ہوگئے ہین اونہین غلام تمہارے اور مل گئے ہین اون کے ساتھہ صحرائی لوگ اور وہ تمہارے درمیان مین ہین مجبور کرتے ہین۔ (باعتبار لغت ترجمہ ہونا چاہئے "دھمکاتے ہین") تمکو جس امر پر چاہتے ہین کیا دیکھتے ہو تم کوئی موقع قدرت کا اس کام پر جس کا تم ارادہ کرتے ہو"

مصنف مخاطب نے کلام علی مرتضیٰ کا آخری حصہ ترک کردیا ہے۔ جو اون کے استدلال کی نوعیت کو جڑ سے اوکھاڑتا ہے۔ اوس کا ترجمہ یہہ ہے۔

"اور بالتحقیق یہہ امر جاہلیت کا ہے اور بیشک واسطے اس قوم کے مادہ ہے۔ تحقیق کہ لوگ اس امر مین جسوقت کہ تحریک کی گئی اوپر امور کے متفرق ہوگئے۔ فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے رکھتے ہو۔ اور فرقہ ہی کہ رائے رکھتا ہے جو کچھ کہ تم رائے نہین رکھتے۔ اور فرقہ ہے کہ نہ رائے رکھتا ہے یہہ نہ وہ۔ پس صبر کرو تم یہان تک کہ سکون پاجاوین لوگ (اسے فتنہ سکون پاجاوے) اور ٹھہر جاوین قلوب اپنے مواقعہ پہ اور لیوین حقوق آسانی سے پس تسکین لو مجھہ سے اور انتظار کرو کہ کیا حکم ہوتا ہے میرا تمکو۔ اور نہ کرو کوئی فعل کہ پست ہوجاوے قوت اور ساقط ہوجاوے توانائی اور پیدا ہوجاوے سستی اور ذلت۔ اور قریب زمانہ تک روکتا ہون مین امر کو جب تک کہ رک سکے۔ اور جسوقت کہ نہ پاؤنگا مین کوئی چارہ پس آخری دوا داغ ہے" مصنف مخاطب تشریح اپنے استدلال کی یون کرتے ہین کہ "

شرح میسم مین لکھا ہے۔ کہ قتل عثمان کے قصاص نہ لینے کا عذر جناب امیر کیطرف سے یہی تھا۔ کہ پوری قدرت حاصل نہ تھی۔ جناب امیرؑ کی اس غلط فہمی کی۔ کہ قاتلان عثمان کے مقابلہ مین عاجز اور مغلوب سمجھ لیا تھا۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ۔ انہین کے دھمکیون کی وجہہ سے مدینہ سے نکلے۔ انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہوگئی تھی۔ مگر انہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیرؑ کے لڑائی چھیڑ دی۔ اور کشت و خون شروع کردیا جسکی وجہہ سے چارو ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا۔ امیر معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اونین بھی بناء مخاصمت یہی تھی۔ کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ اگر جناب امیرؑ ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا نہ ہوتے اور اون کو سزا دینے کا قصد مصمم کرلیتے تو یہ ناگوار حوادث جو واقع ہوئے ہی پیش نہ آتے۔ اور مسلمانونمین باہم کشت و خون نہ ہوتا طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہ بطرح مطیع خلفاء ثلثہ کے رہے۔ جناب امیرؑ کے بھی رہتے اور جناب امیرؑ کی خلافت کی وہ حالت نہ ہوتی جو ہوئی۔ افسوس کہ جناب امیرؑ اون مفسد بلوائیون کو ساتھ لیکر بصرہ مین طلحہؓ اور زبیرؓ اور صفین مین معاویہ سے لڑے اور یہ نہ کیا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو لیکر اون بلوائیون سے لڑتے۔ اس کیوجہہ یہی غلط فہمی تھی کہ جناب امیرؑ نے اپنے آپ کو اونکے ہاتھون مین بالکل مجبور سمجھ لیا تھا۔"

مصنف مخاطب نے اس موقع پر یہ مثال غلط قیاس علیؑ مرتضیٰ کی دیکھائی ہے اوسمین کہین تاریخی واقعات غلط دیکھاتے ہین اور کہین غلط ترتیب واقعات اور اوس کی تقویت سے نتیجہ نکالا ہے۔ اگرچہ وہ واقعات تاریخی ہمارے رسالہ جات روشنی مین جابجا حسب موقع بقدر ضرورت مذکور ہوچکے ہین۔ مگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعد وفات پیغمبرؐ ترتیب مختصر واقعات تاریخی متعلق خلافت کے اور شروع برہمی خلافت حضرت عثمانؓ اور انکے

قتل کی دیکھا کر اور نتائج صحیح نوعیت سے نکال کر بتائین کہ علی مرتضیٰ نے جو کچھ اپنے کلام مین فرمایا ہے اوسکے موافق کوئی نکتہ چینی نہ علی مرتضیٰ پر ہو سکتی ہے نہ انہون نے کوئی غلط قیاس کیا۔ جو کچھ انہون نے کیا اور کہا اوس سے بہتر کوئی شخص کچھ کر سکتا تھا اور نہ کوئی کچھ کر سکتا تھا اور اونکے قول و فعل پر جو کوئی نکتہ چینی کرے وہ درحقیقت قول و فعل پیغمبرؐ پر نکتہ چینی کرنیوالا ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے جنازۂ پیغمبر کو چھوڑ کر اور انصار نے شرکت جنازۂ پیغمبر سے تعین خلیفہ مقدم جانکر سقیفۂ بنی ساعدہ مین جھگڑا کیا جسمین حضرت ابوبکرؓ کا تعین خلافت ہو گیا اور جسکا اتباع آہستہ آہستہ ہوتا گیا وقت وفات ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے لئے استخلاف کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اہل شوریٰ مقرر کئے کہ اوس مجلس مین حضرت عثمانؓ خلیفہ قرار پاگئے۔ لیکن علیؑ مرتضیٰ شروع سے ان خلفا کے تعین و تقرر کے مخالف اور اون کے تقرر کو بے محل اور اپنا استحقاق برابر ظاہر کرتے رہے۔ مگر انہون نے اول خلافت عثمان پر حملہ کرنے سے سکوت و صبر اختیار کیا۔ حضرت عثمانؓ سے اپنے زمانۂ خلافت میں ایسے افعال اور اعمال ظہور مین آئے۔ کہ جن مسلمانون نے اون کی خلافت کو قبول اور اونکا اتباع کیا تھا وہی مسلمان اونسے برگشتہ اور اون کے مخالف ہو گئے۔ یہان تک کہ بی بی عائشہ ترغیب قتل عثمانؓ کی دینے لگین۔ اور طلحہ اور زبیر کوشش قتل عثمانؓ مین کرنے لگے[1] اور حضرت معاویہؓ کو جسوقت کہ حضرت عثمانؓ نے طلب کیا تو وہ نہ آئے جسکا مطلب یہی ہے کہ اگر حضرت معاویہ مدد حضرت عثمانؓ کے لئے چلے آتے تو حضرت عثمانؓ پر واقعۂ قتل نہ گذرتا۔[2] اول اول جو مخالفت کا اجتماع ہوا اوس مین اکثر لوگ مدینہ اور کوفہ اور مصر کے تھے۔ اونکا قصد اصلاح اور عزل خلیفۂ وقت کا تھا جسمین علیؑ مرتضیٰ متوسط بنائے جاتے تھے اور وہ حضرت عثمانؓ کو نصیحتین کرتے تھے

[1] و [2] تاریخ اعثم کوفی جنگ جمل ۱۲

لیکن مراد اس مین حکم جو خلیفہ وقت پر اپنا سکہ بٹھانے ہوئے تھے۔ اور لیکن جن علی مرتضی کا دل بہ حضرت عثمانؓ کے نہین ملتے دیتے تھے۔ بالآخر ایسے واقعات پیش آئے اور خاص مسلمانون کو ایسا جوش پیدا ہوا کہ نوبت قتل حضرت عثمانؓ کی ہوئی۔ اس کے بعد علی مرتضے پر جو عزلت اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور قبول خلافت سے بدولی رکھتے تھے تمام اکابر اور غیر اکابر صحابہ اور حاضرین مدینہ بلوائیون اور غیر بلوائیون کا اتفاق اور ہجوم علے مرتضی پر ہوا۔ عام اس کہ رضائے باطنی کسی کی ہو یا نہو۔ یہ سب مسلمان جنمین اعیان و اشراف مہاجر و انصار تھے بیعت کرنے پر تیار ہوے۔ اور علی مرتضی کیطرف دوڑ پڑے۔ اور عہد بیعت مین نصرت اور مددگاری کا امر مضمر ہوتا ہے۔ ایسی حالت مین علی مرتضی نے خلافت کو قبول کر لیا۔ جب علی مرتضے خلیفہ قبول کر لئے گئے اور اون کے خلیفہ مقرر ہو جانے کی شہرت ہو گئی تب اون لوگون نے کہ جنہون نے علی مرتضی سے بیعت نہین کی تھی جیسے عبد اللہ بن عامر کہ حضرت عثمانؓ کیطرف سے امیر بصرہ تھا۔ اور حضرت معاویہ جو امیر شام تھے۔ اور اون لوگون نے کہ جنہون نے بیعت علی مرتضی سے کر لی تھی جیسے طلحہ اور زبیر کہ ایسے لوگون نے کہ اونمین سے خواہش اپنی خلیفہ ہو جانے کی رکھتے تھے۔ علی مرتضی کی خلافت مین خلل ڈالنا چاہا چنانچہ طلحہ اور زبیر نے بی بی عائشہ زوجہ رسولؐ کو جو سالی حضرت زبیر کی تھین اپنے ساتھ وہی کا سرتاج بنا کر باتفاق عبد اللہ بن عامر اور عبد اللہ خزرجی والئی مکہ معہ گروہ اپنے اپنے کے متوجہ بصرہ کے ہوئے اور طلب خون حضرت عثمانؓ کا علی مرتضے سے حیلہ اختیار کیا اور اصلی مقصد ان لوگون کا یہ تھا۔ کہ خلافت علی مرتضی کے ہاتھ مین نہ رہے۔ دوسری جگہ قائم ہو جاوے۔ جب بی بی عائشہ کی سرتاجی سے حضرت طلحہ اور زبیر معہ لشکر فراوان بصرہ کو تشریف لیگئے تاکہ بصرہ پر اپنی امارت قائم کر کے خلافت علی مرتضی مین فتور ڈال دین تب علی مرتضی نے اونکا تعاقب کرنا چاہا تاکہ اون لوگون کی اصلاح کر کے اون کو راہ راست پر لا دین وقت تعاقب کرنے کے علی مرتضی نے اہل مدینہ سے معاونت چاہی۔ کچھ نے آپ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ اور کچھ نے مخالفت کی۔ اور کہا کہ ہم نے

علی کو نصیحت کی تھی کہ قاتلان عثمانؓ پر سیاست کرے تاکہ کوئی دشمن نہ ہو سکے۔ لیکن علی
مرتضیٰ نے قاتلان عثمانؓ کو سزا دینا چاہا تھا۔ مگر نہ کوئی مدعی حاضر ہوا نہ گواہ۔ علی مرتضیٰ
نے قصد سپاہ مخالف کا کیا۔ ابو لیلیٰ بن عمرو بن جراح اور عبد اللہ ابن عباس اور عمر بن [illegible]
[illegible] اور ابو قتادہ انصاری اور ابو الہیثم تیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت
ذو الشہادتین ساتھ تھے اور موضع ذی قار میں ٹھہر کر اپنے فرزند حسنؓ اور عمار یاسر کو کوفہ
روانہ کیا لشکر کوفہ کو جمع کریں اور بصرہ میں لے آویں کہ [illegible] خبر پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر
نے بصرہ میں شیعیان علی کو قتل کر ڈالا اور عثمان بن حنیف عامل علی [illegible] نکال دیا تھا
اس کے کہ اوس کے عزیز و اقربا خاموش نہیں رہینگے۔ اور اوسکی ڈاڑھی اور [illegible]
تھیں۔ جب امام حسنؓ اور عمار یاسر نے جامع مسجد کوفہ میں لوگوں کو جمع کیا اور [illegible] ابو موسیٰ
اشعری نے کہ عامل کوفہ تھا لوگوں کو منع کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ جدال و قتال [illegible] عمار یاسر
نے اوس کو چپ کیا اور شیعیان علیؓ مستعد بہ جنگ ہو گئے۔ اوسوقت [illegible] اشعری نے کہا
کہ عائشہ نے مجکو لکھا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنی طرف ملا لوں وہ اپنی گہروں میں بیٹھے رہیں۔ آخرکار
کوفہ کے لوگوں نے حسنؓ اور عمارؓ کی بات قبول کی اور کئی ہزار مرد جمع ہو گئے اور علیؓ مرتضیٰ کی
خدمت میں آئے۔ علیؓ مرتضیٰ اوس میدان سے کوچ کر کے لشکر عائشہ کے مقابل خیمہ زن
ہوئے۔ اور ایک خط بنام طلحہ و زبیر کے لکھا جسمین اون کی عہد شکنی اور مکر سے آگاہ
کیا اور یہ کہ وہ اپنی تدبیر اور اندیشہ سے باز آئین اور یہ کہ قتل عثمانؓ کی تہمت سے مین پاک
ہون۔ اہل مدینہ کو جو اسوقت میرے اور تمہارے موافقت مین نہیں ہین پیچ کر دو کہ وہ
لوگ واقعی گواہی دین کہ میری طرف سے کس کس نے قتل عثمانؓ مین سعی کی ہے جرم اوسکا
معلوم ہو جاویگا۔ اور عثمان کے خون مین جسنے جسقدر سعی کی ہو گی کہل جاویگی۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے
فرزندان عثمانؓ میری خلافت پر اقرار کرین اور اون کو میرا فرمان بردار ہونا لازم ہے۔
اس کے بعد جن لوگون پر اون کو اپنے باپ کے خون کا دعوے ہو میرے حضور مین کرنا واجب

نہ تھا کہ مطابق عدالت اور حکم شریعت کے اس قصہ کا تصفیہ کیا جاوے [illegible]
خون عثمانؓ سے کیا واسطہ ہے۔ اور ایک خط بنام بی بی عائشہ کے لکھا کہ تو خدا اور
رسول کی گنہگار ہوگئی کہ تو گھر سے باہر نکل آئی۔ تجھے اوس کام کے سرانجام دینے کی
ضرورت ہے جس سے خدا نے عورتون کو سبکدوش کیا ہے۔ عورتون کو لشکر کشی کرنے
اور مردون مین اصلاح کرانے سے کیا واسطہ۔ تونے جو مشہور کر رکھا ہے کہ خون عثمان
کا عوض چاہتی ہے تو تجھے اور عثمان مین کیا عزیز داری اور قرابت داری ہے لیکن
جنگ شروع ہونے سے پیشتر علیؓ مرتضیٰ کی کوشش اصلاح مین اس قدر کامیابی ہوئی کہ حضرت
زبیر نے ہدایت علیؓ مرتضیٰ کے اثر سے ارادہ قتال علیؓ مرتضیٰ سے ترک کرکے اپنے لشکر
کو چھوڑ دیا۔ اور لشکر سے علیحدہ ہوکر ایک ایسے مقام پر پہونچے جہان دھوکہ مین وہ قتل
ہوگئے۔ مگر بی بی عائشہ کے دل پر جنگ [illegible] اور عبداللہ بن زبیر نے اور اون کی [illegible]
نے اور حضرت طلحہ نے جنگ سے ہاتھ نہ اوٹھایا اور لڑائی شروع کردی اور جسمین آخرکار
وہ مغلوب ہوئے یہہ معاملہ بی اوسی قتال مین ہوئی جو جنگ جمل کے نام سے مشہور ہے
اور جسمین حضرت طلحہ بھی حضرت مروان کے تیر سے جو شریک لشکر اون کے تھے قتل
ہوگئے۔ علی مرتضیٰ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال مخصوص واسطے ضبط ممالک خلافت
کے معین کئے۔ اور اسی عرصہ مین ادھر اودھر سے ایسے لوگ جو علیؓ مرتضیٰ سے عناد
رکھتے تھے یا ناخوش تھے یا دل سے اون کی اطاعت پسند نہین کرتے تھے حضرت معاویہؓ
کے پاس پہونچ گئے اور حضرت معاویہ نے جزیرہ عرب سے بیعت لے کر اپنا خراج گذار
بنایا۔ علیؓ مرتضیٰ نے مالک اشتر کو حاکم اون دیار کا مقرر کرکے بھیجا۔ کہ مالک اشتر [illegible]
[illegible] حضرت معاویہؓ کو [illegible] حضرت معاویہؓ نے تیاریان شروع
کین [illegible] علیؓ مرتضیٰ سے جنگ و جدال کیا [illegible] اور اس درمیان مین باہم علیؓ مرتضیٰ اور
حضرت معاویہؓ کے نامہ و پیام جاری ہوئے۔ علیؓ مرتضیٰ یہ چاہتے تھے کہ حضرت معاویہ علیؓ مرتضیٰ کی خلافت

کو قبول کریں اور سرکشی سے باز آویں۔ لیکن حضرت معاویہ باز نہ آئے اور مستعد جنگ کے ہوگئے اور بمقام صفین جنگ ہوکر یہ وقت قریب آگیا کہ حضرت معاویہ بھی مغلوب ہو جاویں یعنے بعد جنگ لیلۃ الحریر کے علی مرتضی نے اپنی لشکر کے سرداروں سے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ بات تمہاری اور تمہارے دشمنوں کی کس مرتبہ کو پہونچ گئی ہے۔ اور اونسے سوائے دم آخر کے کچھ باقی نہیں رہا کلیہ مشغول جنگ میں ہو تا کہ خدا حکم کر دے درمیان ہمارے اور وہ خیر الحاکمین ہے۔ جب دوسرے روز جنگ شروع ہوئی۔ تو بموجب اوس مشورہ کے جو شب میں باہم عمرو عاص اور حضرت معاویہ کے ہو چکا تھا سارے پانسو قرآن نیزوں پہ باندھ کر پیش لائے گئے اور یہ پکارا گیا کہ اے گروہ عرب برائے خدا اپنی اولاد اور بچوں پر رحم کرو۔ اگر جنگ کو نہ بند کروگے۔ روم و فارس کے عرب تمہارے بچوں اور زمین پکڑ لیجائینگے اشعث بن قیس کی شب کو یہ رائے قرار پا چکی تھی کہ اگر کل لڑائی ہوگی۔ عرب گردنوں کو دھوئیں اوڑا دینگے اور اہل و عیال اون کے جاتے رہینگے۔ اہل عراق میں سے کردوس بن ہانی بکری نے کہا۔ کہ قرآنوں کا بلند کرنا مکر و نفاق ہے۔ سفیان بن ثور بکری نے کہا کہ پہلے ہم نے کتاب خدا کیطرف کو اون کو بلایا تھا اور وہ نہیں آئے تو اونکا خون ہمپر حلال ہو گیا تھا اب وہ ہم کو کتاب خدا کیطرف کو بلاتے ہیں ہم اگر قبول نہ کرینگے تو ہمارا خون اونپر حلال ہو جاویگا۔ خالد بن معمر او حسین بن منذر نے کہا کہ رائے علی کی صائب تر ہوگی۔ علی مرتضی نے فرمایا کہ میں سزاوار تر ہوں کتاب خدا کے قبول کرنے پر تم سے اور یہ حیلہ اور مکر ہے۔ مقصود اون کا کتاب خدا پر عمل سے نہیں ہے بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہیں۔ اور میں اونسے لڑونگا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہو جاویں۔ مگر اکثر امرا اور اعیان سپاہ علی مرتضی نے کہا کہ معاویہ سے رشوت لے چکے تھے۔ کہ دعوت معاویہ کو قبول کرنا چاہئے اوس پر علی مرتضی کے لشکر کے لوگ جنگ سے باز آنے لگے مگر مالک اشتر بعد اصرار کے علی مرتضی کی طلب کی بموجب

واپس آیا۔ اور اوس نے اہل عراق کو ملامت کی اور آخر کار عمرو عاص اہل شام کیطرف سے
اور اشعث بن قیس اور لشکریان علیؑ مرتضی کیطرف سے ابوموسی اشعری خلاف رائے علی
مرتضیٰ کے حکم مقرر ہوئے جس کا نتیجہ مشہور ہے کہ جب دونون فریق دومۃ الجندل مین اکٹھے
ہوئے اور عمرو عاص کے مکر سے ابوموسے اشعری کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور کوئی نتیجا
نکلے نہین ہوا۔ اور زیادہ تفرقہ ہوگیا۔ جب ابوموسے اشعری دومۃ الجندل کو جانے لگے
تو ایک گروہ نے چاہا کہ علیؑ یعنی اوس کو روکین اور علیؑ مرتضی نے اس امر کو قبول نہ کیا
تو اوس فرقہ نے یہ کہا کہ نہین ہے حکم مگر واسطے خدا کے۔ اور اس گروہ نے علیؑ مرتضی سے
سخت دشمنی اختیار کی۔ اور اسی گروہ کو خوارج کہتے ہین اور یہ فرقہ اون ہی لوگون مین سے ہے
جو خلاف رائے علیؑ مرتضی کے جنگ کا تہیہ ہوتا اور صلح باہم چاہتے تھے۔ جب ان واقعات پر
بہ ترتیب غور کیا جاوے اور ہر واقعہ کے ساتھ یہ فکر کی جاوے کہ علیؑ مرتضی کو ہر موقع کیا کرنا
چاہئے تھا اوس سے بہتر کوئی رائے قائم نہین ہوسکتی کہ جو اعلی سے اعلی صائب رائے شخص
پولٹکل معاملات کا بیان کرنے والا اور راہ مستقیم پر بغیر کسی مکر وحیلہ کے سچائی سے چلنے اور چلانے
والا کر سکتا ہو جو کچھ کہ علیؑ مرتضی نے سمجھا اور کیا اور فرمایا۔ جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو جن بلوائیون
نے عثمانؓ کو قتل کیا تھا وہ اوسوقت ایسے مسلط نہین ہوگئے تھے کہ جناب امیرؑ اون کے ہاتھ
مین مجبور رہون اور قتل عثمانؓ کا قصاص نہ لے سکین۔ اور نہ محض اوسوقت اون کی قوت کو جناب
امیرؑ نے بڑا سمجھ لیا تھا اور نہ اپنے آپ کو اون کے مقابلہ مین عاجز سمجھتے تھے اور نہ جو کچھ وہ
چاہتے تھے۔ جناب امیرؑ کو مجبوری وہی کرنا پڑتا تھا جیسا کہ مصنف مخاطب کہتے ہین۔ بلکہ
جناب امیرؑ جب خلیفہ ہوئے تو اون کو تمام مہاجر و انصار مدینہ اور تمام گروہ مسلمانون
نے جو مدینہ مین اوسوقت موجود تھے خلیفہ قبول کیا تھا اور علیؑ مرتضی کے ہاتھ پر بیعت کی
تھی۔ گو اون مین وہ لوگ بھی شامل تھے کہ جنہون نے بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا
تھا۔ مگر علیؑ مرتضی کے سامنے نہ کوئی مدعی حاضر آیا اور نہ گواہ قتل عثمانؓ کی تحقیق

بحیثیت رسالت تھا اور منصب خلافت سے تعلق نہ تھا مصروف رہ کر علی مرتضیٰ رکھتے
تھے شاید اسی لیے کہ صحابہ کی جماعت نے جو علی مرتضیٰ سے بیعت کرلی ظاہر کی تھی اون
لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا۔ اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے اور
اوس کا جواب جو کچھ علی مرتضیٰؓ نے دیا ہے وہ یہی ہے بعد تعین خلافت بمقابلہ مخالفان بلوائیون
سے نہیں ہے کہ جنھون نے ابتدائی بلوہ کرکے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا بلکہ شاید
اوس میں قیام کے سے ہے کہ جو بعد قتل عثمانؓ اور خلافت علی مرتضیٰؓ کے جنگ جمل اور
صفین اور جنگ نہروان کے سبب سے جماعت فرقہ مخالف اور مقابل علی مرتضیٰؓ کے پیدا ہوگئے
تھے۔ اور اون تمام فرقون مخالف اور مقابل کا سلسلہ اوسی بلوہ اور قتل عثمانؓ
اور بیعت خلافت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ تھا۔ پیغمبر خدا نے دین اسلام کے قائم کرنے
کے لئے جو عمل کیا تھا وہی علی مرتضیٰ نے اپنی خلافت کے قائم کرنے کے لئے
عمل کیا۔ بعد ہجرت کے مدینہ میں جب پیغمبرؐ کو مہاجرین و انصار بہم پہونچ گئے تھے جو
اقرار رسالت پیغمبرؐ کا اور پیغمبرؐ کی اطاعت کا بیعت کرکے کرچکے تھے۔ اور پھر جب قوم
عرب کی مختلف گروہ پیغمبرؐ پر حملہ آور ہوئی۔ یا پیغمبرؐ کے اجراء دین میں مزاحمت کرنے
والی تھی اون پر متفرق طور سے جب جس جس گروہ سے مقابلہ ہوا جنگ کی اور اونکی
مزاحمتون کو جداگانہ طور پر دفع کیا۔ ویسے ہی علی مرتضیٰؓ نے جبکہ اون کے ہاتھ پر
خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور اوسکے بعد جو فرقہ مخالف اور مقابل ہوتا گیا اوس
سے اوس اوس وقت پر جنگ کی اور مزاحمت کو دفع کیا لیکن ہنوز مخالفت بالکل
طے نہیں ہوئی تھی کہ علی مرتضیٰؓ شہید ہوگئے۔ اون کی شہادت کی وجہ سے جو مقابلہ
اور جنگ اور دفع ہونا مزاحمت کا باقی رہگیا تھا اوس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ جو
فکر اور کوشش علی مرتضیٰؓ نے گروہ مخالف کو زیر اور مزاحمت کو اون سے دور کرنے
کی کی اوس مین کوئی سوء تدبیر ہوئی جس تدبیر کا مقتضا یہ تھا کہ جو مفسد گروہ پیدا ہوا

اوس کے پریشان اور دفع کرنے کے لئے فوراً تدبیر اور کوشش کی گئی۔ پیغمبرؐ جیسا کہ جب کوئی فساد کسی گروہ قوم مخالف سے پیدا ہوتا تھا اوسکا دفعیہ فوراً فرماتے تھے ویسا ہی علی مرتضیؑ نے جب گروہ مخالف قوم نے کوئی شگوفہ کہلایا فوراً اوسکی کلی کو کچل دیا اور اوسکے کچل دینے کے لئے بلا توقف کوشش کی۔ لیکن جیسے کہ پیغمبرؐ اپنی وفات کی سبب سے ملک شام اور روم اور ایران کل روئے زمین پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسی ہی علی مرتضیٰؑ اپنی شہادت کیوجہ سے کل قوم سے مخالفت اور بغاوت کو رفع نہ کرسکے۔ مگر جیسے کہ پیغمبرؐ پر یہ الزام نہیں آسکتا کہ وہ کل قومون اور انسانون پر تسلط کرکے دین اسلام کو قائم نہ کرسکے ویسے ہی علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام وارد نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ کل قوم مسلمانون سے مخالفت اور بغاوت کو رفع کرکے اپنی خلافت کو قائم نہ کرسکے۔ اور علی مرتضیٰؑ کی نسبت کسی واقعہ یا اون کی کسی تدبیر یا اون کی کسی سعی کی نسبت ہرگز یہ متصور نہیں ہوسکتا کہ اون کا خیال کسی امر کی بابتہ خلاف واقع تہا جسکے ثابت کرنیکا مصنف مخاطب قصد کرتے ہین۔ جب علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی گئی۔ اور جن لوگون نے حضرت عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا انہون نے بہی علی مرتضیٰ سے بیعت کی اوسوقت کوئی وجہ نہ تہی کہ اون لوگون کی بیعت قبول نہ کیجاتی اور اون کو متبع اور مطیع خلافت کا نہ سمجہا جاتا۔ بلکہ ضرور تھا کہ اون کی بیعت قبول کرکے متبع اور مطیع خلافت اون کو کیا جاتا تاکہ حکم قصاص قتل حضرت عثمانؓ کا اون پر نافذ ہوسکتا۔ لیکن یہ قصاص نہین لیا جاسکتا تھا جب تک کہ کوئی مدعی اور گواہ نہ ہوا اور ایسی حالت مین ضرور تھا کہ اون لوگون کو ساتھ لیکر مقابلہ باغیان اور خلل اندازان خلافت کے جنگ کی جائے۔ پیغمبرؐ ہمیشہ ایسے لوگون کو ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے کہ جن سے کبائر صادر ہوتے تھے۔ اون ابتدائی بلوائیون کے ساتھ کہ جو مطیع خلافت ہوگئے تھے اور لوگ بہی شامل ہوگئے۔ اور وہ اور دوسری گروہ بہ اتباع علی مرتضیٰ مطیع خلافت

آ پہنچے تھے اور وہ کل جماعت واسطے رفع بغاوت اور فساد وفتنہ ہر دو [illegible] کا [illegible] پیدا ہو گئی
لیکن جب کہ جماعتین بہت مختلف طور پر علی مرتضیٰ سے جدا ہو گئین اور [illegible]
قتل اور مغلوب کیا اور گروہ کثیر مسلمانون کا ایسا پیدا ہو گیا کہ جو علی مرتضیٰ کی طرف سے
سست اقدام اور اونکی حمایت مین سستی کرتا تھا - یعنی مختلف الرائے فرقہ پیدا ہو گئے تھے
کہ کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور کوئی کچھ رائے رکھتا تھا اور ایسا گروہ جو علی مرتضیٰ سے موافق
ہو - اور علی مرتضیٰ کی خلافت کا ماننے والا یا اون کے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑنے والا تھا
وہ اوس گروہ بلوائیون قتل حضرت عثمان سے کمزور تھا - اوسوقت ہرگز مصلحت
یہ نہین ہو سکتی تھی کہ اون بلوائیون اپنے ہمراہیون مطیع خلافت کو قتل کر کے علی مرتضیٰ
سزا دیتے کہ گروہ اون باغی اور دشمن کا مقابلہ جنکے ساتھ مجمع کثیر تھا کیونکر کیا جا سکتا تھا
اوسوقت کی مصلحت یہی ہو سکتی تھی کہ بہ ہمراہی اون لوگون کے جو بہ اتباع علی مرتضیٰ اور
اون کی خلافت کے مطیع تھے اول اصلی باغیون اور دشمن سے مقابلہ اور بغاوت کو رفع
کیا جاتا اور بعد اوسکے جو قاتلان عثمان قرار پاتے اون کو سزا دیجاتی - اوسوقت جو عذر
یا مصلحت بلوائیون عثمان کو سزا نہ دینے کے لئے علی مرتضیٰ کو ہوا وہ بالکل صحیح تھا - اور
شارح میثم کا مفہوم بھی اسکے خلاف نہین ہے وہ خود لکھتے ہین کہ حضرت عثمانؓ پر بلوہ
کرنے والے اکثر اہل مدینہ اور اہل مصر اور کوفہ سے خلق عظیم اپنے شہرونسے قطع مسافت کرکے
آگئی تھی - اور اجلاف اعراب بادیہ نشین اور بندگان مدینہ اون کے ساتھ ہو گئے تھے
اور اسی حالت کے متعلق علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے جسپر مصنف مخاطب بحث کرتے ہین
22 جبکہ ایک جماعت نے صحابہ مین سے کہا تھا کہ جن لوگون نے عثمانؓ پر بلوہ کیا تھا -
اگر اونمین سے ایک ایک گروہ کو سزا دو تو بہتر ہے 22 اوس کے جواب مین جو کچھ کہ
علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے وہ بہ نظر حالت اوس وقت کے ٹھیک ہے - اور ہر گروہ کی
حالت پر نظر کر کے وہ ارشاد علی مرتضیٰ نے فرمایا ہے - کہ وہ گروہ جو علی مرتضیٰ کے ساتھ

ساتھ مین تھا باہم کیا کرتا تھا۔ اور علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ جو گروہ در گروہ مختلف الرائی ہو گئے تھے علیؑ مرتضیٰ نے اوسوقت بلوائیون اور اون کے شرکا کی قوت کا اور اپنی قوت کا جو ذکر کیا ہے۔ اوسوقت جناب امیرؑ نے اوس کے اندازہ مین کچھ غلط فہمی نہین کی اور نہ اوسوقت قاتلان عثمان کو سزا دینے کے لئے خلاف مصلحت سمجھنے مین غلطی کی۔ مصنف مخاطب نے اوسوقت کے متعلق جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ غلط فہمی جناب امیر کی اپنے آپ کو قاتلان عثمان کے مقابل مین عاجز اور مغلوب سمجھ لینے کی یہانتک نوبت پہونچی کہ یہ بلوائی صحابہ کو دھمکانے لگے طلحہ اور زبیر اونہین کی دھمکیون کی وجہ سے مدینہ سے نکلے اور انہین بلوائیون نے جناب امیرؑ کو فوج کشی پر مجبور کیا۔ اور اگرچہ بصرہ مین پہونچکر جناب امیرؑ کے اور طلحہ اور زبیر کے ساتھ بالکل صفائی ہو گئی تھی مگر اونہین بلوائیون نے بغیر اجازت اور اطلاع جناب امیر کے یکایک لڑائی چھیڑ دی اور کشت وخون شروع کر دیا جسکی وجہ سے چار و ناچار فریقین کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ جب علیؑ مرتضیٰ ابتداءً خلافت کے لئے قبول کئے گئے ہین اوسی وقت اپنے آپ کو علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کی سزا دینے کے لئے عاجز اور مغلوب ہرگز نہین سمجھتے تھے۔ لیکن اوسوقت نہ کوئی مدعی کھڑا ہوا نہ گواہ باوصف اسکے کہ علیؑ مرتضیٰ قاتلان کی سزا دینے پر جس جس پر الزام ثابت ہو آمادہ تھے۔ اور جیسے کہ اوسوقت علیؑ مرتضیٰ قاتلان عثمان کو سزا دینے سے عاجز نہین تھے ویسے ہی بلوائیون کے دھمکانے سے طلحہ اور زبیر مدینہ سے نہین نکلے۔ طلحہ اور زبیر نے علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ جو بیعت کی تھی اوس کو بہت جلد اسس خیال نے کہ خود خلیفہ بجائے علیؑ مرتضیٰ کے بنجائین بہت جلد توڑوا دیا تھا۔ اور بی بی عائشہ جنہون نے علیؑ مرتضیٰ کے خلیفہ ہونیکو اول ہی پسند نہین کیا تھا اپنے ہمراہ لیکر اور ایک لشکر جمع کر کے شروع خلافت علیؑ مرتضیٰ پر جنگ کے لئے بمقام بصرہ پہونچین تھین اور حملہ کیا تھا۔ اور عین وقت جنگ تک علیؑ مرتضیٰ نے کوشش کی کہ گروہ مخالف اونکا جنگ سے باز آ کر علیؑ مرتضیٰ کی خلافت کی اطاعت کرے اور اوسکا اثر صرف ذات حضرت زبیر پر پڑا

لیکن کل گروہ اپنے ارادۂ جنگ سے باز نہین آیا کشت و خون شروع ہو جانا اس مجبوری سے ہوا کہ گروہ مخالف علی مرتضی کا راہ راست پر نہین آیا۔ اور اوس کے راہ راست آنے پر امید ہی نہین رہی تھی جو خلاف مرضی علی مرتضی کے تھا۔ اور اگرچہ حضرت طلحہ نے اپنے اخیر وقت پر جبکہ حضرت مروان کا تیر کارگر ہو گیا تھا علی مرتضی کے ایک لشکری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لیکن جس وجہ سے کہ مسلمانون کو جنگ مین مبتلا ہونا پڑا اوس کی بادی اور بانی یہی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ تہین۔ حضرت معاویہ سے جو لڑائیان ہوئین اون مین بناء مخاصمت جس حیثیت سے مصنف مخاطب لکھتے ہین ہرگز یہ نہین تہی کہ ان بلوائیون سے قصاص کیون نہ لیا۔ بلکہ شروع سے حضرت معاویہ نے علی مرتضی کی خلافت کو قبول نہین کیا اور باوصف اسکے کہ علی مرتضی خلافت کے لئے قبول کئے گئے۔ اور جو اصلی اور برحق خلیفہ تھے حضرت معاویہ نے اون کی بیعت سے سرکشی اور سرتابی کی اور طلب خون عثمان کی علی مرتضی کے مقابلہ مین ایک حجت ناحق پیدا کی۔ حضرت معاویہ کو چاہئے تھا کہ اول علی مرتضی کی خلافت کو قبول اور اون کی اطاعت واجب سمجھ کر اون کی فرمانبرداری کرتے اور پھر قاتلان عثمان پر جرم ثابت کر کے علی مرتضی سے سزا دلواتے حضرت معاویہ کو بمقابلہ خلیفۂ وقت اور برحق کے ہرگز یہ حق حاصل نہین تھا کہ باشتباہ بلوہ اور قتل عثمان کے جن جن لوگون کو چاہتے اپنے ہاتھ مین لیکر قصاص لین۔ یہ کام خلیفۂ عہد کا تھا نہ اونکی غیر کا۔ یہ کام حضرت معاویہ کے ہاتھ مین دینا ایسا ہی تھا۔ کہ منصب خلافت علی مرتضی اونکے ہاتھ مین دیدیتے۔ مصنف مخاطب غلط کہتے ہین کہ اگر جناب امیر ابتدا مین اس غلط فہمی مین مبتلا ہوتے تو یہ ناگوار حوادث پیش نہ آتے۔ علی مرتضی ابتدا مین ہی بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا دینے پر آمادہ تھے مگر نہ کوئی مدعی حاضر آیا نہ گواہ نہ کسی پہ جرم قتل حضرت عثمان کا یا بہ نسبت قتل حضرت عثمان کے کسی کا بلوہ کرنا ثابت ہوا۔ بلوائیون کی نسبت اون کی نیت کی تحقیق ضرور تہی کہ اون کا بلوہ محض بغرض اصلاح

حالت حضرت عثمان کی اور درستی انتظام خلافت کے تھا یا محض بغرض قتل حضرت
عثمان کے جبتک کہ اون کی نیت بغرض قتل حضرت عثمان کے تحقیق نہ ہوجاتی
کسی بلوائی کو سزا نہین دیجا سکتی تھی طلحہ اور زبیر اور معاویہ جسطرح خلفاء ثلثہ کی مطیع
رہے ہین علی مرتضی کے مطیع نہین رہے۔ طلحہ اور زبیر باوصف بیعت کرنے کے بیعت کو
توڑکر اطاعت علی مرتضی سے باہر ہوگئے اور معاویہ نے علی مرتضی کی نہ خلافت کو قبول کیا
نہ اون کی اطاعت کی جسکی سبب سے مسلمانونمین کشت وخون ہوا اگر طلحہ اور زبیر اور
معاویہ علی مرتضی کی اطاعت کرتے جیساکہ انہون نے تین خلافتون سابقہ کو قبول کیا اور
اون کی اطاعت کی تھی اور بلوائیون کی نسبت اون کی نیت قتل عثمان کی اور قاتلان
عثمان پر جرم قتل کسنے قتل کیا ثابت کراتے اور علی مرتضی سے انحراف کرکے اون کی
خلافت پر حملہ اور جنگ کے لئے آمادہ اور خلافت علی مرتضی مین خلل ڈالنے کے لئے تیار
نہوجاتے تو یہ ناگوار حوادث کبھی پیش نہ آتے۔ اور جناب امیر کی خلافت کی وہ حالت
ہرگز نہ ہوتی جو ہوئی۔ جبکہ طلحہ وزبیر نے علی مرتضی سے انحراف کرکے اور خلافت علی مرتضی
مین خلل ڈالنے کے قصد سے ساتھ بی بی عائشہ کے بصرہ مین علی مرتضی کی
خلافت پر حملہ کیا اور حضرت معاویہ نے اطاعت خلافت علی مرتضی کی نہ قبول کرکے اور
لشکر گران لیکر علی مرتضی پر حملہ کرنے کو بمقام صفین پہونچے۔ تو یہ کیسے ہوسکتا تھا
کہ علی مرتضی طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ سے بمقام بصرہ اور معاویہ سے بمقام صفین نہ لڑتے
اور اپنی خلافت مین خلل ڈالنے والون اور فتنہ پردازون سے جنگ کرکے فتنہ کو فرو اور
رفع بغاوت کی کوشش نہ کرتے۔ بمقابلہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور
بمقابلہ معاویہ کے بمقام صفین علی مرتضی صرف بلوائیون کو ساتھ لیکر مقابل نہین ہوئے تھے
بلکہ بلوائی اور غیر بلوائیون کو جنمین مہاجر وانصار بھی شامل تھے ساتھ لیکر طلحہ اور زبیر اور
بی بی عائشہ کے بمقام بصرہ اور حضرت معاویہ کے بمقام صفین مقابل ہوے تھے

اور بلوائی جو علیؑ مرتضی کے ساتھ تھے اون کی نسبت اوسوقت تک یہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ انہون نے بلوہ کس نیت سے کیا تھا اور حضرت عثمان کو کس کس نے قتل کیا تھا اور وہ سب اوسوقت تابع علیؑ مرتضی اور اون کی خلافت کے تھے کوئی وجہ نہین تھی کہ علیؑ مرتضی اون کو اپنے ساتھ نہ لیتے اور رفع بغاوت اور فساد اور فتنہ کے لئے جو علیؑ مرتضی کی خلافت مین برپا کیا گیا تھا اعانت کا فائدہ حاصل نہ کرتے۔ کیا پیغمبرؐ ایسے لوگون کو جنسے گناہ کبیرہ صادر ہوجاتا تھا یا جو میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور پیغمبرؐ کے ساتھ منافقت سے سلوک کرتے تھے یا جو لوگ کہ پہلے پیغمبرؐ سے جنگ اور پیغمبرؐ پر حملہ اور پیغمبرؐ کے قتل پر آمادہ ہو چکے تھے اور پھر اطاعت پیغمبرؐ کی قبول کرتے تھے تو اون کو پیغمبرؐ اپنے ساتھ لیکر دوسرے موقعون پر اپنے دشمن سے مقابلہ کے لئے نہین لیجاتے تھے یا اون کو اپنے لشکر کے ساتھ نہین رکھتے تھے ایسے ہی جن لوگون نے عہد خلافت حضرت عثمان مین بلوہ کیا تھا یا حضرت عثمانؓ کے قتل مین شریک ہوئے اور پھر انہون نے خلافت علیؑ مرتضی کا اتباع کیا اور اون کو علی مرتضیؑ نے ہمراہ لیکر باغیون اور مخالفون سے جنگ کی تو کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اس لئے کہ بلوائی اور باغی اوسی وقت تک قابل سزا ہین جبتک کہ وہ اطاعت قبول نہ کرلین اور امر اللہ کیطرف نہ آجاوین۔ یہی حکم خدا کے باغی رسول کے باغی امام اور خلیفہ کے باغی کے لئے ہے اوس حالت مین جبکہ یہ امر ملکی معاملہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن جبکہ یہ امر کسی ذات واحد سے تعلق رکھیگا یعنی کوئی کسی امام یا خلیفہ کو قتل کر ڈالے تو قاتل ضرور قابل قتل ہوگا۔۔

افسوس ہے کہ طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہ نے اور حضرت معاویہ نے علیؑ مرتضی کی اور اون کی خلافت کی اطاعت کرکے بلوائیون اور قاتلان حضرت عثمان کو سزا نہ دلوائی اور خود علیؑ مرتضی خلیفہ مسلّمہ اور برحق سے انحراف و مخالفت کرکے جنگ کی۔ اور اون بلوائیون کی ایسی قوت بڑھادی کہ جنکی نسبت بالآخر علیؑ مرتضی کو وہ کہنا پڑا کہ جو انہون نے اپنے کلام زیر بحث مین فرمایا ہے۔ مصنف مخاطب اسی کے ساتھ علیؑ مرتضی کی غلطی قیاس کی یہ بھی مثال لاتے ہین۔

کہ جناب امیرؑ نے اون لوگون کو جنہون نے بہت سا ہجوم کرکے اون سے بیعت کی اپنا ناصر اور مددگار سمجھ لیا۔ چنانچہ خطبہ شقشقیہ مین فرماتے ہین۔

'' اگر اتنے آدمی بیعت کے لئے حاضر نہوتے۔ اور مددگارون کے موجود ہوجانے کیوجہ سے حجت پوری نہ ہوجاتی تو مین خلافت کو کبہی نہ قبول کرتا'' یہہ دہوکہ جناب امیرؑ کو اسوجہ سے ہوا کہ لوگ بڑی بدحواسی کے ساتھ بیعت کے لئے آئے حالانکہ یہہ خیال جناب امیرؑ کا بالکل غلط تھا اور بعد کو ظاہر ہوگیا کہ وہ ہرگز مددگار نہ تھے۔ چنانچہ امتحان کیوقت اون کی حالت ظاہر ہوگئی۔ انہین کیوجہہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم وجور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا اوپر ذکر ہوچکا۔''

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیواسطے متن نہج البلاغہ شرح میثم سے جناب امیرؑ کے دو کلامون کی سند لاتے ہین۔ ایک کا یہہ ترجمہ کیا ہے '' غارت کرے تمکو اللہ بیشک۔ بہردیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بہردیا تمنے سینہ میرا غصہ سے''

دوسرے کلام امیرالمومنین کا یون ترجمہ کیا ہے '' اے اللہ مین نے اون کو ملول کردیا اور انہون نے مجھ کو ملول کردیا اور مین نے اون کو عاجز کردیا اور انہون نے مجھ کو عاجز کردیا۔ پس بدل دے تو میرے لیے اونکے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اونکے لئے میرے عیوض مین زیادہ شر والا مجھسے''

مصنف مخاطب نے اخیر مضمون اپنے ترجمہ کا جو یہہ لکھا ہے '' اور بدل دے تو میرے لیے اون کے عیوض بہتر قوم اون سے اور بدل دے اون کیلئے میری عیوض مین زیادہ شر والا مجھ سے'' اس مضمون کا اصل فقرہ عربی یہہ ہے '' فابدلنی بھم خیرا منھم وابدلھم بی شرا منی'' مصنف مخاطب نے جو اول فقرہ مین لفظ بہتر ترجمہ کیا ہے وہ صحیح نہین ہے۔ وہان پر لفظ نیک ترجمہ کرنا چاہیے تہا۔ اور فقرہ دوم مین جہان زیادہ شر والا مجھ سے ترجمہ کیا ہے وہان کلمہ مجھ سے کے بدلے بد ترجمہ کرنا چاہیے تھا

اصل عبارت عربی مین کوئی لفظ ایسا نہین جس کا ترجمہ مین لفظ "زیادہ" کا آسکے۔
مصنف مخاطب نے لفظ "زیادہ" ترجمہ مین اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ
یہ ہے "تیس بدل دے میرے لیئے نیک اون سے اور بدل دیجو انکے
لیئے بجائے میرے بد" یعنے۔ بجاے اونکے میرے لیئے نیک بدل دے اور بجائی
میرے بد انکے لیئے بدل دے۔

مصنف مخاطب اپنی ترجمہ کیئے ہوئے اخیر فقرہ سے یہ نکتہ چینی کرتے ہین کہ "اس
قول مین جناب امیرؑ نے کسی قدر شر کی اپنی طرف بھی نسبت کی یہ کمال فصاحت
کا مقتضا تھا کہ کوئی ایسا لفظ اُن کو میسر نہ آیا جسمین یہ وہم پیدا نہ ہوتا" لیکن یہ نکتہ چینی
مصنف مخاطب کی صریح غلط ہے کیونکہ مصنف مخاطب جو معنے مضمون اپنے ترجمہ کے
لیتے ہین اُس ترجمہ مین انہون نے خود لفظ "زیادہ" زیادہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ کے مضمون
سے جو مراد اوسکی لی جاوے کوئی اعتراض اُسپر وارد نہین ہوتا ہے۔ مضمون دونون
فقرون کا صرف یہ ہے "پس بدل دے میرے لیئے بجاے اُنکے نیک اون جیسون سے اور
بدل دے انکے لیئے بجاے میرے بد مجھ جیسے سے" اس مضمون مین کمال فصاحت اور بلاغت
یہ ہے کہ صنعت تضاد کا پہلو ہی اور کوئی لفظ ایسا نہین کہ جس سے اپنی مدح اور اونکی مذمت
ہوا اور پھر اپنی مدح اور اونکی مذمت صریح موجود ہے۔ اور ایسا کلام خاص فصیح اور بلیغ اور
مہذب سے ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خیر اور شر یعنی نیک اور بد کی خبر سے مفہوم ہوجاتا ہے کہ خیر
کس مین ہے اور شر کس مین ہی یعنے وہ مضمون یہی ہے کہ اونکی جگہ نیک بدل دیئے جائین اور
میری جگہ بد بدل دیا جائے۔ جسکا مفہوم بہ شان ضد یہ ہوگا کہ وہ لوگ بد ہین اور مین نیک ہون
حالانکہ اُنکی نسبت لفظ بد اور اپنی نسبت لفظ نیک کا استعمال نہین کیا بلکہ اُنکے مقابل کو بہ لفظ نیک
اور اپنے مقابل کو بہ لفظ بد استعمال کیا۔ کہ جس سے خاتمہ بلاغت اور فصاحت اور صنعت تضاد
اور تہذیب و اخلاق کا ہوگیا۔

مصنف مخاطب نے جن دو کلاموں علی مرتضےٰ کا جزو لے کر ترجمہ کیا ہے۔ مین اُن پورے کلاموں کا ترجمہ کرتا ہون۔ تاکہ اوس جزو کلام مین جس طرف خطاب ہے۔ اوس کا منشاء اور یہ کہ کن لوگون کی طرف وہ خطاب ہے بآسانی سمجھ مین آجائے۔

ترجمہ کلام علی مرتضےٰ

اوّل

پس از حمد و نعت تمھین معلوم ہو کہ جہاد ایک دروازہ ہاے جنت سے ہی خداوند عالم نے اسے اپنی خصوص دوستون کے واسطے کشادہ فرمایا ہے۔ اور جہاد پرہیزگاری کی کوشش ہے اور خداوند عالم کی مضبوط اور مستحکم زرہ ہے (یعنے دین خدا کی) اور اسکی سپر محکم اور استوار ہے۔ پس جو شخص اسے نفرت کی نگاہ سے چھوڑ دیگا خداوند عالم اوسے پوشاک ذلت پہنائیگا۔ اور بلا و مصیبت اوسکو گھیر لیگی اور ذلت و خواری کے ساتھ وہ شخص بے غیرت ہو جاویگا۔ اور اوسکے دل پر بے عقلی اور جہالت کی مار پڑیگی۔ اور حق و راستی اوس سے پھیر لی جاویگی بسبب ضائع کرنے اس جہاد کے۔ اور ملیگی اوسے ذلت اور باز رکھا جائیگا وہ شخص انصاف سے۔ آگاہ ہو کہ مین نے تمکو اِن لوگون سے لڑنے کے واسطے شبانہ روز اور برملا اور پوشیدہ طور پر دعوت کی اور تم سے کہتا رہا کہ تم ان لوگون سے لڑو قبل اسکے کہ یہ تم سے لڑین۔ کیونکہ قسم بخدا انھین لڑی کوئی قوم کبھی اپنے گھر کے اندر مگر یہ کہ ذلیل ہوئے۔ پس تم لوگون نے ایک دوسرے پر ٹالا اور ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا۔ یہانتک کہ تمھارے یہان لوٹ پڑ گئی۔ اور تمھارے وطن چھین لیئے گئے۔ اب دیکھو کہ یہ برادر غامد (معاویہ) کا لشکر انبار مین اُترا ہے اور اسنے حسان بن حسان بکری کو قتل کر ڈالا اور تمھارے لشکروں کو سیگرنیون کے مقام سے ہٹا دیا اور مجھے خبر ہے کہ دشمن کا ایک شخص زن مسلمان اور ذمیہ کے پاس جاتا ہے اور اسکے کنگن اور چھاگل اوتار لیتا ہی

[1] اوس تلوار کو کہتے ہین جو میان مین رکھی ہو اور گویا یہ محاورہ برہنہ شمشیر کی ضد مین ہے ۱۲

اور وہ اپنے آپ کو اوس سے ہرگز بچا نہین سکتی مگر گڑگڑا کے پھر مانگ لینے سے اور بخشش چاہنے سے۔ اس کے بعد وہ لوگ مع مال بسیار لوٹ گئے۔ اُن مین سے ایک شخص کو بھی زخم نہ لگا۔ اور نہ کبھی کا اُن مین سے خون بہایا گیا۔ بس اگر کوئی مرد مسلمان اس ظلم عظیم کے بعد اس رنج و اندوہ مین مر جاوے تو وہ شخص لائق ملامت نہین ہے۔ بلکہ وہ سزاوار مرگ ہی۔ کتنا بڑا مقام تعجب کا ہے وہ تعجب جو قسم بخدا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و ملال کو کھینچ لاتا ہی اس امر کو دیکھ کر کہ یہ لوگ کسقدر اپنے باطل پر مجتمع ہوگئے ہین۔ اور تم لوگ اپنے حق پر متفرق و پراگندہ ہو۔ پس بدحال ہو تمھارا۔ اور تمکو صدمہ و ملال نصیب ہووے کہ تم لوگ ہدف بن گئے ہو تیرون کا۔ تمھارا مال لوٹا جاتا ہے اور تم نہین لوٹتے۔ اور تم سے لوگ جنگ کرتے ہین اور تم نہین جنگ کرتے۔ اور خدا کی نافرمانی کیجاتی ہے اور تم راضی ہو۔ جب مین تم سے موسم گرما مین اُن کی طرف چلنے کو کہتا ہون تو تم کہتے ہو کہ سُرخی گرمی کی جوش مین ہے۔ آپ اسقدر ہمکو مہلت دین کہ گرمی تیر جائے۔ اور جب جاڑے مین اُنکی طرف چلنے کو کہتا ہون تو کہتے ہو تم کہ اب سخت ٹھر ہو گئی ہے۔ آپ مہلت دین کہ ہمپر سے سردی گذر جاوے۔ یہ سب عذر جاڑہ اور گرمی سے بھاگنے کے لیئے ہین پھر جب تم اگر جاڑہ اور گرمی سے بھاگتے ہو تو تم بخدا تلوار سے زیادہ بھاگوگے۔ تم لوگون کی شکل مردون کی ہے مگر مرد نہین ہو تمھاری فکرین لڑکون کی سی فکرین ہین اور پردہ نشینون کی سی عقلین ہین۔ اے کاش مین نے تمہین دیکھا نہوتا۔ اور تمھین پہچانا نہ ہوتا۔ اس پہچاننے سے۔ قسم بخدا۔ مجھے سخت شرمندگی پہونچی۔ اور رنج و غم حاصل ہوا۔ خدا تمھین ہلاک کرے تم لوگون نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینہ کو غیظ و غصہ سے پر کر دیا۔ اور ہر ہر سانس مین تم مجھے رنج و ملال کے گھونٹ پینے کو دیتے ہو۔ اور اپنی نافرمانی اور ترک رہنے سے تمنے میری رائے کو بالکل بگاڑ دیا۔ یہانتک کہ قریش کہنے لگے کہ پسر ابوطالب مرد شجاع ہے۔ مگر لڑنا نہین جانتا (خدا کرے کہ انکے باپ اچھے رہین*) آیا ان مین سے کوئی ایسا ہے جو مجھ سے بڑھکر جنگ کا علاج و تدبیر جانتا ہو۔ اور

* یہ محاورہ عرب کا ہو ۱۲

یا ایہا الذین آمنوا ما لکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل ○ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا واللہ علی کل شئ قدیر

ترجمہ اے جو لوگ کہ ایمان لائے ہین تمہین کیا ہو گیا ہی کہ جب تمسے کہا جاتاہے کہ دوڑ و راہ خدا مین (جہاد) بھاری کر لیا ہی تمنے آپ کو طرف زمین کے (تم اپنے گھر ونسے نکلنا نہین چاہتے) کیا تم راضی ہو گئے ہو زندگی دنیا کو بمقابلہ آخرت کے۔ پس نہین ہی فائدہ زندگی دنیا کا مگر تھوڑا۔ اگر نہ چلوگے تم (جہاد کو) عذاب دیگا تمکو عذاب دردناک اور بدل دے گا قوم غیر تمہاری۔ (اگر تم ایسا نہ کروگے) کچھ مضرت خدا اور اوسکے رسول کو نہین ہوگی خدا ہر چیز پر قادر ہی (سورۂ توبہ) اور اسی حالت کے متعلق سورۂ انفال مین یہ آیت موجود ہی۔

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقا من المومنین لکارہون ○ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون ○

ترجمہ جیسے کہ نکالا تجکو رب نے تیرے تیرے گھرسے سچائی کے ساتھ درحالیکہ بیشک ایک فریق مومنین سے ہر آئینہ کراہت کرنے والا ہی۔ جھگڑا کرتے ہین وہ تجسے حق بات مین بعد اسکے کہ ظاہر ہوگئی گویا کہ وہ لوگ گھسیٹے جاتے ہین طرف موت کے درحالیکہ وہ دیکھتے ہین“

یہی حالت قوم کی عہد خلافت علی مرتضیٰؑ مین بعد جنگ صفین و نہروان ہوگئی تھی جسکا ذکر اُنھون نے ان دونون خطبون مین فرمایا ہی۔ اور یہ وہی حالت ہی جو حالت پیغمبرؐ کی صحابہ اور مسلمانون کی آخر عہد پیغمبری مین ہوگئی تھی اور علی مرتضیٰؑ کے یہ دونون خطبے آیات قرآنی سورۂ انفال اور سورۂ توبہ

سے مقتبس ہین - علی مرتضی نے ان خطبات مین قوم کو ترغیب جہاد کی دی ہی اور بوجہ غصتہ اور افسردگی کے جو قوم کیطرف سے علیؑ مرتضی کو پہونچی تھی علیؑ مرتضی نے یہ فرمایا ہو کہ "جنکو عوض مین انکے نیک لوگ دے اور انکے لیے میرے عوض مین بدشخص قرار دے" یہ وہی حالت اور وہی مضمون ہی جسکا ذکر خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین سورۂ برات مین فرمایا ہی جسکو ابھی ہم اوپر لکھ آئے ہین - قوم کی وہی حالت آخر عہد علیؑ مرتضی مین ہوئی اور وہی قوم کے لیے بدل جانا علیؑ مرتضیؑ نے خدا سے چاہا کہ جو خدا نے آخر عہد پیغمبرؐ مین قوم کو آگاہ کیا تھا - کہ مین تمکو بدل دونگا - پیغمبرؐ نے سچ فرمایا ہو کہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن علیؑ کے ساتھ"

اب مین یہ سوال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ کے وقت مین وہ قوم جو سلوک پیغمبرؐ سے کرتی تھی اُس سے کیا یہ لازم آتا ہی کہ پیغمبرؐ نے وقت بیعت کے اُن لوگون کی نسبت غلط قیاس یا غلط فہمی کی تھی یا پیغمبرؐ کو دھوکا ہو گیا تھا ؟ - اگر یہی امر نسبت پیغمبرؐ کے لازم آتا ہی تو اُسی امر کے لزوم سے علیؑ مرتضیؑ کی نسبت جیسا مصنف مخاطب عائد کرنا چاہتے ہین ہمکو کچھ عذر نہین ہی کہ ہمکو علی مرتضیؑ کی اسوۂ پیغمبرؐ کے ساتھ مقصود ہی - لیکن ہمکو یقین ہی کہ پیغمبرؐ پر کوئی مسلمان ایسا الزام نہین لگا سکے گا - اُس ہر عمل پیغمبرؐ پر کہ جو سلوک قوم کے مقابلے مین پیغمبرؐ وقوع مین لائے تھے - بلکہ ہر عمل پیغمبرؐ کو ہر مسلمان امر شرعی اور کم سے کم مسنون سمجھے گا - ویسے ہی علیؑ مرتضے کے ہر عمل کو جو کچھ اُنھون نے اپنے ہر ایک زمانے مین کیا اُسی کو واسطے قیام امر شرعی واجبی یا سُنتی سمجھے گا - یقین کرنا چاہیے کہ کسی قوم کی حالت سوائے معصوم کے ہر وقت یکسان نہین رہتی ہی اُسکے خیالات ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہین اور واقعات واتفاقات زمانہ قوم کی حالت اور

خیالات کو متغیر کر دیتے ہین - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِم - کہ خدا کسی قوم کی حالت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت کو آپ متغیر نہ کرے پس ایک وقت کی حالت سے دوسرے وقت کی حالت پر یا امام معصوم پر یہ الزام نہین ہوسکتا کہ اُسنے کسی وقت غلط قیاس یا غلط فہمی قوم کی حالت دریافت کرنے مین کی - کسی قوم کی حالت جب متغیر ہو جائے گی تو نبی اور امام اوس کی ہر حالت کو سمجھ لیگا یعنی جسوقت جو حالت ہو گی اُسوقت وہی حالت اوسکی سمجھکر ہر حالت کے لحاظ سے حکم دے گا -

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد مصنف مخاطب کی یہ مثال کہ "بیعت خلافت کے وقت علی مرتضیٰ کا خیال غلط تھا یا اُنکو دھوکا ہو گیا" ہر گز صحیح نہین سمجھی جاسکتی -

مصنف مخاطب اِسی مثال مین علی مرتضیٰؑ کے ساتھ بیعت کرنے والون اور اونکی اطاعت کرنے والونکی نسبت جو یہ فقرہ لکھتے ہین کہ "اُنھین کیوجہ سے جناب امیرؑ اوس ظلم و جور کے باقی رکھنے پر مجبور ہوئے جسکا ذکر اوپر ہو چکا" مصنف مخاطب نے اعتراض جور و ظلم کے باقی رکھنے کا ایک خطبہ علی مرتضیٰ سے اپنے رسالہ جلد اول مین کیا تھا جسپر پوری بحث ہمارے رسالہ روشنی ضمیمہ اوّل جلد صفحہ ۷ پر موجود ہی - اور ہمین شک نہین کہ علی مرتضیٰؑ نے اپنے خطبے مین بہت کچھ اُن اُمور کا ذکر فرمایا ہی کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع پیغمبرؐ کے ظہور مین آئے تھے لیکن علی مرتضیٰؑ اصلاح ان اُمور کی نہین کر سکے کہ اُنکے خلیفہ قبول ہونے کے بعد فوراً مخالفتون اور دشمنیون اور بغاوت نے علی مرتضیٰؑ سے لڑائیان شروع کرا دین اور علی مرتضیٰ کو وہ وقت نہین ملسکا کہ اُن مخالفتون اور بغاوت کو پورا فرو کرسکین کہ خود قتل ہو گئے - اِسلیے صرف

اُنھین لوگون نے نہین کہ جنھون نے حضرت عثمان پر بلوہ کیا تھا اور پھر علی مرتضےٰ
کو خلیفہ قبول کیا - علی مرتضےٰ کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا ہو کہ علی مرتضیٰ کو اُسی
جور و ستم کے باقی رکھنے پر مجبور کیا بلکہ اُن کل لوگون پر الزام ہو کہ جنھون نے
علی مرتضیٰ کی خلافت کو قبول نہین کیا یا قبول کر کے انحراف کیا اور علی مرتضیٰ
کو جنگ کرنے اور بغاوت کے فرو کرنے پر مجبور کیا وہ سب لوگ مانعین اصلاح
اُن اُمور کے ہین کہ جو عہد خلفاے ثلاثہ مین خلاف شرع ظہور مین آئے تھے
اگر وہ سب لوگ خلافت علی مرتضیٰ کو قبول کر لیتے اور بعد قبول خلافت علی
مرتضیٰ کے انحراف نہ کر کے کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کرتے تو علی مرتضےٰ
اصلاح اُن اُمور کی فرما سکتے جب ملک اونکی خلافت کا فتنہ و فساد سے پاک
ہو جاتا اور بعد رفع بغاوت کے ملک مین امن ہو جاتا تب اصلاح اُن اُمور
کی ہو سکتی تھی -

مصنف مخاطب ایک مثال غلطی اور دھوکہ کھانے علی مرتضےٰ کی اُسوقت
کی پیش کرتے ہین جب جنگ صفین مین لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون
مین باندھ کر دکھائے گئے - مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ "اُنھین یہ اشارا
تھا کہ اے مسلمانو آپس مین ست لڑو اور کسی کو ثالث مقرر کر دو جو قرآن کے بموجب
فیصلہ کر دے - اُسوقت ابتدا مین جناب امیر کی راے یہ تھی کہ ہرگز ثالثی نہ
کیجاوے اور غضب مین آ کر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر
اُس سے باطل مراد لیتے ہین - اور تمام لشکر سے آپ نے فرمادیا کہ ہرگز
ثالثی پر راضی نہونا چاہیے اُس راے کے ظاہر کرنے کے بعد جناب امیر کی
(جو باعتقاد شیعہ خطاے اجتہادی سے بھی معصوم تھے) راے بدلی - اور
ثالث مقرر کرنے پر راضی ہوگئے - بعض بعض خیالات سے دھوکا کھا کر جو

مجھسے زیادہ معرکۂ جنگ مین ثابت قدم ہوئین اُس زمانے مین جنگ کے واسطے
کھڑا ہوا تھا کہ جب بیس سال کا بھی نہ تھا۔ اور اب ساٹھ برس سے زیادہ میری عمر
آ چکی۔ لیکن اصل یہ ہو کہ جسکی بات نہ مانی جائے اُسکی رائے کیا ؟!!

ترجمۂ کلام دوم

یہ اور یہ خطبہ اُن علیہ السّلام کے خطبون مین سے ہی جبکہ آپکو متواتر خبرین پہونچی تھین
کہ اصحاب معاویہ شہرون پر غلبہ حاصل کر رہے ہین۔ اور دو عامل جو حضرت کے
یمن مین تھے ایک عبید اللہ بن العباس اور دوسرے سعید بن نمران۔ حضرت کی
خدمت مین حاضر ہوئے تھے جبکہ بُسر بن ارطاہ اِن دونون شخصون پر غلبہ پا چکا
تھا اُسوقت حضرت نہایت بیچینی کی حالت مین بوجہ اِسکے کہ حضرت کے اصحاب
جہاد مین سُستی کرتے تھے اور حضرت کی رائے سے مخالفت کرتے تھے۔ بمبر پر تشریف
لیگئے اور فرمایا کہ کیا چیز رہگئی ہے میرے پاس سوائے کوفے کے۔ اُسکو سمیٹتا ہون
اور اُسیکو پھیلاتا ہون۔ اگر تو (کوفہ) نہوتا میرے لیے۔ مگر تو ہے۔ کہ تجھ مین آندھیان
چلا کرتی ہین۔ پس خدائے تعالے بدحال کرے تجھے۔ پھر حضرت نے بطور مثال
فرمایا (مضمون شعر) قسم ہو نیک زندگی تیرے باپ کی اے عمرو۔ تحقیق کہ میرے
پاس قلیل چکناہی لگا ہوا برتن رہ گیا ہو۔ مجھے خبر ملی ہو کہ بُسر یمن مین آگیا ہو۔ اور
قسم بذاتِ خدا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ دولت تم لوگون سے نکلکر اُن لوگون کو
ملجائے گی۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع ہو گئے ہین اور تم اپنے حق سے متفرق ہو
اور تم لوگ اپنے امام کی نافرمانی حق بات مین کرتے ہو۔ اور وہ لوگ اپنے امام کے امر
باطل مین فرمانبردار ہین۔ اور وہ ادائے امانت کرتے ہین اپنے صاحب کی۔ اور تم
خیانت کرتے ہو۔ اور وہ اپنے شہرون مین اصلاح کرتے ہین اور تم فساد کرتے ہو۔

پس اگر مین تم مین سے ایک شخص کو انکو چوبی پیالے کے واسطے بھی امین قرار دون تو مجھے خوف ہی کہ اوسکا بندھن تک نہ لیے اوڑے۔

پروردگارا۔ مجھے اِن لوگون نے تنگ کر دیا ہی اور یہ مجھسے تنگ ہوگئے ہین۔ اور مین انکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین۔ پس مجھے اِنکے عوض مین اِنسے نیک لوگ عنایت فرما۔ اور انکے لیے میرے عوض مین بدشخص قرار دے۔ خداوندا۔ انکے دلون کو مردہ کر دے جیسے نمک پانی سے گھل جاتا ہی۔ قسم بخدا مجھے تمنا ہی کہ میرے پاس تمہارے عوض مین ہزار سوار قبیلۂ بنی فرس کے ہوتے (یہ خاندان شجاعت کے واسطے مشہور رہی۔ اور یہ شعر پڑھا) اسوقت اگر تم بلالیتے تو اُن (بنی فرس) لوگون مین سے کتنے سوار تمہارے پاس دوڑتے آتے جیسے گرمی کے بادل نہایت تیزی کے ساتھ دل کے دل دوڑتے چلے جاتے ہین"

جو واقعات تاریخی ہمنے ابھی اوپر لکھے ہین اور جن پورے دو خطبون کا بھی ترجمہ ہمنے تحریر کیا ہی کہ جن مین سے ایک ایک فقرہ مصنف مخاطب نے لیا ہی۔ اُن واقعات اور علی مرتضےٰؑ کے خطبات کی دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ وقت ہجوم بیعت کا علی مرتضےٰؑ پر اوّل تھا۔ اور جسوقت قوم کی حالت علی مرتضےٰؑ نے اپنے اُن دونون خطبون مین فرمائی ہی اور اُنکو جنگ کیلیے تہدید اور اپنی نصرت کے لیے ترغیب دی ہی وہ وقت اخیر ہی۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہی کہ جس قوم کو کہ تہدید اور ترغیب فرمائی ہی وہ قوم اُسوقت اُسیقدر نہین تھی کہ جسقدر نے مدینے مین علی مرتضیٰؑ سے بیعت کی تھی۔ بلکہ علی مرتضیٰؑ کے قبول خلافت اور اطاعت مین بعد کو اور بھی ایک جماعت کثیر داخل ہوگئی تھی اور اُن دونون خطبون مین اگلے اور پچھلے کل قوم سے خطاب ہی۔ یہ سچ ہی کہ علی مرتضیٰؑ پر مدینے مین بیعت کرنے والون نے ہجوم کیا تھا اور

ضمن بعیت مین اقرار نصرت کا داخل ہوتا ہی اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ اُسوقت علیؑ مرتضیٰ کو خلیفہ قبول کرنے کے لیے اسقدر اور ایسے لوگ جمع ہوگئے تھے کہ علیؑ مرتضیٰ پر قبول خلافت کے لیے حجت پوری ہوگئی تھی اور اُس حجت پوری ہوجانے نے علی مرتضیٰؑ کو قبول خلافت پر مجبور کر دیا تھا اور اُس حجت کے پورا ہوجانے پر نہ علی مرتضے کو شبہہ ہوسکتا تھا اور نہ دھوکہ سمجھا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ کسی ایسی بدحواسی کے ساتھ بعیت کے لیے نہین آئے تھے کہ جسمین یہ گمان ہوسکے کہ اُنھون نے علیؑ مرتضیٰ کی قابلیت خلافت کو نہین سمجھا تھا۔ اُنمین ایسے لوگ بالخصوص بھی شامل تھے کہ جو ہر زمانے مین علیؑ مرتضے کو مستحق خلافت سمجھتے تھے اور بالعموم اُسوقت علی مرتضے سے بہتر کسی دوسرے مین قابلیت خلافت کی نہین جانتے تھے اور اسی وجہ سے بنظر حالت اُسوقت کے اُن لوگون کے دلون کے شوق اور جوش اصرار نے قبول خلافت کے لیے علیؑ مرتضے پر ہجوم کرایا۔

ایسے شخص کیطرف جو پہلے سے بیدل ہوکر گوشہ نشین ہوچکا تھا ایسے جوش بعیت کو مصنف مخاطب ایسی بدحواسی اُن لوگون کی قرار دیکر علی مرتضیٰؑ پر یہ الزام لگانا چاہتے ہین کہ اُنکو دھوکا ہوگیا۔ لیکن جو کوئی کہ حقیقت حالت اور واقعہ پر نظر کرے گا وہ کبھی مصنف مخاطب کا ہم داستان نہین ہوسکتا۔

اُسوقت کی حالت قطعی ایسی تھی کہ علی مرتضےؑ کے خلیفہ قبول کرنے کا لوگون کے دلون مین ایسا ہی جوش تھا کہ جس سے بعیت کے لیے وہ ہجوم ہوا۔ اور اسوقت باعتبار اُس حالت ظاہری کے گو کسی کے باطن مین کوئی دوسری بات ہو لیکن امر شریعت پیغمبرؐ کے حجت کے پورا ہوجانے کی وجہ سے علیؑ مرتضیٰ ایسے مجبور تھے کہ سوائے قبول خلافت کے اور کچھ نہین کرسکتے تھے۔ بعد اُسکے اگر قوم کی حالت متغیر ہوگئی اور خود قوم نے اپنی حالت کو متغیر کیا اور خلیفہ برحق اور باضابطہ کے خلاف

امر شریعت پیغمبر کی نافرمانی کی یا اوسکے حکم کی تعمیل مین سستی اور کاہلی کرنے لگے جیسا کہ واقعات تاریخی سے اور اُن دونون خطبون علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہی تو اس سے وقت ہجوم بیعت کے علی مرتضےٰ کے فہم اور فعل پر کوئی غلطی وارد نہین ہوسکتی۔

پیغمبرؐ نے بھی یہ ہی کیا تھا۔ کہ اول جو کوئی پیغمبرؐ کی رسالت کو قبول یا اونکی رسالت کا اقرار کرکے بیعت کرتا تھا وہ اُسکو اپنے زیر اطاعت سمجھکے اور اپنے ساتھ لیکر دشمنون سے مقابلہ کرتے تھے گو کسی کے دل مین کوئی دوسرا امر بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ نفاق اور منافقون کی علانیہ خبر قرآن مین دیگئی ہی لیکن پیغمبرؐ موافقون اور منافقون کو ساتھ لیکر برابر دشمنون سے لڑتے رہتے تھے اور نوبتہا نوبت پہونچتی تھی کہ معرکے کے وقت وہی لوگ جنھون نے پیغمبر کی رسالت کا اقرار یا پیغمبرؐ کی رسالت اور اطاعت کو بیعت کرکے قبول کیا تھا میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ دیتے تھے یا پیغمبرؐ سے جدا ہو جاتے تھے جیسے کہ عبد اللہ بن ابی سلول مع جماعت سوارون کے پیغمبرؐ سے علحدہ ہو گیا تھا۔ باایں ہمہ جو لوگ کہ میدان جنگ مین پیغمبرؐ کو چھوڑ جاتے تھے اور وہ پھر زیر اطاعت پیغمبر آتے تھے اور کبھی پیغمبرؐ دربارہ بیعت کے تجدید کرتے تھے یا جو لوگ ہمراہیان پیغمبرؐ سے وقت جنگ کے دشمن سے مقابلے کے لیے نہین نکلتے تھے یا جنگ کے جانے سے انکار کر دیتے تھے ایسے سب لوگون کو دوسرے موقعہ پر پیغمبرؐ دشمن سے مقابلے کیلئے پھر ساتھ لیجاتے تھے۔ اور آخر زمانے مین بعد فتح حنین اور طائف کے جب پیغمبرؐ نے قصد جہاد روم کا کیا تو پیغمبرؐ کے اطاعت والونکی یہی حالت ہو گئی تھی کہ وہ جنگ کیلیے آمادہ نہین ہوتے تھے اور دل چُراتے تھے۔ چنانچہ خدا ے تعالی فرماتا ہی۔

جناب امیرؑ نے اپنی راے بدل دی اور ثالثی مقرر کردی - یہ جناب امیرؑ کی بڑی بھاری غلطی تھی جسکے نتیجے مین جناب امیرؑ کے لشکر مین سے ایک گروہ خارجی ہوگیا اور یون کہنے لگا کہ پہلے تمنے ہمکو ثالثی مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب ثالثی پر راضی ہونے کا حکم کرتے ہو - اب ہم نہین جانتے کہ تمہاری پہلی راے صحیح تھی یا دوسری راے بہتر ہی - مگر اس راے بدلنے اور ثالثی مقرر کرنے سے یہ ظاہر ہوگیا کہ تمکو خود اپنی امامت مین شک ہی" اور نہج البلاغہ سے مصنف مخاطب ایک فقرہ سند مین لاتے ہین کہ " اُسوقت جناب امیرؑ نے کفِ افسوس ملکر یہ فرمایا - یہ ہی سزا اوسکی جسنے چھوڑی راے مستحکم"

مصنف مخاطب شارح میسم کا یہ قول بھی لکھتے ہین کہ "جناب امیرؑ کی رای بدلنے کی وجہ یہ ہوئی کہ اصحاب جناب امیرؑ سے ایک گروہ ثالثی مقرر کرنے پر ایسا اصرار کرتا تھا کہ اُسنے جناب امیرؑ سے یہ کہا کہ اگر تم ثالثی مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کردین گے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کردیا - پس جناب امیر نے اپنی راے چھوڑکر اُنھین کی راے اختیار کی"

اسکے بعد مصنف مخاطب یون اعتراض وارد کرتے ہین کہ "وہ جب خلیفہ مفسدون کی دھمکیون سے ایسا ڈر جائے تو اوس سے خلافت کا انتظام کیا ہوسکے - کثرت فضائل و مناقب دوسری چیز ہے اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ دوسری چیز ہی - اسمین کچھ شک نہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منوّر پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اونھین مشاہدات مین محو تھے اور اونکی راے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی - خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اسیوجہ سے اُنکے احباب نے جو اونکے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے ابتدا

مین خلافت کی مصیبت سے اُن کو بچایا تھا وہ جانتے تھے کہ جناب امیرؑ کی حالت کے مناسب یہی ہی کہ کیفیات باطنی اور مشاہدۂ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دیجاوے اور انتظامی معاملات مین تکلیف نہ دیجاوے۔ چنانچہ یہ راے صحابہ کی ایسی صائب تھی جسکا نتیجہ اوس شخص پر بہت اچھی طرح ظاہر ہوگا جسنے خلفاے ثلاثہ کے عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کیا ہوگا جناب امیرؑ نے جو اپنی راے بدلی اور مفسدون کے دھمکانے سے ڈر گئے اِس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کیسے مجبور تھے۔

مصنف مخاطب نے جس خطبۂ علیؑ مرتضے سے ایک فقرہ لیکر اپنے اعتراض کو رونق دینا چاہا ہی اوس پورے خطبے کا مین ترجمہ لکھتا ہون تاکہ یہ امر آسانی سے معلوم ہو جاوے کہ اوس فقرے کے جسکو مصنف مخاطب سند لائے ہین کیا معنی ہین اور کس سے مراد ہے کہ یہی جزا ہی اوسکی جنہون نے چھوڑی راے مستحکم" اور اس پورے خطبے کے مضمون سے حقیقت غلطی اعتراض کی مصنف مخاطب کی معلوم ہو جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ علیؑ مرتضیٰ نے جسوقت جو کچھ فرمایا اور کیا وہ بحالت تغیر قوم کے تھا اور اُس سے بہتر اور کچھ نہین ہو سکتا تھا۔

ترجمہ خطبۂ علی مرتضیٰؑ

حضرت علیہ السّلام کا ایک سخن ہی جبکہ ایک شخص حضرت کے اصحاب سے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے حَکَم مقرر کرنے سے ہمکو منع فرمایا اور پھر اوس کا ہمکو امر کیا اب ہم نہین جانتے کہ دونون امرون مین سے کونسا زیادہ رُو براہ

لانے والا ہے۔ پس حضرت علیہ السلام نے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا
کہ آواز آئی (اظہار افسوس کے لیے) پھر فرمایا کہ یہ سزا ہی اُس شخص کی جو رے
مستحکم کو چھوڑ دے۔ آگاہ ہو قسم بخدا اگر مین تمکو اُس کام کرنے کو کہتا جسکا
مین نے تمکو حکم دیا تھا۔ تو مین تمکو ایسے امر ناپسندیدہ کے بوجھ کو تمہاری پشت
سر پر رکھتا جسمین خدا نے نیکی قرار دی ہی۔ پس اگر تم استقامت ظاہر کرتے
تو مین تمکو راہ راست دکھا دیتا اور اگر تم کجی کرتے تو تمکو مین سیدھا کر دیتا۔
اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا ایسی حالت مین یہ کام استوار
ہو جاتا۔ لیکن یہ کام کسکی مدد سے کرون اور کس سے مدد چاہون۔ مین چاہتا
ہون کہ تمسے اسکا علاج کرون حالانکہ تم خود میرے لیے درد ہو۔ جیسے کہ کوئی
کانٹے سے کانٹے کو نکالنے والا ہو درحالیکہ وہ جانتا ہی کہ وہ کانٹا اوس
کانٹے کیطرف ہم پہلو جو رکا ہی (یعنی کانٹے کو کانٹے سے نکالنے مین جور
ہو گا۔ ایک کانٹے نے بدن مین چبھ کر جور کیا ہی دوسرا کانٹا اُس کانٹے کے
نکالنے کے وقت چبھے گا اور جور کرے گا) بارخدا۔ اِس دردناک کے
علاج سے اطبا تنگ آگئے اور پانی کھینچنے والا اِس گہرے کنوئین کی لمبی
رسیون سے عاجز آگیا۔ کہان ہین وہ لوگ جنکو اسلام کی دعوت کیگئی
اور اُنھون نے اوسکو قبول اور قرآن کی تلاوت کی تو اوسکے عمل کو استوار
کیا اور جہاد کیطرف رغبت دلائی گئی تو اونکو اُس سے ایسی محبت ہو گئی
جیسے کہ حاملہ عورتون کو بچون کے پیدا ہونے کی ہوتی ہی۔ اُنھون نے
اپنی تلوارین نیامون سے نکال لین اور گروہ درگروہ وصف درصف
ہو کر اطراف زمین کو لے لیا۔ بعض ان مین سے مارے گئے اور بعض انمین
سے ہلاک ہو گئے اور بعضون نے نجات پائی۔ زندون کو تہنیت نہ دیگئی

اور مردونکی تعزیت تہ کیگئی کہ آنکھین روتے روتے بے آب ہو جائین - روزہ رکھتے رکھتے پیٹ اونکے لگ گئے اور دعائین مانگتے مانگتے لب اونکے پژمردہ ہوگئے اور بیداری سے رنگ اُنکے زرد پڑگئے اُنکے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی تھی - وہ لوگ میرے بھائی تھے جو گذر گئے اور ہمکو سزاوار ہے کہ ہم اونکے لیے پیاسے ہون اور اونکی جدائی پر اپنا پشت دست دانتون سے کاٹین - بیشک شیطان تمہارے لیے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمہارے دین کی گرہین کھول رہا ہے اور تمہاری جماعت مین تفرقے کے پھندے دے رہا ہے پس سمجھو تم اور اُسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو نصیحت اپنی خیرخواہی کی بات اُس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے - اور اپنی گانٹھ مین اوسکی بات باندھ لو"

اِس سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ جسوقت تک کہ جب بمشورہ اور حیلہ حضرت معاویہ اور عمرو عاص کے لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے اُسوقت تک قوم اور جماعت علیؓ مرتضے کے ساتھ تھی وہ ایسی زیر اطاعت علیؓ مرتضے کے تھی کہ باغیون سے اور دشمنون سے یہان تک جنگ کر رہی تھی کہ باغیون اور دشمنون کو اپنے مغلوب ہو جانے کا سخت اندیشہ ہوگیا تھا اور اُس وقت تک حالت قوم کی جو علیؓ مرتضے کے ساتھ تھی اُسکی نسبت یہ بھی یقین ہو سکتا تھا کہ وہ برابر زیر اطاعت اور فرمان اپنے امام اور خلیفہ کے رہے گی آسلیے کہ وہ قوم ایسا سخت کام کر رہی تھی کہ جس سے زیادہ کوئی دوسرا کام دشوار نہین ہے یعنی قتل کرنا اور قتل ہونا - کسی کی جان کو ختم کرنا

اور اپنی جان کا صرف کرنا نہایت امر اہم ہے لیکن جسوقت کہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے نیزون پر قرآن باندھکر دکھائے گئے اُسوقت ایک جماعت کثیر اُس قوم سے جو علی مرتضےٰ کے ساتھ تھی خلاف یقین اور غیر متوقع اپنی حالت کو متغیر کرلیا اور اطاعت و فرمان علی مرتضےٰ سے باہر ہوگئی جیسے کہ کسی مسلمان یا گروہ مسلمان کی نسبت عموماً یقین کامل ہو کہ وہ برابر مسلمان اور اپنے مذہب پر رہیگا اور کسی وقت رسول یا امام اور خلیفہ برحق یا کسی بادشاہ کی اطاعت سے کوئی گروہ فوجی باہر نہوگا اور وہ دفعتاً اپنی حالت کو متغیر کرکے اپنے طریقے سے مرتد یا اپنی مطاع سے منحرف ہوجائے جسکی مثالین خود عہد پیغمبرؐ اور خلفا اور شاہان سلف مین پائی جاتی ہین۔

اوس حصۂ جماعت قوم نے جو علی مرتضےٰ کے ساتھ تھی۔ دفعتاً جبکہ لشکر حضرت معاویہ کیطرف سے قرآن نیزون مین باندھکر دکھائے گئے۔ تو اپنی حالت کو یون متغیر کیا کہ باہم مسلمانون کے جنگ بند کیجائے اور حَکَم دونون طرف سے مقرر ہوکر فیصلہ کردے۔ اور علی مرتضےٰ نے بہت سختی سے اونکو ہدایت اور اپنی رائے مستحکم ظاہر فرمائی کہ "باغی اور مخالف لوگ کلمۂ حق زبان سے کہکر اوس سے باطل مراد لیتے ہین مقصود اونکا کتاب خدا پر عمل سے نہین ہی بلکہ جنگ سے تنگ آگئے ہین اور مین اونسے لڑونگا جب تک کہ وہ حکم خدا پر راضی نہوجائین"۔ لیکن اس جماعت نے علی مرتضےٰ کی نافرمانی کی اور اطاعت علی مرتضےٰ سے باہر ہوکر یہ اصرار کیا کہ اگر تم حکم مقرر نکروگے تو ہم تمکو اسیطرح قتل کردینگے جیسے ہمنے عثمانؓ کو قتل کردیا۔ اس جماعت مین صرف وہی لوگ نہین تھے جنھون نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا یا اُنپر بلوہ کیا تھا۔ بلکہ وہ لوگ بھی تھے جو بلوہ اور قتل حضرت عثمانؓ مین شریک

نہین تھے مگر تحت حکومت خلافت حضرت عثمانؓ کے رہ چکے تھے اور جب خلافت علیؓ مرتضٰے پر منعقد ہوئی تو زیر اطاعت علیؓ مرتضٰے کے آ گئے تھے۔ بگر عموماً مسلمانون کے اُسوقت یہ خیالات راسخ ہو گئے تھے کہ مسلمانون کے ہاتھ مین خلیفہ کا نصب وعزل اور اوسکا قتل کر ڈالنا ہو۔ اور ایسا رسوخ اعتقاد اُن لوگون کا اُسی عمل سے ہو گیا تھا کہ جو وفات رسول صلعم کے بعد نصب خلیفہ کے بابت قرار دیا گیا۔ اگر موجب ہدایت اور مرضی خدا ورسولؐ کے جو اُصولی قواعد حق یا دشاہت سے مطابق تھے اور ملک عرب مین اوسکا رواج تھا ابتدا مین بعد وفات رسول امام اور خلیفہ برقرار رکھا جاتا اور قبول کیا جاتا تو جماعت برگشتہ کو علیؓ مرتضٰے سے اس سخن کی جُرأت نہوتی کہ "اگر تم حکم مقرر نہ کروگے تو ہم تمکو اُسی طرح قتل کر دینگے جیسے کہ ہمنے عثمانؓ کو قتل کر دیا" اور نہ وہ خلاف حکم امام اور خلیفۂ وقت کے ایسا اصرار کر سکتے تھے کہ حکم مقرر کیا جائے اور نہ وہ علی مرتضٰےؑ کے قتل پر مثل قتل عثمانؓ کے آمادہ اور مستعد ہو کر اپنی حالت کو متغیر کر سکتے تھے۔ اور جبکہ اُس جماعت نے اپنی حالت کو ایسا متغیر کر لیا تھا تو مین پوچھتا ہون کہ اوسوقت اُس حالت کے اعتبار سے علیؓ مرتضٰے بجز اسکے کیا کر سکتے تھے کہ اوس جماعت کو اوسکی حالت پر چھوڑ دین اور وہ حکم مقرر کر لے۔ اُسوقت علیؑ مرتضٰے یہ نہین کر سکتے تھے کہ اُس جماعت کے قتل پر اُسیوقت آمادہ ہون یا اوسکے ساتھ جنگ پر مستعد ہو جائین۔ اسلیے کہ جسقدر قوم علیؑ مرتضٰے کے ساتھ تھی وہ قبل اِسکے کہ لشکر معاویہ کیطرف سے قرآن علمون مین باندھ کر دکھائے گئے اِس امر پر متفق تھی کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے مقاتلہ کیا جائے لیکن اس

قوم کی جماعت کثیر نے جب اوس امر سے انحراف کیا اور یہ چاہا کہ حضرت معاویہ اور باغیون سے جنگ بند ہو اور حکم مقرر کیا جائے تو پھر علی مرتضےٰ اُس موقع پر جبکہ لشکر علیؑ مرتضے مین اختلاف واقع ہو گیا اور جماعت کثیر خلاف رائے علیؑ مرتضے کے اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ بجائے حضرت معاویہ اور باغیون کے خود علیؑ مرتضے کو قتل یا اونسے جنگ کرین اُن لوگون کو سزا نہین دے سکتے تھے۔ اسوجہ سے نہین کہ علیؑ مرتضیٰ اُن مفسدون کی دھمکیون سے ڈر گئے تھے بلکہ حالت قوم کی وہ ہو گئی تھی جیساکہ علیؑ مرتضے کا اونکے خطبے مین ارشاد ہی کہ وہ قسم خدا کی مین یہی کر سکتا تھا کہ تحکیم حکم دون باغیون سے جنگ کے لیے جو مکروہ تھی مگر خدا نے بہتری اُسی مین گردانی تھی۔ اگر تم اوس حکم کی تعمیل پر قائم ہوتے تو ہدایت پا جاتے اور اگر تم اپنی گردنین کج کرتے تو مین تمہاری گردنین سیدھی کرتا اور اگر تم انکار کرتے تو مین تمہارا تدارک کرتا اوسوقت وہ امر مضبوط ہو جاتا۔ لیکن مین ایسا کرنے مین کس سے مدد لیتا اور استعانت مین کسکی طرف رجوع کرتا اور مین دوا کس سے چاہتا تمہارے بعض کی ساتھ بعض کے درحالیکہ تم سب میرے لیے درد تھے اور اگر مین ایسا کرتا تو اس ضرب المثل کا مصداق ہو جاتا کہ کانٹے کو کانٹے سے نکالنا چاہیے کہ وہ ہم پہلو جور کا ہی" یہ مثل اُسوقت بولی جاتی ہی جبکہ استعانت چاہی جائے اور یہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ بعض سے اعانت بعض کے لیے غیر ممکن ہی جبکہ وہ مشابہ ہون اور اونکی خواہشونکا اتحاد ہو اور میل بعض کا طرف بعض کے ہو جیسے ہمارے یہان بھی فارسی کی یہ مثل مشہور ہی۔ سگ زرد برادر شغال یعنی دونون ہم رنگ اور مشابہ ہین۔ درحقیقت علی مرتضےؑ نے اپنی اُس رای مستحکم کو

کہ لڑائی بند نہ کی جائے اور حکم مقرر نہ کیا جائے خود نہین چھوڑا بلکہ قوم نے اپنی حالت سابقہ کو متغیر کرکے علیؑ مرتضے کی اس راے کو چھوڑا اور جو حالت کہ قوم نے اپنی متغیر کی تھی اوس حالت تغیر پر علیؑ مرتضے نے قوم کو چھوڑا اور وہ حالت متغیرہ قوم کی یہی تھی کہ وہ جنگ کو بند کردے اور حکم مقرر کرلے۔ اور اس حالت سے حالت اول پر قوم کو لانے کے لیے علیؑ مرتضے کو موقع ہی نہین تھا اور اُسوقت یہی مصلحت تھی کہ قوم کو اُسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا جائے تاکہ اوس فتنے سے محفوظ رہا جائے جو علی مرتضےؑ کے قتل کے لیے یا لشکر علیؑ مرتضے مین باہم جنگ ہونے کے لیے (گو علیؑ مرتضے کے ساتھ اُسوقت اُنکے قرابت دار اور چند صحاب ہون) برپا ہو۔

اِس تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علی مرتضےؑ نے اپنی اول راے کو تبدیل نہین کیا۔ بلکہ قوم نے اُس راے پر عمل نہ کرکے دوسرا فتنہ برپا کرنا چاہا اور اوس فتنے کے برپا نہونے کے لیے قوم کی خواہش کے بموجب حکمین مقرر ہوے۔

حکمین مقرر ہونے کے بعد اُس جدید فتنے سے امن ہوگئی اور اُسوقت علیؑ مرتضے نے جو قوم کو اوسکی حالت متغیرہ پر چھوڑا اوسکا صواب بھی ظاہر ہوگیا۔ لیکن ایک دوسرا فتنہ تازہ یہ پیدا ہوگیا کہ بعد تقرر حکمین کے بعض ہمراہیون نے اِس خدشے کو دلی یقین کرکے اپنی حالت کو متغیر کیا کہ "منع کیا آپ نے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم کیا آپ نے اوسکا دای جب قوم نے علیؑ مرتضے کی راے مستحکم کو نہین مانا اور علی مرتضےؑ قوم نافرمان کو سزا نہین دے سکتے تھے اور دوسرا فتنہ برپا ہوتا تھا اوسوقت قوم سے یہ فرمایا کہ تم اپنی خواہش کے موافق حکم مقرر کرلو) پس ہم نہین جانتے کہ دونون

امرون مین سے کس مین رشد زیادہ ہی" اسپر علی مرتضےٰؑ نے جو ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر یہ فرمایا ہے کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی کہ جسنے چھوڑا راے مستحکم کو" کچھ شبہہ نہین کہ علی مرتضےٰؑ نے جو فعلاً افسوس ظاہر کیا ہے وہ قوم کی حالت پر ہے کہ قوم اپنی حالت کو لحہ بلحہ اور لحظہ بلحظہ متغیر کرتی تھی۔ قوم کو اپنی حالت دم بدم تغیر پر اور اپنے امام اور خلیفہ برحق کے حکم کو نہ ماننے پر خود نادم اور شرمندہ ہونا چاہیے تھا لیکن حالت قوم کے تغیر سے جو الزام کہ قوم پر عائد ہونے کے لائق تھا وہ اپنے امام اور خلیفہ برحق پر لگاتی تھی۔ ضرور تھا کہ علی مرتضےٰؑ کو قوم پر افسوس ہو ایسی قوم جو اپنی حالت کو یون تغیر کرے اور نافرمانی اپنے امیر سے نادم نہو ایسی بیتغیر اور نافرمان قوم بے شک اپنے امیر کو لیے قابل افسوس کے تھی۔ اور جیسے کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم پر افسوس کیا ہے ویسے ہی بمقابلہ اُس پوچھنے والے کے "کہ منع کیا تمنے ہمکو حکم مقرر کرنے سے اور پھر حکم دیا تمنے اُسکا پس نہین جانتے ہم کون سی بات دونون مین سے کس مین زیادہ رشد ہے"

یہ ارشاد علی مُرتضےٰؑ کا کہ "یہ سزا ہے اوس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اوسی قوم قابل افسوس کے لئے ہے۔ علی مرتضےٰؑ نے فعلاً اور قولاً اوس قوم کو جو لحہ بلحہ اپنی حالت متغیر کرتی تھی۔ اور فرمان اپنے امیر کا نہین مانتی تھی جواب دیا ہے۔ اس ارشاد علیؑ کا انطباق علی مُرتضےٰ پر نہین ہو سکتا ہے جیسا کہ مصنف مخاطب عمداً یا غلط فہمی سے علی مُرتضےٰؑ پر عائد کرنا چاہتے ہین بلکہ یہ مضمون پوچھنے والے اور شخص اُس جماعت پر منطبق ہوتا ہے کہ جسنے علی مُرتضےٰؑ کی اُس رائے مستحکم کو چھوڑا۔ آپ کے اس فرمانے کی تشریح یہ ہے کہ۔

کہ اون لوگون نے علی مرتضےٰ کی رائے مستحکم کو نہ مان کر چھوڑ دیا اور اطاعت اور فرمان برداری سے باہر ہو گئے اور علی مرتضےٰ اس درد کی دوا کچھ نہین کر سکتے تھے۔ اور بغرض اسکے کہ وہ لوگ ایک اور فتنہ مین مبتلا ہون علی مرتضےٰ نے انکو اُنکی حالت متغیرہ پر چھوڑا کہ وہ حکم مقرر کر لین ایسا ہوا تو انکو یہ خدشہ ہوا کہ علی مرتضےٰ نے پہلے حکم مقرر کرنے سے منع کیا تھا اور پھر حکم دیا اور نہین معلوم ان دونون امر دن مین سے کس مین زیادہ رشد ہے اُن لوگون کا کلام دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ بے شک علی مرتضےٰ کے نفس امامت مین اُن لوگون کو شک ہوا یہ خدشہ اُس رائے مستحکم کے نہ ماننے سے زیادہ خراب ہے کہ جس سے بجائے نافرمانی کے انکار مطلق امامت اور خلافت سے پیدا ہوتا ہے اور قطعی امامت اور خلافت سے منکر ہو کر اطاعت سے خارج ہو جاتا ہے پس یہ فرمانا علی مرتضےٰ کا اون لوگون کے حق مین ٹھیک ہوتا ہے کہ "یہ سزا ہے اُس شخص کی جسنے چھوڑا رائے مستحکم کو" اور وہ رائے مستحکم یہی تھی کہ جنگ قائم رکھو اور جنگ کرنے پر علی مرتضےٰ کو اصرار تھا اور وہ جنگ اگرچہ مکروہ تھی مگر اللہ نے اُسی مین بہتری فتحمندی کی اور سلامتی عاقبت کی گردانی تھی۔ اگر وہ لوگ اُس رائے مستحکم یعنی قائم رکھنے حرب کو مانتے جسکے نہ ماننے پر علی مرتضےٰ کچھ علاج اُن کا نہین کر سکتے تھے اور علی مرتضےٰ انکو حالت متغیرہ پر نہ چھوڑتے اور حکم مقرر کر لینے نہ دیتے تو یہ خراب خدشہ انکو ہرگز پیدا نہ ہو سکتا کیونکہ اوس خراب خدشہ کے درجہ پر پہونچنا اون کا اسی سبب سے ہوا کہ رائے مستحکم قائم رکھنے حرب کو نہ مانا۔ اور یہ خدشہ خراب تر اسلیے ہے کہ جن لوگون کے دلون مین یہ خدشہ

پیدا ہوا اونکی دنیا اور آخرت دونون خراب ہو گئین کہ یہ بھی فرقہ علی مرتضےٰ ؑ کا امامت اور خلافت کا منکر ہو کر علی مرتضیٰ ؑ کی اطاعت سے باہر ہو گیا اور جسنے لقب خوارج کا پایا سواے چند آدمیون کے وہ فرقہ دنیا مین قتل ہو گیا۔ اور آخرت مین اگر رسول ؐ اور امام اور خلیفہ برحق اور سلطان عادل وقت سے جو کوئی انحراف کرے اور اُسکی اطاعت سے اپنے آپ کو خارج کرے اگر اُسکے لیئے کوئی سزا ہے آخرت مین تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اُس سزا کو بھگتے گا۔

علیؑ مرتضےٰ کے تمام خطبہ پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے قوم کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے اور مصداق اس فقرہ کا (یہ سزا ہے اُسکی جسنے چھوڑا راے مستحکم کو) اُسی قوم کو قرار دیا ہے۔ یہ امر کہ وہ قوم قابل افسوس کے اور مصداق اوس فقرہ کی تھی اور خود علی ؑ مرتضےٰ مصداق اُس افسوس اور اس فقرہ کے نہین ہو سکتی خود اوس ارشاد علی مرتضےٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی مرتضےٰ نے اُس فقرہ کے بعد صاف فرمایا ؎ وہ کیا نہین ہے یہ بات قسم خدا کی بیشک جسوقت کہ حکم کیا مین نے تمکو جس امر کا کہ حکم کیا مین نے تمکو (قیام جنگ) اور بوجھہ رکھدیا مین نے تمھارے سرون پر ایسے مکروہ کا کہ جس مین اللہ نے بھلائی قرار دی تھی۔ پس اگر قائم ہو جاتے تم ہدایت کرنے والا ہوتا مین تمھارا اور اگر تم اپنی گردنین ٹیڑھی کرتے سیدھا کر دینے والا ہوتا مین تمھارا۔ اور اگر انکار کرتے تم تدارک کرتا مین تمھارا اہم آئینہ ہوتا یہ امر مضبوط لیکن کس سے مین اعانت لیتا اور کس کے طرف رجوع کرتا یہ کہ دوا کرے اور تم خود میرے لیئے درد تھے پس ہوتا مین شل نکالنے والے کانٹے کے ساتھ کانٹے کے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰ ؑ کیونکر مدد چاہتے

وا تقدّ بعض اُن کے کی بعض ان کے کے لیئے - جب کہ وہ سب اپنی خواہش مین متحد تھی اور میل اور پہلو جو بعض اُنکے کا طرف بعض اُنکے کے تھا طبیعتین بعض اُن کے کی مشابہ بعض کے تھین اور خواہش بعض کی طرف بعض کی تو پس اس ارشاد سے لازم آتا ہے کہ علی مرتضےٰؑ نے قوم کو قابل افسوس کے جانا ہے نہ اپنے آپ کو اور مصداق اُس فقرہ کا "کہ یہ سزا ہے اُس کی جس نے چھوڑا رائے مستحکم کو" قوم کو قرار دیا ہے نہ اپنے آپ کو - جس سے ظاہر ہے کہ علی مرتضےٰ کی کوئی غلطی نہین تھی نہ انھون نے دہوکھا کھایا - جس ارشاد سے کہ ایسا لازم آتا ہے اوسکے بعد آپ خدا سے شکایت کرتے ہین کہ "بار خدایا عاجز آگئے اطبا اس درد لا علاج سے اور گران ہو گیا ہے کھینچنا ساتھ رسیون دراز کے پانی گہرے کنون کا"

اس ارشاد مین بھی قوم کی قصور کی خدا سے شکایت ہے - اور اس شکایت نے بھی ظاہر کر دیا کہ قوم کی حالت پر علی مرتضےٰؑ نے افسوس کیا ہے نہ اپنی حالت پر - اور فقرہ زیر بحث بھی قوم کی نسبت فرمایا ہے نہ اپنی نسبت یہ شکایت اُسی قسم کی ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے شکایت کی تہی جسکا ذکر خدا نے فرمایا ہے آیۃ " انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ - (سورۂ یوسف)

ترجمہ " سوائے اسکے نہین ہے کہ شکایت کرتا ہون مین " اپنے حال پراگندہ اور حزن کی طرف اللہ کے " اس شکایت کے بعد علی مرتضےٰ نے اُس قوم مسلمانون کو یاد کیا ہے - جسکی حالت مخالف حالت اس قوم مسلمانون کے تھی " یعنے اون لوگون کو اسلام کی دعوت کی گئی انھون نے اسکو قبول کیا اور یہ لوگ دعوت امامت اور خلافت کو قبول نہین کرتے اور جنھون نے قبول کیا اُس سے انحراف کرتے ہین - اُن لوگون نے

قرآن کی تلاوت کی تو اُسکے عمل کو نہایت استوار کیا یہ لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہین تو اُسکے عمل کو استوار نہین کرتے ۔ اُن لوگون کو جہاد کی طرف رغبت دلائی گئی تو اُونکو ایسی محبت ہو گئی جیسے حاملہ ماؤن کو اپنے بچون کی پیدائش سے ہوتی ہے ۔

اِن لوگون کو جہاد کی رغبت دلاجاتی ہے تو اسمین حیلہ کرتے ہین اور جہاد کا بند کرنا چاہتے ہین اُن لوگون نے اپنی تلوارین میانون سے نکالین یہ لوگ اپنی تلوارین میانون کے اندر ڈالتے ہین اُن لوگون نے جماعت در جماعت اور صف در صف ہو کر اطراف زمین کو لے لیا یہ لوگ متفرق اور پراگندہ ہو کر اپنے مقبوضہ اطراف زمین کو چھوڑنا چاہتے ہین ۔ اُن لوگون مین سے جو مارے گئے ۔ اونکو تعزیت کی پرواہ نہ ہوئی ۔ یہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ مرنیسے تباہ ہو جائینگے اُون لوگون مین سے جو زندہ رہے اُنکو کچھ تہنیت نہین دی گئی ۔ یہ لوگ جو زندہ ہین وہ مشتاق بشارت کے ہین اُن لوگون کے شکم روزہ رکھتے رکھتے پیٹھ سے لگ گئے تھے یہ لوگ شکم سیری اور شکم پروری چاہتے ہین اُون لوگون کے لب دعائین مانگتے مانگتے پژمردہ ہو گئے تھے ۔ یہ لوگ خدا سے دعا مانگنے کی پروانہ نہین کرتے اُن لوگونکی کثرت بیداری سے رنگ زرد پڑ گئے تھے یہ لوگ خواب آسائش مین ایسے سو گئے ہین کہ چونکتے ہی نہین اُون لوگون کے چہرون پر گرد فروتنی پڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی ۔ یہ لوگ اپنے چہرون پر غازہ غرور اور نخوت کا ملے ہوئے ہین ۔" یہ یاد علی مرتضےٰ کی واسطے ترغیب سامعین کی ہے ۔ تاکہ یہ لوگ اپنی حالت مثل حالت اون لوگون کی بنادین کہ جنکے اوصاف حمیدہ علی مرتضےٰؑ نے بیان فرمائے ۔ اور اس یاد علی مرتضےٰ سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ حالت ان مسلمانونکی

خلاف اُن مسلمانون کے تھی۔ کہ جنکو علی مرتضےٰؑ نے یاد فرمایا۔

چنانچہ اُن لوگون کو یاد کرنے کے بعد علی مرتضےٰؑ نے فرمایا ہے ہم کو زیبا ہے کہ ہم اُنکے لیئے پیاسے ہون اور اُنکی جدائی پر پشت دست اپنی کو دانت سے کاٹین اور پھر اُن لوگون کو نصیحت فرمائی ہے کہ شیطان تمھارے لیئے ایک طریقہ درست کر رہا ہے اور تمھارے دین کی گراہین کھول رہا ہے اور تمھاری جماعت مین تفرقہ کے پھندے دے رہا ہے۔ پس سمجھو تم اوسکے وسوسون اور منترون سے روگردانی کرو اور قبول کرو اپنی خیر خواہی کی بات اس شخص سے جو تمکو راہ راست دکھاتا ہے اور اپنی گانٹھ مین اُس کی بات باندھ لو۔ اس تمام ارشاد سے علانیہ واضح ہو گیا۔ کہ علی مرتضےٰؑ نے اپنے ہمراہیون کی حالت کو قابل افسوس سمجھا ہے۔ اور فقرہ زیر بحث کا مصداق انھین کو قرار دیا ہے۔ نہ اپنے آپ کو۔

اور کچھ اسی خطبہ پر موقوف نہین ہے۔ کہ علی مرتضےٰ نے اُن کو قابل افسوس اور لائق شکایت سمجھا اس سے پہلے بھی دو خطبون مین اُنکی نسبت ایسے ہی قابل افسوس اور لائق شکایت فقرہ فرمائے ہین۔ جنکو خود مصنف مخاطب نے اوپر نقل کیا ہے۔ اور جسپر بحث ہو چکی ہے۔ ایک کلام مین علیؑ مرتضےٰ اون سے مخاطب ہو کر یون فرماتے ہین۔

"غارت کرے تمکو اللہ بیشک بھر دیا تمنے میرا دل پیپ سے اور بھر دیا تمنے سینہ میرا غصہ سے" دوسرے کلام مین فرماتے ہین "اے پروردگار مجھے اُن لوگون نے تنگ کر دیا ہے اور یہ مجھسے تنگ ہو گئے ہین اور مین اُنکو ستوہ مین لے آیا ہون اور یہ مجھے ستوہ مین لے آئے ہین پس مجھے اُنکی عیوض مین نیک لوگ عنایت فرما اور اُنکے لیئے میری عیوض مین بد شخص

قرار دے" ان تمام ارشادات علی مرتضےٰ سے ظاہر ہے کہ قوم بوجہہ اسکے کہ بار بار اپنی حالت کو متغیر کرتی تھی اور پے در پے خطائین وقوع مین لاتی تھی اور کسی طرح اصلاح پذیر نہین ہوتی تھی اور اپنے آپکو قابل افسوس اور لائق شکایت کے بناتی تھی۔ قوم کے رنگ برنگ حالت مین ہوجاتے اور ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہنے سے کوئی اعتراض غلط فہمی یا دہوکا کھانے کا علی مرتضیٰ پر وارد نہین ہوسکتا۔ علی مرتضےٰ قوم کی ہر حالت کو عین اُسوقت پر جو اوسکی حالت ہوجاتی تھی ٹھیک سمجھ لیتے تھے۔

مصنف مخاطب جو کثرت فضائل اور مناقب کو دوسری چیز اور انتظام ملک وتدبیر جنگ کو دوسری چیز قرار دیکر بغیر کسی شک کے قبول کرتے ہین کہ جناب امیرؑ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُس مشاہدات مین محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُسی مین مصروف تھی"

اس تقریر مصنف مخاطب مین صریح اشعار ان امور کا موجود ہے کہ علی مرتضےٰؑ کے کثرت فضائل ومناقب اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلی ایسی تھی کہ جو دوسرے خلفاء کے لیئے نہین تھی بحث باقی یہ رہتی ہے کہ انتظام ملک اور تدبیر جنگ علی مرتضےٰ کی فضائل ومناقب کو شامل ہے یا نہین اور اُنکے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات جن کے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اوسی مین مصروف تھی اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اسمین داخل ہے یا نہین؟ مصنف مخاطب کو اپنی تقریر مین بتانا چاہیئے تھا کہ علیؑ مرتضےٰ کی قلب منور پر جو کیفیات باطنی کی تجلیات

کا غلبہ تھا اور وہ اُنکے مشاہدات مین محو تھی اور اُنکی رائے کی قوت اُس مین مصروف تھی۔ تو انتظام ملک اور تدبیر جنگ جو امامت اور خلافت سے متعلق ہے علی مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات کی غلبہ اور محویت اون کے مشاہدات اور اُنکی مصروفیت قوت رائے سی کیسے جدا رہ جاتی تھی اور اُن کا جدا رہنا کیون اور کس طرح سمجھا جا سکے۔ مذہب اسلام مین دین و دنیا جدا جدا چیزین نہین ہین۔

دین اسلام اور شریعت محمدی کی وضع پر جب ادنے غور کیا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اصول تمدن اور انتظام تمدن اور سیاست مدن سب دین ہے جسمین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین سب کچھ داخل ہین۔ کون وجہ ہے کہ علیؑ مرتضےٰ کے قلب منور پر کیفیت باطنی کی تجلیات جو غالب تھین اور جنکے مشاہدات مین وہ محو تھے اور اپنی رائے کی قوت اسی مین صرف کرتے تھے اُس مین انتظام ملک اور جنگ کی تدبیرین شامل نہ ہو سکین۔ پیغمبر خداؐ جب کہ اُنکو وہ وقت آیا ہے کہ دشمنون سے محفوظ ہین اور دشمنون کے حملون کو دفع کرین اور دشمنون پر حملہ کرین۔ کہ جسمین تدبیر جنگ اور ملک عرب پر قبضہ حکومت اور انتظام ملک سب کچھ داخل ہے۔ یعنے زمانہ ہجرت سے تجہیز جیش اُسامہ اور قریب اوس زمانہ تک کہ جب روح مقدس پیغمبرؐ کے جسم مقدس سے پرواز کر گئی) علی مرتضےٰؑ سے تخلیہ مین مشورہ کرتے رہتے تھے اور دن مین ایک وقت ایسا ہوتا تھا کہ تنہائی مین علی مرتضےٰؑ سے رازداری کے امور طے پاتے تھے اور علم و رایون پیغمبرؐ سے علی مرتضےٰ کو آگاہی ہوتی تھی۔ بعض دفعہ تخلیہ کو ایسا طول ہوا ہے کہ دوسرون نے اُسپر رشک کیا ہے۔ (یہ امور ہمارے رسالہ جات

روشنی مین کتب اہل سنت سے مذکور ہوئے ہین) تو کیا کسی کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ اُن روزانہ مشورون اور تخلیون اور رازداریون مین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل نہین تھین جبکہ انہین امور کے لیئے وقت تھا۔

نہین۔ بلکہ یقین کرنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا نے ان تمام اُمور کے لیئے بھی علی مُرتضےٰؑ کو منتخب کر لیا تھا اور یہ انتخاب درحقیقت اُسی وقت منجانب اسد عمل مین آیا تھا جبکہ پیغمبرؐ خدا نے۔ اپنے کنبہ کو بہ تعمیل حکم (وانذر عشیرتک الاقربین) کے دعوت اسلام کیلیئے بلا کر ضیافت کی تھی اور اسی مجلس مین علی مُرتضےٰؑ نے کھڑے ہو کر پیغمبرؐ سے کہا کہ مین تمھارا ناصر اور مددگار رہون گا اور پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ تو میرا وزیر اور خلیفہ ہے" کیا کسیکی سمجھ مین آسکتا ہے۔ کہ پیغمبرؐ خدا اپنے وزیر اور خلیفہ سے امور وزارت اور خلافت کے متعلق تخلیہ اور مشورہ اور رازداریان نہین کرتے تھے۔ ایسے شخص سے کہ جسکو اپنا وزیر اور خلیفہ قرار دیا تھا۔ ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ انتخاب تخلیون اور مشورون اور رازداریون کے لیئے پیغمبرؐ کی طرف سے غلط ہوا تھا۔ لیکن ایسا کہنا بھی خود غلط ہو گا کیونکہ عہد پیغمبرؐ مین علی مُرتضےٰؑ نے جو تدابیر جنگ اور اسکے ذریعہ سے فتحمندیان اور انتظام ملک کے باتباع پیغمبرؐ عملاً دکھائی ہین (جسکی مفصل کیفیت سوانح عمری پیغمبرؐ خدا اور علی مُرتضےٰؑ سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اُسکے نشانات جابجا ہمارے رسالہ جات روشنی مین بھی موجود ہین۔) اُنسے خود بخود ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ علی مُرتضےٰؑ قدرتاً ایسے قابل اور لائق تھے کہ پیغمبرؐ خدا تخلیہ مین مشورہ ہر امر کا سوائے علی مُرتضےٰؑ کے کسی دوسرے سے نہین لے سکتے تھے اور علی مُرتضےٰ ہی ایسے شخص تھے کہ تمام امور رسالت کو جسمین تدابیر جنگ اور انتظام ملک شامل تھا ٹھیک طور پر اپنی کارگذاری سے

قائم کرتے تھے اور اوسی کارگذاری کی بدولت سندین فضائل اور مناقب کی پیغمبرؐ سے حاصل کرتے تھے اون اسناد فضائل اور مناقب کو جب واقعات تاریخی کی حیثیت سے دیکھا جاوے (جو خود کتب اہل سنت مین منقول ہین اور ہمنے بھی اپنی رسالہ جات روشنی مین کسیقدر اون کا ذکر کیا ہے) تو صاف ظاہر ہو جاویگا کہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک کی حیثیت سے بھی علی مرتضےٰ کے فضائل اور مناقب مین بہت کچھ سندین پیغمبر کی عطا کی ہوئی موجود ہین سب سے اعلی درجہ کی فضیلت انسان کے لیئے علم ہے۔ اور پیغمبرؐ نے خود فرما دیا ہے کہ "پیغمبر مدینۂ علم ہین اور علیؑ اوسکا دروازہ اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ اور علیؑ تم مین اقضا ہے" اور اسی اعتبار سے علیؑ مرتضیٰ نے جنگ صفین مین جبکہ لشکر معاویہ کی طرف سے نیزون پر قرآن دکھائے گئے فرمایا کہ یہ قرآن صامت ہی اور مین قرآن ناطق ہون" پیغمبرؐ نے اپنے اسناد سے جو تصدیق علم علی مرتضےٰ کی کی ہے۔ علم تدابیر جنگ اور انتظام ملک علم علی مرتضےٰ سے اوسی وقت خارج سمجھا جا سکتا ہے کہ جب علم پیغمبرؐ سے بھی خارج سمجھا جاوے۔

علی مرتضےٰ کا تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور دیگر امور مین اعلی درجہ کا عالم اور اہل الرائے ہونا اون واقعات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ عہد خلفاء ثلاثہ مین پیش آئے ہین اور علیؑ مرتضےٰ کی رائے ہمیشہ امور اہم مین لی گئی ہے یا خود انھون نے نصیحت کی ہے۔ حضرت عمرؓ جو بڑی فاتح ملک شام اور ایران کے سبب سے سمجھے جاتے ہین خود اونھون نے حملہ شام اور ایران کے وقت علیؑ مرتضےٰ سے تدابیر جنگ اور انتظام ملک کیلیے مشورہ کیا ہے اور علی مرتضےٰ کی رائے لی ہے۔

عہد خلفاء ثلاثہ مین جو ایسے واقعات پیش آئے ہین۔ کہ جن مین

علی مرتضےٰؑ سے پوچھا گیا ہے یا خود علی مرتضےٰؑ نے نصیحت کی ہے اُن سے یہ امر مسلم ہوتا ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ علی مرتضےٰ کو اعلیٰ درجہ کا عالم اور اہل الراے تسلیم کرتے تھے۔

علی مرتضےٰؑ کے خطبات اور اُن کے مکتوبون اور کلامون سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اور تمام امور دین مین اعلیٰ درجہ کا علم اور قابلیت رکھتے تھے خلفاء ثلاثہ کو اُس وقت خلافت ملی تھی کہ جسوقت پیغمبرؐ اور علی مرتضےٰ کا کیا ہوا انتظام موجود تھا علی مرتضےٰؑ کو خلیفہ اُسوقت قبول کیا گیا ہے کہ بوجہ بلوہ کے خلافت پر اور قتل حضرت عثمان کے انتظام خلافت درہم برہم ہوگیا تھا اندرُن ملک کیلئے تدبیر جنگ اور انتظام ملک کا خلفاء ثلاثہ کے لئے دقت ہی نہین ہوا تھا اگر انکے عہد مین ایسا برہمی خلافت کا معاملہ پیش آتا اور وہ تدابیر جنگ اور انتظام ملک اپنی رائے سے کرتے تو اُنکی ستائش موازنہ کی حیثیت سے قابل نظر کے ہوتی۔ قوت مجتمعہ متفقہ تھی جسمین علی مرتضےٰؑ نے خلل نہین ڈالا تھا۔ شام اور حصہ ایران کے فتح کرنیکا معاملہ جو بیرون سلطنت تھا اور جسکے متعلق علی مرتضےٰؑ کی رائے لیگئی تھی معاملہ فتنہ وفساد اور بغاوت اندرون سلطنت کی تدابیر جنگ اور انتظام ملک سے موازنہ نہین ہو سکتا۔

اندرون سلطنت جو فتنہ فساد اور بغاوت پھیلی اُسکے فرو کرنے مین علی مرتضےٰؑ نے جو تدابیر جنگ کین اور اونکو فتحمندیان حاصل ہوئین کہ جنمین انتظام ملک خلافت شامل تھا اُس مین علی مرتضےٰؑ کو کامیابی حاصل ہوئی اور جسقدر کہ فتنہ وفساد اور بغاوت باقی رہگئی تھی اگر علی مرتضےٰؑ قتل نہ ہوجاتے تو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ بھی فرو ہوجاتی۔ علی مرتضےٰؑ نے اندرُن خلافت کے جو فتنہ وفساد اور بغاوت کے رفع کرنے کے لیئے تدابیر جنگ

اور انتظام ملک کے لیئے کین جس مین کامیابی ہوئی علی ؑ مرتضے کی غلطی یا غلط فہمی کھنا یا یہ کھنا کہ اُنھین تدابیر جنگ یا انتظام ملک کی قابلیت نہین تھی۔کسی طرح روا اور صحیح نہین ہو سکتا۔ (دیکھو اسی بحث کے متعلق رسالہ روشنی جلد ۵ صفحہ ۵۹)

اور نہ اُس حیثیت سی جس حیثیت سی کہا گیا ہے یہ کھنا مصنف مخاطب کا صحیح ہو سکتا ہے "کہ جناب امیر کے قلب منور پر کیفیات باطنی کی تجلیات ایسی غالب تھین کہ وہ ہمہ تن اُنھین مشاہدات مین محو تھی اور اُنکی رائے کی جتنی قوت تھی وہ اُسی مین مصروف تھی خلافت زبردستی اونکے سر پر ڈالی گئی" علی ؑ مرتضے خلافت اول سے لے کر خلافت سوم تک برابر خواہش خلافت کی اور اپنے حق کا اظہار اور دعوی اور خلفاء ثلاثہ کے نصب پر اعتراض کرتے رہے اور ان تینون عہد خلافت مین جب اُن سے رائے لی گئی۔یا جب اونکو موقع ملا اسلوبی خلافت کے لیئے اور اوسکی بہبودی اور ترقی کے لیے رائے برابر دیتے رہے اگر اُن مین اعلی درجہ کی قابلیت انتظام ملک اور تدبیر جنگ کی نہین تھی تو اُن کی رائین کیون لے جاتی تھین اور اُونکی راؤن کو کیون پسند کیا جاتا تھا۔

البتہ مرتبہ چہارم مین اُس زمانہ مین علی ؑ مُرتضے بدل ہو گئے تھے اور حالت خلافت کی برہم درہم ہو گئی تھی اور یہ برہمی درہمی صرف اسی وجہ سے ہوئی تھی کہ خلاف اصول سلطنت اور مخالف ایماء خدا اور رسول ؐ کے علی ؑ مُرتضی اعلی اور افضل قابلیت رکھنے والے خلافت کو سلطان اور خلیفہ قبول نہ کرکے اُنکے غیرون کو خلیفہ اور بادشاہ بنایا تھا۔اگر علی ؑ مُرتضے کو بعد وفات رسول ؐ خلیفہ قبول کیا جاتا تو نوبت بیدلی علی ؑ مُرتضے اور برہمی درہمی خلافت کی نہ پہونچتی۔

بیشک وقت قتل حضرت عثمانؓ کے جب حالت خلافت کی نہایت خراب ہو گئی اور مدینہ کے تمام موجودہ اہل الرائے نے یہ دیکھا کہ سوائے علی مرتضٰےؑ کے کوئی حالت خلافت کو درست نہ کر سکیگا کہ اُسوقت "خلافت زبردستی اُنکے سر پر ڈالی گئی جس سے وہ بچنا چاہتے تھے" لیکن بیعت کرنے والونکی حضوری ہی نے اون پر حجت تمام کر دی اور اونکو قبول خلافت پر مجبور کیا۔

مگر پھر جیسے کہ ابتدا مین خلافت کے لیئے اونکو قبول نہین کیا گیا باوصف اسکے کہ اونکے استحقاق خلافت اور قابلیت کار خلافت سے کوئی انکار نہین کرتا تھا اور انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا مین اونکی رائے وہدایت اور اُنسے مدد لی جاتی تھی۔

(جس سے ظاہر ہے کہ خود خلفاء ثلاثہ اونکو اہل اور فضل کار خلافت کیلیئے جانتے تھے) ویسے ہی پھر بعض لوگون نے مثل حضرت طلحہ اور زبیر اور بی بی عائشہؓ کے اون کی خلافت سے انحراف کیا اور بعض لوگون نے مثل حضرت معاویہ کے اونکو خلافت کے لیئے قبول نہ کیا جس سے ظاہر ہے کہ کسی وقت مین خواہ وقت تقرر خلفاء ثلاثہ کے خواہ بعد قبول کیے جانے کے خلافت کے لیئے درجہ چہارم مین علی مرتضٰےؑ کو اس خیال سے کہ "کیفیات باطنی اور مشاہدہ انوار قدس کی اونکو پوری فرصت اور آزادی دی جاوے اور انتظامی معاملات مین نہ پھنسایا جاوے" کار خلافت سے علحدہ نہین رکھا اور علحدہ کرنا نہین چاہتے تھے۔ اگر یہی وجہ تھی تو عہد خلفاء ثلاثہ مین کیون اونکو انتظام ملک اور تدبیر جنگ اور انفصال قضایا کے لیئے رائے اور ہدایت اور مدد حاصل کرنے کے واسطے تکلیف دی جاتی تھی۔ اور کیون مرتبہ چہارم مین اونکو خلیفہ قبول کیا گیا اور اون کی پوری فرصت اور آزادی کیفیات باطنی اور

مشاہدہ انوار قدس کو کیون روکا گیا اور اونکی مرحمت سے تنزل کیون ہو گیا اور کیون انتظامی معاملات مین پھنسایا گیا جس سے ظاہر ہے - اور تمام واقعات تاریخی دیکھا رہی ہے کہ خلفاء ثلاثہ نے جاہ پسندی خلافت کو حاصل کیا اور بعد قبول خلافت کے مرتبہ چہارم مین علی مرتضیٰ ؑ سے انحراف کیا گیا - اونکی وجہ خواہشات نفسانی تھین نہ کچھ اور غیر صائب ہونا اس رائے کا کہ بعد وفات رسول ﷺ علی مرتضیٰ ؑ کو خلیفہ قبول نہ رکھا گیا اور مرتبہ چہارم مین اونکی خلافت سے انحراف کیا گیا ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ ایسی رائے نے اشاعت مذہب اسلام کو تمام روئے زمین پر مسلمانون کی قوم کو ضرر اور نقصان پہنچایا اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ خلافت ثلاثہ کی عہد حکومت اور کثرت فتوحات کا مقابلہ جناب امیرؑ کے عہد خلافت کے واقعات سے کرنا سخت غلطی ہے اور یہ بھی دکھا چکے ہین کہ علی مرتضیٰ ؑ نے کبھی اپنی رائے نہین بدلی نہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر گئے - اور نہ وہ قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین کبھی مجبور ہوئے بلکہ تغیر جیسا حالت قوم کا ظہور مین آتا گیا اوسی کے موافق وہ اپنی رائے صحیح قائم کرتے گئے - اگر وہ مفسدون کے دہمکانے سے ڈر جاتے اور قاتلان عثمانؓ کے ہاتھ مین مجبور ہوتے تو انھین مفسدون اور انھین قاتلون کے مونھ پر مجمع عام مین اون کی بار بار تغیر حالت پر اور اپنی نافرمانی کرنے پر اور اپنی اطاعت سے باہر ہو جانے پر ہرگز نہایت سختی اور شدت سے اونکی مذمت اور ملامت اور افسوس ظاہر نہ فرماتے - ہر حالت موجودہ پر اور ہر وقت کی ضرورت کے لحاظ سے علی مرتضیٰ صحیح رائے قائم کرتے تھے اور حکم دیتے تھے - حالت ما بعد پر رائے اور حکم دینے سے یہ اعتراض کرنا - یا نتیجہ نکالنا کہ حالت اول کی وقت غلط فہمی ہوئی تھی خود مصنف مخاطب کی غلط فہمی ہے -

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین وہ اصول کافی کی باب کراہتہ التوقیت مین مذکور ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے تو امام باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسکی خبر کردی اور تمنے اس راز کو مشہور کردیا - اس لیے اللہ نے اُس وقت کو ٹال دیا اور آئندہ اوس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا"

اس روایت سے یون استدلال کرتے ہین کہ امام باقر وغیرہ ائمہ نے نااہلون سے اس راز کو ظاہر کیا تھا پس اگر اونکو پہلے سے نااہل جانتے تھے تو اونسے راز کہنا گناہ کبیرہ تھا اور اگر دھوکا کھایا اور اہل و نااہل کا تمیز نہ ہوا تو یہ غلط فہمی تھی"

یہ روایت وہی ہے جسکو مصنف مخاطب نے اپنے رسالہ جلد اول کی نمبر ۲ پر نقل کرکے دوسری نوعیت سے اعتراض کیا تھا - اور جسکی حقیقت ہمنے اپنے رسالہ حصہ اول اکتوبر سنہ ۱۸۹۳ع کے صفحہ ۴۶ پر دکھائی ہے اور پھر اسی روایت اور اسی کی ہم قسم دوسری روایتون پر ہمارے رسالہ جلد ۳ نمبر ۴ مین صفحہ ۴۷ سے بحث ہوئی ہے -

مصنف مخاطب نے جو اس روایت مین یہ ظاہر کیا ہے کہ جب اللہ نے خروج مہدی کے لیے سنہ ۱۴۰ مقرر کیے تھے یہ بیان اون کا غلط ہے - روایت مین مطلق ذکر خروج مہدی کا نہین ہے - بلکہ روایت مین یہ ہے - بیشک اللہ تبارک و تعالے کے (نزدیک) تھا وقت اس امر کا سنہ ۷۰ مین پس جبکہ قتل کیے گیے حسین علیہ السلام سخت غضب اللہ کا ہوا اہل زمین پر پس تاخیر ہوئی سنہ ۱۴۰ تک پس بیان کیا ہمنے تم سے اور ضائع کیا تمنے بات کو اور کھول دیا تم نے پردہ بھید کا اور نہ گردانا اللہ نے اسکے لیے بعد اُسکے کوئی وقت ہمارے پاس وہ محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے

۵ یہ ترجمہ روایت کا جو کلام امام ہین، یمحو اللہ ما یشاء و عندہ ام الکتاب ۱۲

اور اُسکے پاس اُم الکتاب ہے" کہا ابو حمزہ نے کہا کہ مین نے اِس حدیث کا ذکر کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُنھون نے فرمایا تحقیق ایسا ہی تھا"

اِس روایت سے ظاہر ہے کہ خروج مہدی علیہ السلام کا تعین کچھ ذکر نہین ہے۔ بلکہ یہ حدیث اس امر سے متعلق ہے کہ خلافت خاندان رسالت مین کسی کسی وقت آنے کو تھی اور نہ آئی۔ امام علیہ السلام نے جو جو وقت بیان فرمائے ہین اُس اُس زمانی مین ایسے ایسے سامان اور اسباب مہیا ہو گئے تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی اسی اعتبار سے امام علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ وہ اوقات خدا کے نزدیک ایسی تھے کہ خلافت خاندان رسالت مین آجاتی۔ مگر دوسرے وجوہ اور اسباب ایسے پیدا ہو گئے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ آئی خلافت کا خاندان رسالت مین آنا نہ آنا تقدیر الٰہی ہے اور اسی نظر سے امام علیہ السلام نے آیت الٰہی کا ذکر کیا کہ محو کرتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہی اور نزدیک اوسکے اُم الکتاب ہی" مگر باعتبار فطرت انسانی کے کہ جو خدا کی قدرت سے وضع ہوئی ہے انسان اپنے اعمال اور افعال کا مختار رکھا گیا ہے اور قوم اپنی حالت کو متغیر کرتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہی کہ "خدا کسی قوم کو متغیر نہین کرتا بلکہ قوم اپنے آپ کو اپنے نفسون سے متغیر کرتی ہے" اور یہ ہی مُراد ہے کہ "محو کرتا ہی اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہی اور پاس اُسکے ام الکتاب ہی" یعنے جب قوم اپنے آپ کو خود متغیر کرتی ہی تو اُس کا علم خدا کے عندیہ مین ہوتا ہی۔

جسوقت کہ حضرت امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے اوس زمانے

مین بیشک ایسی حالت تھی کہ خاندان رسالت مین خلافت آجائے اوس وقت سے اسوقت تک کسی مسلمان کے ذہن مین یہ آسکتا ہے کہ قوم مسلمانونکی بمقابلہ یزیدؔ کے حضرت امام حسینؑ کو خلیفہ قبول نکرے ۔ یا قبول کر کے منحرف ہوجائے اور یزیدؔ کی طرف سے حسینؑ علیہ السلام کو قتل کر ڈالے اسی تغیرِ حالت قوم نے خلافت خاندان رسالت مین نہ آنے دی اور جسوقت کہ قوم مسلمانون نے کوفہ مین حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیعت کی اوسوقت کسی کے ذہن مین یہ آسکتا تھا کہ وہی قوم منحرف ہوکر حضرت مسلمؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کر ڈالیگی ۔ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نے جو مکہ سے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا وہ باعتبار حالت قوم کے تھا جو اسوقت حالت قوم کی تھی اگر قوم اپنی حالت کو متغیر نہ کرتی تو کچھ شبہہ نہین ہے کہ ؁ تک خلافت خاندان رسالت مین اگر محکم ہوجاتی جسکا اشارہ اس حدیث امام علیہ السلام مین ہے ۔ لیکن قتل حضرت امام حسینؑ علیہ السلام کا ؁۶۱ ہجری مین واقع ہوگیا ۔ ؁ مین زمانہ منصور دوانیقی کا تھا اور محمد اور ابراہیم اولاد حسن علیہ السلام کا خروج مشہور ہے اوسکے عہد مین امام اہلبیتؑ اور شیعون کو امید اس بات کی تھی کہ خلافت خاندان رسالت مین آجائے جسکے سامان اور اسباب مہیا ہوچکے تھے ۔ مگر راز کے فاش ہوجانیسے خلیفہ عہد نے اُسکے خلاف انتظام کر لیا اور خلافت خاندان رسالت بنی فاطمہؑ مین نہ آسکی اور امام زمانہ خلافت پر مسلط نہ ہوسکے جس وقت امام زمانہ نے شیعون پر اپنا راز ظاہر کیا تھا اُسوقت اُنکی حالت بیشک ایسی ہی تھی کہ امام اہلبیت راز کو اون سے مخفی نرکھتے اور اُسوقت ضرورت اس بات کی تھی کہ اون لوگون سے راز ظاہر کیا جائے اور اُس وقت

وہ لوگ قطعی رازداری کے قابل سمجھے جاتے تھے اسوقت امام اہلبیت سے کوئی غلط فہمی نہین ہوئی البتہ اون شیعون رازدارون سے غلطی ہوئی کہ انھون نے اوس راز کا افشانا وقت کردیا۔ حالت مابعد سے حالت ما قبل کی نسبت یہ کھنا کہ حالت اول پر غلط فہمی ہوئی کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا۔ اسباب کو سوائے خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ کہ کل کیا واقعہ پیش آویگا اور کل کسکی حالت متغیر ہو جائیگی۔

مصنف مخاطب ایک مثال غلط فہمی امام محمد باقر علیہ السلام کی یون ظاہر کرتے ہین کہ امام باقر علیہ السلام کو اتفاقات زمانہ سے ایک ایسا طعام طیب نعمت غیر مترقبہ مل گیا تھا جسکے کھانے والے کے لیئے خواہ وہ عمل کرے یا نکرے جنّت واجب ہو جاتی تھی اوسکو جناب امام نے ایک اپنے غلام کے پاس امانت رکھا اور حکم کیا کہ اس امانت کو رکھ مین تناول کرون گا مگر وہ غلام نافرمان اور خائن اوس مال طیب کو بلا اجازت امام خود کھا گیا پس امام نے جو اوسکو امین سمجھا تھا یہ اونکی غلط فہمی تھی۔

مصنف مخاطب اپنے اس بیان کی سند کیلئے کتاب من لایحضرہ الفقیہ باب المکان للمحدث سے ایک روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین وہ

"داخل ہوئے امام باقر علیہ السلام پاخانے مین تو پایا روٹی کا ایک ٹکڑا جو گوہ مین پڑا تھا تو اوٹھالیا اوسکو اور دھویا اور ایک غلام کے حوالہ کر دیا جو اونکے ساتھ تھا اور فرمایا کہ یہ ٹکڑا تیرے پاس رہے جب مین نکلونگا تو اسکو کھاؤن گا پھر جب امام پاخانے سے باہر تشریف لائے تو غلام سے پوچھا کہ لقمہ کہان ہے غلام نے کہا کہ ابن رسول اللہ مین اوسکو کھا گیا۔ امام نے فرمایا کہ وہ نہ پہونچے گا کسی کے معدہ مین مگر واجب ہو جائیگی

اُسکے پیچھے جنت پس چلا جا تو آزاد ہے مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سے خدمت لون جو جنت والا ہو۔"

مصنف مخاطب یہ اعتراض کرتے ہین کہ "اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ائمہ اہل جنت سے خدمت نہین لیتے تھے اور چونکہ سب آئمہ کی حالت ایک سی ہوتی تھی تو اب فرمایئے کہ رسُول نے اور آئمہ نے جن لوگون سے خدمت لی ہے جیسے بلال اور قنبر وغیرہ اُنکی کیا حالت ہوگی"

مصنف مخاطب یہ حجت بھی کرتے ہین کہ "جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی ہے تو قصہ قرطاس مین عمرؓ پر کیا الزام ہے۔"

پھر شیعون پر یہ تعجب کرتے ہین "کہ شیعانِ امام سُنت امام کو چھوڑکر تلاش معاش مین سرگردان ہین ایسی غذائے لطیف اور لقمۂ طیب کی تلاش کیون نہین کرتے کہ ہم خرما و ہم ثواب ہے لذت زبان اور سیری شکم کے علاوہ جنت مُفت ملتی ہے۔"

یہ روایت متعلق مسئلہ طہارت کے ہے کہ جو ایک جز شریعت محمدیؐ کا ہے اور جسکا مقصود یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ماکولا تین سی قاذورات لگجائین۔ تو وہ چیز پانی سے طاہر ہوسکتی ہے اور اُسکے کھانے سے نفرت کرنا نہین چاہیے یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسے ماکولات کے کہانے سے کہ جو طاہر کرلی گئی ہو منکر یا متنفر ہوگا حقیقت مین وہ ایک مسئلۂ طہارت شریعہ کا منکر اور اُس سی نفرت رکھنے والا ہوگا۔

جو کوئی کہ کسی مسئلہ طہارت شریعہ سے منکر یا متنفر ہوگا اوس کے جہنمی ہونے مین کوئی شبہہ نہین ہوسکتا۔ اور جو کوئی کہ مسئلہ طہارت پر

رغبت اور عمل کرنے والا ہوگا لازم ہی کہ وہ جنتی ہو۔

امام کا دراصل کام یہ ہی کہ وہ ہر ایک مسلہ شریعت کو اپنے عمل سے دکھاے تاکہ لوگون کو اس مسلہ کی صحت پر شبہہ نرہے اسی نظر سے امام علیہ السلام نے اُس روٹی کے ٹکڑے کو قاذورات سے نکال کر اور طاہر کرکے حوالہ غلام کے کیا اور یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خود امام علیہ السلام اوسکا استعمال کرین گے تاکہ عمل امام سے اس مسلہ شریعت پر کسیکو شبہہ نرہے اور کسی کو اس مسلہ طہارت سی انکار یا اوس سی نفرت پیدا نہ ہو غلام کو امام علیہ السلام کے اس ارشاد سی یقین ہو گیا کہ امام علیہ السلام اپنے عمل سے اس مسلہ طہارت کو دکھاینگے اور تو اس ٹکڑہ طاہر شدہ کے استعمال سی نفرت کرنی نہین چاہیے جس سی انکار ایک مسلہ طہارت شریعت کا لازم آتا ہی اور ایسی حالت مین اس مسلہ طہارت پر عمل کرنیسے جنتی ہونا لازمی ہے اور اُسکے انکار یا نفرت پیدا ہونیسے جہنمی ہونا لازم آتا ہی اس سے غلام نے اُس ٹکڑیکو کھالیا تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ جس مسلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنے عمل سی دکھانا چاہتے تھے اوسپر اوسنے عمل کر لیا اور اُس مسلہ کے انکار یا اوس سی نفرت پیدا نہونیکے باعث وہ جنتی ہو گیا اور امام علیہ السلام نے اسی بناء پر اوس غلام کا جنتی ہونا ظاہر فرمایا۔ اور خود یہی عمل غلام کا جس سے صحت مسلہ طہارت شرعی کا ثابت ہونا لازم آتا ہے۔ ایک عمل عظیم تھا اور وہ اوس غلام کے جنتی ہونے کی لیئے بس ہے۔

امام علیہ السلام مسلہ غلامی اور آزادی کے متعلق منشاء پیغمبرؐ کو بخوبی سمجھتے تھے کہ جہانتک ہوسکی انسان قید غلامی سی آزاد کیا جاے اور غلامونکی

ساتھ وہ ہی برتاؤ کیا جائے جو آزادون کے ساتھ کیا جاتا ہی اسی وجہ سی امام علیہ السلام آزادی کو نہایت پسند فرماتے تھے اور اپنے عمل سی اپنی پسندیدگی دکھاتے تھے جیسا کہ امام علیہ السلام نے اوس غلام کو جسنے ہدایت امامؑ کی بموجب ایک مسئلہ طہارت شریعت کو اپنے عمل سے ثابت کر دیا فوراً اور بلا توقف آزاد فرمایا۔

پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیت نے بلالؓ اور قنبر اور مثل اونکے دوسرن سی غلامی اور آزادی دونون حالتون مین خدمت لی ہے۔ فرق یہ تھا کہ خدمت حالت غلامی کی معاوضہ مین ہوتی تھی اور آزادی کیحالت مین وہ خدمت اُن آزادون کی اپنے اختیار اور خوشی سے ہوتی تھی صرف بہ لحاظ اعتقاد کے جو مذہب اسلام قبول کرنیکے سبب سی وہ نسبت پیغمبرؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کے رکھتی تھی۔ اور جسکے سبب سی اونکو عزت اور فخر اور اجر عظیم حاصل ہوتا تھا اون آزاد شدون کی وہ خدمت اُسی حیثیت سی ہوتی تھی کہ جو ایسے لوگ بلا معاوضہ کرتے تھے جو کبھی غلام نہ ہوئے ہون اور حُر ہون۔ اور غلامون کو بعد مسلمان ہو جانیکے پیغمبرؐ اور آئمہ خاص خاص موقعون پر آزاد کر دیتے تھے۔ جب اونکی حالت قابل آزادی کے پاتے تھے جس سی اخلاق پیغمبرؐ اور آئمہ کا قابل تسلیم ہو جاتا تھا۔

امام علیہ السلام نے اوس غلام کو آزاد کر کے جو فرمایا ہی کہ مین ناپسند کرتا ہون کہ کسی ایسے شخص سی خدمت لون جو اہل جنت سی ہو اوس سے صرف مقصود یہ ہی کہ اہل جنت کو حالت غلامی مین رکھنا اور حالت غلامی مین اوس سی خدمت لینا ناپسندیدہ ہی اور یہ ایک خاص موقع غلام آزاد کر دینیکا اور امامؑ کی حُسنِ اخلاق کی ثابت ہونیکا تھا۔

اس حقیقت کے ظاہر ہونیکے بعد وہ خارشہ مصنف مخاطب کا کہ آئمہ اہل جنت سی خدمت نہین لیتے تھے اور رسول اور آئمہ نے خدمت لی ہے کسی طرح باقی نہین رہ سکتا۔

مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کرے غلام نی امانت مین خیانت اور نافرمانی امام علیہ السلام کی کی ہے بالکل غلط ہی وہ ٹکڑا روٹی کا اُفتادہ اور مال لقطہ سی تھا ملکیت امام علیہ السلام کا نہین تھا ورغلام اس امر کو جانتا تھا کہ وہ مال لقطہ ہی اور ملکیت امام نہین ہی اور امام علیہ السلام نے اوس ٹکڑے روٹی کو امانتاً اوسکی سپرد نہین کیا تھا اور نہ روایت مین کوئی لفظ ایسا ہی جس سی امانتاً اوسکے سپرد کرنا ظاہر ہو بلکہ روایت سے صاف ظاہر ہی کہ مال لقطہ امام علیہ السلام نے حوالہ غلام کے کیا تھا اور یہ ظاہر فرمایا تھا کہ امام مسئلہ طہارت خود اپنے عمل سی دکھا دین گے اور غلام کو منع نہین کیا تھا کہ تو اُسکو نہ کھانا۔ غلام نے امام کی اسبات پر یقین کرکے کہ امام علیہ السلام ایک مسئلہ طہارت کی صحت کو ہم لوگون کی ہدایت کیلئے اپنے عمل سی دکھانا چاہتے ہین خود اُسی نی جو اُس ٹکڑے روٹی کو کھالیا اور مسئلہ طہارت پر موافق منشاء امام علیہ السلام کے عمل کیا تو ایسی حالتمین نہ اوس مال پر کہ لقطہ تھا اطلاق امانت کا ہوسکتا ہی اور نہ غلام خائن اور نافرمان قرار پاسکتا ہی۔ بلکہ وہ اعلی درجہ کا مطیع اور فرمان بردار قرار پاتا ہی۔ کہ جسنے امام علیہ السلام کو واجب الاطاعت مان کر مسئلہ طہارت پر اُسی طرح سی عمل کیا کہ جسطرح مسئلہ طہارت کو امام علیہ السلام اپنی عمل سے دکھانا چاہتے تھے۔

یہ صورت اس روایت سی ہرگز نہین پیدا ہوتی ہے کہ شارع معصوم

کی نافرمانیسے بھی جنت ملتی ہی۔ بلکہ اس روایت سی صریح ظاہر ہی کہ شارع معصوم کی فرمانبرداری اور اطاعت سے جنت ملتی ہی۔ اور قصۂ قرطاس کا الزام حضرت عمرؓ پر سے رفع نہین ہو سکتا جسکے رفع کرنیکا مصنف مخاطب اس موقع پر قصد کرتے ہین۔ پیغمبرؐ نے جسوقت یہ فرمایا تھا کہ دوسلے آؤ میرے پاس کاغذ و داوات تاکہ مین لکھدون تمکو ایسی کتاب کہ میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اُسوقت اگر حضرت عمر داوات قلم لاکر خود وہ کتاب لکھدیتے کہ جو پیغمبرؐ کا منشا رتھا تو یہ الزام حضرت عمرؓ پر عاید نہین ہوسکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے تو فرمایا تھا کہ مین وہ کتاب لکھ دون اور حضرت عمرؓ نے موافق منشا پیغمبرؐ کے وہ کتاب لکھ دی۔ بلکہ یہ فعل اونکا ایک اعلی درجہ کا فعل اطاعت اور فرمابرداری کا سمجھا جاتا اور اُسوقت حضرت عمرؓ مثل اُس غلام امامؑ محمد باقر علیہ السلام کے سمجھے جاتے کہ جیسے مسلۂ طہارت کو امام علیہ السلام نے اپنے عمل سے قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اُس مسلۂ کی صیحت کو اُس غلام نے اپنے عمل سے موافق منشارامام کے ثابت کردیا۔ ویسی ہی حضرت عمرؓ اوس امر ہدایت کو جسکے لکھنے کے لیے پیغمبرؐ نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا خود لکھدیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بجائے اسکے کہ جو عمل پیغمبرؐ کرنا چاہتے تھے وہ ہی عمل خود کرتے یہ کیا کہ حجت کرکے پیغمبرؐ کو اوس عمل سی باز رکھا۔ ایسی حالت مین وہ الزام نافرمانی کے عاید ہونے سے محفوظ نہین رہ سکتے۔ یہ ظاہر ہے کہ غلام کی حالت جسکا ذکر اس روایت مین ہے مثل حالت حضرت عمرؓ کے اُسوقت ہوتی کہ جب امام علیہ السلام نے پائخانہ سے باہر تشریف لاکر غلام سے پوچھا کہ وہ لقمہ کہان ہو اور غلام اُسکے جواب مین کہتا کہ وہ لقمہ موجود ہے مگر مین یہ لقمہ

آپ کو ہرگز کھانے نہین دون گا۔ اِس صورت مین اِس روایت سے نہ یہ
معلوم ہوتا ہی کہ بعض صورتون مین شارع معصوم کی نافرمانی مین بھی جنت ملتی
ہے بلکہ قصۂ قرطاس مین جو الزام حضرت عمرؓ پر ہے وہ ٹل سکتا ہے شیعان
ائمہ نے سنت امام کو کبھی نہین چھوڑا وہ تلاش معاش جائز اور غذائی لطیف اور
لقمہ طیب مین ہمیشہ رہے اور رہتے ہین۔ اُنھون نی کبھی حرام کو حلال اور
حلال کو حرام اور نجس کو طاہر اور طاہر کو نجس خلاف شریعت نہ سمجھا نہ قرار دیا
جن لوگون نے کہ خلافت خاندان رسولؐ پر ناحق قبضہ کیا اور خلاف حق متصرف
ہوئے اور حق کو ناحق اور ناحق کو حق قرار دیا اور اُس دولت سے کہ جو اونکے لیے
غیر طیب اور غیر طاہر بلکہ نجس اور متنجس تھی ظاہرہ غذائے لطیفہ مثل شراب
وکباب کی تناول فرماتے رہے وہ غذا بموجب مسلۂ شریعت کی درحقیقت
باطن مین قاذورات کے برابر ہے۔ ایسے لوگ جنکو ایسی غذائے لطیف
اور لقمۂ طیب بہم پہونچتے رہے ہین اور جس کے کھانے سے وہ عادی ہوگئے
ہین اونکو کچھ ضرورت ایسی غذا کی تلاش کی بلا شک نہین رہی ہے کہ جس کی
ہدایت مصنف مخاطب شیعونکو کرتے ہین۔

اہل سنت کو اپنے یہان کے مسائل طہارت اور نجاست پر نظر کرنی چاہیے
(دیکھو دُرمختار اور ردمحتار) نجس چیز خواہ برتن ہو خواہ کھانے کی شے مستعمل
پانی سے اور سرکہ اور گلاب ورددودھ سے اور جس حیوان کا گوشت کھاتے ہون
اوسکی پیشاب سی۔ (جو اونکے نزدیک خود نجس ہے پاک ہو جاتی ہے یہانتک
کہ لعاب دہن سے۔ جس چیز مین مسام نہ ہون جیسے ناخن اور آئینہ اور شیشی
اور چکنا برتن اور غیر منقوش چاندی کی ٹکڑے پونچھنے سے پاک ہو جاتی ہے
اُس نجاست کا جرم ہو یا نہ ہو وہ نجاست تر ہو یا خشک ہو اس مسلۂ سے

قائلین کو چاہیے - کہ چینی کی رکابی یا پیالہ جو بول و براز سے نجس ہو جاوے - اُسکو پونچھ کر بے تکلف اوس مین کھانا کھالین۔ نجس گھی زیادہ جوش اور نجس گوشت جوش سے پاک ہو جاتا ہے۔ ایسے گھی اور گوشت سے اغذیہ لطیف طیار کرکے تناول فرمانا چاہیے۔ اور کھانیکی دیگ مین شراب ڈال دی جاوے - پھر سرکہ ڈال دیا جاوے - اور وہ ترش ہو جاوے اوسکے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ایسے مزیدار کھانے کو ہرگز ترک کرنا نہیں چاہیے۔ خشک منی بھی جہان کھیں لگی ہو اوسکا میل رگڑنے اور چھیلنے سے پاک ہو جاتا ہے - اور ناپاک روئی دُھنتے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ایسے لباس جنسے منی رگڑ ڈالی ہو - اور ناپاک روئی دُھنی ہوئی سے لباس تیار کراکے زیب تن فرمانا چاہیے۔ تاکہ جیسی غذائی لذیذ ہو ویسا ہی نفیس لباس ہو -

بدن کے صاف کرنے کے لیئے بھی عمدہ صابون تجویز کیا گیا ہے۔ نجس روغن اوسکا صابون بنانے سے پاک ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتے ہین۔ حقیقت مین جو لوگ ایسے صابون سے بدن کو صاف کرین اور ایسے لباس پہنین اور ویسی غذائین کھائین اون کو اور کسی مطہرات کے تلاش کی ضرورت نہیں ہو سکتی -

جس روایت پر امام اہلبیت کی اعتراض کیا جاتا ہے اُس مین یہ ثابت کرنا چاہیئے تھا کہ وہ ٹکڑا روئی کا جو قاذورات مین پڑا ہوا تھا دُھونے سے پاک نہیں ہو سکتا تھا - جس پر یہ الزام لگ سکتا کہ امام علیہ السلام نے نجس کو طاہر اور حرام کو حلال قرار دیدیا جیسا کہ ہم نے مختصر حالت آئمہ اہل سنت کے دکھائی -

مصنف مخاطب نے ابتک جو مثالین غلط فہمی انبیا اور آئمہ کی

دکھائی تھین اور عائشہ صدیقہ کو جھٹلایا تھا انسے منقول روایت غضبناکی و ناخوشی جناب سیدہ کی بابت۔ اسکی حقیقت ہم دکھا چکے اور اس جلد ششم کو ختم کرتے ہین۔ آئندہ جو مثالین مصنف مخاطب نے غلط فہمی ملائکہ کی دکھائی ہین انکی حقیقت انشاء اللہ جلد ہفتم سنہ ١٩١٠ع مین دکھائی جائے گی۔

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ

مختصر فہرس مضامین جلد ہذا

نمبر شمار	نام معاونین	تعداد
۷۸	جناب سید محمد عسکری صاحب ضلعدار	سے ر
۷۹	جناب سید محمد نصیر صاحب ضیا	سے ر
۸۰	جناب قاضی سید نور الدین علیخانصاحب بہادر باقیا	عـــہ ر
۸۱	جناب مرزا محمد عباس علیخانصاحب بہادر	عـــہ ر
۸۲	جناب قاضی بندہ حسین خانصاحب سب رجسٹرار	سے ر
۸۳	جناب ماسٹر سید کاظم علیصاحب	سے ر
۸۴	جناب مولوی سید آل احمد صاحب وکیل	سے ر
۸۵	جناب بابو سید محمد تقی صاحب بابت بقایا	عما ر
۸۶	جناب سید غلام امام صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ بقایا ۔	عـــہ ۸ ر
۸۷	جناب سید احمد حسین صاحب سررشتہ دار محکمہ سہری	سے ر
۸۸	جناب حکیم سید میر نصاحب منجملہ بقایا	عما ر

جن چند بزرگوارون کے ذمہ ابہی سنہ ۹۸ء جلد پنجم کا چندہ باقی ہو وہ بہی براہ کرم اگر جلد ششم سنہ ۹۹ء کے ساتہہ ہی بہیجدین تو بڑی عنایت ہو ۔ ہمین تو باربار تقاضا کرتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہی ۔

العبد مرزا عبد التقی قزلباش اڈیٹر روشنی

دفتر روشنی سے ذیل کی کتابین نقد قیمت آنے پا بذریعہ ویلو پارسل بہیجی جاسکتی ہین ۔ اِخفاء علی مرتضیٰ کی اسلام و ایمان کی ثبوت مین ۔ قیمت عصہ
تنقید الفاروق کا ریویو موسوم بہ النظر عصہ ر

رسالہ روشنی

۔۔۔ ✻✻✻ ۔۔۔

دو جزماہوار شایع ہوتا ہے
سالانہ چندہ ستے روپے ۔
مجلدات سنین ماضیہ کی قیمت
علاوہ محصول ڈاک حسب ذیل ہے

جلد اول معہ حصص ضمیمہ ۔	عما ر
جلد ثانی بابت سنہ ۹۵ء ۔	عما ر
جلد ثالث بابت سنہ ۹۶ء	عما ر
جلد رابع بابت سنہ ۹۷ء	عما ر
جلد خامس بابت سنہ ۹۸ء	عما ر
جلد سادس بابت سنہ ۹۹ء یعنی جلد ہذا ۔	سے

ترسیل زر اور ہر قسم کی خط وکتابت بنام اڈیٹر دفتر رسالہ روشنی لکہنو کے پتے سے ہونی چاہیئے ۔ اپنا پتہ نشان معہ نام ڈاکخانہ صاف لکہنا چاہیئے ۔ اور ہمیشہ تبدل مقام سے بہی اطلاع دینی چاہیئے ۔

المشتہر مرزا قزلباش اڈیٹر روشنی
چاہ گنکر لکہنؤ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد شائع من مجلدات روشنی

بابت ۱۹۰۰ء

مصنف مخاطب بہ سلسلہ اونھیں مثالوں غلط فہمی کے جو وہ ائمہ اور انبیا کے واسطے تکذیب عائشہ صدیقہ کے دکھا رہے ہین اور جنکی حقیقت ہم جلد ماسبق مین دکھا چکے - ایک اور مثال غلط فہمی ملائکہ کی نہایت مذاق اور مضحکہ سے یون دکھاتے ہین کہ وہ شہادت حسینؑ سے پہلے ملائکہ نے اللہ سے اجازت حاصل کرلی تھی کہ حسینؑ کی مدد کرین ملائکہ یہ سمجھتے تھے کہ جب اللہ نے ہمکو مدد کی اجازت دی ہی تو ضرور ہمکو مدد کرنے کا موقع ملے گا چنانچہ ملائکہ نے سامان جنگ درست کرنے کے لیئے کسی قدر توقف کیا (شاید زنگ آلودہ ہتیار تیز کرتے ہونگے رسد کے اہتمام کے لیئے باربرداری کے جانور اور غلہ بہم پہونچاتے ہون گے آسمان سے زمین کربلا تک عبور فوج کے لیئے سڑکین بناتے ہونگے خبر رسانی کے لیئے ٹیلیگراف قائم کیا ہوگا زخمیون کیلیئے اسپتال بنائے ہون گے) جب وہ ملائکہ زمین کربلا مین پہونچے تو امام حسینؑ شہید ہو چکے اوسوقت اللہ سے اون ملائکہ نے شکایت کی کہ اگر ہمارے پہونچنے سے پہلے امام حسینؑ کا خاتمہ کردینا منظور تھا تو ہم کو اجازت کیون دی تھی -

تو اون کو یہ حکم ملا کہ اب تم اونکی قبر پر بیٹھے رویا کرو جب وہ قبر سے نکلیں تو اونکی مدد کیجیو۔ پس ملائکہ نے جو یہ سمجھا تھا کہ اللہ نے ہمکو مدد کی اجازت دی ہے تو ضرور ہم کو مدد کرنے کا موقع ملے گا اور ہم جب تک سامان جنگ درست کرکے کربلا تک پہونچینگے اوسوقت تک جناب امام ضرور زندہ ہونگے یہ اُنکی غلط فہمی تھی!!

مصنف مخاطب اصول کافی کے باب ان الائمۃ لم یفعلوا شیئاً الا بعہد من اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرکے یہ ترجمہ کرتے ہین۔

"امام حسین علیہ السلام کو جو صحیفہ عطا ہوا تھا وہ اونہون نے پڑھا اوسکے لیئے اُس مین تفسیر تھی آنے والی باتون کی معہ خبر مرگ کے اور باقی رہ گئین تھین اوس صحیفہ مین بہت سی چیزین جو ابھی پوری نہین ہوئی تھین۔ پھر نکلے امام حسین قتال کے لیئے۔ اور تھے وہ اُمور جو باقی رہ گیئے تھے یہ کہ ملائکہ نے اللہ سے اجازت چاہی تھی امام حسین کے مدد کرنے کی تو اللہ نے اُنکو اجازت دیدی پس ٹھیرے ملائکہ کہ تیار ہوتے تھے لڑائی کے لیئے اور سامان درست کرتے تھے جنگ کے لیئے اتنے مین قتل ہوگئے حسین۔ پھر ملائکہ اوترے اور ختم ہوچکی تھی عمر حسین کی اور قتل ہوچکے تھے حسین ع تو ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تونے ہمکو اجازت دی تھی اُترنے کی اور تونے ہمکو اجازت دی تھی حسین کی مدد کرنے کی پس ہم اوترے اور تو نے اونکی روح قبض کرلی تو اللہ نے فرشتون کی طرف وحی بھیجی کہ حسین کی قبر پر ہر وقت موجود رہو اُسوقت تک کہ تم حسین کو دیکھو کہ قبر سے نکلین تو اُنکی مدد کیجیو اور اب روتے رہو حسین پر"

اس روایت پر جو شتّا ... یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ جس طرح ملائکہ
پر غلطی نہیں ہوئی اسی طرح حسین علیہ السلام سے بھی غلطی نہیں ہوئی - جلد اوّل
میں مفصل ذکر ہو چکا ہے کہ جو فرشتے جناب کی مدد کے لیے نازل ہوا تھا
انکی مدد انھوں نے قبول نہیں کی اسکی وجہ شاید یہی تھی کہ اپنے صحیفہ سے
انکو یہ خبر بھی ملی تھی کہ ملائکہ کا لشکر مدد کے لیے نازل ہوگا - پس وہ اسی خیال
پر اُس مدد کے منتظر رہے لیکن تا تریاق از عراق آوردہ شود کا حساب ہوگیا -
اب اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ نے معرکہ کربلا میں حسینؑ کی جان کیون نہ
بچائی اور ظالموں کو دفع کیون نہ کیا تو اُسکا معقول جواب یہ ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو
مدد کرنے کا حکم کیا تھا اب فرشتے نہ آئیں تو اللہ پر کیا الزام - پھر اگر فرشتوں
کو یہ الزام دیا جائے - کہ انھوں نے دیر کیون کی تو انکا جواب یہ ہے کہ بغیر درستی
سامان کے فرشتے آتے تو کیا کر سکتے تھے - درحقیقت حسینؑ کے معاملہ میں اس
وجہ سے تساہل ہوگیا کہ رسولؐ نے اور جناب سیّدہؑ نے بار بار انکی بشارت
رد کی تھی اور جناب سیّدہؑ نے بہت سی رد و کد کے بعد رضامندی ظاہر کی
اور پھر ایسی ناراض ہوگئیں کہ انکا حمل اور تولد ناگوار تھا - پس جب حسینؑ مظلوم
کے معاملہ میں رسولؐ اور جناب سیّدہ کی نگاہیں پھری ہوئی تھیں پھر انکے معاملہ میں
فرشتے تساہل نکرتے تو اور کیا کرتے "

کوئی فرقہ مسلمانوں کا وجود ملائکہ اور نزول ملائکہ سے انکار نہیں کر
سکتا - ملائکہ کا ذکر عام اور خاص طور پر قرآن میں موجود ہے - اور یہانتک
کہ لشکر کے لشکر ملائکہ کے جنگ بدر اور جنگ احد اور حنین میں پیغمبرؐ کی نصرت کیلیے
اور پیغمبرؐ کے دشمنوں کے قتل کیلیے ایک دوسرے کے پیچھے سوار ہو کر
نازل ہوئے ہیں (دیکھو آیات قرآنی صفحہ رسالہ روشنی جلد اوّل چوتھا

حصہ جنوری سنہ ۱۸۹۴ع روایات اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہی کہ اُن ملائکہ
کے عمامہ سُرخ اور سُفید پوشاک تھی اور عماموں کے طرے دونو شانون کے
بیچ مین لٹکے ہوئے تھے اور وہ ابلق گھوڑون پہ سوار تھے اور اُنکے گھوڑونکا
یہ نشان تھا کہ صوف سُرخ گھوڑون کی پیشانی اور کانون پر باندھا تھا یا اُنکا
یہ نشان رکھا تھا کہ عمامہ سُفید تھے اور طرے دونو شانون کے درمیان لٹکے
ہوئے تھے - مبارزان عرب کی عادت مستمر تھی کہ وہ بروز جنگ کوئی نشان
اپنے گھوڑے پر یا اپنے لیے باندھتے تھے"
بہرحال اُن ملائکہ نے جو دشمنون پیغمبرؐ کے قتل کیلیے اور پیغمبرؐ کی کمک
کے لیے آئے تھے اُنکی شکلین مثل انسانون کے تھین یا اُنھون نے ایسی
صورتین مثل انسانونکے بنائی تھین -
مین بلحاظ مذاق مصنف مخاطب کے کہہ سکتا ہون کہ خدا نے پیغمبرؐ کی
مواطن کثیرہ پر جو لشکر ملائکہ سے مدد کی ہی وہ لشکر خود خدا نے بھیجا تھا ان
ملائکہ نے خود درخواست نصرت پیغمبرؐ کی نہین کی تھی اور خدا نے جس لشکر
ملائکہ کو خود بھیجا تھا اُس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ لشکر ملائکہ کا خاص اردلی
خدا کا باڈی گارڈ تھا اُسکے ہتیار نہ زنگ آلودہ تھے نہ ہتیارون کے تیز
کرنے کی اونکو ضرورت تھی نہ رسد کے اہتمام کی حاجت تھی باربرداری
کے بانو اور غلہ ہروقت موجود رہتا تھا آسمان سے مواقع جنگ تک
سڑکین بنی ہوئی تھین خبر رسانی کے لیے ٹیلیگراف قائم تھے زخمیون کیلیے
ہسپتال بنے ہوئے تھے - اُنکو صرف خدا کے حکم کی دیر تھی اور سامان
جنگ سب اُنکے لیے طیار تھا بمجرد حکم ایزدی کے گھوڑے سرپٹ
اوڑاتے ہوئے میدان جنگ مین داخل ہوتے اور اُنھون نے کفار

کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

برخلاف اس کے جن ملائکہ کا ذکر روایت نصرت امام حسین علیہ السلام مین ہے اُنکی حالت یہ ہے۔ ان ملائکہ نے خود اجازت مدد امام حسین علیہ السلام کی چاہی تھی اور اللہ نے اونکو اجازت دے دی تھی جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملائکہ رسالہ باڈی گارڈ سے نہین تھے وہ عام لشکر ملائکہ سے تھے اور اُنکے لیے ویسا سامان جنگ مُہیا نہین تھا جیسا کہ رسالہ باڈی گارڈ کیلئے تھا اونکو اگر لڑائی کے لیے طیار ہونے اور سامان جنگ درست کرنے کے لیے توقف ہوا تو کچھ محل استعجاب نہین ہے۔ پرانی سلطنتون مین پچھلے وقت کے بادشاہون کے عہد مین فوج کی ایسی ہی حالت ہوا کرتی تھی کہ سامان جنگ درست نہین ہوتا تھا اور جنگ کے لیے طیاری مین فوج کو بہت توقف ہوتا تھا اور خدا کی سلطنت اور پادشاہی سب سے زیادہ قدیم ہے۔

موافق مذاق مصنف مخاطب کے عام لشکر خداوندی کی اگر ایسی حالت ہو کر لڑائی کے لیئے تیاری اور سامان جنگ کی درستی مین توقف ہو تو کچھ تعجب کرنا نہین چاہیئے۔ مدد حضرت امام حسین علیہ السلام کی درخواست کا طرف سے ملائکہ کے اور اُنکو اجازت کا ہو جانا طرف سے خدا کے جو اس روایت مین مذکور ہے۔ اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ مدد وقوع مین بھی آجاتی اس لیے کہ اُسکا تعلق واقع سے ہوتا ہے اور کسی امر کا بندوبست یا اُسکے لیے تدبیر کی جاسکے تو اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ وہ امر ویسے ہی وقوع مین بھی آجائے۔

اس لیئے یہ اعتراض مصنف مخاطب کا وارد نہین ہوسکتا کہ ملائکہ سے غلط فہمی ہوئی لا ملائکہ نے جو خواہش مدد امام حسین علیہ السلام کی کی تھی

اور خدا نے اُنھین اجازت دی تھی اور وہ اُسوقت پہونچے کہ حسین علیہ السلام قتل ہو چکے تھے اور ملائکہ نے کہا کہ اے اللہ تو نے ہمکو اجازت دی تھی اترنے کی اور حسینؑ کی مدد کرنے کی پس ہم اُترے اور تو نے اونکی روح قبض کر لی جیسا کہ روایت مین ہی یہ اُن فرشتون کا اظہار اپنی آرزو کا ہے کہ جو پوری نہین ہوئی تھی چنانچہ اُسکی تلافی کے لیے خدا نے اُن فرشتون کو یہ حکم کیا کہ قبر حسینؑ کی ملازمت کرو اور اون پر روتے رہو جیسا کہ روایت مین وارد ہے۔

مصنف مخاطب نے جو مذاقانہ اعتراض اس روایت پر کیا ہی اور ہمنے بھی اونھین کے مذاق کے موافق جواب دیا ہے یہ سب کچھ قابل افسوس کے ہی اور غیر مسلمانون کے دوسرے فرقون کے لیئے ملائکہ کی نسبت اُن امور کا جو قرآن اور روایات مذہب اسلام مین بیان ہوئے ہین قابل مضحکہ ہے۔

افسوس ہی کہ مصنف مخاطب نے وقت اس اعتراض مذاقانہ کے کچھ لحاظ نہ کیا کہ اس اعتراض سے عموماً قرآن اور مذہب اسلام کا مضحکہ دوسری قومون کی نگاہ مین ہوگا مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ پہلے تحقیق کرتے اور یہ دیکھتے کہ علما اور حکما رشیعہ ماہیت اور حقیقت ملائکہ کی کیا سمجھتے ہین اور کیا قرار دیتے ہین - پھر یہ دیکھتے کہ اس روایت پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے یا نہین ؟ اور ملائکہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے کوئی غلط فہمی قرار پا سکتی ہی یا نہین ؟

قرآن مین اور احادیث پیغمبرؐ اور ائمہ اہلبیتؑ مین جو ذکر ملائکہ کا ہوا ہے اوس مین ماہیت اور حقیقت اُنکی کچھ بیان نہین ہوئی اور ایسے امور کا بیان موافق محاورہ انسانونکے ایسے انداز سے کیا گیا ہے کہ جسکو انسان اپنی

سمجھ کے موافق جان سکین ۔ فلسفانہ حیثیت سے اور علم حکمت کی رُو سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ خداوند عالم نے جو انتظام عالم کے لیے اپنی قدرت سے قُوائے اور قوام عالم مین قوتین پیدا کی ہین اور اسباب عالم سے جو نتائج پیدا ہوتے ہین وہ ہی ملائکہ ہین ۔ جن انسانون مین کہ ملکہ نکوئی کا ہو اور جنکے سبب سے نیک نتائج پیدا ہون وہ سب فرشتہ خصلت ملائکہ ہین اور ایسی قوت ملکوتیہ سے بشر خالی نہین ہے گو ایسے بشر کم ہون اور جن مین ایسے اعلیٰ درجہ کی صفت قدرتًا ہوگی وہ پیغمبرؐ یا امام امر رسالت کو تعمیل کرنے اور کرانے والا ہوگا ۔

تاریخانہ حیثیت سے ایسی روایتین وارد ہوئی ہین ۔ کہ بہت مسلمان دوست داران اہلبیت پیغمبرؐ ایسے موجود تھے ۔ کہ وہ نہایت شوق سی نصرت حسین علیہ السلام کے لیئے حاضر ہوتے ۔ مگر انکو حسین علیہ السلام کی ۔ اسحالت کی ۔ کہ جو مقام کربلا پر نوبت پھونچی خبر نہین ہوئی کہ تمام راہین چارہ کی مسدود ہو گئی تھین ۔ اور اُنکو بعد قتل حسینؑ کی خبر پھونچی ۔

اور قرب و جوار کے جو ایسے مسلمان دوست دار تھے ۔ جیسے کہ مسیّب بن محمد قعقاع یا سلیمان بن صرد خزاعی ۔ اور مختار بن ابی عبیدہ ثقفی ۔ جن کو حسین علیہ السلام کی حالت کی خبر ملی اونکو بیشک یار و یاور کے جمع کرنے اور سلاح کے بہم پھونچانے اور تیز کرنے مین اور اپنے مقامات سے باوصف اسکے کہ وہ بطور ایلغار کے روانہ ہوئے یا بوجہ دیگر مقام کربلا تک قبل شہید ہو جانے حسین علیہ السلام کے نہ پھونچ سکے ۔ ایسے ہی دوستداران حسین علیہ السلام سے کہ جو نصرت حسین علیہ السلام کی آرزو رکھتے تھے ۔ یہ ہی امر ظہور مین آیا کہ بکارِ علی الحسینؑ مین مصروف ہوئے اور انھین

طلب خون حسین علیہ السلام مین برابر خروج کرتے رہے - ان تاریخانہ حیثیت
کا بیان اس روایت مین کیا بطور استعارہ کے نہین سمجھا جا سکتا جس مین
حُسن بیان کا جلوہ ہے -

اس روایت مین جو حضرت حسین علیہ السلام کے لیے صحیفہ کا ذکر
ہے - اُسکی حقیقت اور کیفیت اُس بحث عہد نامہ سے جو جلد اوّل رسالہ
روشنی حصہ ہشتم مئی سنہ ۱۸۹۴ء صـ۱ مین ہمنے لکھی ہے بخوبی واضح ہو سکتی
ہے - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر فرد بشر کے لیئے ایک سرگذشت ہوتی ہے -
یہی سرگذشت اوس بشر کے لیے صحیفہ ہے جسکو نوشتہ تقدیر بولتے ہین
(یعنے جو کچھ کسی بشر کے حق مین قوتون پیدا کردہ خدا سے اور نتائج اسباب
سے اور اُس کے اپنے افعال سے ظہور مین آتا ہے اُس کا اندازہ) کہ اُس
اندازہ کے خلاف کچھ نہین ہو سکتا اور اِس لیئے اُسکو صحیفہ اور نوشتہ
تقدیر بولتے ہین اور ضرور ہے کہ اُس اندازہ مین - قضائی معلق اور قضائی
مبرم ہو اور بلحاظ اُس اندازہ کے کہ اُسکے امور کا ظہور مین آنا قوتون خداوندی
اور نتائج اسباب فعال بشر پر موقوف ہے قضائی معلق اور قضائی مُبرم
کا ہونا عقلاً ضروری ہے -

نتائج اسباب سے اور حضوری دوستداران سے حسین علیہ السلام کو
اگر نصرت پھونچ جاتی - اور حسین علیہ السلام امر خلافت پر متمکن ہو جاتے
تو بیشک اُونکی سوانح عمری کے متعلق بہت امور ظہور مین آتے - لیکن
نتائج اسباب جو دخل قوتون خداوندی کے ہین قبل قتل حسین علیہ السلام
کے مہیا نہ ہو سکے اور حسین علیہ السلام کے قتل کی نوبت پھونچ گئی - اِس
سے بہت امور متعلق سوانح عمری حسین علیہ السلام کے باقی رہ گئے - لیکن

اون کے قتل ہو جانے نے جو قضای معلق کے متعلق تھا۔ صداقت امر حق اور اونکی حقیقت کو قائم اور برقرار کردکھایا اُنبریکا اُنکی مودت (جو بموجب آیۃ قرآنی کے ہر مسلمان پر واجب ہے) حقیقت لازم کرتی ہے۔

منشا اور مُراد اس حدیث کا ایسا ظاہر ہونے کے بعد کوئی غلط فہمی ملائکہ کی پیدا نہین ہوسکتی۔

کچھ شبہہ نہین کہ تمام قوتین ظاہری اور باطنی جو حقیقت مذہب اسلام کو قبول کیئے ہوئے یقین متمنی اور اُمیدوار شرکت نصرت حسین علیہ السلام کی تھین اور ہونی چاہئے تھین ۔ اور یقین کرنا چاہیئے کہ ایسی تمام قوتون کو اجازت اللہ کی طرف سے نصرت حسین علیہ السلام کی تھی ۔ لیکن ایسی تمام قوتین (سوائے اُن قوتون کی جو اِس نصرت سے منکر اور نافرمان ہون کہ وہ قوتین شیطانی ہین) وقت پر بہم نہ ہوسکین اور اسی لیئے بہ محاورہ بشری اُن قوتون کے لیئے یہ کہنا درست ہوگا کہ اب تم روتے رہو ۔ اور جس طرح ملائکہ کی غلط فہمی قرار نہین پاسکتی اسی طرح سے حسین علیہ السلام کی بھی غلط فہمی قرار نہین پاسکتی ۔ نصر فرشتہ کا مدد کے لیے نازل ہونے کا اور اُسکی مدد قبول نہ کرنے کا جلد اوّل مین جو ذکر مصنف مخاطب نے کیا ہو ۔ اُسکی حقیقت

ہم جلد اول حصہ ہشتم اپریل ۱۸۹۴ء صفحہ ۱۳ پر رسالہ روشنی مین دکھا آئے ہین ۔

حسین علیہ السلام بیشک متوقع نصر کے تھے اور اُنھون نے زبان اور تلوار سے پوری کوشش کی مگر اسباب نصرت جمع نہوئے اور بالاخر اُنھون نے ملاقات خدا کی اختیار کی ۔ اوس حدیث نصر اور اِس حدیث ملائکہ کے منشا جُدا گانہ ہین ۔ اگر حسین علیہ السلام کو اپنے صحیفہ سے یہ خبر

ملی تھی کہ ملائکہ کو مدد کی اجازت ہو گئی ہی تو انکو حضور کا اہتمام مدد ملائکہ بھی معلوم ہوا ہو گا اسلیئے مصنف مخاطب کا یہ اعتراض کہ وہ تا تریاق از عراق آورده شود کا حساب ہو گیا "وارد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بہ لحاظ منشار اور مراد حدیث کے کوئی اعتراض مصنف مخاطب کا مصداق صحیح ہو سکتا ہے۔ ہمنے حقیقت اوس بشارت اور جناب سیدہ کی ناراضمندی اور رضامندی اور حمل اور تولد کی ناگواری کی جسکا ذکر اعتراضانہ مصنف مخاطب اس موقع پر کرتے ہین بہت تفصیل سے جلد اوّل حصہ چہارم جنوری سنہ ۱۸۹۴ء اور حصہ نہم جلد اوّل صد ۱ و صد ۴ رسالہ روشنی مین دکھادی ہے جہان جہان مصنف مخاطب نے اُس حدیث پر اعتراض کیا تھا۔ اُس حقیقت کے دیکھنے کے بعد ہر مسلمان جو صحیح اعتقاد رکھنے والا ہے اچھی طرح سے قبول کرلے گا کہ اِس مقام پر مصنف مخاطب نے جو مضحکانہ اعتراض وارد کرنا چاہا ہے وہ کسی طرح وارد نہین ہو سکتا اور ایسا مضحکہ انکو کسی وقت بہت رولائیگا۔

مصنف مخاطب غلطی گمان غالب انبیا کی ایک مثال یہ بھی ظاہر کرتے ہین "وہ کہ علمار شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ کبھی بعض انبیا نے گمان غالب کے اعتبار پر کوئی حکم کر دیا ہے لیکن وہ غلط ہو گیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے کوہ طور سے واپس آنیکا وعدہ تیس دن کا کیا تھا مگر وہ غلط ہو گیا" اور ملا خلیل قزوینی کے قول کا یہ ترجمہ کرتے ہین "موسیٰ کلیم اللہ عالم الغیب نہ تھے گمان غالب کے اعتبار پر وعدہ کیا تھا وہ گمان انکا غلط ہو گیا" یہ بحث کہ حضرت موسیٰ تیس دن کا وعدہ کرکے گئے تھے اور چالیس دن مین آئے ہمنے رسالہ روشنی جلد ۳ صد ۲۰ مین مفصل کی ہے جہان مصنف مخاطب نے حدیث امام جعفر صادق علیہ السّلام پر اوسکے متعلق اعتراض کیا تھا۔

مصنف مخاطب اِس موقع پر جو مثال وعدہ حضرت موسیٰ کی اور علمأ

شیعہ کی تصریح کی دیتے ہین۔ اوسکا انطباق اُس امرکے بابت نہیں ہے تاہم کہ جس امر کے لیے وہ مثال لائے ہین۔

حضرت موسیٰؑ نے ایک کام کے کرنے کے لیے ایک مدت اور وقت مقرر کیا تھا جسکو میقات کہتے ہین اور وقت کا مقرر کرنا کسی کام کیلئے اندازہ سے ہوتا ہی۔ اور مصنف مخاطب جس امر کے لیئے کہ وہ مثال لاتے ہین۔ وہ یہ ہے کہ بی بی عائشہؓ نے جو فرمایا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا ابو بکرؓ سے ناراض مرگیئن یہ ایک خود واقعہ ہی کہ جسکا علم خود بی بی عائشہ کو تھا اور اُسکے نسبت اونکا علم غلط نہین قرار پا سکتا بی بی عائشہ نے ناخوش کرنے جناب سیدہ کا کوئی وقت مقرر نہین کیا تھا جسکے سبب سے اُنکے اندازہ مین غلطی سمجھی جا سکے۔

مصنف مخاطب ایک یہ مثال بھی دیتے ہین کہ "مثلاً علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ اور انبیا اور ائمہ سے کبھی یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ جس کام کا وقت ابھی دور ہی اُسکو سمجھ لیتے ہین کہ جلد ہونیوالا ہی یا جس کام کا وقت جلد ہے اُسکو سمجھ لیتے ہین کہ دیر مین ہونے والا ہی"

اور کتاب صافی ترجمہ کافی باب البدا سے قول شارح کا سند لاتی ہین۔ "کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ ملائکہ اور رسول اور ائمہ کسی چیز کی نسبت یہ گمان کر لیتے ہین کہ دیر مین واقع ہوگی اور اللہ اُسکو جلدی کر دیتا ہے۔ اور کبھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کا گمان کرتے ہین۔ اور اللہ اُسی مین دیر کرتا ہے۔ قرآن مین جو یہ آیۃ ہے "ہو الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلاً و اجل مسمّی عندہٗ" **ترجمہ** "خدا وہ ہے کہ پیدا کیا تمکو مٹی سے پھر جاری کیا اجل کو اور ایک اجل مقررہ ہے نزدیک اُس خدا کے"

اس آیتہ مین جو دو اجلون کا ذکر ہے اُسکی نسبت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے ۔ کہ وہ دو اجلین ہین ایک اجل محتوم اور اجل موقوف " اجل محتوم کے یہ معنے ہین کہ ایک کام ایک وقت پر ہو ہی جاویگا اور اجل موقوف کے معنے ہین ۔ کہ ایک وقت پر کسی کام کا ہونا یا نہ ہونا موقوف ہے) اور انھین امام سے حدیث مین یہ وارد ہے کہ علم دو علم ہین ایک علم خدا کے نزدیک محفوظ ہے جس پر اپنی مخلوق سے کسیکو اطلاع نہین دی ۔ اور ایک قسم علم کی وہ ہی کہ جسپر ملائکہ اور رسولون اپنے کو علم دیا ۔ اور جس چیز کا ملائکہ اور رسولونکو علم دیا ہے پس بیشک کذب اپنے لیے روا نہین رکھیگا ۔ اور نہ اپنے ملائکہ اور نہ اپنے رسولون کے لیئے ۔ اور جو علم کہ نزدیک خدا تعالی کے محفوظ ہی تقدیم کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہی اور تاخیر کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے " یہ احادیث باب بدا مین منقول ہوئی ہین ۔ اور شارح نے صاف لکھدیا ہے ۔ کہ علم اللہ تعالے کا (جسکا ذکر کہ حدیث مین ہی) متعلق باحوال حوادث اللہ کے ہے اور اسی علم کے متعلق شارح نے وہ شرح لکھی ہے جسکو مصنف مخاطب سند مین لائے ہین ۔ اسلیے یہ مثال مصنف مخاطب کے اُس واقع گذشتہ پر منطبق نہین ہو سکتی کہ جو بی بی عائشہؓ نے ناخوشی جناب فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی بیان کی ہے ۔

ایسے ہی مصنف مخاطب جو یہ مثال دیتے ہین کہ " مثلاً علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ بدا کے معنی یہ ہین کہ امام کو جو پہلے سے غلط فہمی ہو گئی ہے وہ رفع ہو جائے " اور اُسکی سند کیلیئے صافی ترجمہ کافی باب البدا سے یہ قول شارح نقل کرتے ہین کہ " بدا کا حاصل یہ ہے کہ امام نے جو خلاف واقع کی کوئی گمان کرلیا ہے وہ رفع ہو جائے " یہ مثال ٹھیک نہین ہو سکتی

اِس لیئے کہ شارح نے پہلے معنے بداکے یہ بیان کیئے ہین کہ "بہم پہونچنا کسی کام کا کسی وقت اللہ کے واسطے یعنے کسی چیز کا صادر ہونا کسی وقت اللہ سے کہ پہلے اوسکا کسی کو سوائے اللہ کے علم نہ ہو کہ خدا سے صادر ہوگا یا اُسکے بعد شارح نے یہ لکھا ہے کہ "پس بدا مستلزم محض گمان امام کا ہے۔ اگر گمان خلاف مقتضاء اُسکے کیا ہو جس سے مُراد یہ ہے۔ کہ مثلاً ایک سطح زمین کا مدت سے ہموار اپنی حالت پر چلا آتا ہے۔ اور اسکا کسی کو علم نہ ہو کہ یہ سطح زمین کا کب پھٹ جاویگا اور کوئی گمان کرے کہ یہ نہین پھٹیگا۔ یا اِس قدر مدت کے بعد پھٹ جاویگا۔ اور وہ سطح زمین کا اُس مدت تک نہ پھٹے جسکا کہ گمان کیا گیا ہے یا اُس مدت سے آگے یا پیچھے پھٹ جاوے اور وہ گمان غلط ہو جائے"

ظاہر ہے کہ یہ مثال متعلق گمان حادثہ آئندہ سے ہے نہ بیان واقعہ گذشتہ سے اِس لیے یہ مثال بی بی عائشہ کے بیان ناخوشی جناب سیدہ ع سے متعلق نہین ہو سکتی۔

پھر مصنف مخاطب ایک آخر مثال یہ لاتے ہین کہ "علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ ہر سال ائمہ کے اعتقادات بدلا کرتے ہین اور جو اعتقادات پہلے سے حاصل ہین۔ اُنمین بعض کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے اور بعض نئے اعتقادات سکھائے جاتے ہین جو پہلے سے حاصل نہ تھے اور یہ تغیر او تبدل بذریعہ ایک کتاب کے ہوتا ہے جو ہر سال لیلۃ القدر مین نازل ہوتی ہے اور شارح صافی ترجمہ کافی کا یہ قول سند مین لاتے ہین کہ۔

"ہر سال کی علحدہ کتاب ہوتی ہے جس مین اُن امور کی تفصیل

ہونے پر جنکی دوسرے سال تک امام کو حاجت ہوگی۔ ملائکہ اور ارواح اُس کتاب کو لیکر شب قدر مین نازل ہوتے ہین اُس کتاب کے ذریعہ سے اُفقہ امام کے جو اعتقادات چاہتا ہے باطل کر دیتا ہے اور جو نئے اعتقادات چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہی۔ اِس موقع پر مصنف مخاطب نے اسی اعتراض کو مذاق شاعرانہ مین بھی اسطرح ظاہر کیا ہے۔

نظم

ہر شب قدر مین نازل نئی ہوتی ہی کتاب	جس مین احکام نئے ہوتے ہین اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے	اعتقادات بدل جاتے ہین ہر سال نئے

مصنف مخاطب نے ایک جزو قول شارح کا لیکر اصل امر کو بدنما کر کے دکھایا ہے۔ اور جبکا وہ مقصود نہین ہی جو مصنف مخاطب نے دعویٰ کیا ہی صافی شرح کافی کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اصل پوری آیت سورہ رعد مین یہ ہی کہ "لقد ارسلنا رسلاً من قبلک و جعلنا لهم ازواجاً و ذریّة وما کان لرسول ان یاتی بآیة الا باذن الله لکل اجل کتاب یمحوا الله ما یشاء و یثبت و عنده ام الکتاب"

ترجمہ ہر آئینہ تحقیق بھیجا ہے ہمنے رسولون کو تجھسے پہلے اور گردانا ہمنے اونکے واسطے ازواج اور ذریت اور نہین ہوتا ہے رسول کے لیئے یہ کہ لاوے کوئی آیت مگر باذن خدا۔ واسطے ہر وقت کے ایک کتاب ہی۔ محو کرتا ہے جو کچھ اللہ چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور نزدیک اُسکے اُمّ الکتاب ہے "

اِس آیت کی تفسیر مین اس مضمون کے متعلق کہ "محو کرتا ہے اللہ جو کچھ چاہتا ہی اور ثابت کرتا ہے" امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے "محو کیجاتی ہے وہ چیز کہ جو ثابت ہو اور آیا ثابت کی جاتی ہے وہ چیز کہ نہو" یہ حدیث امام

کی باب بدا میں منقول ہوئی ہے اور جسکا مقصود صرف اسقدر ہی کہ خدا
کے علم سے امر موجود نابود ہو جاتا ہے۔ اور امر نابود پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اصل
آیت مین چونکہ یہ امر بھی موجود ہے کہ نبیؐ جو کوئی آیت لاتا ہے باذن خدا لاتا
ہے اور ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے اُسکے لحاظ سے شارحؒ نے جہان
اور مطالب شرح مین بیان کیے ہین وہان وہ امر بھی بیان کیا ہے جس کو
مصنف مخاطب سند مین لائے ہین۔ مذہب مسلمہ شیعہ کے بموجب اگرچہ
یہ ضرور نہین ہے کہ ایک وقت کا عالم یا مجتہد کوئی امر متعلق آیتہ یا حدیث
کے کچھ بیان کرے وہ ہمیشہ کے لیے سند ہو لیکن شارح علیہ الرحمتہ نے اس موقع
پر جو کچھ بیان کیا ہے اُنکے پورے بیان پر نظر کرنے سے یہ حاصل پیدا ہوتا ہے کہ
ہر وقت کے لیے جو کتاب ہوتی ہے اُسمین تفسیر احکام حوادث ہوتی ہے
کہ جسکی طرف امامؑ محتاج ہوتا ہے یا جو کچھ کہ گمان امامؑ رکھتا ہوتا ہی۔ اوسکا
محو و اثبات ہو جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر زمانہ کے لیے امور مصالح انتظام
خلائق کے لیے جداگانہ ہوتے ہین اور ہر وقت کے لیے ایک مصلحت نئی ہوتی
ہے جیسے کہ حوادث بھی نئے نئے ہر ایک زمانہ کے مختلف صورت سے ظاہر
ہوتے ہین اور کتابین بھی ابنیا پر خدا کی طرف سے بقدر ضرورت اور مصلحت
ہر زمانہ کے نازل ہوئین اور دراصل وہ اُمور اور واقعات علم الٰہی مین جو ہر وقت
اور ہر زمانہ کے لیے جداگانہ اور مختلف ہین نقش ہوتے ہین جنکو نوشتہ یا
کتاب بولا جاتا ہے اور اُن کا اِلقا ایسے لوگون پر ہوتا ہے کہ جنکے دماغ
اور قلوب خدا نے اپنی قدرت سے خاص طور کے وضع کیے ہین کہ جنمین
استعداد وہبی ہوتی ہے اور جنپر اطلاق ابنیا اوصیا اور ائمہ کا صادق آتا ہی
اور ایسے القا کا وقت کوئی وقت خاص ہوتا ہی جسوقت کہ وہ انفاس

زکیہ اور ذوات مقدسہ غور اور فکر کرتے ہین اور اکثر ایسا ذہنت او قابلیتن سے رات کا ہوتا ہی اور جس رات کہ ایسا القا ہو وہ شب اپنی قدر و منزلت کی وجہ شب قدر ہوتی ہے ۔ جو کچھ تفسیر امام نے آیتہ کی فرمائی ہے ۔ اور جو کچھ تشریح اسکی ہمنے دکھائی ہو وہ مطابق آیت کے ہی ۔ اور جب یہ امور ذہن نشین رکھ لیے جائین کہ ہر زمانہ کے لحاظ سے انبیا پیدا ہوئے اور ہر زمانہ کی ضرورت کے موافق احکام دیے گئے اور ہر زمانہ کی حاجت کے موافق کتابین نازل ہوئین اور کسی زمانے مین کوئی امر حلال تھا اور کوئی حرام اور ہر زمانہ کے واقعات کے لحاظ سے نئی نئی تدبیرونکی ضرورت ہوئی اور ہوتی ہے اور نئی نئی تحقیقاتون سے نوعیت اعتقادات تبدیل ہوتی جاتی ہے اور ہر انسان اپنے زمانہ زندگی مین اپنے خیالات کو مختلف طور پر مختلف ذرایع سے تبدیل کرتا رہتا ہے تو وہی اشعار مصنف مخاطب کے صحیح اور مطابق واقعہ کے ہو سکتے ہین اور انھین کو ہم اپنی طرف سے کہہ سکتے ہین ۔

نظم

ہر شب قدر مین نازل نئی ہوتی ہی کتاب	جسمین احکام نئے ہوتی ہین اقوال نئے
حق جو تھا سال گذشتہ مین وہ اب ناحق ہے	اعتقادات بدلجاتے ہین ہر سال نئے ۔

یہ مثال جو مصنف مخاطب نے دی ہے اُس واقعہ سے منطبق نہین ہو سکتی ہے جو بی بی عائشہ صدیقہ نے جناب سیدہ کی ناخوشی بیان کی ہی ۔ ہمنے بی بی عائشہ کو اکثر صدیقہ اِس لحاظ سے لکھا کہ اُنھون نے ناخوشی جناب سیدہ کی سچ ظاہر کر دی ۔

مصنف مخاطب اپنے نزدیک یہانتک بیان اون خطاؤں کا کر چکے

جنمین غلطی کا قصد نہین کیا جاتا بلکہ بمقتضاے بشریت غلطی ہو جاتی ہے
لیکن درحقیقت وہ خطائین ہی نہین تھین نہ قصداً نہ بلا قصد نہ اُسمین
کچھ غلطی ہوئی جیسا کہ ہم نے ہر ایک بیان مصنف مخاطب کے مقابلہ مین دکھایا
اگر مصنف مخاطب اپنے عندیہ مین علماء شیعہ کا اس سے بڑھکر ایک امر دکھاتے
ہین اور کہتے ہین کہ وہ علماء شیعہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انبیا جب تک اللہ
کی کسی قدر مخالفت نہ کرین اُسوقت تک وہ ذلت عبودیت کا اقرار نہین
کرتے اسلیے اللہ کبھی پیغمبرون کو انکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے تاکہ کوئی گناہ
کر لین ؛؛ اور بیان کی تائید ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کے قول حیات القلوب
جلد اوّل بیان قصہ داؤد ؑ سے اسطرح کرتے ہین کہ وہ پیغمبرون سے گناہ نہین
ہوتا لیکن انسان کے کمال کا سب سے بڑا مرتبہ یہ ہے کہ اپنے عجز و ذلت
کا اقرار کرے اور یہ اقرار اُسوقت تک حاصل نہین ہوتا جب تک اُسکی
کچھ مخالفت نہ کرے اسلیے اللہ کبھی انبیا کو اور اپنے دوستون کو اُنکی حالت
پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو مکروہ یا ترک اولیٰ ہو اُنسے صادر ہو جاے
شعر گناہ کیون نہ کرین شوق سے نبی و ولی - کہ ہے مخالفتِ حق کمال
انسانی ؛؛

مصنف مخاطب نے قول صاحب حیات القلوب کا یہ ترجمہ کیا ہی
اللہ کبھی اپنے انبیا اور دوستون کو اُنکی حالت پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ جو
مکروہ یا ترک اولیٰ ہو اُنسے صادر ہو جاے ؛؛ اِس فقرہ مین جو لفظ دو گناہ
کا درج کیا گیا ہی وہ مصنف مخاطب کی زیادتی ہے چنانچہ اصل قول
فارسی حیات القلوب کا جو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہے اُسمین لفظ
گناہ کا نہین ہی اور اُسکا ترجمہ یون ہوتا ہی کہ حق تعالیٰ کبھی انبیا اور اپنے

دوستدارون کو اُنکے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ کوئی گناہ ... اُن سے
صادر ہو جاتے ہیں کیا حیات القلوب مین ایک فصل بابت ترک اولیٰ حضرت
داؤد مین لکھی گئی ہی اور اس مین اُن آیات قرآنی کا نقل ... سے جو حضرت داؤد
کے متعلق نازل ہوئی ہین اور اس مین بیان ہے کہ ... دو جھگڑا کرنے والے
حضرت داؤد کے سامنے آئے اور اُن مین سے ایک نے دوسرے کی نسبت
کہا کہ اس میرے بھائی کے پاس ۹۹ بھیڑین ہین اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے
اور کہتا ہی کہ وہ بھی اسکو دیدے اور میری بھیڑ پر زیادتی کرتا ہے حضرت داؤد نے کہا
کہ اسنے تجھپر ستم کیا ۔ حضرت داؤد نے گمان کیا کہ انکا امتحان کیا
گیا ۔ پس استغفار کیا انھون نے اپنے پروردگار کا اور رکوع کرتے ہوئے
زمین پر گر پڑے اور توبہ کی پس خدا نے انکو بخش دیا اور فرمایا کہ اے داؤد
بیشک ہمنے تجکو خلیفہ کیا زمین کا پس حکم کر لوگون مین سچائی سے اور پیروی
مت کر خواہش نفس کی " پھر صاحب حیات القلوب نے یہ بیان کیا ہے
"کہ قصۂ حضرت داؤد اور اوریا کو ایک گروہ نے اہلسنت مین سے جو
تجویز گناہ پیغمبرون کی نسبت کرتے ہین تمسک کیا ہی اور عصمت پیغمبرونکی
ضروریات دین شیعہ سے ہی " اور پھر احادیث شیعہ اور سنی کے یہان سے
نقل کی ہین جس سے وہ قصہ دروغ ثابت ہوتا ہے ۔ اور جسمین ایسے قصے
گو کو قابل حد تجویز فرمایا ہے بعد اُسکے یہ بیان کیا ہی "کہ جو لوگ تجویز گناہ
نسبت پیغمبرون کے نہین کرتے ہین اُنکے یہ امر خلاف ہے کہ استغفار حضرت
داؤد کا کسواسطے تھا اور امتحان اُن کا کس واسطے لیا گیا " اس خدشہ کے
دفع کیواسطے صاحب حیات القلوب نے جہان اور امور لکھے ہین وہان
یہ امر بھی لکھا ہے کہ " وہ استغفار واسطے تذلل خشوع اور شکستگی کے تھا ۔

اور اوریا نے ایک عورت کی خواستگاری کی تھی اور داؤد ع نے بعد اسکے
اوسکی خواستگاری کی وہ اوریا کو اپنی عورت نہیں رکھتا تھا اور حضرت داؤدؑ
کے ۹۹ عورتیں تھیں اونکے لیے یہ تھا کہ وہ عورت اوریا کے لیے چھوڑ دی جاتی۔ اور جب
خبر شہادت اوریا کی پہونچی تو حضرت داؤدؑ زیادہ متاثر نہ ہوے اور یہ امر مکروہ
تھا جو مناسب شان حضرت داؤدؑ کے نہ تھا لیکن موجب گناہ نہیں تھا۔ اور
جب وہ دو شخص جھگڑتے ہوے حضرت داؤدؑ کے پاس آئے تھے تب حضرت
داؤدؑ نے مدعی کے کہنے پر قبل اسکے کہ مدعا علیہ سے کچھ پوچھیں یہ فرمادیا کہ
تجھپر ستم کیا ہے اگرچہ مقصود داؤدؑ کا یہ تھا اگر مدعی نے راست کہا ہے تو تجھپر
ستم کیا ہو مگر اونکے لیے یہ تھا کہ مدعا علیہ کا جواب لیکر کچھ کہتے انھیں امور مکروہ
اور ترک اولے کے لیے استغفار اور تضرع حضرت داؤدؑ کا تھا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ایک حدیث نقل کی ہے۔
جسمین اس قصہ کو جو اہلسنت کے زبان بیان کیا گیا ہے کہ حضرت داؤدؑ
نماز توڑ کر ایک جانور کے پکڑنے کو چلے گئے اور کوٹھے پر پہونچکر ایک عورت
پر عاشق ہوگئے اور اس سبب سے اوسکے شوہر کو مروا ڈالا غلط باطل قرار دیا ہے
اور استغفار حضرت داؤدؑ کی وجہ یہ فرمائی ہے کہ جب داؤدؑ نے گمان کیا کہ
حقتعالی نے اونسے دانا تر پیدا نہیں کیا ہے پس دو فرشتہ خدا نے بھیجے
اور مدعی نے اپنا دعوے بیان کیا اور حضرت داؤدؑ نے مبادرت کی اسطرح
[illegible] اور [illegible] سے پوچھیں [illegible] گواہ طلب [illegible]
کرنے [illegible] اونسے ترک اولے ہوا اور یہی وجہ [illegible] خدا نے حضرت داؤدؑ کو
فرمایا کہ تجھکو خلیفہ گردانا مین نے زمین پر۔ پس حکم کر تو درمیان لوگونکے
ساتھ راستی کے۔

اور قصہ اوریا کا یہ تھا کہ زمانہ داودؑ مین یہ مقرر تھا کہ جس عورت کا شوہر مرجائے یا مارا جائے دوسرا شوہر نہین کرتی تھی ۔ حق تعالیٰ نے حضرت داودؑ کے لیے ایسی عورت کو حلال کیا ۔ جب اوریا مارا گیا اور عدہ منقضی ہوگیا حضرت داودؑ نے اسکو اپنی عورت کرلیا الا بعد اسکے صاحب حیات القلوب نے وہ فقرہ لکھا ہی جسکو مصنف مخاطب نے استدلالاً نقل کیا ہی اور اُس فقرہ کے شروع مین صاف ہے کہ پیغمبرون سے گناہ صادر نہین ہوتا ہے الا اور اس مین کچھ شبہہ نہین ہے کہ ترک اولے یا امر مکروہ کہ جو درحقیقت گناہ نہین ہوتا ہی شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہین ہوتا اور جب وہ اُس حالت مین تذلل اور عجز ناتوانی اور تضرع اپنا خدا کے سامنے پیش کرتے ہین تو اُنکو اور زیادہ مرتبہ کمال انسانی منزلت قرب الٰہی کی حاصل ہوجاتی ہے ۔ اور اُسی مکروہ اور ترک اولے کو کہ جو شایان انبیا اور دوستان خدا کے نہین ہوتا مخالفت فی الجملہ کے الفاظ سے جو صاحب حیات القلوب نے بیان کیا ہی تو کچھ بیجا نہین ہی جس حیثیت سے مصنف مخاطب نے اعتراض کیا ہی وہ وارد نہین ہوتا ۔

نظم

امر مکروہ ترک اولیٰ سے	جب تضرع کرے نبی و ولی
تب ہی ہوتا ہی قرب حق حاصل	اور یہی ہی کمال انسانی

مصنف مخاطب نے یہان سے بلحاظ اپنے بیان کے توجیہات شروع کی ہین جنکے نقل کرنے کی ہمکو ضرورت معلوم نہین ہوتی کیونکہ اُسکے مقابلہ مین جو کچھ ہم کہین گے اوسی سے اُنکی توجیہات کا نشان مل جائیگا ۔

انبیا اور ائمہ اور ملائکہ کی غلط فہمی کا حال کسی امر موجودہ یا واقعہ گذشتہ

مین ظاہر نہین ہوا اور نہ کوئی استدلال مصنف مخاطب کا بی بی عائشہ کے لیئے غلط فہمی کا واقعہ موجودہ زیر بحث کی نسبت قائم ہو سکتا ہی اور محل طعن بدستور باقی رہتا ہے۔ اور یہ واقعہ ناخوشی جناب سیدہ اور محل طعن معاملہ فدک ایسا حقیقی اور واقعی ہے کہ ہمارے معاصر مشہور رہنما ان بہادر شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کو خواب مین بھی ایسا ہی نظر آیا ہے اور ایسے ہی حقیقی امور کے بیان کو جو خواب کے پیرایہ مین لکھے جائین خود مصنف اور زمانہ نے رویائے صادقہ کے نام سے پکارا ہے[ل] جب جناب سیدہ فی الوقع خفا اور ناخوش ہوئین تو اس مین سراسر قصور حضرت ابو بکرؓ کا ہے کہ انکے ہی عمل کے سبب سے جناب سیدہؑ کو ناخوشی پیدا ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ کا بیشک فعل یہ تھا کہ انھون نے ایک ایک حدیث پیش کی جسکو انھون نے ظاہر کیا کہ وہ حدیث پیغمبرؐ ہے اور اسکے وہ تنہا راوی وقت ضرورت کے ہوئے جبکہ ضبطی فدک پر مستعد ہو گئے اور جیسا کہ انھون نے محض اپنی طرف سے اس حدیث کے پیش کرنے مین غلطی کی ویسے ہی ان سے اسپر عمل کرنے مین غلطی ہوئی۔ اس لیے کہ وہ حدیث خلاف آیات قرآنی کے تھی تو انکو چاہیے تھا کہ اس حدیث کی مراد ایسی قرار دیتے کہ جو مطابق آیات قرآنی کے ہوتی (دیکھو بحث فدک جلد اوّل کے ضمیمہ اوّل مین و جلد ششم صفحہ ۱۹۹)۔

ل شمس العلما تحریر فرماتے ہین کہ "جو شخص سب سے زیادہ پیغمبر صاحب کی وفات سے متاذی ہوا وہ فاطمہؓ تھین۔ والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھین۔ اب مان اور باپ دونون کی جگہ بیٹھ رہا تھا باپ تھے اور باپ بھی کیسے دین اور دنیا دونون کے بادشاہ۔ ایسے باپ کا سر پر سے اٹھ جانا "اسپر حضرت علیؓ کا خلافت سے محروم رہنا اور زخم بر جراحت ترکہ پدری باغ فدک کا دعوی کرنا اور مقدمے کا ہار جانا۔ کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر رہتا۔ مگر انکے صبر و ضبط انھین کے ساتھ تھے۔ پھر بھی انھین بجز اسکے گھل گھل کر چھ ہی مہینے کے اندر اندر انتقال فرما گئین اور جتنے دن زندہ رہین ان لوگون سے جنھون نے انکو رنج دیے تھے نہ بولین اور نہ بات کی۔ یہان تک کہ ان لوگون کے

جب غیر صحیح اور غلط فعل حضرت ابو بکرؓ سے جناب سیّدہ ناراض ہو گئیں تو ابو بکرؓ کو چاہیے تھا کہ اپنے غلط اور غیر صحیح فعل سے باز آتے۔

شیعوں کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ابو بکرؓ بنا بر سیّدہ کی ناراضی کے حدیث پر عمل چھوڑ دیتے بلکہ شیعوں کا یہ مطلب ہے کہ حضرت ابو بکر جناب سیّدہ کی خاطر شکنی کے لیے ایسی حدیث پیش نہ کرتے نہ اُس پر عمل کرتے کہ جو مخالف قرآن کے تھی اور بیشک حدیث خلاف قرآن پر عمل چھوڑ دیتے اور قرآن پر عمل کرتے ایسا قرآن جسکی نسبت حضرت عمر نے فرمایا ہے "حسبنا کتاب اللہ"

معصومین میں کبھی باہم رنج نہیں ہوتا ہے اور نہ معصومین میں سے کسی کا قصور ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کے قصہ کو ہم نے ایک زیادہ مقام پر اپنے رسالہ روشنی میں دکھایا ہے نہ انہیں باہم رنج تھا اور نہ کسی کا قصور تھا اور ایسے ہی جناب سیّدہ کے اوس غضب کا حضرت ابو بکر پر جو بخاری کی روایت میں ہے جناب سیّدہ کے اون الفاظ سے وہ ہیچو جنین الخ" مقابلہ ہو سکتا ہے اور نہ اُن الفاظ سے جناب امیر پر غصہ جناب سیّدہ کا ظاہر ہوتا ہے۔ (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۵۵ و ۳۰۸)۔

اگر باہم حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے یا جناب سیّدہ اور علی مرتضےٰؑ کے کوئی رنج واقعہ ہوتا تو حضرت ہارونؑ حضرت موسےٰ کو اور جناب سیّدہ علی مرتضےٰؑ کو منع کر جاتے کہ ہماری تجہیز و تکفین اور دفن میں شریک نہ ہوں لیکن ایسا امر ظہور میں نہیں آیا اسی سے ظاہر ہے کہ نہ فیمابین حضرت موسیٰ اور ہارونؑ کے کوئی رنج تھا اور نہ درمیان جناب علی مرتضےٰؑ اور سیّدہ کے۔

جناب سیدہ کو حضرت ابوبکرؓ اور جن جن لوگون سے رنج تھا اون کو
بموجب وصیت کے اونکے جنازہ اور دفن مین شریک نہون۔ اور علی مرتضےٰ نے
اونکے جنازہ کو بوقت شب بموجب اونکی وصیت کے بغیر ابوبکرؓ وغیرہ کی
شرکت کے دفن کیا۔ جیساکہ صحیح بخاری اور مسلم مین وارد ہوا ہے (صفحہ ۲۲۹ و
۲۵۱ جلد ۶ روشنی)۔

الفاظ وہ ہیچو جنین الخ در حقیقت نہ درشت ہین اور نہ کسی غصہ کی خبر
دیتے ہین اور نہ آخر وقت تک اونکا رفع نہ ہونا لازم آسکتا ہی اور نہ اوسکے
بعد دونون کا ساتھ رہنا متعلق زوجیت اور بیماری کی مجبوری سے سمجھا
جا سکتا ہے مگر بیماری کی مجبوری کی جو وجہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین اُنکی
طرف سے ایسی وجہ کا ظاہر کرنا مجکو بہت تعجب مین ڈالتا ہے۔ بعد وفات
پیغمبر خدا خلافت اور فدک کا لے لینا اور اُن جھگڑون مین جو صدمات
جناب سیدہ کو پہونچائے گئے جن کے سبب سے وہ لب گور رہین کیا اُسی بیماری
کی طرف اشارہ ہی؟ ورنہ کوئی اور بیماری نہین رہی۔

یہ امر کہ وہ جناب سیدہ کے آخر وقت مین ابوبکر و عمر نے جناب امیرؑ
کے توسط سے اپنا قصور معاف کرانا چاہا جناب سیدہ نے اپنے حضور مین
بلا لیا مگر ان دونون نے ہرچند معذرت کی قصور معاف نہ کیا شیعونکی
بعض روایتون مین نہین ہے بلکہ خود اہلسنت کی بعض معتمد کتابون مین ہے
اور نیز یہ واقعہ آخر وقت جناب سیدہ کا نہین ہے بلکہ بعد ناخوشی

جناب سیدہ کے ہے (دیکھو رسالہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ لغایتہ ۲۲۹)
ایسی روایات پر مصنف مخاطب نے شیعون پر بہت زور سے اعتراض
کئے ہین کہ وہ شیعون کو شرم نہین آتی کہ جناب سیدہ سے کمال محبت کا

بڑے غلو کے ساتھ دعوے ہے اور کیسی بیرحمی اور سنگدلی کا عیب ان مین لگایا معذرت کے بعد معاف نہ کرنا بیمروتی ہے لیکن مصنف مخاطب نے شیعہ کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ کس کتاب مین ہے اور شیعہ انکو بقید نام کتاب کے بتا چکے ہین کہ ایسے روایات انکی بعض معتبر کتابون مین[1] ہین تو جو کچھ بے شرمی شیعون کی مصنف مخاطب دکھاتے ہین وہ خود حضرات اہلسنت کو اپنی بے شرمی قبول کرنی پڑیگی - لیکن ایسی روایتون سے کوئی بیرحمی اور سنگدلی جناب سیدہ کی یا معذرت کے بعد قصور معاف نکرنا بے مُروتی سمجھی نہیں جا سکتی - جو بیرحمی اور سنگدلی کا برتاؤ جناب سیدہ ع کے ساتھ کیا گیا اور معافی مانگی گئی - تو معافی اسی حالت مین دیجا سکتی تھی کہ جن امُور سے جناب سیدہ ع ناخوش ہوئین وہ امُور واپس کریے جاتے (دیکھو رسالہ دوشنی جہارشنبہ ص ۲۲۵) جناب سیدہ ع اگر بغیر واپسی اُن امُور کے معافی دیدیتین تو البتہ اُنپر اطلاق بے رحمی اور سنگدلی کا صادق آتا اور ایسا الزام کسی طرح جناب سیدہ ع اپنے اوپر عائد نہیں کر سکتی تھین جناب سیدہ ع نے جو قصور معاف نہیں کیا ٹھیک کیا - آخرت کی حکومت بلاشک اُنکے اختیار مین نہو گی لیکن جسکے ہاتھ مین ہو گی وہ احکم الحاکمین ہے - اور جن لوگون نے کہ خلاف حکم اسکے کے عمل کیا ہے اون کے لیے وہ ہرگز غفور الرحیم نہین ہو گا - وہ خوب جانتا ہے کہ اُن دونون نے جو معذرت کی وہ محض زبانی تھی - عمل کے ذریعہ سے نہین تھی یعنے جو امُور کہ خلاف حکم خدا عمل مین لائے گئے اور جن سے جناب سیدہ ع کو ناخوشی پیدا ہوئی اُنکو اُن دونون نے واپس نہین لیا تھا - اگر اون امور کو وہ دونون واپس لے لیتے اور جناب سیدہ ع

[1] دیکھو صفحہ ۲۲۱ لغایتہ ۲۲۳ جلد ۶ دوشنی جسمین نام کتابوں کے گنائے ہین - اڈیٹر ۱۲

سے معافی چاہتے تو دلی معافی اونکی سمجھی جاتی اور اُسوقت ضرور جناب سیدہؑ
اونکو معافی دیدیتین۔ لیکن جن اُمور سے کہ ناخوشی جناب سیدہؑ کو پیدا ہوئی تھی
بغیر اُنکے واپس لیئے جو معذرت کیگئی اور معافی جناب سیدہؑ نے نہین دی
تو اُس سے جناب سیدہؑ کی سنگدلی اور بیرحمی جو مومن کی شان سے بعید ہو
ہرگز سمجھی نہین جاسکتی بلکہ جو لوگ کہ مخالفت حکم خدا اور اُمور ناخوشی کو واپس
نہ لین اور بغیر اُسکے معافی چاہین یہ فعل اونکا خود سنگدلی اور بیرحمی کا ہی جو
مومن کی شان سے بعید ہے۔ اور جس لغو عیت سے کہ اُنھون نے معذرت چاہی
اُس سے صرف وہی الزام جو اُنپر تھا باقی نہین رہتا بلکہ ایسی معذرت چاہنے
سے کہ جو بغیر واپسی اون اُمور کے جو باعث ناخوشی ہوئے تھے اُس الزام کو
اور شاید کرتا ہے۔ اور جبکہ وہ روایت خود اہلسنت کے یہان موجود ہے تو
اہلسنت کو اُسکے قبول سے گریز نہین ہوسکتا ہی اور جناب سیدہؑ پر اُس سے
ہرگز کوئی طعن عائد نہین ہوتا ہے۔

شیعون نے اس روایت کو تصنیف نہین کیا جس سے ابوبکرؓ اور عمرؓ
پر الزام بڑہانا اونکا مقصود ہو بلکہ خود اہلسنت نے حقیقی واقعات کو اپنی
کتابون مین مندرج کیا ہے تاکہ آیندہ نسلین ان واقعات پر غور کرکے اپنی
رائین قائم کرین۔ مگر مصنف مخاطب کی یہ جدید تصنیف ہے کہ مسلمان کو
بے راہ کرنے کے لیے اپنے یہان کی ایسی سچی روایات کو شیعون کی طرف منسوب
کرکے دہوکا دین۔

مصنف مخاطب اپنے گمان مین ایک اور روایت شرح نہج البلاغہ
ابن میثم بحرانی سے پیش کرتے ہین اور اپنا عندیہ یہ ظاہر کرتے ہین کہ وہ اس
روایت (معافی نہ دینے) کی قباحت علماء شیعہ سمجھ گئے اور اس کے مقابلہ مین

دوسری روایت پیش کرتے ہین۔

مصنف مخاطب نے جس روایت کو شرح ابن میثم سے لیا ہے صرف اُسکو ہم علحدہ لکھنے کی ضرورت نہین سمجھتے کیونکہ اوّل ہم فرمان علی مُرتضےٰعؑ موسومہ عثمانؓ بن حنیف کے اُس مضمون کا ترجمہ لکھتے ہین کہ جسپر ابن میثم نے اس موقع پر شرح کی ہے اور پھر ہم اُس مضمون شرح کا ترجمہ کرتے ہین جس مین وہ روایت بھی شامل ہے جسکو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہے اور اُس پر خط کھینچ دینگے تاکہ امتیاز ہو جائے کہ وہ حصّہ مضمون مصنف مخاطب کا مستدلہ ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ وہ حصّہ مضمون مستدلہ مصنف مخاطب فرقہ شیعہ کے یہان سے لیا گیا ہے یا کیا۔؟

ترجمہ حصۂ مضمون فرمان علی مرتضیٰؑ موسومہ عثمان بن حنیف

(یہ وہی فرمان ہے جسکا ترجمہ ہم نے پہلے بھی کیا ہے دیکھو صفحہ ۸۹ ہم جلد چہارم رسالہ روشنی)

"ہان تھا ہمارے ہاتھ مین فدک کل اُس چیز سے کہ سایہ ڈالا ہے اُس پر آسمان نے پس بخل کیا اُسپر نفوس ایک قوم نے اور جوانمردی کی اوس پر دوسرے نفوس نے (یعنے ایک قوم نے اسکو لیلیا اور دوسرے نفسون نے اُسپر صبر کیا) اور اچھا حکم کرنے والا خدا ہے اور کیا کرون مین فدک کو اور غیر فدک کو درحالیکہ نفس کی منزل کلیتہً قبر ہے کہ شگرٹے ٹکرٹے ہو جاتے ہین اوسکی ظلمت مین نشان اُسکے اور پوشیدہ ہو جاتی ہین خبرین اُسکی"

اُسپر ابن میثم نے جو شرح لکھی ہے وہ پورا مضمون شرح کا یہ ہے "واضح ہو کہ فدک خاص واسطے رسول صلعم کے تھا جب حضرت نے فتح خیبر کی اور

خدا نے قلوب اہل فدک مین رعب کو ڈال دیا پس انھون نے خواہش ظاہر کی کہ نصف فدک پر حضرت اُن لوگون سے مصالحہ کرلین حضرت نے اس امر کو قبول کرلیا اس سے فدک خاص حضرت کے لیے ہوا کیونکہ اُسپر حضرت نے لشکر کشی نہین فرمائی۔ اور روایت کی گئی ہے کہ حضرتؐ نے اُن لوگون سے کل فدک پر مصالحہ فرمایا اور مشہور بین الشیعہ بلکہ متفق علیہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فدک کو حضرت فاطمہؑ کو عطا فرمایا۔

اور روایت ہے اس امر کی شیعون سے طرق مختلفہ سے منجملہ اون کے روایت ابی سعید خدری ہے کہ جسوقت آیۃ وآت ذی القربٰی حقہٗ۔ (دے تو قرابت دار دان کو حق اونکا) نازل ہوئی۔ حضرتؐ نے فدک حضرت فاطمہؑ کو عطا کردیا۔ پس جسوقت ابوبکرؓ خلیفہ بن گئے قصد کیا لیلینے فدک کا حضرت فاطمہؑ سے۔ پس جناب سیدہؑ نے وراثتاً فدک کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ حضرت نے اپنی حالت حیات مین مجھے اُسکو عطا کردیا تھا۔ اور اسکی شہادت حضرت علیؑ اور امّ ایمنؓ نے دی۔ پس ابوبکرؓ نے میراث مین حدیث نحن معاشر الانبیاء سے۔ کہ جسکے وہ خود ہی تنہا راوی بھی تھے۔ جواب دیا۔ اور متعلق عطاء فدک یہ کہا کہ وہ خاص حضرت کی ملکیت نہ تھی بلکہ اونکے ہاتھ مین کل مسلمانون کا مال تھا جسکی آمدنی سے حضرت لوگون کو جنگ پر بھیجتے تھے۔ اور سبیل اللہ مین بھی صرف کرتے تھے اور مین اسپر اوسی نہج سے متصرف ہون جیسے حضرت تھے۔ جب یہ خبر سیدہؑ کو پہونچی حضرت نے برقع اوڑھا اور ایک جماعت اپنے اعوان و قوم کی عورتون کو لیکر ابوبکرؓ کے پاس آئیں درحالیکہ چادر آپ کے قدمون سے اولجھ رہی تھی اور

ملاحظہ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۱۹ پر بھی بقدر ضرورت یہ خطبہ موسوم بہ لمہ مع اسناد سابق درج ہے ایڈیٹر

اوسوقت، پہونچین جبکہ تمام مہاجر اور انصار ابوبکرؓ کے پاس موجود تھے بس ایک
باریک پردہ درمیان اُن لوگون اور سیدہ کے تانا گیا بعد اُسکے حضرت
نے ایسا ایک نعرہ کیا جسکی وجہ سے حاضرین متاثر ہوکر رونے لگے پھر حضرت
نے تھوڑی دیر تامل کیا یہان تک کہ جوش گریہ کم ہوا اور فرمایا کہ مینؑ ابتدا کرتی
ہون مین خدا کی حمد سے جیسا کہ بزرگ اور مستحق حمد ہے۔ شکر کرتی ہون مین
اوسی خدا کا اُسکی نعمتون پر اور شکر کرتی ہون مین اوسکا اون چیزونکے لیے
کہ جنکا ہمارے قلوب مین الہام کیا ہے بعد اوسکے خطبہ طویل ایسا فرمایا جسکی
آخر یہ ہی۔ بس خوف کرو خداوند عالم کا حق خوف کرنے کا اور اطاعت کرو
اُسکی اُس امر مین کہ جسکا اوسنے حکم دیا ہے۔ پس جز این نیست کہ خدا کا خوف
اوسکے بندون مین علماء کرتے ہین اور حمد کرو اُس خدا کی جس کی عظمت اور نور
سے تمام مخلوقات زمین و آسمان اُسکی طرف وسیلہ ڈہونڈتے ہین۔ اور ہم ہین
وسیلہ خلق مین۔ اور ہمین خاص الخاص اُسکے بندے ہین۔ اور ہمین محل قدس
ہین۔ اور ہمین اوسکی حجت ہین۔ اور ہمین ورثاء انبیا ہین۔ مین فاطمہؑ دختر
رسول صلعم ہون۔ اور مین مکرر کہتی ہون کہ مین نے اپنے فخر اور شرف کی بیان
مین تجاوز نہین کیا ہے۔ پس دل لگا کر اور کان دہر کر سنو۔ بعدہٗ یہ آتیہ ''
لقد جاءکم الخ'' تلاوت فرمائی ہے۔ ترجمہ تحقیق کہ آیا تمہارا ایک رسول تمھین مین سے
گران ہے اُسپر تمھارا معصیت کرنا۔ اور حریص ہی تمھارے اوپر۔ اور مہربانی
اور رحم کرنے والا ہے مومنین پر۔ پس اگر تم نسبت دو اُسکو مجھسے تو وہ میرا باپ ہے،
نہ تمھارا۔ اور وہ بھائی ہے میرے ابن عم کا نہ تمھارے ابن عم کا۔ پھر کیا تم گمان
کرتے ہو کہ نہین ہے ارث میرے لیئے (ترجمہ آتیہ) ''آیا حکم جاہلیت کو اختیار کرتے
ہو اور کون شخص ہے زیادہ حکم دینے والا خدا سے واسطے اوس قوم کے جو کہ

یقین کرنے والی ہے۔ اے گروہ ملت آیا لے لی جائے مجھسے میراث میرے باپ کی۔ حالانکہ وارث ہو ابن ابو قحافہ اپنے باپ کا اور نہ وارث ہوں میں اپنے باپ کی۔ یہ تمنے ایک عجیب امر مصنوعی کیا بس لازم ہو گیا یہ فعل تیرے لیئے۔ اور مثل اوسکی مثل اُس ناقہ کی ہے جو لجام دیا ہوا اور جو کسا ہوا کھڑا ہو۔ اور تو اے ابو قحافہ ملاقی ہو گا اس فعل کے ساتھ روز حشر۔ بس کیا ہی اچھا حاکم ہے خداوند عالم اور کفیل آنحضرت اور وعدہ گاہ قیامت (ترجمہ آیۃ) ؎ اور وقت روز قیامت کے افعال باطل کرنے والے زیان کار ہوں گے اور واسطے ہر امر کے مستقر ہے اور قریب ہے معلوم کروگے جسپر نازل ہو گا عذاب رسوا کرنے والا اور حلول کرے گا اُسپر عقاب دائمی ؎ راوی کہتا ہے کہ پھر متوجہ ہوئیں طرف قبر اپنے پدر بزرگوار کے اور قول ہند بنت امامہ کو پڑہا (جس کا ترجمہ یہ ہے) ؎ بالتحقیق آپ کے بعد بڑے بڑے امور پیش آئے اگر آپ موجود ہوتے تو کاہیکو ایسا سخت واقعہ ہوتا ظاہر کیا لوگوں نے اپنے امور مخفی کو جسوقت کہ لپنے قضا کی اور حائل ہیں درمیان آپ کے بڑے تودے ریگ کے ترش روئی کی مجھ سے لوگوں نے اور استخفاف کیا میرا جسوقت کہ آپ غائب ہو گئے ہمسے۔ بس آج کے روز ہم مغضوب ہوتے ہیں ؎

راوی کہتا ہے اُسوقت ایسا زیادہ جوشش گریہ تمام مرد و زنمیں واقع ہوا کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا گیا تھا۔ بعد اُسکے آپ نے انصار موجودہ مسجد کیطرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے گروہ انصار اور بازوان ملت اور پرورش کنندگان اسلام میری مددگاری میں کیوں تمکو تامل ہے۔ اور میری اعانت میں کیوں سستی ہے۔ اور میرے حق میں کیوں تمکو ضعف ہے۔ اور میری فریاد رسی سے کیوں غافل ہو۔ آیا نہیں فرمایا ہے آنحضرت صلعم نے کہ انسان کی

حفاظت اُنکی اولاد مین کیجاتی ہے بہت جلدی کی تمنے اِن افعال کی کرنے
مین - ابھی آنحضرت نے انتقال کیا اور تمنے اُنکے دین کو بھی مردہ کر دیا -
تحقیق کہ موت اُنکی ایک مصیبت بزرگ ہے - وسیع ہوگیا ہے چاک اوسکا -
اور کُشادہ ہوگیا ہے سُوراخ اُسکا - اور مفقود ہوگیا ہے درست کرنے والا اُسکا
اور تاریک ہوگئی ہے زمین اور جُھک گئے ہین پہاڑ - اور نا اُمید ہوگئی ہین
آرزوئین - اور ضائع کئے گئے بعد اُنکے حریم اور ہتک کی گئی حرمت اور رائیگان
کی گئی عزت اور یہ ایک ایسی مصیبت ہے جسکا کہ کتاب اللہ نے اعلان کیا تھا
قبل اُنکی وفات کے - پس کہا خدا نے (ترجمہ آیۃ) نہین ہین محمد صلعم[له] - مگر رسُول -
تحقیق گذرے ہین قبل اُنکے بہت سے پیغمبر - آیا پس اگر وہ مرجائے یا قتل ہو جائے
پلٹ جاؤگے تم اپنے پچھلے پاؤن پر - اور جو شخص پلٹ جائے گا اپنے پچھلے
پاؤن اُس سے خدا کو کچھ ضرر نہوگا اور قریب ہے کہ جزا دیگا خداوند کریم شاکرین
کو " اے انصار آیا محروم کی جاؤن مین ارث سے اپنے باپ کے دران حالیکہ
تم دیکھتے ہو اور سُنتے ہو پہونچتی ہے تمکو میری فریاد - اور شامل ہے تمکو میری آواز
اور تم مین سامان بھی ہے اور تم کثیر التعداد بھی ہو - اور تمھارے واسطے گھر
بھی ہے - اور سپر ین بھی ہین - اور تمکو منتخب کیا ہے خدا نے اور برگزیدہ کیا ہے
مقابلہ کیا ہے تمنے عرب کا - اور متوجہ ہوئے ہو تم اُمور کی طرف - اور دفع
کیا ہے تمنے سختیون کو - یہان تک کہ چکّی اسلام کی تمھاری وجہ سے چلی
اور جاری ہوا شیر اوس کا - اور بجھ گئی آتش حرب اور ساکن ہوگیا
شرک کا جوش اور سست ہوگئے فتنہ - اور مستحکم ہوگیا انتظام دین کا -
آیا پس تم بعد اقدام کے پیچھے ہوگئے - اور پیچھے رہ گئے بعد حملہ کرنے کے - اور

[له] دیکھو جلد ۶ صفحہ ۶۸ پر اس آیتہ سے استدلال ۱۲

بزدل ہو گئے بعد شجاعت کے۔ ایسی قوم سے جنھون نے عہد شکنی کی بعد اپنے ایمان کے۔ اور رخنہ ڈالا اُنھون نے اپنے دین مین۔ بس قتل کرو ائمہ کفر کو نہین ہے عہد اُنکے لیئے تاکہ وہ منتہی ہو جا وین۔ آگاہ ہو بہ تحقیق مین دیکھتی ہون تم کو کہ تم مائل ہو گئے ہو عیش و آرام کی طرف اور انکار کیا تمنے دین کا اور پھر گئے جو تم بلائے گئے (ترجمہ آیتہ) ۱۰ اور اگر کفر کرو تم لوگ اور وہ لوگ جو کہ زمین پر ہین سب کے سب بس بہ تحقیق کہ خدا غنی ہی اور حمید ہے ۱۱ آگاہ ہو تحقیق کیا ہی مین نے در حالیکہ مین یقین کرتی ہون اُس رسوائی کا جو تمکو لازم ہو گئی ہے اور علم ہی تمھاری ضعف طبیعت کا اور ضعف یقین کا۔ بس یہ قول تمھارے لیئے لازم ہو گیا ہے بس متحمل ہو تم اُسکے اور مثال اُس فعل کی مثال اُس ناقہ کی ہے جسکی پشت زخمی ہو اور سُم اُسکے گھس گئے ہون۔ اور یہ فعل ایسا ہی کہ جسکا عار و ننگ اور ملامت کا اُسمین نشان باقی رہے گا اور اُس دہکتی ہوئی آگ کے ساتھ موصول ہو گا جو کہ بہوبجیگی اوپر قلوب کے پس خدا اُس کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو (ترجمہ آیتہ) ۱۲ اور قریب ہے کہ جا ہین گے وہ لوگ کہ جنھون نے ظلم کیا ہے کہ کیسا پلٹا کھا وین گے جائے منقلب مین۔

بعدہٗ آپ اپنے مکان پر واپس آئین۔ اور قسم کھائی۔ کہ نہ کلام کرینگی مدت العمر ابو بکر سے۔ اور بد دعا کرین گی خدا سے اُسکے لیئے۔ اور اور ایسا ہی حضرت نے کیا یہان تک کہ وفات پائی۔ بس وصیت کی کہ نہ نماز پڑھے ابو بکرؓ اُن پر۔ بس نماز پڑھی اُنپر عباسؓ نے اور دفن کی گیئن شبکو

روایت کی گئی ہے ابو بکرؓ نے جب جناب سیّدہ کا کلام سُنا۔ تو ابو بکر نے

اللہ کی حمد بیان کی اور ثنا کی اور رسُول پر درود پڑھا پھر کہا۔ کہ ای افضل

عورتوں کی اور بیٹی اوس باپ کی جو سب مین افضل ہے - مین نے رسول اللہ کی رائے سے تجاوز نہین کیا - اور نہین عمل کیا مین نے مگر رسول کے حکم پر - بیشک تمنے گفتگو کی اور بات بڑھا دی - اور سختی اور ناراضی کی - اب اللہ معاف کرے ہمارے لیے اور تمھارے لیے - اسکے بعد یہ ہے کہ مین نے رسول کے ہتیار اور سواری کے جانور علیؑ کو دیدیے - اور لیکن جو کچھ اسکے سوا ہے اس مین مین نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ - ہم جماعت انبیا نہ سونے کی میراث دیتے ہین نہ چاندی کی - نہ زمین کی - نہ کھیتی کی - نہ مکان کی - اور لیکن ہم میراث دیتے ہین ایمان اور حکمت اور علم اور سنت کی اور عمل کیا مین نے اسپر جو مجکو حکم کیا تھا - اور مین نے نیک نیتی کی ہے - تو جناب سیدہؑ نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے فدک مجھکو ہبہ کر دیا ہے - ابو بکرؓ نے کہا اس پر گواہ کون ہے - تو آئے علیؑ بن ابیطالب اور ام ایمن ان دونون نے فاطمہؑ کے لیے گواہی ہبہ کی دی - پھر آئے عمر بن خطاب اور عبدالرحمن بن عوف انھوں نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم فدک کو تقسیم کر دیتے تھے تو ابو بکرؓ نے کہا کہ اے رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور علیؑ اور ام ایمن نے بھی سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اسکا تصفیہ یہ ہے کہ جو تیرے باپ کے لیے تھا وہ ہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ فدک سے تمھارا قوت رکھ لیتے تھے - اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اٹھاتے تھے اس مین سے اللہ کی راہ مین - اور مین تیرے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین وہ ہی کرونگا جو رسول کرتے تھے - تو اسپر فاطمہؑ راضی ہو گئین اور فدک مین اسی پر عمل کرنے کا ابو بکرؓ سے عہد لیلیا اور ابو بکرؓ فدک کی پیداوار کو لیتے تھے اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بھیجدیتے تھے -

پھر ابو بکرؓ کے بعد اور خلفا نے بھی یہی کیا یہانتک کہ حاکم ہوئے معاویہ تو امام حسنؑ کی وفات کے بعد مروان نے فدک کے ایک ثلث کو اپنی جاگیر بنا لیا پھر اپنی خلافت کے زمانہ مین اپنے لیئے خاص کر لیا اور مروان کی اولاد کے پاس رہا یہان تک کہ عمر بن عبد العزیز کے پاس پہونچا تو اُسنے اپنی خلافت کے زمانے مین فدک کو اولاد فاطمہؑ پر رد کر دیا۔

پس کہا شیعون نے کہ یہ اوّل حق تھا جو رد کیا گیا اور اہلسنت نے کہا بلکہ لے لیا اوس نے اُسکو اپنی ملک مین بعد اُسکے ہبہ کر دیا اُسکو اولاد فاطمہؑ پر پھر لے لیا اُنسے یہان تک کہ دولت بنی اُمیہ کی ختم ہو گئی پس رد کیا اوسکو ابو عباس سفاح نے اولاد فاطمہؑ پر۔ پھر لے لیا اوسکو منصور نے۔ پھر رد کر دیا اُس کو اُسکی بیٹے مہدی نے۔ پھر لے لیا اُسکو اُس کے دونون بیٹون موسیٰ و ہارون نے۔ پس اسیطور سے بنی عباس کے ہاتھ مین رہا تا زمانہ مامون پس رد کیا اُسکو مامون نے اولاد فاطمہؑ پر۔ اور رہا باقی رہا عہد زمان متوکل تک۔ پس لے لیا اوسکو متوکل نے۔ اور دیدیا اُسکو عبد اللہ ابن عمر بازیار کو۔ اور روایت کی گئی ہے کہ اُسی فدک مین گیارہ درخت تھے خرمہ کے۔ جن کو رسول خداصلعم نے اپنے ہاتھ سے بویا تھا۔ بنی فاطمہ ہدیتہً اُسکے ثمر حاجیون کو پیش کرتے تھے پس اوسکے صلہ مین وہ اُنکو بہت مال کثیر نذر کرتے تھے۔ پس بازیار نے ایک شخص کو بھیجکر اون درختون کو کٹوایا اور جب وہ درخت کاٹ کر واپس بصرہ آیا تو مفلوج ہو گیا اور اِس قضیہ مین شیعون اور اُنکے مخالفین مین نہایت اختلاف ہے اور ہر فریق کے لیئے کلام طویل ہے انتہیٰ

جس مضمون شرح ابن میثم پر خط کھینچا گیا ہے اُسپر مصنف مخاطب استدلال کر کے یہ کہتے ہین کہ وہ اِس روایت کے ملاحظہ کے بعد نہ غصب فدک کی شکایت باقی

رہی نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود رہا اور اس طعن کی جڑ کٹ گئی"

فرمان علی مرتضےٰ موسومہ عثمان بن حنیف میں جو ذیل[1] میں نقل کیا گیا ہے نسبت

معاملہ فدک کے لکھا ہے اسکی شرح ابن میثم نے کی ہے اسکے دیکھنے سے ظاہر ہے کہ انہون

نے اپنے نزدیک واقعات تاریخی کی حیثیت سے جو تتمیہ روایات کا بیان کیا ہے اونکا بیان

کیا ہے اور یہ نہین لکھا ہے کہ وہ روایات فرقہ شیعہ کی ہین لیکن ہم بتا دینگے

کہ وہ روایات کہ جن سے واقعات تاریخی کا نتیجہ نکالا ہے اہل سنت کے یہان کی ہین

مگر جب ابن میثم نے کسی روایت کی نسبت یہ نہین لکھا کہ وہ شیعون کے یہان کی

لیتے ہین تو مصنف مخاطب کو لازم تھا کہ اوس روایت کو جسمین یہ بیان ہے کہ آپ فاطمہ

راضی ہوگئین تھا اور نہ بیسر مصنف مخاطب کو حجت ہے دکھا سکتے کہ وہ روایت شیعون

کے یہان کی ہے اور اوس کتاب کا نام ظاہر کرتے تا کہ شیعہ دیکھ سکتے کہ اوس

روایت کا راوی کون ہے اور وہ کتاب کس کی تصنیف سے ہے ابن میثم کی کتاب

شرح نہج البلاغت کتاب حدیث شیعون کی یہان کی نہین ہے کہ اوس مین روایت

رضامندی جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے منقول ہونے سے یہ لازم آتا ہے

کہ وہ روایت شیعون کے یہان کی ہے بلکہ یہ سبب اسکے کہ ابن میثم شیعی المذہب

تھے اونہون نے اپنی اس کتاب مین یہ قصد کیا ہو کہ روایات کتب معتبرہ اہلسنت سے

شرح کرین تا کہ اہلسنت پر حجت ہو۔

سوائے اُس روایت کے کہ جسمین رضامندی جناب سیدہ کی مذکور ہے

اور اُسپر ہم علیحدہ بحث کرینگے ابن میثم شارح نے اُس مقام پر جن روایات سے واقعات

تاریخی لکھے ہین اون روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے اُسی مقام پر اپنی شرح[2]

مین مفصل بہ قید سلسلہ راویون کے لکھا ہے اور یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جو کچھ اُنہون نے

---

[2] جزو ۱۶ صفحہ ۲۹۴ - طبع طہران ۱۲

اخبار اور سیر سے نقل کیا ہی وہ زبانی اہل حدیث اور اُن کی کتابون سے ہے ۔ شیعون کی اور اُن کے لوگون کی کتابون سے نہین ہے ۔ ابن ابی الحدید نے اپنے نفس پر شرط کرلی ہے کہ وہ شیعون کے یہان سے کچھ جمع نہ کرین اور یہ شرط اُنھون نے مخفی نہین رکھی ہے ۔ اِس سے ظاہر ہے کہ شارح ابن میثم نے جو نتیجہ کہ اِس موقع پر لکھا ہے وہ شیعون کے یہان کی روایات اور کتب سے نہین ہے ۔ بلکہ مخالفین مذہب اہل شیعہ سے ہے ۔ جنکو ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے بلکہ اون بے ادبیون کو جو فاطمہؑ اور علیؑ صلوات اللہ علیہما پر ہوئے اور اُس استخفاف کو جو اُن دونون کا کیا گیا ۔ (مثل خانہ فاطمہؑ کے جلا دینے کا قصد اور اُم طحال زن عائشہ کی مثال اور لومڑی اور اُسکی دُم کی گواہ ہونے کی تمثیل کے) اُن روایات سے جو شارح ابن ابی الحدید نے لکھے ہین ۔ ابن میثم نے واقعات تاریخی کے بیان مین چھوڑ دیا ہے ۔

وہ روایت جس سے رضامندی جناب سیدہ کا اہل سنت مخاطب استدلال کرتے ہین ۔ ابن میثم نے یہ لفظ "روی" مجہول کے نقل کی ہے اور اہل فن ایسی روایت کو ضعیف اور غیر معتمد جانتے ہین ۔ جب تک کہ اسکی تصدیق دوسری روایتون سے نہ ہو ۔ اور خود کتب معتمد اہلسنت کے روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جناب سیدہ قضیہ فدک مین ناراض ہو گئین اور [illegible] کرتی رہین اور ناراضگی کی حالت مین مر گئین اور وصیت کر گئین [illegible] تا [illegible] کرنے والے اُنکے شریک جنازہ نہ ہون [illegible]

[illegible] جناب سیدہ [illegible]

باقی کل مضمون [illegible]

[illegible] جلد اول بحث سبب وفات [illegible] بحث فدک [illegible]

۵۴ دیکھو صفحہ ۲۱ و ۲۴ جلد ہذا کا حاشیہ ۔ اڈیٹر

اور اُن روایات کو شارح ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے اور جہان اس روایت مین
رضامندی جناب سیدہ کا ذکر ہے وہان مضمون روایت یون شروع ہوا ہے کہ
وہ جب ابو بکرؓ نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلعم سے مین نے سنا ہی کہ جماعت انبیاء
میراث نہین دیتے ہین تو جناب سیدہ نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ نے
فدک مجکو ہبہ کر دیا ہی - ابو بکرؓ نے کہا اوسپر گواہ کون ہے تو آئے علی بن ابیطالب
اور ام ایمن اون دونون نے فاطمہؑ کے لیئے گواہی ہبہ کی دی - پھر آئے عمر ابن
خطاب اور عبدالرحمن بن عوف انہون نے یہ گواہی دی کہ رسول اللہ صلعم
فدک کو تقسیم کر دیتے تھے تو ابو بکرؓ نے کہا کہ ای رسول کی بیٹی تو نے سچ کہا اور
علیؑ اور ام ایمن نے بھی سچ کہا اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور اسکا تصفیہ یہ ہی کہ جو
تیرے باپ کے لیے تھا وہ ہی تیرے لیے ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ
فدک سے تمہارہ قوت رکھ لیتے تھے اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اٹھائی تھے
اُسمین سے اللہ کی راہ مین اور مین تیرے لیئے اللہ کی قسم کھاتا ہون کہ فدک مین
وہ ہی کرونگا جو رسول اللہ کرتے تھے تو اسپر فاطمہ راضی ہوگئین اور فدک مین
اُسی پر عمل کرنے کا ابو بکرؓ سے عہد لے لیا اور ابو بکرؓ فدک کی پیداوار کو لیتے تھے
اور جتنا اہلبیت کا خرچ ہوتا تھا اونکے پاس بہیجدیتے تھے یا سوائے فقرہ
رضامندی جناب سیدہ کے باقی یہ کل مضمون بعینہ ایک روایت مین مندرج ہی
جسکو شارح ابن ابی الحدید نے منقول کیا ہے جو اہل سنت کے یہان کی روایت
ہی بیشک ابن ہیثم نے جس وقت جس کتاب مین اس روایت کو دیکھا تھا اسمین
ذکر رضامندی جناب سیدہ کا موجود تھا اور اسی روایت مین ذکر رضامندی
جناب سیدہ کا شرح ابن ابی الحدید مین جو طہران کے چھپی ہوئی ہے موجود نہین ہے
تو اس حالت مین امر دو حال سے خالی نہین ہو سکتا کہ یا تو ابن ہثیم نے جس کتاب

مین یہ روایت دیکھی تھی اوسمین فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا بڑھایا گیا تھا او یا شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ حال سے فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا نکال ڈالا گیا ہی۔ اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اِس فقرہ کا بڑھانا اور نکالنا کس فرقے کے مفید ہی او جس فرقہ کے مفید ہو وہی فرقہ اُسکا مرتکب ہوگا۔ اگر اصل روایت مین وہ فقرہ نہین تھا جیسا کہ روایت شرح ابن ابی الحدید مین نہین ہے اور وہ روایت اُس کتاب مین موجود تھی جسکو ابن میثم نے دیکھا تھا تو صریح ہے کہ اُس فقرہ کا بڑہانا مفید اہلسنت ہے اِسلیئے اہلسنت نے اپنے یہان کی روایت اور کتاب مین وہ فقرہ بڑھا دیا۔ اور اگر وہ فقرہ اصل روایت مین درحقیقت تھا جیسا کہ ابن میثم نے دیکھا تو شرح ابن ابی الحدید کی کتاب سے وہ فقرہ وقت طبع کتاب کے یا اور کسی وقت کسی شیعہ نے نکال ڈالا ہی کہ جسکا نہونا شیعون کے مفید ہے لیکن جب وہ فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا درمیان روایت شرح ابن میثم اور شرح ابن ابی الحدید کے مختلف فیہ اور صحت اسکی مشتبہ ہی۔ تو وہ فقرہ واسطے رضامندی جناب سیدہ کے قابل استدلال کے نہین ہو سکتا مگر یہ ضرور قابل تسلیم کے ہی کہ وہ روایت مخالفین شیعہ کی ہے خواہ اُس مین وہ فقرہ رضامندی جناب سیدہ کا ہو یا نہو۔ اور یہ خیال مصنف مخاطب کا کہ ابن میثم کے نقل کرنیسے شیعون پر قابل حجت ہی غلط ہے۔

یہ روایت جس مین رضامندی جناب سیدہ کی حکایت ہی وہ بیان کسی امام اہلبیت کی طرف سے نہین ہی جو قابل حجت کے ہوسکے بلکہ وہ بیان کسی راوی مجہول کا ہے جس سے کسی واقعہ کے سمجھنے اور اُسکا استنباط کرنے مین غلطی ہوئی ہے۔ وہ واقعہ صرف یہی ہے کہ جب جناب فاطمہ زہرا کو اون کی مرضی کے موافق جس حیثیت سے کہ اُنھون نے دعوی کیا تھا فدک حضرت ابو بکرؓ نے واپس

ندیا اور جناب سیدہؑ اور علی مرتضٰےؑ کی حجتون کی سماعت نہوئی تو جناب سیدہؑ چُپ ہوکر غضب اور ناخوشی کی حالت مین گھر کو چلی آئین۔ اور علی مرتضٰےؑ نے حضرت ابوبکرؓ پر کوئی حملہ نہ کیا۔ اور فدک حضرت ابوبکرؓ کے حصہ مین چھوڑ دیا اور فدک حضرت ابوبکرؓ کے قبضہ مین رہا جس حیثیت سے کہ اونکے اور دوسرون کے قبضہ مین رہا۔ اس واقعہ کی نسبت علی مرتضٰےؑ نے اُس فقرے مین (جسکی شرح مین ابن میثم نے روایت زیر بحث لکھی ہے جسمین رضامندی جناب سیدہؑ کا ذکر ہے) فرمایا ہی کہ "ایک قوم نے بخل کیا اور دوسری قوم نے سخاوت کی"

چونکہ وہ سخاوت بطیب خاطر اختیاری نہین تھی۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بتایا ہی۔ اور درحقیقت مجبوری سے فدک حضرت ابوبکرؓ اور دوسرون کے قبضہ مین چھوڑا گیا اور اُسکے واپس کرلینے مین حملہ نہ کیا گیا اسیلیے اوس درگذر کو سخاوت کہا گیا اور حاصل مُراد اُسپر صبر کرنیسے ہی۔

اور اسی امر کو اہل سنت کے یہان کی روایتون مین کسی نے مراد "سکوت" چپ ہو جانے سے اور کسی نے "گفت و باز آنے" سے لی ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہی۔ اس محل پر اس راوی مجہول اہلسنت نے مراد "رضامندیت" راضی ہوجانے سے لی۔ ایسی حالت مین ایسی روایت سے نہ غضب فدک کی شکایت رفع ہوسکتی ہی۔ نہ ناراضگی اور خفگی کا وجود مٹ سکتا ہے نہ اوس طعن کی جڑ کٹ سکتی ہی۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر قضیۂ بحث فدک کو بیان کیا ہی جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ فدک قبضۂ خلیفہ وقت مین رہنا چاہئیے تھا اور حضرت فاطمہؑ کو نہین دیا جاسکتا تھا۔

ہمنے ضمیمہ اوّل جلد اوّل رسالہ روشنی صفحہ ۲۴۳ مین مفصل بحث قضیہ

فدک پر کی ہی جو صرف روایات کتب اہلسنت پر مبنی ہے اور جس سی غلطی عندیہ مصنف مخاطب کی بحث فدک مین ظاہر ہو جاتی ہی اور طعن ضبطی فدک کا بر قرار اور قائم رہتا ہے۔

مصنف مخاطب نے اس موقع پر جو عندیہ اپنا ظاہر کیا ہی۔ اُسمین اُنھون نے کچھ واقعات کو تبدیل کیا ہی اور کچھ نتیجہ غلط نکالا ہی اسلیئے ہمکو اس موقع پر بھی ضرور ہوا کہ اُسکی حقیقت کو دکھائین۔

مصنف مخاطب بحث فدک کا بیان یون شروع کرتے ہین کہ "بعض قطعات جو مسلمانون کے حملہ کے وقت کافرون سے منعیب ہوکر بغیر لڑائی کے مسلمانون کو دیدیئے تھے وہ رسول اللہ صلعم نے اپنی حاجتون کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھ لیے تھے جنمین ایک فدک تھا اور اسکے علاوہ سات قطعہ مدینہ سے ملحق تھے وہ بھی یہودی نضیر سے ملے تھے۔ اِن کے علاوہ بھی بعض قطعات خیبر کے تھے جسکو جہاد مین فتح کیا تھا وہان سے پانچوان حصہ حق رسول ملتا تھا جہاد مین سے جو غنیمت کا مال آتا تھا اوسمین سے بھی حق رسول ملتا تھا یہی رسول کی آمدنی تھی اور یہی رسول کا خزانہ تھا۔ اپنا خرچ بھی اُس مین سے کرتے تھے اور بنی ہاشم کو بھی کچھ کچھ دیتے تھے۔ مہمانون اور بادشاہون کے سفیرون کی مہمانداری بھی اُسی مین سے ہوتی تھی جہاد کے وقت سواری اور ہتھیار و اور زاد راہ اسی مین سے تھا۔ مجاہدین کی بھی مدد کرتے تھے۔ کسیکو گھوڑا یا اونٹ بھی دیتے تھے کسیکو ہتیار یا زاد راہ دینا پڑتا تھا اصحاب صفہ کی خبر گیری کرتے تھے سلطنت کے جتنے مصارف ہوتے تھے وہ سب اسی مین سے ہوتے تھے صدقہ کا مال جو آجاتا تھا وہ فوراً مستحقین پر تقسیم ہو جاتا تھا تمام ضروریات سلطنت مصرف زکات نہ تھے رسول کی بیبیون کا نفقہ اور بنی ہاشم کا وظیفہ بھی اوس مین سے ادا

نہین ہوسکتا تھا یہ آمدنی ان تمام مصارف کے مقابل مین ایسی تہوڑی تھی کہ ہمیشہ رسول کو عُسرت رہتی تھی یہ سب زمینین بہ تعلق حیثیت سلطنت اور جہاد کے حاصل ہوئی تھین اسی لیے یہ سلطنت کے مصارف کیلیئے تھین۔ رسول اللہ نے اونکو ذاتی ملکیت نہین بنایا تھا اللہ کا مال اللہ کی راہ مین صرف کرتے تھے یا بنظر ظاہر یہ سمجھو کہ سلطنت کا مال تھا۔

سوائے فدک کے جو سات قطعے مدینہ سے ملحق تھے اور جو یہود بنی نضیر سے ملے تھے اون کی نسبت درمیان شیعہ اور سُنی کے کچھ بحث نہین ہے اور وہ قطعات نہ اوس دعوی مین شامل تھے جو فدک کے متعلق جناب سیدہ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کیا تھا جیسا کہ روایات خود کتب اہلسنت سے ظاہر ہے اور ان سات قطعون پر جناب سیدہ کی طرف سے دعوی پیش نہ ہونے کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ یہ سات قطعہ پیغمبرؐ نے فاطمہ علیہا الصلوات پر وقف کردیے تھے اور بذریعہ اوس وقف کے جناب سیدہ [illegible] اور حضرت ابوبکرؓ نے یہ سات قطعہ اونکے قبضہ سے نہین نکالے تھے۔

لیکن جو قطعات کہ جہاد مین جنگ ہوکر حاصل ہوئے اُسکی آمدنی مین یا جو مال غنیمت مین ملے اومین پانچوان حصہ جو رسولؐ کا اور اہلبیت کا مقرر تھا اُس خمس کا دعوی بیشک جناب سیدہ نے کیا تھا اور جس سے ناحق وہ محروم کی گئین لیکن اس موقع پر بحث صرف فدک سے ہے۔

فدک کی نسبت مصنف مخاطب قبول کرتے ہین کہ[1] وہ بغیر لڑائی کے ملا تھا اور تمام علمائے اہلسنت اسوقت تک قبول کرتے چلے آتے ہین کہ جو مال بغیر گھوڑے دوڑانے یعنے جنگ کے حاصل ہو وہ خاصۃً اور خالصتہً صرف واسطے پیغمبرؐ کے تھا اور جو مال کہ گھوڑے دوڑا کر اور جنگ ہوکے حاصل

[1] دیکھو جلد ۲ روشنی از صفحہ ۲۰۹

ہوا اوسمین پانچواں حصہ رسول صلعم اور اُنکے اہلبیت کا حق تھا اور باقی کل مسلمانونکا جو شریک اوس جنگ مین ہوئے اور ان دونون قسمون کو فئے ۃ مال غنیمت کہتے ہین اسی قاعدے کے بموجب فدک کہ بغیر گھوڑے دوڑانے اور جنگ کے حاصل ہوا تھا جس سے کوئی انکار نہین کرسکتا مال فئے تھا خالصتہ اور خاصتہ واسطے پیغمبر صلعم کے تھا۔ اور اُسمین پیغمبر صلعم کو اختیار ذاتی تصرف اور قبضہ کا اُسی حیثیت سے تھا جس حیثیت سے کہ دیگر مسلمانون کو اپنے حق کے تصرف کا مال غنیمت مین حاصل ہوتا تھا۔ فدک مین کوئی حق کسی دوسرے مسلمان کا نہین تھا۔ اور اگر فدک مین کوئی حق کسی مسلمان کا بطور مال غنیمت کے ہوتا تو پیغمبر اُسکو مسلمانون پر برابر تقسیم کردیتے۔ اور حضرت فاطمہ ع کو ہرگز ہبہ یا عطا نہ فرماتے۔ روایات خود کتب اہل سنت سے ظاہر ہے کہ جناب فاطمہ نے دعوی ہبہ اور عطیہ کے ذریعہ سے اول کیا تھا اور جسکو کوئی نہین کہ سکتا کہ دعوی انکا جھوٹا تھا گو علی مرتضٰے اور ام ایمن کی گواہی کو قابل منظوری کے نہ سمجھکر حضرت ابوبکر نے دعوی ہبہ اور عطیہ کا جو جناب سیدہ کی طرف سے پہلے پیش ہوا تھا نامنظور کردیا اور بحث اس امر کی کہ یہ شہادتین قابل منظوری کے تھین یا نہین ایک جداگانہ بحث ہے جسکو ہم بحث فدک مین پہلے لکھ چکے ہین۔ اور روایات کتب اہل سنت سے یہ بھی ظاہر ہوچکا ہے کہ بذریعہ ہبہ یا عطیہ کے فدک پر قبضہ جناب سیدہ کا تھا کیا اس الزام کا پیغمبر پر عائد کرنا لوگ پسند کرتے ہین کہ فدک جو مال مسلمانون کا تھا پیغمبر صلعم نے اپنا حق ذاتی قرار دیکر اپنی دختر کو قابض کرا دیا؟ اور کیا لوگ اس بات کو کہہ سکتے ہین کہ پیغمبر سے زیادہ کوئی شخص جاننے والا ہے کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبر صلعم کا تھا یا نہین اور بذریعہ ہبہ اور عطیہ کے جناب سیدہ پر پیغمبر منتقل نہین کرسکتے تھے

یہ امر کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین تھا جیسا کہ اسوقت مصنف مخاطب کہتے ہین حضرت ابو بکرؓ یا اون کے صلاح کارون نے وقت نامنظوری دعوے بذریعہ ہبہ اور عطیہ کے نہین کہا۔ بلکہ وہ دعوی اس بنا پر نامنظور کیا گیا کہ شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی نہین ہی اگر حضرت ابو بکرؓ کے ذہن کے موافق شہادت ہبہ یا عطیہ کی کافی ہوتی تو پھر کوئی اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اوس دعوے کو منظور کر لیتے اور اوس حالت مین یہ امر لازم آجاتا کہ فدک خالصتہً اور خاصتہً پیغمبرؐ کا تھا اور وہ ذاتی اختیار تصرف کا اوسپر رکھتے تھے لیکن درحقیقت حضرت ابو بکرؓ اور اونکے طرفدار اس امر پر قائم نہین کرتے ہین کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا تھا اور وہ جناب سیدہؑ کے دعوی کو اس بنا پر نامنظور کر دیتے کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا نہین ہی اور کل مسلمانون کا حق ہی اور پیغمبرؐ کو اوسکے ہبہ اور عطیہ کا اپنی دختر کو اختیار حاصل نہین تھا۔

جسوقت کہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ سے گواہ طلب کئے اسوقت ادنہین تسلیم اس امر کی لازم آگئی کہ فدک ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا ہی اور پیغمبرؐ اوسکے انتقال کا اختیار رکھتے تھے صرف گواہون سے اس امر کا ثابت ہونا باقی تھے کہ آیا پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کیا۔ یہ صحیح ہی کہ پیغمبرؐ کے قبضہ خالص مین جو زمینین آئی تھین یا انکو خمس ونکا حق خاص ملتا تھا اوسکو وہ اپنی ذات پر اپنی ازواج پر اپنی دختر پر اور تجہیز جنگ مین یا صدقات مین صرف کرتے تھے لیکن اس سے یہ لازم نہین آسکتا کہ انہون نے اون چیزونکو ذاتی ملکیت نہین بنا یا اسلیئے کہ بموجب حکم آیہ

"وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما او" (اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدا نے اپنے رسول کو

[illegible] اور ان مسلمانون مین سے بس نہین دو ریسے
[illegible] کے اپنی چیزین اونکی ذاتی ملکیت بنی بنائی تھین
اور کوئی شخص جب تک کہ اپنی ذاتی ملکیت کو راہ خدا مین وقف نہ کر دی اور
اپنا حق ملکیت ساقط نکر دے تب تک کسی چیز سے کسی کا حق ملکیت معدوم نہین
ہو سکتا - مجرد اس امر سے کہ کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت سے کچھ مصارف خیر
اور راہ خدا مین صرف کرتا ہی کسی بادشاہ کو یہ حق نہین ہو سکتا کہ اُس شخص
کی وفات کے بعد اوس متوفی کے حق ملکیت پر قبضہ کرے اور اُسکو وقف فی سبیل اللہ
سمجھے - یہ امر مسلمہ ہی کہ پیغمبر اپنے حقوق خاص اور خالص کو اپنی ذات پر
اور اپنے اختیار سے صرف کرتی تھی یہانتک کہ اپنی ازواج کا دین مہر ادا کیا جیسا کہ
قرآن مین نازل ہی -

یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک اللاتی اتیت اجورہن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ	اے نبی تحقیق ہم نے حلال کین واسطے تیرے عورتین تیری ایسی عورتین کہ دیا تو نے اُنکو اجورہ (مہر) اُنکا

اور جو کچھ کہ مالک ہوا دہنا ہاتھ تیرا اُس چیز سے کہ ود فے کر دیا ہی اللہ نے بایا
بس یہ صحیح ہی کہ اُنہون نے اپنے اُن حقوق کو فی سبیل اللہ قرار نہین دیا تھا اور نہ وہ سلطنت
کا خزانہ تھا بلکہ یہ حقوق اُس سردار اور بادشاہ مومنین اور مسلمانونکی ملکیت
ذاتی تھی جیسے کہ دیگر مال غنیمت مومنین اور مسلمان کا حق ہوتا تھا اور جیسے
کہ وہ مومنین اور مسلمان اپنا مال غنیمت مصارف خیر اور راہ خدا مین صرف
کرتے تھے اور اُس سے اُنکے حقوق اور ملکیت قابل اسکے نہین ہو سکتے تھے
کہ بادشاہ اُنپر قبضہ کر لیوے ہی بعد پیغمبر کی وفات کے کسی بادشاہ کو یہ حق
نہین ہو سکتا کہ پیغمبر کے اُن حقوق پر قبضہ کر لے اور نہ وہ شامل خزانہ سلطنت

کے سمجھا جا سکتا ہی اسلیئے کہ بیت المال سلطنت علیحدہ چیز ہی اور ذاتی مال اور خزانہ علیحدہ چیز ہوتی ہے ۔

یہ ذاتی حقوق جس زمانہ مین کہ پیغمبرؐ کو حاصل ہو گئے تھے اوس زمانہ مین تجہیز لشکر کے لیئے پیغمبرؐ کو قرض لینے کی ضرورت ہوتی تھی مگر پیغمبرؐ کی عسرت ذاتی کسیطرح سمجھی نہین جا سکتی تھی اسلیئے کہ قرآن مین خدانے پیغمبرؐ کی نسبت فرمایا ہی۔

ووجدک عائلاً فاغنےٰ ''اور پایا (طالب) تجکو درویش پس غنی کیا'' اور یہ ارشاد خدا کا اوسی لحاظ سے ہی کہ جو خدا نے مال غنیمت مین خاص اور خالص حق پیغمبرؐ کا سوائے مسلمانون کے قرار دیا ہی۔ آیت

''وما افاء اللہ علی رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب'' اور جو کچھ مال غنیمت دیا خدا نے اپنے رسولؐ کو اون (مسلمانون) مین سے پس نہین دوڑاتے ہین تمنے گھوڑے اور اونٹ (لشکر) ظاہر ہی کہ مسلمانون مین پیغمبرؐ کیلیئے حق خاص اور خالص مقرر ہوا ہی۔ اور حق خمس پیغمبرؐ اور اون کے قرابت دارون کے لیئے جو قرار دیا گیا ہی وہ آیت مشہور ہی انھین حقوق خاص اور خالص کی وجہ سے خدا نے پیغمبرؐ کو درویشی کی حالت سے غنی کر دینا فرمایا ہی۔ اور معاملہ خلافت اور اوسکے خزانے کا اس سے علیحدہ ہی خدا نے خلافت کے متعلق جو آیتین نازل فرمائی ہین اوسمین عام مسلمانون سے خطاب ہی خاص ذات پیغمبرؐ سے خطاب نہین ہے ۔

خدا ایمان والون اور عمل صالح کرنے والون سے وعدہ فرماتا ہے کہ ہم تمھیں خلافت فی الارض (بادشاہت) دینگے'' پھر فرماتا ہی ایمان لاؤ ساتھ اللہ اور رسولؐ کے اور خرچ کرو اوس چیز سے کہ گردانا تمکو جانشین پہلونکا

بیچ اوسکے یعنے جنکو پہلے خلافت فی الارض تھی پھر فرماتا ہی کہ پھر کیا ہمنے تمکو خلیفہ فی الارض (بادشاہ) پھر فرماتا ہی وہ ایسا ہی جسنے گردانا تمکو خلیفہ زمین کا" اور پورے وہ آیات ہمنے بحث فدک مین لکھ دیئے ہین اعادہ کی ضرورت نہین ہی۔ اس سے ظاہر ہو کہ معاملہ ذاتی غنی ہونے پیغمبرؐ کا علیحدہ ہی معاملہ بادشاہت کے ملجانے کا مسلمانون کو علیحدہ ہی اور جو مال کہ ذاتی پیغمبرؐ کا تھا وہ مال سلطنت کا مال نہین ہو سکتا اور جو مال کہ سلطنت کا تھا وہ ذاتی پیغمبرؐ کا نہین ہو سکتا۔ اور پیغمبرؐ جو کچھ اپنے ذاتی مال سے اصلاح مسلمانون اور وسعت قومی اور ملکی مین صرف فرماتے تھے وہ اونکا قوم اور ملک پر سلوک اور احسان تھا منجانب خدا انپر صرف کرنا واجب نہین تھا البتہ قومی سلطنت کے کام کے لیے وہ کبھی قرض لیتے تھے باوجود اسکے کہ وہ غنی ہو چکے تھے جیسی کہ تجہیز جیش اسامہ مین کہ جو زمانہ مرض مین پیغمبرؐ نے لشکر کشی کا حکم دیا تھا حالانکہ اس زمانہ مین بھی ہم دیکھتے ہین کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت یا کسی شخص خاص سے قرض لے لیتی ہی اور اسکا ادا ذمہ سلطنت کے ہوتا ہی نہ کہ اوسکی ذات کے متعلق۔ اور اس قرضہ لینے سے وہ بادشاہ ذاتی حیثیت سے مفلس نہین سمجھا جاتا ہے۔

پیغمبرؐ نے تجہیز جیش اسامہ کے لیے جو قرضہ لیا تھا۔ وہ قرضہ بعد وفات پیغمبرؐ علی مرتضےٰؑ نے ادا کیا حالانکہ حضرت ابو بکر کو جو بادشاہ ہو گئے تھے اُس قرضہ کا ادا کرنا لازم تھا کسقدر تعجب کی بات ہے کہ قرضہ جو بادشاہت پر تھا اسکو علی مرتضےٰؑ بموجب وصیت پیغمبرؐ ادا کرین اور بادشاہ حضرت ابو بکر بنین۔ اس مین شک نہین کہ پیغمبرؐ تمام قوم مسلمانون اور تمام ملک مسلمانون کے بادشاہ قرار پاگئے تھے اور تمام روئے زمین پر سلطنت کا حق رکھتے تھے اور بادشاہت کی وجہ سے وہ مالک اُن تمام زمینون اور چیزون کے تھے

اوسی اصول سے پیدا ہوتا ہی جو بیان کیا گیا مگر حقوق ملکیت ذاتی بادشاہ میں تا میراث جاری ہوتی ہے اس لیے کہ اوس کو کچھ تعلق حقوق سلطنت سے نہیں ہوتا ـ

جناب فاطمہ نے اول دعوی ہبہ یا عطا فدک کا کیا تھا فدک خواہ ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبر کی تھی جیسا کہ اب تک کہا گیا ہو خواہ متعلق سلطنت کے ہو جیسا کہ اس وقت مصنف مخاطب کہتے ہیں دونوں حالتوں میں ہبہ اور عطا اوسکا جناب پیغمبر سے صحیح اور درست تھا لیکن جب دعوی ہبہ یا عطا کا نامنظور ہوا اور فدک درحقیقت ملکیت ذاتی خالص اور خاص پیغمبر کی تھا اور اوسمیں میراث جاری ہو سکتی تھی تب جناب فاطمہ نے فدک کا دعوی میراث کیا کہ جو کسیطرح سے قابل نامنظوری نہیں سمجھا جا سکتا جسمیں نہ گواہ کی ضرورت تھی اور نہ شاہد کی ـ

مصنف مخاطب فدک کے عطیہ یا ہبہ نہونے پر ابو داؤد کی جو منجملہ صحاح اہلسنت ہے ایک روایت کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ فدک کو جناب فاطمہ نے مانگا تھا مگر رسول نے انکار کر دیا" اور وجہ اوسکی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ کے کام جس میں روپیہ خرچ کرنیکی ضرورت تھی اوسے زیادہ عزیز تھے"

خود علماء اہلسنت کا یہ اعتقاد اور اطمینان نہیں ہی کہ کل روایات کتب صحاح ستہ صحیح ہیں یا قابل اعتقاد کے ہیں ـ اور یہ روایت ابو داؤد کی جسکو مصنف مخاطب حجت لائے ہیں قابل اعتماد کے کسیطرح نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ سے مصنف مخاطب نے اوس روایت کو پورا نقل نہیں کیا اور صرف اتنا فقرہ لکھدیا کہ وہ فدک کو جناب سیدہ نے مانگا تھا رسول نے انکار کر دیا" اور وہ پوری روایت یہ ہی کہ "عبداللہ بن الجراح نے روایت

کی ہی کہ جسکا آخری راوی مغیرہ کو ظاہر کیا ہی کہ اوسنے کہا کہ جمع کیا عمر بن
عبدالعزیز نے بنی مروان کو جسوقت کہ خلیفہ ہوا وہ۔ اور کہا کہ بیشک رسول
صلعم کے لیئے فدک تھا اور خرچ کرتے تھے اُس سے۔ اور اسی مین سے پھر دیتے
تھے بنی ہاشم کے اطفال کو اور تزویج کرتے تھے اُس سے اُنکی رانڈ عورتوں کی اور
بیشک فاطمہؑ نے پیغمبرؐ سے چاہا یہ کہ گردانے اُس فدک کو فاطمہؑ کے لیئے پس انکار
کیا پیغمبرؐ نے اور یہی حالت تھی حیات رسول اللہ صلعم مین یہانتک کہ گذر گئے اپنی
راہ پر پس جسوقت کہ پادشاہ ہوئے ابوبکرؓ عمل کیا اُس فدک مین جو کچھ کہ عمل کرتے
تھے نبیؐ اپنی زندگی مین یہانتک کہ گذر گئے ابوبکرؓ اپنی راہ پر پھر جسوقت کہ
پادشاہ ہوئے عمر عمل کیا عمر نے اُس فدک مین مثل اُسکے کہ عمل کیا اُن دونون نے
یہانتک کہ گذر گئی وہ بھی اپنی راہ پر پھر جدا کر لیا اسکو مروان نے پھر ہو گیا واسطے عمر بن
عبدالعزیز کے کہا عمر یعنے ابن عبدالعزیز نے پس دیکھتا ہون مین کہ امر منع کیا
نبیؐ نے فاطمہؑ کو نہین ہی واسطے میرے حق اور بیشک گواہ کرتا ہون مین تمکو تحقیق
کہ مین لوٹاتا ہون اُس فدک کو اُسیطرح پر جسطرح تھا عہد رسول اللہ صلعم مین
اس روایت سے ظاہر ہی کہ عمر ابن عبدالعزیز نے اُس بخشش کو کہ جو مروان نے
اپنی پوتے عمر ابن عبدالعزیز کو کی تھی اس دلیل سے کہ پیغمبرؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو فدک
نہ دیا باطل سمجھا اور فدک کو اُس حالت پر رکھا کہ جس حالت پر عہد پیغمبر مین تھا
یعنے شامل خلافت کے رکھا حالانکہ تمام مورخ اہلسنت کے متفق ہین کہ عمر
ابن عبدالعزیز نے فدک خاص قبضہ بنی فاطمہؑ مین دیدیا تھا اور بیت المال
خالص خمسے نکال دیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ شیعہ بھی عمر ابن عبدالعزیز کا نام
نیکی کیساتھ لیتے ہین اور اوس سیاہی سے نہین لکھتے ہین جس سیاہی سے اوسکے
اہم نام کسی دوسرے خلیفہ کا لکھتے ہین۔ اور جب روایت سے ثابت ہے کہ

عمر بن عبد العزیز نے فدک کو خلافت سے جدا کرکے خاص بنی فاطمہ کے حوالے کر دیا تو اس روایت مین جو یہ امر مذکور ہی کہ پیغمبرؐ نے فدک کو فاطمہؑ کے دینے سے انکار کر دیا باطل ہوتا ہی۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے نزدیک یہ محقق ہو گیا کہ فدک پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو دیدیا تھا اور اسی وجہ سے مروان نے جو عمر بن عبدالعزیز کو دیا تھا اوس کو باطل سمجھکر اور فدک کو حق خالص فاطمہؑ قرار دیکر حوالہ بنی فاطمہؑ کر دیا

متعدد روایات معتمد کتب اہلسنت سے جسکا حوالہ ہم پہلے بحث فدک مین دے چکے مین ظاہر ہے کہ جب آیت

وآت ذا القربی حقہ (دے اے پیغمبرؐ قرابتدارون کو حق انکا) نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فدک اپنی دختر فاطمہؑ کو دیدیا اور جناب سیدہ کا فدک پر قبضہ تھا اور انھون نے دعوی ہبہ یا عطیہ کے ذریعہ سے کیا تھا جسکی نسبت کوئی نہین کہہ سکتا کہ وہ دعوی انھون نے جھوٹ کیا تھا گو وہ دعوی بوجہ ناکافی ہونے شہادت کے نامنظور کیا گیا بمقابلہ ان تمام روایات کے ابوداؤد کی ایک روایت مخالف ان تمام روایات کتب اہلسنت کے منظور نہین ہو سکتی۔

عمر بن عبدالعزیز کے بیان مین یہ نہین ہے کہ یہ امر انکو کہان سے معلوم ہوا کہ جناب فاطمہؑ نے فدک پیغمبرؐ سے مانگا تھا اور پیغمبرؐ نے انکار کر دیا۔

یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ سے جناب فاطمہؑ نے اپنے گھر مین یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر مین جہان اوس وقت پیغمبرؐ تشریف رکھتے ہونگے فدک کو مانگا ہوگا جبتک کہ کوئی راوی ایسا نہو کہ جو جناب فاطمہؑ یا پیغمبرؐ کی کسی بی بی کے گھر مین موجود ہونے کی شان رکھتا ہو تب تک ایسا واقعہ قبول نہین کیا جا سکتا عمر بن

عبدالعزیز نے کسی راوی کا نام نہین لیا اور یہ بیان نہین کیا کہ اُنکو کیونکر علم ہوا
اور یہ عقل نہین قبول کرتی ہے کہ جناب سیّدہ نے فدک پیغمبر سے مسجد
نبوی مین یا کسی دوسرے مقام پر گھر سے باہر جہان مجمع اصحاب کا موجود ہو
طلب کیا ہو اور پیغمبر نے انکار کر دیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو جسوقت کہ جناب سیّدہ
نے حضرت ابو بکر کے سامنے دعوی بذریعہ ہبہ یا عطا کے کیا تھا تو اُسوقت
اصحاب ضرور ظاہر کرتے کہ ہمارے سامنے جناب سیّدہ نے فدک پیغمبر سے
مانگا تھا اور اُنھون نے انکار کر دیا کہ ایسی شہادت واسطے ابطال دعوی
فاطمہ کے بہت مؤثر ہوتی اور صرف ایسی شہادت کا اثر دعوی پر پڑتا بلکہ
علی مرتضے اور ام ایمن کی گواہی کے بطلان کیلیے بھی حجت ہو سکتی۔

روایات سے یہی ظاہر ہے کہ جب جناب سیّدہ نے دعوی کیا تھا تو
حضرت ابو بکر نے ہر ایک صحابی اور موجودین سے تلاش کی تھی کہ خلاف
دعوی اُنکے پاس کچھ فرمودہ پیغمبر ہے لیکن کسیکے پاس کچھ نہین نکلا۔ ایسی حالتون
مین روایت ابو داؤد کی جسمین یہ بیان ہے کہ پیغمبر نے فاطمہ کو فدک دینے سے
انکار کر دیا کسیطرح صحیح قرار نہین پا سکتی۔

آیت مین جو یہ ذکر ہے کہ اے پیغمبر قرابت دارون کو دیدے حق اُنکا
اُس سے ظاہر ہے کہ جناب سیّدہ کا فدک مین کچھ حق تھا اور ہم بتائین گے
کہ جناب سیّدہ کا حیات پیغمبر مین کیا حق تھا۔ پیغمبر نے جو فدک ہبہ یا عطا
جناب سیّدہ کو کیا تھا وہ بسبب محبت یا عزیز ہونے حضرت فاطمہ کے
بطور سلوک کے نہین کیا تھا جو یہ سمجھا جائے کہ اللہ کے کام مین پیغمبر کو خرچ کرنا
زیادہ عزیز تھا بلکہ فاطمہ کو فدک بوجہ اسکے کہ اون کا حق تھا پیغمبر خدا نے
اون کو دیا اور کسی کا حق اوسکو دینا مقدم اور اوسلیے ہو کہ وہ مال راہ خدا

مین صرف کیا جائے۔

تمام عرب کو تسلیم تھا اور تمام مسلمان قبول کرتے چلے آتے ہین۔ کہ حضرت خدیجہ مادر جناب فاطمۃ الزہرا ایک اعلی درجے کی دولتمند مالدار تھین۔ جنکی ابتدا میں پیغمبرؐ نے ملازمت اختیار کی تھی اور پیغمبرؐ کی اُس زمانہ مین حالت عسرت کی تھی جیسا کہ خدا نے بھی ابتدائی حالت پیغمبرؐ کی درویشی کی فرمائی ہی اور پھر اُنھون نے اُنکے ساتھ نکاح کر لیا اور جب تک کہ وہ زندہ رہین اُسوقت تک پیغمبرؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت نہین کی تھی اُسوقت تک پیغمبرؐ کو اللہ کے کامون مین زیادہ خرچ کرنے کا کوئی موقع یا ضرورت نہین ہوئی تھی لیکن زمانہ ہجرت سے خدا کے کامون مین مال کثیر صرف کرنے کی ضرورت ہوئی چنانچہ عین وقت ہجرت کے ایک اونٹ حضرت ابو بکرؓ سے پیغمبرؐ نے نو سو درہم کو خرید کیا[1] جس مین نفع کثیر حضرت ابو بکر کو ملا تھا اور اُسی اونٹ پر پیغمبرؐ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر کے تشریف لائے تھے اور پیغمبرؐ قتل ہو جانے سے محفوظ رہے اوسکے بعد جو اخراجات غزوات اور سریات یعنے آراستگی اور مہیا کرنے سامان جنگ اور فوج کے ہوتے رہے اوسکا اندازہ ہم بھی نہین کر سکتے مگر مصنف مناظب نے بھی اُن اخراجات کو بہتات سے ابھی دکھلایا ہی بس اب ہم پوچھتے ہین کہ ان اخراجات مین جو پیغمبرؐ نے صرف کیا وہ مال پیغمبرؐ کے پاس کہان سے آیا تھا اُسکا جواب ہر شخص جو ذرہ برابر بھی ایمان رکھتا ہے یہی دیسکتا ہی کہ وہ مال اور دولت حضرت خدیجۃ الکبرا کی تھی جو پیغمبرؐ نے خدا کے کامون مین صرف کی ہی اب مین سوال کرتا ہون کہ قبل وفات حضرت خدیجہ کے پیغمبرؐ جو کچھ اپنے اوپر یا کسی کار خیر مین صرف کرتے تھے وہ باجازت

---

[1] دیکھو مدارج النبوۃ ۱۱

حضرت خدیجۃ الکبرای ضرور صرف کرتے تھے لیکن پیغمبر کا اخلاق اور غیرت کسی طرح مقتضی اسکے نہین ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی زوجہ کا مال صرف کرنا اور یہ نیت نہ رکھتے ہون کہ جسوقت اونکے ہاتھ مین مال آویگا ادا کر دینگے معاوضہ مین نہین اگر مسلمان اسی امر کے قائل ہو جایین کہ پیغمبر نے ملازمت اور نکاح حضرت خدیجہ کے ساتھ اسی نیت سے کیا تھا کہ اونکا مال اور دولت اپنے اوپر اور اپنی مرضی سے بغیر نیت ادائے معاوضہ صرف کرین تو مین ایسے شخص کو جو ایسی بیغیرتی اور بداخلاقی کی خو رکھتا ہو پیغمبر نہین مانسکونگا۔

لیکن ابعد وفات حضرت خدیجۃ الکبرای کی جو مال اور دولت حضرت خدیجہ کی باقی رہی وہ پیغمبر نے کیونکر اور کسکی اجازت سے صرف کی؟ اس لیے کہ اشد ضرورتھین صرف مال اور دولت کی بعد وفات حضرت خدیجہ کے لاحق ہوئی تھین بموجب مذہب اہلسنت کے اور بروایت حضرت ابو بکرؓ کے جو ضبطی فدک کے وقت فرمائی ہے پیغمبر مال اور دولت مین حضرت خدیجہ کے کوئی حق نہین رکھتے تھے کہ پیغمبر نہ کسی کا وارث ہوتا ہے اور نہ پیغمبر کا کوئی وارث ہوتا ہے اور بموجب مذہب شیعہ کے مال و دولت متروکہ حضرت خدیجہ مین چوتھا حصہ پیغمبرؐ کا تھا لیکن تین ربع حصہ حضرت فاطمہؑ کا تھا اور حضرت فاطمہؑ اسوقت نابالغ تھین جسکے ولی بیشک پیغمبرؐ تھے مگر مین اب اہلسنت سے یہ پوچھتا ہون کہ پیغمبرؐ نے جو یہ کل مال اور دولت متروکہ حضرت خدیجہ کا خدا کے کامون مین صرف کر دیا وہ کس کی اجازت سے اور آیا وہ صرف بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے تھا؟۔ اگر کوئی یہ قبول کرے کہ وہ مال اور دولت بغیر نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے صرف کر دیا گو وہ صرف خدا کے کامون مین ہو مگر پیغمبرؐ کا اپنا مال نہین تھا۔

آیا ایسا صرف پیغمبرؐ کر سکتے تھے؟ اور پیغمبرؐ کو ایک لڑکی نابالغ کا مال جسکے وہ ولی تھے صرف کرنا جائز تھا؟۔

اگر پیغمبرؐ کا ایسا اختیار اور جواز قبول کیا جاوے تو ضرور یہ لازم آوے گا کہ ایک نابالغ بچہ کا پیغمبرؐ مال اور دولت صرف کرنے والا تھا۔ اور اس پر سے جو الزام پیغمبرؐ پر لازم آتا ہے وہ محتاج بیان نہین ہے۔ پس بجز اسکے کوئی چارہ نہین ہے کہ یہ قبول کیا جائے پیغمبرؐ نے بہ نیت اور ارادہ ادائے معاوضہ کے اُس مال کو صرف کیا۔

پیغمبرؐ نے جو کچھ مال اور دولت حضرت خدیجہ کا خدا کے کام مین صرف کیا اُسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فدک خاص اور خالص کہ جسمین کسی دوسرے مسلمان کا حق نہین تھا نبیؐ کے قبضہ مین آیا چونکہ وہ فدک ایسے مال اور دولت کے خرچ سے حاصل ہوا تھا کہ جسمین حضرت فاطمہؑ کا حق تھا اسلیئے خدا نے فرمایا ہے کہ ''اسے پیغمبرؐ دے اپنے قرابتداروں کو حق اون کا'' اور یہ حق فاطمہؑ کا دینا مقدم اور اولے تھا کہ پیغمبرؐ اوس کو خدا کی راہ مین صرف کرین۔

جب آیت قرآنی سے یہ ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ کو یہ حکم ہوا کہ وہ قرابتداروں کو اون کا حق دیدے اور روایت ابو داؤد مین یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے فدک دینے سے انکار کیا تو یہ مضمون روایت کا مخالف آیت قرآنی کے ہے اور یہ امر ضرور قابل قبول کے ہے کہ پیغمبرؐ نے ضرور تعمیل آیت قرآنی کی کی جس سے ہبہ یا عطا فدک کا جناب فاطمہؑ کو قبول کرنا لازم آتا ہے اور اگر یہ امر ہے کہ پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو فدک دینے سے انکار کر دیا تو علمائے اہلسنت بتاوین کہ پیغمبرؐ نے تعمیل اس آیت قرآنی کی کیا کی اور پیغمبرؐ کے قرابتداروں کا وہ کیا حق تھا

جسکے دیے کا خدا نے امر فرمایا ہے - کچھ شبہہ نہین ہے کہ روایت ابو داؤد
مین جو ذکر انکار پیغمبر کا ہے وہ بغرض ابطال دعوی فاطمہ کے وضع کیا گیا ہے
جب یہ دیکھا ہے کہ صحیح دعوی جناب سیدہ کا جو ہبہ یا عطیہ کے بموجب تھا
ایک حجت ناکافی سے نامنظور کیا گیا ہے -

یہ سچ ہے کہ جناب سیدہ نے اپنے ہاتھون کے آبلے دکھائے جو روٹی
کے پکانے اور چکی کے پیسنے سے پڑ گئے تھے رسول اللہ صلعم نے اُسکے
جواب مین تسبیح اونکو بتا دی لیکن یہ حالت جناب سیدہ کی اسی سبب سے
ہو گئی تھی کہ جناب سیدہ کی مان کا مال اور دولت پیغمبر نے جو حق جناب
سیدہ کا تھا ایسے خدائی کام مین صرف کیا تھا کہ جسکا نتیجہ بادشاہت
کا حاصل ہونا لازمی تھا اور تسبیح جو جناب سیدہ کو پیغمبر نے بتائی اوس سے
غرض پیغمبر کی یہی تھی کہ اے فاطمہ تم خدا کو یاد کرو تمہارا حق سو کہ حضرت
خدیجۃ الکبریٰ کا جو خدائی کام مین صرف ہو گیا ہے اوس کا نتیجہ ایک وقت ایسا
ہوگا کہ تمکو اسکی وجہ سے فارغ البالی ہو جاویگی جیسا خدا نے پیغمبر کی
نسبت فرمایا ہے کہ پیغمبر کو خدا نے درویش پایا تھا اور تونگر کر دیا کہ اسی
جگہ سے یہ امر بھی پایا جاتا ہے کہ مذہب اسلام مین دین اور دنیا علیحدہ علیحدہ
چیزین نہین ہین جناب سیدہ کو پیغمبر نے جو تسبیح بتائی تھی اور اوس مین جو
ایما تھا وہ اسی طرح پورا ہوا کہ حصول فدک جو مال اور دولت حضرت
خدیجہ کے صرف کا نتیجہ تھا وہ پیغمبر نے بموجب حکم خدا کے حضرت
فاطمہ کو دیدیا -

خصال ابن بابویہ مین کہ جسمین سیرت اور خصلت پیغمبر اور آئمہ اہلبیت
کی جمع کی گئی ہین بیشک یہ روایت ہے کہ جناب سیدہ رسول کے پاس

مرض الموت مین تشریف لائین اور کہا کہ یہ دونون بچے ہین انکو کچھ میراث دیجیے تو رسول نے فرمایا کہ حسنؑ کو میری ہیبت اور حسینؑ کو میری جرائت ملے گی"

انبیا کی ایسی شان ہوتی ہے کہ مال دنیا سے سوائے چند ضروری چیزون کے کچھ اونکے پاس ذاتی نہین رہتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا کے پاس بھی سوائے اسلاح اور سواری کے گھوڑے اور اونٹ اور لباس کے وقت وفات کے اور کچھ نہین تھا اصل میراث پیغمبرون کی اونکے علم اور اونکے خصائل مین ہوتی ہے۔ جناب سیدہؑ زمانہ مرض الموت پیغمبر مین چاہتی تھین کہ جو کچھ اشیا اور اسباب اون کے باپ چھوڑینگے وہ میراث مین مجکو ضرور ملیگی البتہ انھون نے اپنے بچون کے واسطے پیغمبرؐ سے یہ خواہش کی کہ پیغمبرؐ کی خصلتون مین سے اونکے بچون کو ملے اور حقیقت مین ایسی خواہش سے مقصود جناب سیدہؑ کا یہ تھا کہ پیغمبرؐ اون کے بچون کے حق مین خدا سے دعا کرین کہ پیغمبرؐ کے خصائل انکے بچون کو ملین اور پیغمبرؐ نے اُسوقت جناب سیدہؑ کے منشا اور مقصود کو بخوبی سمجھ لیا تھا کہ یہ اپنے بچون کے لیے میری خصلتین مانگتی ہے اور اسی سبب سے پیغمبرؐ نے جناب سیدہؑ کی خواہش کے بعد جب یہ فرمایا کہ حسنؑ کو میری ہیبت اور حسینؑ کو میری جرأت ملیگی۔

اس سے یہ لازم نہین آسکتا ہی کہ پیغمبرؐ جو کچھ مال اور اسباب چھوڑنے والے تھے اُنمین سے حقِ ارث جناب سیدہؑ کو نہین پہونچ سکتا۔ اور خلاف قرآن پیغمبرؐ یہ سمجھ سکتے تھے کہ میرے مال اور اسباب مین فاطمہؑ کو کچھ ارث نہین مل سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حسنینؑ کے لیے فاطمہؑ پیغمبرؐ سے کچھ میراث مانگ بھی نہین سکتی تھین کہ حیات فاطمہؑ مین میراث پیغمبرؐ حسنینؑ کو مل

نہ دین سکتی تھی اور نہ فاطمہؑ پیغمبرؐ سے خلاف قرآن مانگ سکتی تھین ایسے الزام جو خلاف قرآن ہون پیغمبرؐ اور فاطمہؑ پر اہلسنت لگا سکتے ہین مگر شیعہ ایسے الزامون کو ہرگز قبول نہین کر سکتے کہ جس سے فاطمہؑ اور پیغمبرؐ کے معصوم ہونے مین فرق آوے۔

رسول صلعم کی صرف یہ تمنا ہی نہ تھی کہ وہ اگرچہ نبوت ختم ہو چکی مگر یہ سلطنت الٰہی اون کے بعد اسیطرح قائم رہے بلکہ بموجب مرضی خداوند عالم کے رسول اللہ کا مقصد یہ تھا کہ سلطنت قومی مسلمانون کی بعد پیغمبرؐ کے اسیطرح قائم رہے جسطرح کہ پیغمبرؐ کی حیات مین قائم ہو چکی تھی اور اوسکی توسیع یہان تک ہو کہ تمام دنیا مین مذہب اسلام جاری ہو کر تمام جہان پر یہ قومی سلطنت قائم ہو جائے مگر صرف اس جائداد یعنے فدک کی آمدنی محض اخراجات سلطنت کیلیے ایسی حیثیت سے کہ اوسمین حق ذاتی ملکیت پیغمبرؐ کا یا اونکی اولاد کا ساقط ہو قرار نہین پا گئی تھی بلکہ اوسکے مالک کے اختیار مین تھا کہ جسقدر اوسکی آمدنی سے چاہین اپنی ذات پر اور جسقدر چاہین مصرف خیر امور سلطنت مین خرچ کرین اور چونکہ اس جائداد مین حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ اور اون کی اولاد کا تھا اس لیے پیغمبرؐ نے اوس کو جناب سیدہؑ کے نام ہبہ یا عطا کر کے قبضہ دیدیا تھا۔

پیغمبرؐ نے جو اس جائداد کو جناب سیدہؑ کے نام منتقل فرمایا اور علیؑ مرتضےٰ کو جو اپنا وصی مقرر کیا کہ بوجہ عورت ہونے جناب سیدہؑ کے اور نابالغ ہونے حسنینؑ کے جو اولاد رسول تھے وصی مقرر کرنیکی ضرورت تھی تو اس سے صاف مقصد پیغمبرؐ کا ظاہر ہے کہ خلافت یعنے سلطنت علی مرتضےٰ کے اور اون کے بعد حسنینؑ کے ہاتھ مین رہے گی اور وہ اپنی

مرضی کے موافق اس جائداد یعنے فدک سے جسقدر چاہیں گے امور سلطنت
مین بھی صرف کر سکین گے جب تک کہ وہ سلطنت قومی اور الٰہی ہاتھ مین
علی مرتضےؑ کے اور اونکے بعد حسنینؑ اور اونکی اولاد کے نہ آتی تب تک اس
جائداد کی آمدنی اُسطرح سے ضروریات سلطنت مین ہرگز صرف نہین ہوسکتی
تھی جس طرح کہ عہد پیغمبرؐ مین صرف ہوتی تھی - کہ پیغمبرؐ بھی اس جائداد مین
حق ذاتی ملکیت کا رکھتے تھے اور علی مرتضےؑ بذریعہ وصایت پیغمبرؐ کے جناب
سیدہؑ اور حسنینؑ کی طرف سے اور زمانہ ابتدا مین خود علی مرتضےؑ اور حسنینؑ
اور دیگر اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ حق ذاتی ملکیت کا رکھنے والے ہوتے اور
اپنے اختیار سے آمدنی اُس جائداد کی امور سلطنت مین خرچ کرتے جسقدر
ضرورت سمجھتے اور اسی فعل ہبہ یا عطا پیغمبرؐ سے یہ امر بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ
پیغمبرؐ سلطنت کو حق اپنے اہلبیتؑ کا سمجھتے تھے اور فدک کا ہبہ اور عطا
صرف ایک ایسی مستحکم تدبیر تھی کہ سلطنت اہلبیت سے باہر نہ جاسکے لیکن خلاف
مرضی اور منشاء پیغمبرؐ کے سقیفہ بنی ساعدہ مین جب سلطنت اہلبیت سے رسالت
نکال لی گئی اور حضرت ابو بکرؓ کو باشاہ مقرر کیا گیا تو فدک سے حق ملکیت
ذاتی جناب سیدہؑ یا آئمہ اہلبیتؑ کا ساقط نہین ہوسکتا اور نہ یہ لازم آسکتا ہے
کہ فدک کو سلطنت کے تحت قرار دیکر جناب سیدہؑ اور آئمہ اہلبیتؑ کو اُنکے
حق سے محروم کرکے اون کو بیدخل کردیا جائے اور بادشاہ وقت بہ حیثیت
بادشاہ ہونے کے اپنے اختیار سے اوسکی آمدنی امور سلطنت مین خرچ کرے کسی
بادشاہ کو یہ حق نہین ہوسکتا کہ بغیر رضا ادرا جازت بلکہ بغیر عطا کسی مالک کے
اوسکی جائداد کی آمدنی کو گو وہ مالک تحت سلطنت مین رہتا ہو امور سلطنت مین
صرف کرے اگر ایسی جائداد ملکیت کسی مالک پر کسی بادشاہ کو قبضہ کرنیکی

ضرورت ہوتی ہے تو لازم ہوتا ہے کہ وہ معاوضہ اوسکا اوسکے مالک کو دے جیسا کہ اسی اصول کی موافق آجکل برٹش گورنمنٹ جو ہندستان میں حکومت کر رہی ہے عمل کرتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو اگر بضرورت سلطنت فدک کا لینا مقصود تھا تو معاوضہ فدک کا آمدنی سلطنت مین سے دیتے۔

چنانچہ شارح ابن ابی الحدید نے تو اسکے متعلق کہ وہ عوض دے کر دختر رسولؐ کو راضی کر لینا چاہیے تھا۔ اگر مسلمان فدک سے دست بردار نہین ہوتے تھے یہ مسلہ شریعت کا لکھا ہے کہ وہ جائز ہے امام کو کہ ایسا کرے بغیر مشورہ مسلمانان جس وقت کہ مصلحت دیکھے ۔ حضرت ابو بکرؓ کو بھی اُس وقت بنظر تکریم جناب سیدہؑ کے اس سے بہتر کوئی مصلحت نہ تھی کہ وہ معاوضہ جناب سیدہؑ کو دیکر راضی کر لیتے۔ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے جناب سیدہؑ سے یہ کہا تھا کہ تم میرا مال و دولت لے لو جیسا کہ بعض روایات اہلسنت کا مقصود ہے مگر جناب سیدہؑ اوس کا لینا قبول نہین کر سکتی تھین کہ وہ ملکیت ذاتی حضرت ابو بکرؓ کی تھی اور حضرت ابو بکرؓ امور سلطنت کے لیئے فدک کو لینا چاہتے تھے جیسا کہ اہلسنت کی طرف سے اس زمانے مین زور دیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ ظاہر ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ فدک کو ملکیت ذاتی جناب سیدہؑ کی سمجھتے تھے اسلیے اُسکے معاوضہ مین اپنا ذاتی مال و دولت دینا چاہتے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ کو یہ چاہیئے تھا کہ فدک واسطے مصارف امور سلطنت کے ضبط کر کے قبضہ جناب سیدہؑ سے نہ نکالتے بلکہ اپنا مال و دولت جو جناب سیدہؑ کو دینا چاہتے تھے امور سلطنت مین صرف کرتے جیسا کہ پیغمبرؐ نے جناب خدیجۃ الکبریٰ اور اپنا اور جناب سیدہؑ کا ذاتی مال و دولت خدا کی کامون مین صرف کیا ویسے ہی اِس سلطنت کو خدائی کام سمجھکر حضرت ابو بکرؓ کو

اپنا مال و دولت صرف کرنا چاہیئے تھا۔ اور اگر بلا معاوضہ واسطے مصارف سلطنت کے فدک کا لینا حضرت ابو بکرؓ کو یا اون کے بعد اونکے جانشینوں کو مقصود تھا اور اُسکی آمد فی اُمور سلطنت مین خرچ کی جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پیغمبرؐ جیسے صرف کرتے تھے۔ (حالانکہ اُسکی نوعیت مین فرق ہے) تاہم جیسے کہ صرف مال حضرت خدیجہ سے جو یہ نتیجہ ہوا تھا کہ پیغمبرؐ کو فدک بحیثیت ملکیت ذاتی کے ہاتھ آیا اور وہ درصل حق جناب فاطمہؑ کا تھا اور پیغمبرؐ نے بموجب آیۃ ربانی جناب سیدہؑ کو دیدیا تو حضرت ابو بکرؓ کو یا حضرت عمرؓ کو چاہیئے تھا کہ جب اُمور سلطنت کے متعلق آمدنیان زیادہ وسیع ہوگیئن اور بیت المال لبالب ہوگیا تو وہ فدک اور اُسکے مصارف سے جو کچھ کہ توسیع سلطنت کی ہوئی تھی اوسکا حصہ جناب سیدہؑ یا اون کی اولاد آئمہ اہلبیتؑ کو واپس کیا جاتا یا یہ دونون بزرگوار فرما جاتے کہ آیندہ کسی بادشاہ اِس سلطنت کو ایسا کرنا لازم ہوگا تو بھی البتہ کہا جاسکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے سلطنت کو جیسا اپنے عہد مین چلایا ویسا ہی اون کے بعد خلفا نے لیکن سلطنت کو اور فدک کو جسطرح برکہ خاندان رسالت سے نکالا اور جو لوگ کہ اُسکے مستحق تھے اون کے قبضہ مین نہ جانے دیا اوس کے حالات تاریخ اسلام سے بخوبی ظاہر ہین جن کو جابجا ہم اپنی مجلدات روشنی مین روشن کرچکے ہین۔

اصل امر وہی ہے کہ ہر ایک زمانے مین حضرت ابو بکرؓ پر امر فدک مین جو الزام عائد ہوا ہے اوسکے دفع کرنے مین طرفداران حضرت ابو بکرؓ انواع و اقسام سے پہلو بدل کر کوشش کرتے ہین لیکن ہر کوشش کے نتیجہ پر کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثل صادق آتی ہی۔ ہم پہلے ہی کہ چکے ہین کہ اصول سلطنت داری کا وسیع قانون اصلی حقداران و دعوے داران سلطنت کے کمزور کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

ایسی اُصول پر حضرت ابوبکرؓ کو جبکہ اونکو بے محل سلطنت حاصل ہوگئی فدک کو سوا اسکے ضبط کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ بغیر اسکے دعویداران سلطنت کمزور نہین ہو سکتے تھے اور نہ حضرت ابوبکرؓ سلطنت کو اپنے قبضہ مین رکھ سکتے تھے کہ پیغمبر خدا ایسی ہی تدبیر بقا اور قیام کی اپنے اہلبیت مین قایم اور برقرار کر گئے تھے اور فدک جناب سیدہؑ کو موجب آیۃ ربانی کے دیدیا تھا۔ درحقیقت حضرت ابوبکرؓ مجبور تھے کہ یا سلطنت کو چھوڑین یا فدک کو ضبط کرین یہ بھی ایک پہلو اصول سلطنت داری کا ہوسکتا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کو امر فدک مین الزام سے بچا سکتا ہے گو وہ خلاف مرضی خدا اور رسول کے اور خلاف اوس بند وبست کے جو پیغمبرؐ برابر کرتے رہے الزام نے لینے خلافت اور فدک سے بری نہو سکین۔

یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "وہ اُس سلطنت کے مصارف اللہ کے کام تھے اور اللہ کو وعدہ کے بموجب رسُول کو یہ بھی معلوم تھا کہ آیندہ برکت کا چشمہ اسی سلطنت سے جوشش کرنے والا ہے" اگرچہ صحیح ہے لیکن یہ کہنا مصنف مخاطب کا کہ "پس آپ نے یہ فرمادیا کہ انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے" صحیح نہین ہوسکتا۔

مصنف مخاطب کی اس تقریر سے یہ امر پیدا ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے خدائی کامون مین صرف کرنے کے جوشش مین ایسا فرمادیا "کہ انبیا کے ترکے مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ انبیا چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے" مگر پیغمبرؐ کا ایسا جوش اور ایسا فرمانا کسی طرح قبول نہین کیا جاسکتا جس مین پیغمبرؐ پر مخالفت قرآن اور بداخلاقی کا الزام عاید ہو۔ آیات قرآنی خاصتہً انبیا کے ذکر مین نازل ہوئی ہین جن کا حوالہ پہلے دیا جاچکا ہے[۱] اور جیسے

[۱] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ بحث فدک ۱۲

ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے وارث ہوئے اور حضرت زکریا نے خدا سے یہ دعا کی کہ مین اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہون جو پیچھے میرے ہون گے اور میری زوجہ بانجھ ہے پس تو مجھکو بخشدے ایسا ولی کہ وارث ہو میرا اور وارث ہو آل یعقوب کا"۔ اور عام آیتہ جو مسلمانون کی میراث کے متعلق نازل ہوئی ہے اسمین پیغمبر کو مستثنے نہین کیا گیا اور نہ قرآن مین کوئی خاص آیتہ پیغمبر کے لیے ایسی نازل ہوئی کہ جس کے لحاظ سے وہ یہ فرماتے کہ "جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے"۔

تمام انبیا اور پیغمبر مسلمانون کے بشر تھے اور قرآن مین جزو بدن اور قرابتمند رونکے لیے انبیا اور غیر انبیا جنسے انبیا بری نہین کیے گیے جسقدر ذکر اور حکم میراث کا ہے وہ اخلاق سے مملو ہے تاکہ کسی بشر یا پیغمبر کا کہ وہ بھی بشر ہین وارث محتاج اور بھیک مانگنے کے قابل نہو جائے۔ اگر پیغمبر اپنے ورثا کو محروم کرنے والا اپنی میراث سے قبول کیا جائے تو وہ ازحد بد اخلاق سمجھا جائیگا حالانکہ بوجہ پیغمبر ہونے کے کہ جس پیغمبری کیوجہ سے اور اپنی اولی العزمی کے باعث بادشاہ قرار پاجائے یا اپنی قدیم امارت کو وسیع سلطنت بنادے زیادہ صاحب اخلاق بمقابلہ دیگر بشرون کے ہونا چاہیئے۔ پیغمبر کو جیسا خدا کے کامون مین صرف کرنے کا اعلے درجے کا جوش ہو ویسا ہی لازم ہے کہ وہ واسطے حفاظت حقوق اپنے قرابتدارون اور دوسرے لوگونکے اخلاق کے قائم رکھنے مین پرجوش ہو۔

خدا نے انسان کی کہ جن مین پیغمبر شامل ہو فطرت مین یہ امر وضع کیا ہے کہ وہ اپنی اولاد و اقارب کو زیادہ دوست اور عزیز رکھے اور انکی بہبودی اور ترقی کا خواہشمند ہو اور انکے بعد دیگر انسانون اپنی قوم کا علے قدر مراتب۔ اور اسی پہ قانون قدرت الٰہی نافذ ہے۔ میری سمجھ مین یا کسی فلاسفر عالم کی سمجھ مین یہ امر کسیطرح

نہین آسکتا کہ خدا اور اُسکے رسُول نے خلاف وضع فطرت انسانی اور خلاف قانون قدرت کے ایسی ہدایت کی ہو کہ جس سے پیغمبرؐ کے وارث اور قرابتدار قطعی محروم ہو سکین۔ کیونکہ خدا کے فعل کے خلاف اوسکا قول نہین ہو سکتا یہ مسئلہ مسلمہ شریعت کا ہو چکا ہے کہ حق اللہ کی کمی اور نقصان کی معافی خود اللہ کے اختیار مین ہے لیکن حق العباد کی کمی اور نقصان کی معافی نہین ہو سکتی جبتک کہ وہ بندہ خود اوسکو معاف نکرے۔

خدا کے کامون مین پیغمبرؐ بے شک اپنے مال و دولت کو بہ نسبت دیگر بندگان خدا کے زیادہ جوش سے صرف کر سکتا ہے اور یہ ہی وجہ ہوتی ہے کہ پیغمبرؐ مال و دولت دنیا سے سوا ان چیزون کے جنکا تعلق حوائج ضروری معیشت اور معاشرت سے ہوتا ہے کچھ متروکہ نہین چھوڑتے۔ خدا کے کامون مین صرف کرنا مال و دولت کا اُسی وقت سمجھا جا سکتا ہے کہ جبکہ وہ مال اُنکا اپنا ذاتی ملکیت ہو لیکن کسی دوسرے کا مال خدا کے کامومین صرف کرنا گو مالک کی مرضی کے موافق ہو یا اُسکی خلاف مرضی کے نہو وہ درجہ نہین رکھ سکتا کہ جو پیغمبرؐ کی ذاتی ملکیت ہو بلکہ ایسی حالت مین جبکہ کوئی مال و دولت کسی مالک کا موافق مرضی اوسکے ہو یا خلاف مرضی اُسکے نہو صرف کیا جائے تو اخلاق مقتضی اسکا ہوتا ہی کہ جب کہ ایسے مال و دولت کے صرف سے کوئی سلطنت یا کوئی جائداد بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہو تو وہ سلطنت اور جائداد دائمی مالک مال و دولت کو یا اوسکے وارث کو دیدیا جائے۔ جسکے مال و دولت کے صرف سے وہ سلطنت یا جائداد بہم پہونچی۔

یہی اصول اخلاق تھا کہ جس کے بموجب حضرت خدیجہ کے مال و دولت سے قومی سلطنت کی سرداری اور فدک جو بذات خاص پیغمبرؐ کو حاصل ہوا پیغمبرؐ نے

بموجب ہدایت خدا کے اُسکو اپنے اہلبیت کے لیئے دیدیا۔ اور خمس اونکے لیے مقرر کردیا۔ اگر یہ امور اسی حیثیت سے نمانے جایئں تو پیغمبرؐ سے زیادہ کوئی بداخلاق اور قرآن کا نہ ماننے والا سمجھا نہین جاسکتا۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا کہ "وہ یہ حدیث ("انبیا کے ترکہ مین میراث جاری نہین ہوتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑین وہ اللہ کا مال ہے") اکثر صحابہ کو معلوم تھی عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تھی مگر بمقتضائے بشریت سہو ہوگیا تھا ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے یاد آگئی" بالکل غلط ہے۔

ہم پہلے کتب معتمد اہلسنت سے دکھا چکے ہین کہ جسوقت جناب سیدہؑ کا دعویٰ فدک کا بربنا ہبہ یا عطا کے شہادتکو ناکافی قرار دیکر نامنظور کیا گیا اور جناب سیدہ نے بربنائے ارث دعویٰ کیا۔ اُسوقت حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ اور حاضرین سے تلاش کی کہ اُنکے پاس خلاف دعوی جناب سیدہؑ کے کوئی فرمودہ رسولؐ ہے تو کسی کے پاس کچھ نہ نکلا اُسوقت حضرت ابوبکرؓ تنہا نے وہ حدیث پیغمبرؐ کی سنائی کہ "ہم گروہ انبیا نہ کسی کے وارث ہوتے ہین اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہے" جسوقت جناب سیدہؑ نے ارث کا دعوے کیا تھا اُسوقت علی مرتضےؑ نے بہت زور سے اُسکی تائید کی تھی۔ اور جسوقت کہ حضرت عمرؓ کے عہد مین عباس اور علیؑ نے دعوی ارث کا کیا تھا جیسا کہ کتب معتمد اہلسنت سے ہم پہلے دکھا چکے ہین اور خود مصنف مخاطب نے بھی آئندہ قبول کیا ہے اُسوقت تک تو ثابت ہے کہ عباس اور علیؑ کو بھی معلوم تہا کہ حضرت ابوبکرؓ کا فرمانا صحیح نہین ہے۔

مصنف مخاطب کو کسی روایت کسی کتاب سُنّی یا شیعہ سے یہ امر دکھانا چاہیے تھا کہ عباس اور علیؑ کو بمقتضائے بشریت سہو ہوگیا تھا ابوبکرؓ کے

یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ اور جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین عباسؓ اور علیؓ نے دعوی ارث کا کیا تھا تو پھر یہ کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ وہ حدیث ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی ۔ کیا مصنف مخاطب کے ہم خیال یہ کہین گے کہ ابوبکرؓ کے یاد دلانے سے اسوقت یاد آگئی تھی ۔ اور پھر وہ بھول گئے تھے ۔ کوئی ایسی روایت کتاب شیعہ یا سُنّی مین درج نہین ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ "عباس اور علیؓ کو وہ حدیث معلوم تھی مگر بمقتضار بشریت سہو ہو گیا تھا ابوبکر کے یاد دلانے سے یاد آگئی" علاوہ خود عباس اور علیؓ نے اس امر کو کسی موقع پر بیان کیا ہو نہ کسی اور راوی نے اُنکا ایسا بیان کرنا ظاہر کیا ہے ۔

مصنف مخاطب یہ دعوے کرتے ہین کہ اس حدیث کے مضمون کا پتہ شیعون کی روایتون مین بھی ملتا ہے اور کتاب کافی سے یہ سند لاتے ہین کہ "

"عن ابی عبداللہ قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھماً ولا دیناراً وانما اورثوا احادیث من احادیثھم" (کتاب العلم)

"امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انبیاء کے وارث علما ہین اور یہ اس سے کہ انبیاء نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین اور نہین میراث دی اونہون نے مگر حدیثین"

امام جعفر صادقؑ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے اور وہ ارشاد اونکا باعتبار واقعہ کے ہے نہ باعتبار حکم کے انہون نے یہی ارشاد کیا ہے کہ انبیاء کے وارث علماء ہین اور یہ اسلیئے ہے کہ انبیا نے میراث نہین دی درہم اور دینار مین (یعنے درہم اور دینار وہ کچھ چھوڑتے نہین ہین) اور اُنہون نے میراث دی احادیث کی اپنی احادیث سے ۔ یعنے جو کوئی کہ علم پیغمبرؐ کا عالم ہو وہی وارث

نبی کا ہوتا ہے۔

امام نے اپنے اس ارشاد مین حکماً یہ تعین فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ کی اولاد اُس کے متروکہ مین حق رکھنے والی نہین ہے یا اُس کے متروکہ مین سے جو کچھ قدرے قلیل ہو وہ اُسکی اولاد کو نہ ملنا چاہئے۔

اس ارشاد امام کی مراد صرف یہ ہے کہ پیغمبرؐ درہم و دینار تو چھوڑتا نہین لیکن اُسکے علم کا جو عالم ہو اُسکا وہ وارث ہے۔ بلحاظ اس ارشاد امامؑ کے ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ بعد پیغمبرؐ کون شخص عالم اُنکے علم کا تھا اور جو کوئی عالم اونکے علم کا ہو وہی وارث نبی کا قبول کرنا چاہیئے۔

اس امر سے کوئی انکار نہین کرسکتا کہ بعد پیغمبرؐ کے عالم اُنکے علوم کا کوئی علیؑ مرتضےٰ سے زیادہ نہ تھا اور خود پیغمبرؐ متعدد موقعون پر افضلیت علم علی مرتضےٰؑ کی فرما چکے ہین بلکہ اپنے علم کا علیؑ مرتضےٰ پر حصر کردیا ہے۔ پس وارث پیغمبرؐ کے علیؑ مرتضےٰ ہی ہوسکتے تھے اور اپنے علم کے سبب سے پیغمبرؐ نے سلطنت قومی حاصل کی تھی اُسکی سرداری کا استحقاق سواے علیؑ مرتضےٰ کے اور اُنکے بعد دیگر ائمہ اہلبیتؑ کے اور کوئی نہین رکھتا تھا کہ یہ تمام ائمہ اہلبیتؑ علم پیغمبرؐ کے عالم تھے اور دوسرون پر علم پیغمبرؐ کے جاننے مین فضیلت رکھتے تھے اور پیغمبرؐ خود فرماگئے تھے کہ میرے اہلبیت کو تعلیم مت کرو کہ وہ تمسے زیادہ عالم ہین جیسا کہ کتب اہل سنت سے پہلے دکھایا جاچکا ہے۔[1]

مصنف مخاطب حضرت ابوبکرؓ کو الزام سے بری کرنیکے لیئے یہ کہتے ہین کہ جب رسول صلعم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت ابوبکرؓ سے کی اور منصب عظیم اُنکے سپرد ہوا تو جناب سیدہؑ اور عباس نے اُس تمام جائداد مین میراث کا

---

[1] دیکھو جلد اول حصہ ضمیمہ بحث فدک صفحہ ۲۶۱

دعوے پیش کیا - ازواج مطہرات نے بھی یہی قصد کیا تھا مگر اس حدیث کو سن کر رک گئیں - اسوقت ابوبکر پر عجیب مشکل تھی - جناب سیدہ کے خلاف مراد جواب دینا بھی دشوار تھا اور اگر اس تمام جائداد پر وارثوں کو قبضہ دیں تو ضروریات سلطنت کا انجام کہاں سے ہو عرب کی اتنی بڑی سلطنت اور بجز اس جائداد کے اور کوئی خزانہ یا سرمایہ نہ تھا۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا کہ بعد رسول صلعم کے بعد مسلمانون نے خلافت کی بیعت حضرت ابوبکر سے کی اور یہ منصب عظیم اُنکے سپرد ہوائے از روے تاریخی کے صحیح ہے - لیکن یہ بیان اُنکا کہ جناب سیدہ اور عباس نے اس تمام جائداد مین میراث کا دعوی پیش کیا - ازواج مطہرات نے بھی یہی قصد کیا تھا مگر اس حدیث کو سن کر رک گئیں " بالکل صحیح نہین ہے - عہد حضرت ابوبکر مین سُنی شیعہ دونون کے یہان صرف جناب سیدہ کا دعوے کرنا مسلّم ہے اگرچہ حضرت عمر نے جیسا کہ روایت اہل سنت مین ہے جبکہ علی اور عباس نے اونکے سامنے جھگڑا کیا بیان کیا ہے کہ تم دونون نے ابو بکر کے سامنے دعوے کیا اور تم دونون نے اُنکو کاذب اور غادر اور آثم اور خائن جانا اور عباس اور علی کا جھگڑا کرتے ہوئے آنا میراث پیغمبر کے متعلق عہد حضرت عمر مین اہل سنت کی روایت مین وارد ہے - اور ازواج رسول مین سے کسی بیوۂ رسول کا قصد کرنا اور اس حدیث کو سنکر رک جانا شیعون کے یہان قطعی نہین ہے -

البتہ ایسا مضمون ازواج کی نسبت اہل سنت کے یہان روایت کیا گیا ہے اور غالباً وہ ازواج بی بی عائشہ اور حفصہ ہونگی اسلیے کہ دیگر ازواج پیغمبر کی نسبت تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ تابع رضای فاطمہ اور علی مرتضیٰ کے

رہاتی ہین اور بی بی عائشہ اور بی بی حفصہ کا اُس حدیث کو سنکر دعوی نہ کرنا کچھ تعجب کی بات نہین ہے اِس لیے کہ اِن دونون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اونکے باپون کے ہاتھ مین خلافت آگئی ہی مگر اہل سنت کی ان روایتون سے یہ بیشک ظاہر ہی کہ جناب سیدہ اور عباس اور علی کو اور ازواج پیغمبرؐ کو مطلق اُس حدیث کی خبر نہین تھی۔ اور حقیقت مین یہ امر نہایت تعجب انگیز ہی کہ پیغمبر اِس امر سے اپنی اولاد اور قرابت دارون اور ازواج کو آگاہ نہ کرین کہ وہ اُنکی میراث مین کچھ نہ پاوینگے اور کار تبلیغ رسالت کو ناتمام چھوڑ جائین اِس دعوی کے سبب سے حضرت ابوبکر کو عجیب مشکل لاحق نہین ہوئی بلکہ عجیب مشکل مین خلافت کے قبول کرنے سے گرفتار ہوئے۔ اگر وہ خلافت قبول نہ کرتے اور خلافت اُن لوگونکے ہاتھ مین رہتی جنکے قبضہ مین یہ جائداد تھی تو حضرت ابوبکر کے سامنے یہ مشکل پیش نہ آتی۔ بغرض خلاف مراد جناب سیدہ کے حضرت ابوبکرؓ کو جواب دینا کچھ دشوار نہین تھا۔ چنانچہ ایسا جواب دے ہی دیا۔ اور نہ اِس تمام جائداد پر دوسرون کو قبضہ رہنے سے یہ دشواری پیدا ہوتی تھی کہ ضروریات سلطنت کا انجام کہان سے ہو۔ اور نہ عرب کی سلطنت کے لیئے یہ جائداد خزانہ اور سرمایہ تھی بلکہ پیغمبر نے اپنے وفات کے بعد سلطنت کو ایسی حالت مین چھوڑا ہی کہ اُسکی آمدنیان اُسکے اخراجات کے لیئے کافی تہین۔ غنیمت کا مال جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا۔ زکوۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ۔ کی آمدنیان مقرر ہو چکی تھین چنانچہ بعد وفات پیغمبر مال بحرین اسقدر کثیر آیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرا دی تھی کہ جس کسی سے پیغمبر نے وعدہ عطا کیا ہو۔ حاضر ہو۔ اور جو کوئی حاضر آیا اور جس جس قدر اُس نے پیغمبرؐ کا وعدہ دینے کا بیان کیا حضرت ابوبکر نے بغیر لینے کسی گواہ کے کچھ پس و پیش نہ کرکے مال کثیر بحرین کا لوگون کو دیدیا اور شارحین نے بغیر کسی گواہی

کے حضرت ابوبکر کے ایسے دیدینے کی نسبت یہ رائے لکھی ہے کہ پیغمبر کی حالت سبکو معلوم تھی کہ کوئی اُن پر جھوٹ نہین باندھیگا اور یہ لوگ خیر امت سے ہین[1] حضرت ابوبکر نے صرف اُنکے دعوی پر اعتماد کیا مگر افسوس ہے کہ فاطمہ زہرا نے یہ دعوی کیا تھا کہ رسول نے فدک مجکو ہبہ کر دیا ہے دعدہ ہبہ کا بیان نہین تھا اور علی مرتضے اور حسنین[1] اور ام ایمن نے گواہی ہبہ کی دی مگر یہ بیچاری مدعیہ اور بیچارے گواہ اس قابل بھی نہ سمجھے گئے کہ وہ رسول پر جھوٹ نہین باندھینگے اور وہ خیر امت سے ہین

جب سلطنت کی آمدنیان قائم ہوچکی تھین تو یہ کہنا کہ ضروریات سلطنت کا انجام کہانسے ہوتا یا فدک کی ضبطی انجام دہی ضروریات سلطنت کے لیئے قرار دینا ایک مغالطہ ہے۔

غور کرو کہ پیغمبر نے جب سے کہ قیام دین اسلام اور سلطنت اور وسعت امارت قریش کا ارادہ کیا اور یہ امر مسلم ہے کہ پیغمبر اوسوقت درویش تھے جیسا کہ خدا نے قرآن مین فرمایا ہے تو اُسوقت اس کار عظیم کے ضروریات کا انجام کہانسے کیا؟ ہم بتا چکے ہین کہ مصارف ان ضروریات کے پیغمبر مال حضرت خدیجہ سے لیکر اپنے مال ذاتی سے جو کچھ کہ اُنکے پاس ہوتا تھا کرتے تھے اور اُسکے صرف کرنیکا وہ اختیار رکھتے تھے جیسے کہ ہر مسلمان اپنے مال سے مصارف خیر مین صرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اور بعض اوقات آخر زمانہ مین پیغمبر مصارف ان ضروریات کے لیئے قرض بھی لیتے تھے جیسا کہ آخر اپنے وقت مین تجہیز جیش اسامہ کے لیئے قرض لیا اور وہ قرضہ بموجب وصیت پیغمبر کے علی مرتضے نے ادا کیا۔ اگر حضرت ابوبکر صحیح خلیفہ اور نائب رسول ہوتے تو وہ ان ضروریات سلطنت کے مصارف کا انجام اسی روش پر کرتے کہ جس روش پر پیغمبر خدا نے کیا تھا اور اگر اس روش پر نہین

[1] جلد اول تفسیر دل بحث فدک صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۶

ہو سکتے تھے تو انکو چاہیئے تھا کہ خلافت سے دست بردار اور مصارف ضروریات سلطنت کی مشکل سے سبکدوش ہو جاتے انکو یہ نہین کرنا چاہیئے تھا کہ پیغمبر کی ذاتی ملکیت پر کہ جو خاص اور خالص پیغمبرؐ کا حق بموجب آیۃ قرآنی کے قرار پایا تھا یا اُس حق فاطمہ زہراؑ کو کہ جو بموجب ہبہ یا عطیہ کے از روے آیۃ قرآنی مل گیا تھا یا بذریعہ ارث کے جس مین حق فاطمہ کا تھا خلاف مرضی اُنکی بحیلہ خلافت اور بادشاہت کے قبضہ کر لیتے اور یہ قبضہ بعینہ ایسا ہی تھا کہ جیسے بلا معاوضہ کسی مسلمان کی مال و دولت پر جو اُسکو بذریعہ حصہ غنیمت کے یا کسی دوسرے حق سے حاصل ہوا ہو قبضہ کر لیا جائے۔

پیغمبرؐ نے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ انتظام کیا تھا کہ خلافت اور سرداری قوم کی علی مرتضیٰ کے ہاتھ مین جسکا وہ حق اور قابلیت رکھنے والے تھے اور اُنکے بعد اولاد رسول اللہ اُس پر قابض ہون اور پیغمبرؐ کو صرف مال و دولت حضرت خدیجہ سے تونگری حاصل ہوی اور جسقدر جایداد بموجب مسئلہ فے کے پیغمبرؐ کو خاص ملی کہ اُس مین حق جناب فاطمہ زہرا کا تھا کہ بسبب صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کے وہ جایداد پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبر نے اُس تمام جایداد کو بموجب آیۃ قرآنی کے فاطمہ زہرا کو ہبہ یا عطا اور وقف کر دیا جسکا مقصود یہی تھا کہ یہ جایداد جس علی مرتضیٰ کے قبضہ مین ہوگی وہی کار خلافت اور بادشاہت کو چلا سکیگا پیغمبر نے اپنے عمل سے درحقیقت مسئلہ جانشینی کے استحکام کو ظاہر کر دیا تھا پیغمبرؐ نے اور سے قرضہ تجہیز جیش اسامہ کی جو وصیت علیؑ کو کی تھی اُسکا منشا بھی صاف یہی تھا کہ یہ مصارف سلطنت کے جو مین قرض لیکر کئے ہین اور اُنکو مین بوقت ضرورت اپنے ذاتی مال سے ادا کرتا تھا تم بھی اپنے اُس ذاتی مال سے جو تمکو دیا گیا ہے ادا کرنا اور درحقیقت یہ ایک ہدایت تھی کہ اپنے ذاتی مال سے امور سلطنت مین صرف کرنا امور

خیر مین صرف کرتا ہی ورنہ غور کرنا چاہیئے کہ خلافت اور فدک علی مرتضی اور اہلبیت کے ہاتھ مین ترکھنا منظور ہوتا تو قرضہ امور سلطنت سکے ادا کی وصیت علی مرتضی کو نہ کیجاتی اور پیغمبر یہ سمجھ لیتے کہ جو کوئی خلیفہ ہوگا وہ ادا کریگا

درحقیقت پیغمبر کو اس انتظام سے غیر علی مرتضے اور غیر اپنے اہل بیت کو کسی امر مکروہ سے باز رکھنا منظور تھا یعنی پیغمبر یہ جانتے تھے کہ صحابہ مین سے اپنا ذاتی مال و دولت کا صرف امور سلطنت مین یا اُسکے مصارف کا انجام مثل میرے اور میرے اہلبیت کے کوئی نہین کر سکے گا اور جبکہ غیر ایسا انتظام مصارف کا نہ کر سکین گے تو خلافت کے قبول کرنے سے باز رہین گے - اور اگر خلافت کے قبول کرنے سے باز نہین رہین گے تو ضرور حق میری دختر کا ضبط کرین گے اور یہ امر اُنکے حق مین نہایت مکروہ ہوگا مگر افسوس ہی کہ طمع خلافت نے پردہ تعصب کا لوگون کی آنکھون پر ڈالدیا اور خلاف مرضی پیغمبر کے انتظام خلافت کو جو پیغمبر کر گئے تھے توڑا اور آخر کار حق فاطمہ زہرا ضبط کرنا پڑا اور یہ تھوسکا کہ کسی ایک مسلمان نے اکل مسلمانون نے مجتمع ہوکر مصارف امور سلطنت کو اپنی ذمہ لیا ہو-

حضرت ابوبکر فدک پر قبضہ جناب فاطمہ کا بحال رکھکر نہایت آسانی سے اوسے مصارف سلطنت کے لیئے جب ضرورت ہوتی اور بیت المال مین کچھ نہوتا اپنے ذاتی مال و دولت سے اور ہر مسلمان سے بقدر استطاعت اُسکی کوئی حصہ اُسکے ذاتی مال و دولت سے لیکر صرف کر سکتے تھے

مسلمانون کی یہ سلطنت قومی سلطنت تھی ہر مسلمان پر لازم تھا کہ وہ مصارف سلطنت کو بقدر اپنی اپنی استطاعت کے ادا کرنے مین شریک ہوتا اور مجکو یقین ہی کہ اگر حضرت ابوبکر یا حضرت عمر ایسا کرنا چاہتے تو ہر مسلمان نہایت خوشی سے بقدر اپنی اپنی استطاعت کے مصارف سلطنت کو ادا کرتا-

تمام تہذیب سلطنتین جنکا قدم تخت سلطنت پر ہوتا ہی اور جنکے خزانہ
مین ایک حبہ بھی نہین ہوتا اور وہ ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہین
کرتے وہ انتظام سلطنت کا یونہی کیا کرتے ہین کہ اپنی کُل قوم اور رعایا سے
بقدر استطاعت اُکے مصارف سلطنت کا حاصل کرتے ہین - لیکن ایسا وہی
سلطنتین کرتی ہین کہ جو عالم اور اصول سلطنت سے آگاہ ہوتی ہین - لیکن جو
بادشاہ کہ مصارف سلطنت کے لیئے کسی شخص واحد کا مال و متاع خلاف مرضی
مالک اور بلا معاوضہ ضبط کرلے قواعد اصول سلطنت کے بموجب اُسکے
ایسے فعل کو مخلوق ظلم کے لفظ سے پکاریگی -

پیغمبر کے عہد مین فوج اور لشکر کی کوئی تنخواہ مقرر نہین تھی ہر مسلمان فوجی
کام کرتا تھا اور بعوض اُس خدمت کے مال غنیمت سے حصہ پاتا تھا
جس سے مقصد یہ ہے کہ فوج کا کوئی خرچ علیحدہ ذمہ سلطنت کے نہین تھا
مگر مال غنیمت جو معاوضہ فوجی خدمت کا تھا داخل آمدنی سلطنت تھا
علاوہ اسکے زکوٰۃ اور صدقات اور کفارہ جات اور جزیہ یہ تمام آمدنیان
ایسی تھین جنکا تعلق عام اُمور سلطنت سے تھا جو ایک قسم کی آمدنی تھی
اور پیغمبر کا کہ جو بادشاہ تھے خاص صورت کا مال غنیمت کہ جسمین نہ اونٹ
اور گھوڑے نہ دوڑائے گئے ہون یعنی بغیر جنگ حاصل ہوا ہو جیسے
فدک اور پیغمبر کیطرف سے اُنکے اہلبیت کا جو بادشاہ آیندہ تھے اور
خمس پیغمبر اور اونکے ذوی القربےٰ کا یعنے بادشاہ موجودہ اور
بادشاہ آیندہ اونکے اہل بیت کا بموجب آیات قرآنی کی خالص
اور خاص حق بطور نذرانہ شاہی قرار دیا گیا تھا جسمین سے اُونکو
اختیار تھا کہ اپنے اوپر اور اپنی ازدواج اپنے خاندان یعنی بنی ہاشم

اور دیگر مصارف خیر امور سلطنت مین جس جس قدر چاہین اپنی مرضی اور اختیار سے صرف کرین۔ یہ دوسری قسم کی آمدنی تھی۔

بعد پیغمبرؐ (بادشاہ) کے لازم تھا کہ بادشاہ آیندہ وہی شخص ہو تاکہ جسکے ہاتھ مین۔ اور جسکا حق آمدنیون قسم دوم مین تھا اور پہلے قسم کی آمدنیان جو محض امور سلطنت سے متعلق تھین وہ بھی اُسیکے ہاتھ مین ہوتین تو یہ تمام مصارف ازواج پیغمبرؐ کا نفقہ دینا۔ بنی ہاشم کے ساتھ سلوک کرنا سلطنت کے مہمانون کی ضیافت۔ غیر ملک کے سفیرون کی مدارات۔ اپنی طرف سے جابجا سفیرون اور قاصدون کے بھیجنے کے ضروریات۔ مجاہدین کا سامان۔ محتاجون کی اعانت۔ جنکو ایک ایک کرکے مصنف مخاطب نے شمار کیا ہے بآسانی چل سکتے تھے۔

لیکن جب انتظام پیغمبری کو توڑا گیا اور جن لوگون کا کہ حق دوسری قسم کی آمدنیون مین تھا اونکو امر سلطنت سے علیحدہ رکھا گیا تو یہ دشواری اپنے اختیار سے خود اون لوگون نے قبول کی کہ جنھون نے قسم دوم کی آمدنی کے حقدارون کو امر سلطنت سے علیحدہ کیا۔

اگر بغیر امر خلافت اونکے متعلق رکھنے کے مصارف اُمور سلطنت کے نہین چل سکتے تھے کہ اِسی امر مکروہ نے اوس امر مکروہ کا مرتکب کرایا کہ دوسری قسم کی آمدنیون سے حقدارون کو محروم کیا گیا۔ اُن حقدارون کی ناخوشی پیغمبرؐ کی ناخوشی ہے اور اونکی اذیت پیغمبرؐ کی اذیت ہی۔

مصنف مخاطب اس کہنے کے بعد کہ یہ کسی تہیدست کو تخت سلطنت حوالہ کر دیا جائے اور خزانہ کا ایک حبہ بھی اسکو نہ دیا جائے اور وہ ناجائز طور پر ہر کسی کا مال لینا بھی گوارانہ کرے " یہ کہتے ہین کہ یہ حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے ہر پہلو پر غور کرکے رسول اللہ کا جو منشاء تھا اوسی کو پورا کرنا مقدم سمجھا اور اللہ پر توکل کرکے رسول اللہ کی حدیث سُنادی اور یہ کہدیا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اسی طرح مین بھی صرف کرونگا سرمو تجاوز نہ کرونگا "

جو سلطنت پیغمبر چھوڑ گئے تھے وہ ایسے نہین تھی جسپر یہ اطلاق ہو سکے کہ وہ اپنی آمدنیوں سے اپنا مصارف پورا نہین کرسکتی تھی گو اُسکے پاس خزانہ نہ تھا مگر خزانہ بن سکتا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی شان بھی ایسی نہین تھی جن کے نسبت یہ کہا جاسکے کہ ایک تہیدست کو تخت سلطنت حوالہ کردیا۔ مین حضرت ابوبکرؓ کو جو تہیدست نہین سمجھتا اسمین یہی نہین کہ انکے ذاتی مال پر چندان نگاہ رکھنے والا نہین بلکہ مین اُس مال کثیر کو دیکھ رہا ہون جو بعد وفات پیغمبر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ مین آیا اور جسکو حضرت ابوبکرؓ نے بیدریغ صرف کرکے لیا لب خزانہ ہم بنایا۔

یہ بھی مین ابھی بتا چکا ہون۔ تہیدست تاجدار کو جس کے پاس خزانہ نہو اور ناجائز طور پر کسی کا مال لینا بھی گوارا نہ کرے مصارف انتظام سلطنت کے لیے اسکو اپنی قوم اور رعایا سے بقدر استطاعت ہر فرد بشر کے لینا چاہیے اور کسی شخص واحد کا خلاف مرضی اُس کے مال و دولت ضبط کر لینا نہین چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ سے خلاف اسی قاعدہ اصول سلطنت داری کے وقوع مین آیا کہ انھون نے مصارف سلطنت کے لیے ہر مسلمان اور رعایا سے امداد نہین چاہی اور حق خاص اور ملکیت ذاتی فاطمہ زہرا اور اہلبیت پیغمبر کا ضبط کرنا گوارا کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اس مشکل کے جو مصنف مخاطب قرار دیتے ہین ہر پہلو پر ہرگز غور نہین کیا اور نہ رسول اللہ کے منشاء کا پورا کرنا مقدم سمجھا اور نہ اللہ پر توکل کرکے رسولؐ کی حدیث سُنائی۔ اور نہ یہ کہدیا کہ وہ اس جائداد کی

آمدنی جس طرح رسول صرف کرتے تھے اُسی طرح مین بھی صرف کرونگا سرمو تجاوز نہ کرونگا۔ صحیح ہو سکتا تھا اور نہ یہ امر صحیح ہی کہ وہ جواب سُنکر جناب سیدہ نے بھی اس حدیث کی تکذیب نہین کی حضرت ابوبکرؓ نے جناب سیدہ سے گویہ کہا کہ میرا جو کچھ مال ہو وہ حاضر ہی جیسا کہ اہلسنت کے یہان کی روایت مین ہی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے نیک نیتی سے رسولؐ کے منشا پورا کرنیکا قصد نہین کیا۔ اور نہ اس امر کو ٹھیک سمجھا کہ اگر جناب سیدہ ناراض ہو نگی تو اللہ ناراض ہوگا۔ اور نہ اس فرض کرنے کی ضرورت ہی کہ جس طرح بخاری کی روایت سے ثابت ہی اُسی طرح جناب سیدہ ناراض ہوگئین۔ نہ یہ تسلیم ہو سکتا ہی کہ بعد قیامت کے دن جناب سیدہ ضرور راضی ہو جائینگی۔ رسول اللہ کا منشا یہی تھا کہ فدک اور خلافت میرے اہلبیت اور علی مرتضیٰ کی قبضہ مین رہیگی جسمین وہ حق اور جسکی وہ قابلیت رکھتے ہین۔ اور وہی امور سلطنت مین اپنی مرضی کے موافق صرف کرنیکا آمدنی فدک سے اختیار رکھین گے۔ اگر حضرت ابوبکر فدک اور خلافت کو چھوڑ دیتے اور قبضہ فاطمہؑ زہرا اور علی مرتضیٰ کا رہنے دیتے تب البتہ یہ سمجھا جاتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ کا جو منشا تھا اُسی کا پورا کرنا مقدم سمجھا۔ اور اللہ پر توکل کرکے رسولؐ کی حدیث سنادینا کیسے تسلیم ہو سکتا ہی جبکہ وہ حدیث جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی خلاف آیات قرآنی کے ہی اور حضرت صدیقؓ اپنے اول خطبہ خلافت مین اپنی معیت مین شیطان کا ہونا اور اسکو اپنا گمراہ کر دینے والا قبول کر چکے ہین اور یہ بھی قبول کر چکے ہین کہ پیغمبرؐ کے ساتھ فرشتہ تھا پھر وہ کس طرح اس جائداد کی آمدنی اُسی طرح صرف کر سکتے تھے جس طرح رسولؐ صرف کر سکتے تھے اور جسمین سرمو تجاوز نہو سکے۔

اس جائداد مین پیغمبر حق ملکیت ذاتی خالص رکھتے تھے اور اپنی مرضی کے موافق مصارف خیر مین بھی صرف کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اس جائداد مین کوئی حق ملکیت ذاتی نہین رکھتے تھے پھر کس طرح یہ امر قبول کیا جا سکتا ہی کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح وہ بھی صرف کر سکین گے اور سرمو تجاوز نکرین گے یا یا

مثل رسولؐ کے اس جائداد کی آمدنی کے صرف کرنیکا اطلاق اُسی شخص کی نسبت ہوسکتا ہی کہ جو اُس جائداد مین مثل رسولؐ کے حق خالص رکھنے والا ہو۔

پیغمبرؐ نے اس جائداد کو اپنی دختر کے نام ہبہ یا عطا کر دیا تھا جسپر قبضہ اُنکی دختر کا موجود تھا اس دعوی کو جو نامنظور کیا ۔کیا یہ بھی اللہ پر توکل کر کے تھا؟

بعد نامنظوری دعوی ہبہ یا عطا کے دعوی ارث کو جو خلاف قرآن تھا حضرت ابوبکرؓ نے ایک حدیث پیش کر کے نامنظور کیا۔ اسی سے سمجھ مین آسکتا ہی کہ حدیث سُنانے کے وقت کس پر توکل کیا تھا۔!! لیکن یہ ظاہر ہی کہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن پر توکل نہین کیا بیان پر حضرت فاطمہؓ کے توکل نہین کیا۔ علی مرتضیٰ کے اظہار پر امر پر توکل نہین کیا کہ جن کی نسبت پیغمبرؐ فرما گئے تھے کہ وہ قرآن کے ساتھ ہی اور قرآن اُسکے ساتھ ہی" اور وہ تم سب مین افضل ہی"

اس امر پر توکل نہین کیا کہ اگر اس جائداد مین حق ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا یا کسی قسم کا حق حضرت فاطمہؓ کا نہین تھا تو پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کر کے جائداد کو سیدہؑ کے قبضہ مین کیون دیدیا تھا۔ کیا اس امر پر توکل کر لیا تھا کہ پیغمبرؐ ایسی جائداد کو کہ جسمین نہ پیغمبرؐ حق ملکیت ذاتی رکھتا ہو نہ کسی قسم کا حق اُس مین اُسکی دختر کا ہو اور وہ جائداد محض واسطے مصارف امور خیر کے ہو اُسکو ناجائز طور پر پیغمبرؐ نے ہبہ یا عطا کر کے قبضہ مین اپنی دختر کے دیدیا تھا جس کا وہ اختیار نہین رکھتے تھے۔ اور جبکہ پیغمبرؐ بوجہ بادشاہ ہونے کے کسی اراضی متعلق سلطنت کو بھی کسی کو ہبہ یا عطا کر دینے کا اختیار رکھتے تھے تو انکے اس عمل کے منسوخ اور رد کرنے پر کس پر توکل کیا گیا؟

اگر حضرت ابوبکرؓ دعوی ہبہ یا عطا یا دعوی ارث کو جو طرف سے جناب سیدہؑ کے پیش ہوا تھا منظور کر کے قبضہ جناب سیدہؑ کا بحال رکھتے اور جناب سیدہؑ جو حق ملکیت اُس جائداد مین رکھتی تھین اور وہ اپنی مرضی کے موافق آمدنی اُسکی باختیار خود صرف کرتین تو یہ کہنا

صادق آسکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جس طرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح جناب سیدہ بھی صرف کرینگی اور سر مو تجاوز نہو گا۔

حضرت ابوبکرؓ اگر یہ بھی کرتے کہ جایداد کو قبضہ جناب سیدہ مین بدستور رہنے دیتے اور مصارف اُسکے وہ اپنے اختیار سے صرف کرتین اُن سے حضرت ابوبکرؓ بقدر مصارف ضرور تون بادشاہت کے مانگ لیا کرتے اور وہ بقدر مناسب دیدیا کرتین تو بھی اسقدر کہا جا سکتا تھا کہ اس جائداد کی آمدنی جسطرح رسولؐ صرف کرتے تھے اُسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے اُس صرف کو قائم رکھا۔

جناب سیدہ نے صریح اس حدیث کی جو حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمائی ہی تکذیب کی ہی اور صرف جناب فاطمہؑ نے نہین بلکہ علی مرتضیٰؑ نے بھی۔ اور ان دونون نے واسطے تکذیب اور بطلان اُس حدیث کے آیات قرآنی پیش کی ہین جو میراث کل مسلمانون اور بالتخصیص میراث انبیاء کے بارہ مین ہین۔ اور جب خلاف مقصود حضرت ابوبکرؓ کے آیات قرآنی جناب فاطمہؑ اور علی مرتضیٰؑ نے پیش کین تو اس سے سوائے اسکے کہ انھون نے حضرت ابوبکرؓ پر یہ ثابت کر دیا کہ تمھارا بیان اور مقصد خلاف قرآن کے ہی اور جو مقصد کہ خلاف قرآن کے ہو وہ سوائے جھوٹ ہونے کے اور کچھ نہین سمجھا جا سکتا۔

بروایت کتب اہلسنت سے یہ بھی ظاہر ہو کہ جب دعوی فدک کا بذریعہ ہبہ یا عطا کے ابتدائً جناب سیدہ نے پیش کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمان واگذاشت اور بحالی قبضہ کا جناب سیدہ کو لکھ دیا لیکن حضرت عمرؓ نے صحن مسجد مین جناب سیدہ کے پاس جب یہ فرمان دیکھا تو انھون نے وہ فرمان جناب سیدہ کے ہاتھ سے لیکر پھاڑ ڈالا اور حضرت ابوبکرؓ کو یہ فہمائش کی کہ اگر تم فدک کو چھوڑ دو گے تو مسلمان نفقہ کہانسے پائینگے اور جو مصارف جنگ کے تمھارے سر پر موجود ہین کہان سے کرو گے؟[۱] اس سے ظاہر ہو کہ حضرت ابوبکرؓ کے دل مین اسوقت تک خیال ضبطی فدک کا نہین تھا مگر حضرت عمرؓ کی ہدایت نے حضرت ابوبکرؓ کے قلب پر اس بات کا القا کیا کہ ضبطی فدک کی خواہ مخواہ ایک امر ضروری ہی

---

[۱] دیکھو تاریخ سبط ابن الجوزی و انسان العیون مصنفہ نورالدین علی بن برہان الدین۔

اور اُسی القا کے سبب سے اول حضرت ابوبکر نے دعوی ہبہ یا عطا کے بابت گواہ طلب کیے اور
اُسی القا نے شہادتوں قابل یقین کو خلاف مراد آیۂ قرآنی ناکافی قرار دلوایا اور اُسی القا نے
خلاف قرآن وہ حدیث حضرت ابوبکر سے کہلوائی۔ کیا خوب اللہ پر توکل ہے کہ خلاف قرآن
غیر خدا کے القا پر عمل ہو اور کہا جائے کہ اللہ پر توکل کیا گیا۔ اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ جناب سیدہ
نے اُس حدیث کی تکذیب نہیں کی۔

حضرت ابوبکر جو اپنا مال جناب سیدہ کو دینا چاہتے تھے وہ بطور احسان اور خیرات
کے جناب سیدہ کو دینا ظاہر کرتے تھے کہ ایسے مال کو ایسے بیان سے جناب سیدہ ہرگز نہیں
لے سکتی تھیں ہاں اگر حضرت ابوبکر جناب سیدہ سے یہ کہتے کہ دعوی ہبہ یا ارث کا تمہارا بیجا
ہے اور بے شک تم بحیثیت ملکیت کے اُس پر قابض ہو لیکن مجھکو واسطے مصارف سلطنت کے
اس جائداد کے لینے کی ضرورت ہے تم جو کچھ میرا مال ہے اسکے عوض میں لیلو۔ اُس وقت یہ
معلوم ہوتا کہ مال حضرت ابوبکر کا کسقدر ہے وہ کافی معاوضہ فدک کا ہو سکتا ہے یا نہیں اور جناب
سیدہ کیا جواب دیتی ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر نے ایسا نہیں کیا بلکہ حضرت ابوبکر کے عمل سے
پیدا ہے کہ انھوں نے کسی دعوی میں جناب سیدہ کو حقدار نہیں جانا اور نہایت فحش اور
خلاف تہذیب و اخلاق کلمات کے ساتھ اپنے بیان میں جناب سیدہ سے خطاب کیا اور اپنے آپکو
بوجہ بادشاہ ہو جانے کے مستحق قبضہ کا سمجھا۔ ایسی حالت میں جناب سیدہ حضرت ابوبکر کے مال
کو ہرگز نہیں لے سکتی تھیں اور حضرت ابوبکر کو اس بات کی ظاہر کرنے کی کہ میرا مال تم لیلو
صرف اسی وجہ سے جرات ہوئی کہ حضرت ابوبکر جانتے تھے کہ جناب سیدہ میرا مال ہرگز
نہ لیں گی۔

درحقیقت حضرت ابوبکر کو اپنا مال جدا کرنا منظور نہ تھا ورنہ اس بات کی کہ فدک جناب
سیدہ کے قبضہ سے ضبط کر لیں اور اپنا مال جناب سیدہ کو دیدیں ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ فدک
پر قبضہ سیدہ کا بحال رکھکر اپنا مال مصارف سلطنت میں صرف کر سکتے تھے۔ اور ضبطی فدک

کی ضرورت ہی نہ سمجھتے۔

اگر حضرت ابوبکرؓ اپنا مال ذاتی یا اپنے عزیزوں اقارب کا مال ذاتی امور سلطنت مین صرف کرتے تو سمجھا جاتا کہ یہ حقیقی نائب رسولؐ ہین اور جس طرح کہ پیغمبرؐ نے مال صرف کیا تھا اُسی طرح سے یہ بھی اپنا اور اپنے قابو کا مال صرف کرتے ہین۔ مگر نہین حضرت ابوبکرؓ تے اپنا مال مصارف سلطنت مین صرف کرنے سے محفوظ رکھا تاکہ اُنکی دختر اُس مال مین وارث اُنکی ہو جیسا کہ بعض روایت کے بموجب جناب سیدہ نے حجت کی تھی کہ تمھاری مال مین تمھاری بیٹی وارث ہو اور مین اپنے باپ کے مال مین وارث نہون۔ اپنے مال کا محفوظ رکھنا اور خود رسولؐ کا مال واسطے مصارف سلطنت کے ضبط کر لینا اور ایسی حدیث خلاف قرآن بیان کر دینا کہ پیغمبرؐ کا کوئی وارث نہین ہوتا شان پیغمبری کو اُنکی اولاد کے حق مین وبال جان قرار دینا ہے۔

ان حقیقتوں کی ظاہر ہونیکے بعد ہرگز تسلیم نہین ہو سکتا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ بھی نیک نیتی سے رسولؐ کا منشا پورا کرنیکا قصد کیا۔ صاف وصریح حدیث پیغمبرؐ کی خود اہلسنت کے بیان موجود ہو کہ جس نے اذیت پہونچائی فاطمہؑ کو اذیت دی مجکو اور جو کوئی غضب مین لایا فاطمہؑ کو وہ غضب مین لایا مجکو۔ اور بیشک اللہ غضب فاطمہؑ سے غضب مین آتا ہے اور فاطمہؑ کی خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔ اور سورۂ احزاب مین خود خدا فرماتا ہے۔

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا"	یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہین یا دیوین گے اللہ اور اُسکے رسولؐ کو لعنت کرتا ہو اللہ اونپر دنیا اور آخرت مین اور مہیا کیا ہے واسطے

اُن کے عذاب ہولناک ؎

خلاف ان ارشاد خدا اور رسولؐ کے کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر جناب سیدہ ناراض بھی ہو جائین تو اللہ ناراض نہوگا؟ اور ایسا حضرت ابوبکرؓ نے تو نہین سمجھا تھا جیسا کہ مصنف مخاطب نے اُنکا سمجھنا ظاہر کیا ہو اگر حضرت ابوبکر ایسا سمجھتے تو حضرت فاطمہؑ کے دروازہ پر

دھوپ مین بغرض حصول انکی رضامندی کے کیون کھڑے رہتے ۔ اور جب بخاری کی روایت سے ناراضگی اور غضب مین آنا جناب سیدہ کا مرتے دم تک صحیح ثابت ہی تو اسکے فرض کرنیکی ضرورت نہین ہی اور جناب سیدہ کو حضرت ابوبکرؓ نے یہان راضی نہین کیا تو قیامت کے دن وہ کیسے راضی ہو سکتی ہین قیامت روز جزا اور سزا کا ہی اور مقدمہ فدک مین قیامت کے دن کے متعلق جناب سیدہ حضرت ابوبکر کو مخاطب کرکے یہ فرماگئی ہین جسمین آیات قرآنی سے اقتباس ہو ۔ ای گروہ مسلمین آیا سلب کیجاؤن مین اپنے ارث سے ۔ تعجب ہے کہ ابوبکر تو اپنے باپ کا وارث ہو اور مین اپنے باپ کی وارث نہون البتہ تم لوگون نے ایک امر قبیح ظاہر کیا ہی پس ای ابوبکر تو اس ناقہ فدک کو اسی حال پر کہ وہ پالان سے آراستہ اور رسن ومہار سے بندھا ہوا ہی اپنے پاس رہنے دے روز حشر تک کہ اس روز ناقہ فدک تیری مخاصمت کیواسطے تیرے روبرو آوے یا اوس روز کہ ہم تجھ سے مخاصمت مین ملاقات کرین ۔ اسوقت خوب تر حکم خدا ہمارے اور تیرے درمیان ہوگا ۔ اور کفیل ہمارے امر کے محمد مصطفیٰ ہون گے اور وعدہ گاہ ہماری اور تیری قیامت ہی اور بروقت قیامت وہ امر ظاہر ہوگا جس کا وعدہ کیئے گئے ہین ۔ اور ہر خبر کے لیئے جائے قرار ہی اور جان جاؤگے تم لوگ اسکو جن جن پر عذاب خدا نازل ہوگا کہ اسکو ذلیل وخوار کر دیگا اور اسیر عذاب سیدھا گھس جائیگا[۱]۔

یہ سچ ہی جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہین کہ "عرب کی سلطنت تمام جہان مین اللہ کا دین پھیلانے اور کلمۂ توحید کے قائم کرنیکے لیئے قائم ہوئی تھی" لیکن مصنف مخاطب کو اسی جگہ پر غور کرنا چاہیئے تھا اور بتانا چاہیئے تھا کہ سلطنت جو قائم ہوئی تھی اسکے قائم کرنے مین صرف کہانسے ہوا اور کس نے کیا تھا ؟ پیغمبرؐ کے ہاتھ مین جسوقت کہ انھون نے اس سلطنت کے قائم کرنے مین صرف کیا فدک نہین تھا پس حضرت ابوبکر کو بھی چاہیے تھا کہ وہ بغیر ضبط کرنے اس فدک کے

سلہ یہ فقرہ بھی جناب سیدہ کے مشہور خطبہ لمہ کا ہو جسکو علماے اہل سنت نے منقول اور مذکور کیا ہو ۔

سلطنت پر جو کچھ مصارف عاید ہوتے وہ صرف اپنے مال سے کرتے یا دوسرا بند وبست کرتے جیسا کہ پیغمبر نے کیا تھا۔

مصنف مخاطب اُسی عرب کی سلطنت کے لیے یہ کہتے ہین کہ "اُسکے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے۔ ازواج طہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی مین سے تھا۔ اگر یہ جائداد خاندان سیدہ کو حوالے کردیجاتی تو اُسوقت ضروریات سلطنت پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔ البتہ اسوقت کے بعد رفتہ رفتہ یہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہوگئی کہ تمام جہان اس نے مسخر کرلیا اور یہین سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی اور بیشک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین جسکا نتیجہ ایسا عمدہ ظاہر ہونے والا تھا"

یہ امر تسلیم نہین ہوسکتا ہو کہ عرب کی سلطنت کے کام حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے چلانا شروع کیے اور ازواج طہرات کا خرچ بنی ہاشم کا وظیفہ اور تمام ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت کا سامان اسی مین سے تھا۔

کسی روایت یا واقعہ تاریخی سے یہ امر قابل اطمینان سے ظاہر نہین ہوتا ہو کہ حضرت ابوبکرؓ اسی مختصر خزانہ سے وہ مصارف جنکا مصنف مخاطب نے شمار کیا ہو صرف کرتے تھے بلکہ عہد حضرت ابوبکرؓ مین ازواج مطہرات کے خرچ اور بنی ہاشم کے وظیفے کے تقرر کا وجود ہی نہین ہوا۔ اور نہ ضروریات خلافت اور مہمات سلطنت ایسی اُنکو پیش آئین کہ جنمین ضرورت کسی مصارف کی ہوتی۔ حضرت ابوبکرؓ کو جو کچھ ضرورت قتل اور جنگ کی پیش آئی ہو وہ اندرونی سلطنت عرب کے تھی کہ جو عہد پیغمبر مین قائم ہوئی تھی۔ اُنکو بیرون سلطنت توسیع سلطنت کے لیے یا مہمات سلطنت کے سامان کے لیے کوئی ضرورت ہی پیش نہین آئی۔ اور اندرون سلطنت کے انتظام کے لیے جو ضرورت پیش آئی وہ قابل کسی صرف کے نہین تھی مسلمانونکو اُس ضرورت مین جنگ کرنا پڑا تھا تو اُنھون نے بغیر کسی معاوضہ کے جنگ

کی تھی جیسے کہ عہد پیغمبر مین ہوتا تھا۔ ورنہ ہمکو کوئی تبائے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کس وقت اور کس ضرورت کے لیے سلطنت کے کام مین آمدنی فدک سے کسقدر صرف کیا۔

نہایت قابل افسوس کے یہ امر بھی ہو کہ مصنف مخاطب نے جو اخراجات بیان کیے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسی خزانہ سے چلائے اُنمین بالتخصیص حضرت فاطمہؑ یا علی مرتضیٰؑ یا حسنینؑ کا نام نہین ہو جیسا کہ ازواج اور بنی ہاشم کی تخصیص ہو۔ اگر یہ کہا جائے کہ علی مرتضیٰؑ اور فاطمہؑ اور حسنینؑ شامل بنی ہاشم کے تھے تو ایسا کہنا ٹھیک نہین ہو سکیگا خود پیغمبر بنی ہاشم مین سے اُنکی تخصیص کر گئے تھے اور اونکا خورونوش و دیگر مصارف شامل اسی دوسرے بنی ہاشم کے نہین تھے کسی سند سے یہ دکھانا چاہیے تھا کہ حضرت فاطمہؑ اور علیؑ مرتضیٰ کو بھی کچھ خرچ کے لیے کسیوقت دیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اسی مختصر خزانہ سے سلطنت عرب کے کام چلانی شروع کیے یا نہین؟ امر بحث طلب نہین ہو۔ بحث طلب امر یہ ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک بقبضۂ فاطمہؑ سے جو نکالکر اپنے قبضہ مین کر لیا یہ فعل حضرت ابوبکرؓ کا جائز تھا یا نہین؟ اور اس کا جواز اور عدم جواز اس امر پر موقوف ہو کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا یا نہین؟

ہم کیا بذریعہ منقول اور کیا بذریعہ معقول اچھی طرح سے اس امر کو دکھا چکے ہین کہ فدک حق ذاتی پیغمبر اور حضرت فاطمہؑ کا تھا اور بحیثیت حق ذاتی کے اُنکے قبضہ مین رہا۔ اور جب فدک حق ذاتی حضرت فاطمہؑ کا تھا تو حضرت ابوبکرؓ کو کسی طرح جائز نہین ہو سکتا تھا کہ وہ اُسکو اپنے قبضہ مین کرتے گو مصارف سلطنت یا دیگر سلوک اُسکی آمدنی سے کیے ہون۔ بعینہ اسکی ایسی ہی مثال ہو کہ کوئی شخص ناحق کسی کے مال و دولت پر قبضہ کر کے اور اُسکو مصارف خیر مین صرف کرے تو بموجب شریعت اور اصول اخلاق کے ایسے شخص کا عمل قطعاً ناجائز ہوگا اور ایسے مخالف شرع اور اصول اخلاق کے عامل کو عرف عام مین جو کچھ کہنا چاہیے یا کہا جائے گا وہ میرا محتاج بیان نہین ہو۔ اگر حضرت ابوبکرؓ کسی

جائز مال سے سلطنت عرب کے کام چلاتے تب البتہ انکا ایسا عمل قابل مدح کے ہوتا اور
یہ امر بالکل غلط ہی کہ ”اگر یہ جائداد خاص بیٹی کو حوالہ کر دیجاتی تو اسوقت ضروریات سلطنت
پورا کرنے کی کوئی سبیل نہ تھی“ سوا اسکے کہ سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیان
اُسکی عہد پیغمبرؐ مین قائم ہو چکی تھین۔ اور بعد وفات پیغمبرؐ کا مال کثیر آیا اور حضرت ابو بکرؓ نے
اُسکو محفوظ نرکھا ہم ابھی تفصیل سے دوسری سبیل جائز ضروریات سلطنت کے پورا کرنے
کی بھی بتا چکے ہین اور پیغمبرؐ کی مثال دیچکے ہین حضرت ابو بکرؓ کو تو سلطنت قائم شدہ ملی
تھی مگر جسوقت کہ پیغمبرؐ نے اجراء دین اور قیام سلطنت کا ارادہ کیا تھا اسوقت وہ درویش
تھے اور انکو زیادہ مصارف کی ضرورت تھی تو پیغمبرؐ نے کہان سے اور کیونکر اُن مدات
کو پورا کیا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ سچے نائب رسولؐ اور خلیفہ برحق ہوتے تو وہ حق فاطمہؑ کو
ناواجب ضبط نکرکے کوئی سبیل جائز خود مصارف ضروریات خلافت کے لیے نکالتے۔
لیکن یہ امر علی مرتضیٰ سے ہی ہو سکتا تھا کہ وہ فدک کو قبضہ فاطمہ زہراؑ مین بحال رکھکر
دوسری سبیل جائز سے مصارف سلطنت کی ضرورتون کو از روی عدل کے پورا کر سکتے
کہ وہ ابتدائے عمر سے پیغمبرؐ کے کامون مین رازدار اور اُنکے ساتھ اور انکی طرف سے
کام کرنے مین تعلیم پیغمبری کے بموجب تجربہ حاصل کر چکے تھے۔

پیغمبرؐ نے نسبت امر سلطنت کے جو کچھ کیا اور جو کچھ اُنکی مرضی تھی جب کسی امر پر کسی
حیثیت سے بحث ہوتی ہی تو نتیجہ اسکا یہی پیدا ہوتا ہی کہ بعد پیغمبر صلعم کے خلیفہ علی مرتضیٰ کا رہنا
چاہیے تھا اور حضرت ابو بکر بے محل خلیفہ ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ کے اُسی مختصر خزانہ سے کار سلطنت چلانے کے بعد مصنف مخاطب
جو یہ کہتے ہین کہ ”رفتہ رفتہ سلطنت اللہ کے فضل سے ایسی غالب ہو گئی کہ تمام جہان اس نے
مسخر کر لیا اور یہین سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے نہایت صائب تھی“ کسیطرح
ایسا کہنا مصنف مخاطب کا قابل قبول کے نہین ہو سکتا۔

سلطنت عرب نے تمام جہان کو اسوقت تک بھی مسخر نہین کیا اور نہ خلفائے ثلاثہ اور بنی امیہ و بنی عباس کے زمانہ مین نہ کسی اور مسلمان بادشاہ کے زمانے مین تمام جہان مسخر ہوا۔ تاریخی واقعات سے اسوقت تک کی جوکوئی حالت دیکھے گا وہ اس بیان کو کہ سلطنت عرب نے تمام جہان کو مسخر کر لیا، مضحکہ کی نگاہ سے دیکھے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین تو سلطنت عرب نے کچھ تسخیر نہین کی البتہ حضرت عمرؓ کے عہد مین زیادہ اور حضرت عثمانؓ اور دیگر خلفاء بنی امیہ کے عہد مین کم کم فتوحات مسلمانونکو ہوئے۔ لیکن جسقدر فتوحات مسلمانون کو ہوئے وہ اسی قوت مسلمانون کی وجہ سے ہوئے جو عہد رسولؐ مین قائم ہو چکی تھی۔ اور سلطنت کے مصارف کے لیئے اسکی آمدنیان معین ہو چکی تھین اور وہ آمدنیان خلیفہ اور مسلمانون کے ہاتھ مین آتی تھین۔

خیبر و فدک کی آمدنی اسوقت سلطنت مین صرف ہونے سے وہ فتوحات نہین ہوئے ہین اگر موجب مرضی خدا اور رسولؐ کے بعد پیغمبر خلیفہ قبول کیا جاتا اور نصب خلیفہ کی بابت باہم مسلمانون مین اختلاف اور جنگ جدل واقع نہوتا کہ جس کے سبب سے تمام جہان مین سلطنت [illegible] تمام نہ ہوسکی اور ایک حد پر رہکر محدود ہو گئی۔ اور خلاف شرع پامال [illegible] اور [illegible] مسلمانونکے ہاتھ سے تباہ ہو گئی۔ ایسی حالت مین کیسے کہا جا سکتا ہو کہ ضبطی فدک ثبوت حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے صائب ہونیکا ہو بلکہ حضرت ابوبکرؓ کے خلافت قبول کرنے اور فدک کو ضبط کرنے اور بادشاہت علی مرتضیٰؑ قرابتدار رسولؐ سے اور فدک فاطمہؑ سے نکالنے نے یہ نقصان پہونچایا کہ شیوع مذہب اسلام اور اسکی فتوحات ملکی کو تمام جہان پر ہونے سے روکا۔ اور خلاف مرضی خدا اور رسولؐ اور مخالف شریعت جو امر کوئی قرار دے یا کوئی امر کسی سے ظہور مین آوے یا اسکے ذریعہ سے چند روزہ کسیقدر فائدہ ہو اسکو رائے صائب نہین کہا جاتا۔ ایسے سود کا مآل زیان ہی۔ اور نہ ایسے امور کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہو کہ اللہ کا فضل انکے

شامل ہی۔

جب لوگ موافق مرضی اور ہدایت خدا و رسوؐل کے عمل کرین اور اُسکے ذریعہ سے بہبودی اور ترقی حاصل ہو اُسمین خدا کے فضل کا شامل ہونا کہا جا سکتا ہی۔

بے شک سب سے مقدم اسی سلطنت کی ضروریات تھین لیکن اُن ضروریات کا رفع ہونا اسی پر موقوف نہین ہو سکتا ہی کہ خلاف مرضی خدا و رسول کے بے محل خلیفہ مقرر کر لیا جاے اور ناحق کسی کا مال ضبط کر کے سلطنت کے کامون مین صرف کیا جا دے اور اُس سے عمدہ نتیجہ چند روزہ جو دوسری وجہ سے ظاہر ہوا ہو غلطی سے سمجھ لیا جائے جس کے باعث سے آخر کار نقصان اور خراب نتیجہ پیدا ہو۔

مصنف مخاطب الزام معاملہ فدک سے حضرت ابوبکرؓ کو بری کرنے کے لیے یہ طنز بھی کرتے ہین کہ "ابوبکرؓ کو یہ معاملہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا۔ مگر علی مرتضیٰ نے اُسوقت بھی یہی معاملہ کیا جب یہ سلطنت عظیم الشان سلطنت ہو چکی تھی اور جناب امیرؑ کے مقرر کیے ہوئے عامل زیاد اور ابن جارود وغیرہ دونون ہاتھون سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے"

یہ امر تسلیم نہین ہو سکتا ہی کہ حضرت ابوبکر کو یہ معاملہ ایسے نازک وقت مین پیش آیا تھا جب عرب کی سلطنت کے پاس اس جائداد کے سوا اور کوئی خزانہ اور سرمایہ نہ تھا سلطنت کے مصارف کے لیے آمدنیان مقرر ہو چکی تھین اور بعد وفات پیغمبرؐ بحرین کا مال اسقدر کثیر آیا تھا کہ جس کو اگر حضرت ابوبکر محفوظ رکھتے تو خزانہ سلطنت عرب کا لبالب ہو جاتا لیکن اُنھون نے اُس مال کثیر کو لوگونکی داد دہش مین بیدریغ خرچ کر دیا کہ لوگ اُنکے خلیفہ ہونے سے خوش ہو جائین۔

حضرت ابوبکرؓ نے ضبطی فدک کا معاملہ اُسوقت کیا ہی کہ جب سلطنت عرب کی قائم ہو چکی تھی اور منصب خلیفہ پر باہمی کوئی جنگ وجدل نہین تھا اُسکی آمدنی اگر حزم و احتیاط سے

صرف کیجاتی تو اُسکے ادائے مصارف کے لیے کافی بھی تھی۔ لیکن علیؑ مرتضٰے کے ہاتھ مین حکومت کہ وہ سلطنت آئی بلکل درہم برہم تھی اور باغیون کے انتظام کی طرف توجہ سے اُنکو مہلت نہ لینے دی کہ دیگر انتظام اندرونی سلطنت کو وہ بموجب حکم خدا اور رسولؐ کے کر سکتے۔ اور جب علی مرتضیٰؑ نے دعوی ہبہ اور ارث فاطمہؑ زہرا کی تصدیق اور تائید کی ہو جس سے یہ ظاہر ہو کہ خلاف مرضی علی مرتضیؑ کے ضبطی فدک کی واقع ہوئی اُنکی نسبت یہ کسی طرح گمان نہین ہوسکتا کہ اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم ضبطی کو صحیح اور جائز جانکر اپنے زمانہ خلافت مین قائم رکھا بلکہ اُنکے ایک خطبہ سے جسمین اُنھون نے خلفا ثلاثہ کے زمانہ مین جو کچھ بدعنوانیان ہوئی ہین اونکا شمار کیا ہے اور اُس مین واپسی فدک کی طرف بھی اشارہ ہے اور جس پر پہلے بھی بحث ہو چکی ہے[1]۔

علی مرتضٰے جو رد فدک کا حکم نہ دے سکے اُسکی وجہ وہی ہوسکتی ہو جو اُنھون نے اُس خطبہ مین فرمائی ہو اور جس کا نتیجہ یہی ہو کہ اندرون سلطنت کے انتظام کے ختم ہونیکا وقت نہین آسکا تھا۔

زیاد اور ابن جارود علی مرتضیٰ کے مقرر کیئے ہوئے عامل نہین تھے بلکہ یہ پہلے سے دخیل سلطنت چلے آتے تھے۔ زیاد اور ابن جارود کے بعد جو مصنف مخاطب نے وغیرہ کا لفظ لکھا ہو اُس سے مراد اُنکی غالباً عبد اللہ ابن عباس سے ہی۔ لیکن زیاد اور ابن جارود اور عبد اللہ ابن عباس کی نسبت یہ کہنا کہ "دونون ہاتھون سے بیت المال کو لوٹ رہے تھے" بالکل غلط ہو زیاد اور ابن جارود کی نسبت جس وقت کہ علی مرتضٰے کی مرضی کی مخالفت کی یا جادۂ راستی سے انحراف کی اور عبد اللہ ابن عباس کی نسبت غلط فہمی کی اطلاع ہوئی ہو فوراً علی مرتضٰے نے اُس کا تدارک فرمایا ہو۔ (دیکھو جلد ۵ رسالہ روشنی صفحہ ۲۳۵ لغایت ۲۴۲)

---

[1] جلد اول کا پہلا حصہ ضمیمہ صفحہ ۱۷۷ و جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ پر سلسلۂ خطبہ شقشقیہ۔

مصنف مخاطب حضرت ابوبکر سے الزام رفع کرنے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ "حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کے سامنے یہ تصفیہ کیا اور کسی نے ناپسند نہیں کیا" تمام صحابہ تو نہیں مگر جن صحابہ اور جن لوگون نے کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر اسوقت بیعت کی تھی اور اُن کو اپنی طرف سے خلیفہ بنایا تھا اُنکی نسبت بھی یہ کہنا تو بہت مشکل ہو گیا "اُنھوں نے حضرت فاطمہؓ کے دعوی کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کے تصفیہ کو دل سے پسند کیا" البتہ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ پر وہ لوگ ساکت ہو رہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آج تو اُنھوں نے اُنکو خلیفہ بنایا اور کل اُنکے فیصلہ پر ناپسندیدگی اور ناخوشی کا اظہار کر کے اپنی حماقت کو ظاہر کریں۔

جسوقت کہ حضرت فاطمہؓ کو وگذاشت کا فرمان حضرت ابوبکرؓ نے لکھدیا تھا جس کو حضرت عمرؓ نے لیکر چاک کر ڈالا دیگر صحابہ نے اُسوقت بھی کچھ نہیں کہا اور جسوقت کہ دعوی ارث پر حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ سے کوئی حدیث پیغمبرؐ مخالف دعوی سیدہ دریافت کی تو اُسوقت بھی کسی نے کچھ نہیں کہا اور جب حضرت ابوبکر نے خود ہی ایک حدیث پیغمبرؐ کی سنا دی تب بھی وہ اُنکا منہ تکتے رہ گئے۔ جب اُنھون نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا تھا تو سوائے اس کے اور کرنا بھی نہیں چاہیے تھا کہ جو کچھ خلیفہ کرے اُسکو کرنے دیں۔

یہ بھی ظاہر ہی کہ جن لوگون نے کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا یا اُنکا خلیفہ ہونا قبول کیا تھا اُنکی اپنے فائدہ پر کہ جسکی خلیفہ سے توقع رکھتے تھے زیادہ نظر تھی۔ دختر پیغمبرؐ اور آل محمد صلعم کی خوشنودی کی اُنکو کچھ پروا نہیں تھی۔

اسکے بعد مصنف مخاطب اُس قصہ کا ذکر کرتے ہیں کہ جو اہل سنت کی یہان ایک روایت مین مذکور ہوا ہی جسمین علیؓ مرتضیٰ اور حضرت عباس حضرت عمرؓ کے سامنے دعوی کرتے ہوئے آئے ہین اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور اپنی نسبت اُن سے یہ کہا ہی کہ "تم دونون نے ہم دونون کو کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور خائن جانا" اور شیعہ اُن دونون کی

نسبت علی مرتضےٰ کا ایسا جاننا حضرت عمر کی تصدیق سے حجت کرتے ہین۔ مصنف مخاطب اس روایت کے مضمون کو اپنی طبع سے اس موقع پر بنانا چاہتے ہین کہ الزام کاذب۔ اثم۔ غادر اور خائن ہونے کا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے رفع ہو جاوے۔ لیکن اوس حجت الزامی کے مقابلہ مین وہ الزام کو رفع نہین کر سکے۔

جناب امیر اور عباس نے حضرت عمر کے زمانہ مین جو بصورت دیگر دعوی پیش کیا تھا جیسا مصنف مخاطب کا بیان ہی مصنف مخاطب خود تفصیل اُس دعوی کی نسبت یہ قبول کرتے ہین کہ "منقول نہین ہی۔ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے۔ یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہی تو اسکے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسولؐ ہونے چاہین اسکے جواب مین عمرؓ نے اول تو قبضہ دینے مین عذر کیا جب انھون نے دوبارہ آکر اصرار کیا تو عمر نے رسولؐ کے سات باغ جو مدینہ مین صدقہ رسولؐ کہلاتے تھے حوالے کر دیئے چنانچہ عباس اور علی نے اُن باغون پر قبضہ کر لیا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ باہم جھگڑا پڑا"۔

لیکن جس روایت سے کاذب "اثم" غادر" اور خائن" ہونا حضرات شیخین کا بموجب علم عباسؓ اور حضرت علیؓ کے حضرت عمر نے قبول کیا ہی اُس روایت مین کوئی مضمون ایسا نہین ہی جس سے وہ قرائن جو مصنف مخاطب نے ظاہر کیے ہین پیدا ہو سکین نہ کسی اور روایتون سے مصنف مخاطب نے ایسے قرائن کا نکالنا ظاہر کیا ہی۔ اور عجیب قرینہ ہی جو مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین کہ "بدعوی میراث حق تولیت چاہتے تھے یعنی یہ کہتے تھے کہ جب یہ جائداد وقف رسولؐ ہے تو اس کے متولی اور متصرف بقدر اپنے اپنے حصہ ارث کے وارثان رسول ہونے چاہئین"۔

مصنف مخاطب نے یہ خیال نہ کیا کہ جب یہ جائداد وقف فی سبیل اللہ ہو تو پھر

دعوی حق تولیت اور وہ حق تولیت بھی بذریعہ ارث کے کیا معنی رکھتا ہی؟ اور حضرت عمر نے
سات باغ رسولؐ کے جو مدینہ مین صدقہ رسول کہلاتے تھے حوالہ حضرت عباسؓ اور حضرت
علی کے کر دے جیسا کہ مصنف مخاطب ظاہر کرتے ہین تو حضرت عمر نے کس بنا پر وہ
صدقات رسولؐ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ کے حوالہ کر دیے تھے اور حق تولیت
مین ارث کیسے جاری کر دیا تھا؟ اصل امر وہی ہی جیسے شیعون کے بیانمین درج ہوا ہی
جس پر پہلے بحث ہو چکی ہی کہ یہ سات قطعے باغات مدینہ بھی ملکیت خالص پیغمبرؐ کے تھے
اور پیغمبرؐ نے اپنی دختر حضرت فاطمہ پر وقف کر دیے تھی جس سی شریعت محمدی مین وقف للاولاد کا
مسئلہ نکلا ہی اور یہ قطعات مدینہ جناب سیدہ کے قبضہ مین بدستور چھوڑ دیے گئے ہین اور ضبط
نہین کیے گیے۔ یہ بیان اور قرینہ مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہے کہ حضرت عمر نے عباس
اور علیؑ کو ان سات قطعون کے اول دینے مین عذر کیا اور پھر دیدیا۔ اور پھر باہم
اُن دونون کے جھگڑا ہوا۔ بلکہ یہ قطعات بدستور قبضہ فاطمہ زہرا مین اور اُنکے بعد اُنکے
ورثا کے قبضہ مین چلے آئے ہین۔ اس حالت مین ایسے قرائن کے لیے مصنف
مخاطب جو راوی بنتے ہین انکا بیان کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہی۔ اور جب قرائن مظہرہ اُنکے
تسلیم نہین ہو سکتے تو مضمون کاذب آثم، غادر، اور خائن کی تعبیر جو کچھ وہ کرنا چاہتے ہین
کیسے اہل نظر منظور کر سکتے ہین۔

روایت زیر بحث سے یہ امر ضرور پایا جاتا ہی جیسا کہ مصنف مخاطب لکھتے ہین
کہ "ایک مرتبہ دونو لڑتے ہوئے عمر کی مجلس مین آئے۔ اور عباس نے
عمر سے مخاطب ہو کر یون کہا کہ اے امیر المومنین میرا اور اُس کاذب آثم
غادر اور خاین کا فیصلہ کرا دیجیئے" یہ کلمات جو حضرت عباس کے علی مرتضیٰؑ کی نسبت
روایت مین درج ہین اون کلمات کی نسبت مصنف مخاطب یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ
کہ "یہ کلمات عباس کی زبان سے نہایت جوش غضب مین علی کی نسبت

نکلے - کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس پر بے حد خفا ہوتا ہے اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکلجاتے ہین مگر معنی حقیقی اُسکے ہرگز مراد نہین ہوتے بلکہ جوش غضب کا اظہار ہوتا ہے - جیسے جناب سیّدہ کے کلمات ہیچو جنین الخ - اسیطرح بمقتضائے بشریت عباس کی زبان سے جو یہ کلمے حضرت علیؑ کی نسبت نکلے ہین بھی ہرگز عباس کا یہ مقصود نہ تھا کہ علیؑ مین درحقیقت یہ عیب موجود ہین بلکہ جوش غضب مین یہ الفاظ زبان سے نکل گئے ؛

یہ راے مصنف مخاطب نے جو ظاہر کی ہے اُسکے ظاہر کرنے کے وقت اُنھون نے انسانون کے اقسام پر نظر نہین کی - جو لوگ کہ تعلیم اور تربیت یافتہ ہوتے ہین اور اُنکے اخلاق درست اور ملکہ صدق و صفا کا ہوتا ہے اُنکو اگر کسی شخص کے فعل یا عیب پر کوئی غیض و غضب ہوتا ہے تو اُنکے عندیہ مین وہ عیب اُس عیب دار کا ضرور محقق ہوتا ہے اور اُسی تحقق کی وجہ سے اُسکو جوش غضب کا ہوتا ہے اور بقدر تحقق عیب کے جوش غضب مین بھی ویسے ہی الفاظ زبان پر آتے ہین کہ جو اُسکے حقیقی عیب کو ظاہر کرنے والے ہون ایسے لوگون سے غیر ممکن ہے کہ جس کسی پر بے حد خفا ہون اُسکی نسبت سخت عیب لگانے والے کلمے اُسکی زبان سے نکل جائین اور معنی حقیقی ہرگز مراد اُسکے نہون - اُنکی خفگی اور غصہ محض حق ہوتا ہے اور اُس خفگی اور غصہ مین امر حق سے تجاوز نہین کرتے ہین اُنکا غیض و غضب ہی ناحق نہین ہوتا ہے مگر مصنف مخاطب کے نزدیک کل انسان ایک ہی قسم کے معلوم ہوتے ہین جنین کسی قسم کا تفرقہ نہین ہوتا اور حضرت عباس کو مصنف مخاطب ایسا ہی قرار دیتے ہین کہ جن لوگو نکے دلمین کچھ ہو اور زبان پر کچھ ہو -

مصنف مخاطب جناب سیّدہ کے کلمات " ہیچو جنین الخ "[1] کی مثال اُس موقعہ پر دیتے ہین جن پر پہلے ایک سے زیادہ موقعون پر بحث ہوچکی ہے[1] وہ مثال

[1] صفحہ ۲۲ جلد ہذا صفحہ ۲۵۵ و ۳۰۵ جلد ۲ رسالہ درخشنی -

اس موقعہ پر صادق آتی ہیں اسکتی جناب سیدہ نے جو کلمات علی مرتضے سے شقاق میں کہے ہیں وہ کلمات مستلزم کسی عیب کے نہیں ہیں اور نہ خلاف شرع اور تہذیب کے ہیں اور نہ خلاف واقعہ ہیں۔ بلکہ جن کلمات سے جناب سیدہ نے خطاب کیا ہے اُس سے اصلی مقصود جناب سیدہ کا علی مرتضی کو جوش دلانا تھا کہ جناب سیدہ کے طلب حق میں وہ مخالفون پر حملہ کریں۔ اور معاملہ حملہ کر نہ کرنے کا نہایت غور طلب تھا جیسا کہ خود علی مرتضی سے خطبہ شقشقیہ میں تحریر ہے کہ "میں سوچتا رہا کہ دست بریدہ سے حملہ کرون یا اندھیری اندھا دھند پر صبر کرون" [سلہ]

روایت زیر بحث میں جو کلمات حضرت عباسؓ کی زبانی حضرت علیؓ کی نسبت مندرج ہیں اُسکے معنی ہرگز یہ نہیں ہو سکتے کہ عباس کا یہ مقصود تھا کہ علیؓ میں درحقیقت یہ عیب موجود ہے اور جوش غضب میں خلاف مقصود یہ الفاظ اُنکی زبان سے نکل گئے۔"

ان کلمات عباسؓ کے متعلق بمقابلہ رائے مصنف مخاطب کے جو میں نے بحث کی اُس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں اس بات کا قائل ہوں کہ حضرت عباسؓ کے جو کلمے روایت زیر بحث میں منقول ہوئے ہیں وہ درحقیقت حضرت عباسؓ کی زبان سے نکلے تھے۔ نہیں۔ بلکہ یہ روایت جسمیں وہ کلمات درج ہیں محض اہل سنت کے یہاں کی ہے۔ اور شیعونکے یہاں نہ کسی ایسی صورت کے دعوے کی جیسا کہ مصنف مخاطب بیان کرتے ہیں خبر ہے اور نہ شیعونکے نزدیک حضرت عباسؓ علی مرتضے کی نسبت ایسے کلمے زبان پر لا سکتے تھے۔

سلہ جلد ۱۵ از صفحہ ۱۲۸ و جلد ۱۰ از صفحہ ۳۴

شیعون کے یہان کی روایت سے صرف اسیقدر ظاہر ہوتا ہی کہ بعد انتقال رسول عباسؓ نے اون رسات قطعون کے بابت فاطمہؓ سے جھگڑا کیا پس علیؓ وغیرہ نے گواہی دی کہ فاطمہؓ ہی قابض ہین۔ لیکن رسالہ حسینیہ مین جو گفتگو کے بیچ حسینیہ اور ابراہیم عالم اہلسنت مین سر دربار ہارون رشید ہوئی تھی اور وہ لکھی گئی ہے اوسمین لکھا ہو کہ ابراہیم نے حسینیہ سے سوال کیا عباس اور علیؓ جو جھگڑتے ہوئے خلیفہ کے سامنے گئے تھے اون مین کون حق پر تھا۔ حسینیہ نے یہ جواب دیا کہ اُن دونون کی مثال ایسی تھی کہ جیسے دو فرشتے حضرت داؤدؑ پر الزام دینے کے لیے حضرت داؤد کے سامنے جھگڑتے ہوئے گئے تھے" شیعون کے یہان ایسے کلمات حضرت عباس کے حضرت علیؓ کی نسبت کہین منقول نہین ہین۔

ایسے کلمات اہلسنت نے زبانی حضرت عباسؓ کے علیؓ مرتضےٰ کی نسبت وضع کر لیے ہین تاکہ لوگون کی نگاہون مین حضرت علیؓ اور عباسؓ اور شیخین مساوی حالت مین ہو جائین۔ اور علیؓ اور عباسؓ شیخین کو جیسا جانتے تھے جس کی تصدیق حضرت عمرؓ نے اس روایت مین کی ہے ویسا ہی لوگ یہ جانین کہ علیؓ کو عباسؓ بھی ویسا ہی جانتے تھے۔

اسکے بعد مصنف مخاطب یہ ظاہر کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے اوسکے جواب مین اوّل تو حدیث یاد دلائی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہو کہ ہمارے مال مین میراث نہین ہوگی اور جو کچھ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہے۔ اس حدیث کی اُن دونون نے اور تمام اہل مجلس نے تصدیق کی۔ پھر اس جائداد کو جسطرح رسول صلعم خرچ کیا کرتے تھے اوسکا ذکر کیا۔ سب نے اوسکی بھی تصدیق کی"

یہ امور اگرچہ روایت زیر بحث مین درج ہین لیکن قبول کرنا یا تصدیق کرنا صحت بیان حضرت عمرؓ کو حاضرین مجلس اور علیؓ و عباسؓ کا اگر اس روایت

سے سمجھا جائے تو اس روایت کے ضعیف ہونے مین کچھ شبہ نہین رہتا کہ اس مضمون کے خلاف خود معتمد روایات اہلسنت سے عہد ابو بکرؓ مین ظاہر ہے - تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عسقلانی مین موجود ہے کہ "اختلاف کیا لوگون نے بیچ میراث پیغمبرؐ کے - پس نپایا کسیکے پاس اوس سے کچھ علم - پس کہا ابو بکرؓ نے مین نے سُنا ہو رسُول اللہ کو وہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہو اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہو" [۱]

جب حضرت ابو بکرؓ نے تلاش منع ارث پیغمبرؐ کی فرمائی جبکہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے دعوی حضرت فاطمہؓ کا پیش ہوا تھا اور اُسوقت کسیکے پاس منع ارث پیغمبرؐ کا علم نہین نکلا تو عہد حضرت عمرؓ مین اوسکے جاننے والے اور تصدیق کرنے والے کہان سے پیدا ہو گئے - اور علیؓ اور فاطمہؓ خلاف اوس حدیث کے جو حضرت ابو بکرؓ نے ظاہر کی برابر کلمہ واحد لکھتے چلے آئے ہین -

ایسی حالتمین کیسے سمجھا جا سکتا ہو کہ علیؓ اور عباسؓ نے صحت بیان حضرت ابو بکر کو قبول کیا ہو خصوصًا جب کہ اُسوقت بھی یہ دونون حضرت عمرؓ کے سامنے دعوی ارث پیغمبرؐ کا کرنے گئے تھے جیسا کہ روایت زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہو جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ عباسؓ اور علیؓ جانتے تھے کہ پیغمبرؐ اپنی میراث سے منع کر گئے ہین اور باوصف علم کے ناحق دعوی کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کے سامنے گئے کہ ایسا وصف عباسؓ اور علیؓ کی نسبت قبول کرنا قابل شرم ہو - اور اسی قسم کے وجوہ سے شارحین صحیح مسلم اور علماء اہلسنت قائل ہو گئے ہین - کہ یہ روایت ضعیف ہو جسکی تفصیل تشئید المطاعن مین درج ہو - تاہم گو یہ روایت

---

[۱] دیکھو صفحہ ۲۸۸ پہلا حصہ ضمیمہ جلد اول

وضعی ہو جو حجت الزامی کہ شیعہ لگاتے ہین اُس سے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ بری نہین ہوسکتے کہ وہ روایت صحیح مسلم مین درج ہو اور اہلسنت پر قابل حجت ہو مگر شیعون پر حجت نہین ہوسکتی ہے اُن امور کے بابت کہ جو مخالف اعتقاد اور مقصد شیعون کے ہو۔

ہان اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ نے صرف یہ واقعہ عہد حضرت ابو بکرؓ کا بیان کیا تھا کہ جب فاطمہؓ نے دعوے ارث کا پیش کیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے حدیث پیغمبرؐ ظاہر کی کہ "ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہین ہوتا ہو اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہوتا ہو" اُس واقعے کی نسبت حاضرین اور عباسؓ اور علیؓ کا قبول کر لینا سمجھا جا سکتا ہو جیسا کہ اسوقت بھی ہم اسبات کو قبول کرسکتے ہین کہ ایسا واقعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش آیا تھا لیکن اس واقعے کے قبول کرنے سے یہ لازم نہین آسکتا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو حدیث پیغمبرؐ کی سنائی تھی وہ بھی صحیح تھی یا جو کچھ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے اپنے عہد مین فرمایا تھا وہ بھی ٹھیک تھا۔

پھر مصنف مخاطب اُس تقریر حضرت عمرؓ کو روایت زیر بحث سے لیتے ہین کہ جسمین اُنکا بیان ہو کہ "جب ابو بکر نے میراث نہ دی تو تمنے اُسے کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور خائن۔ سمجھا اور پھر مجکو بھی ایسا ہی سمجھا۔ پھر مین نے تمکو یہ باغ دیدیے اور تمسے یہ عہد لے لیا کہ تم اُسکو اسیطرح خرچ کرو جیسے رسول خرچ کرتے تھے۔ اگر تم اس عہد پر قائم نہین تو واپس کر دو اسکے سوا مین کوئی اور فیصلہ نہین کر سکتا"

لیکن جب حضرت عمرؓ نے یہ باغ عباسؓ اور علیؓ کو دیدیے تھے تو یہ کہنا حضرت عمرؓ کا کیسے ٹھیک سمجھا جا سکتا ہو کہ تمنے مجکو بھی کاذب۔ آثم۔ غادر۔ اور

خائن لکھا سمجھا۔

اسپر بھی مصنف مخاطب حضرت عمرؓ کی اس تقریر کو حکیمانہ ظاہر کرکے یہ کہتے ہین کہ " وہ تقریر اونکی باہمی اصلاح کے لیئے تھی اگرچہ کلمات درشت فقط عباس نے کہے تھے مگر خطاب مین علیؑ کو بھی شامل کر لیا کہ عباسؓ کو یہ ناگوار نہو کہ ملامت فقط ہمکو ہی کی علیؑ کو نہ کی اور علیؑ کو یہ سمجھا دینا بھی مقصود تھا کہ جیسے عباس کے مزاج مین سختی ہو تمہارے مزاج مین بھی ہے جو کلمات عباس نے علیؑ کو کہے تھے وہ عمر نے ابو بکر اور اپنے اوپر بھی الزاماً عائد کر لیئے تاکہ علیؑ کو کسیقدر تسکین ہو جائے۔ عباسؓ نے جو کلمات علیؑ کو کہے تھے حالانکہ علیؑ اون عیوب سے بالکل پاک تھے۔ اس سے عمرؓ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کارروائی کرے خواہ وہ کارروائی حق ہو مگر تم اوسکو کاذب و آثم و غادر و خائن کہدیتے ہو۔ چنانچہ علیؑ نے کوئی ظلم اور خیانت نہین کی مگر اونکی کارروائی جو عباس کی مرضی کے خلاف تھی اونکو کاذب و آثم و خائن وغیرہ کہدیا "

تقریر حضرت عمرؓ کو حکیمانہ ایسے ہی حکیم کہہ سکتے ہین کہ جو وہی روش اختیار کرین جو مصنف مخاطب نے اوس تقریر کے معنی بیان کرنے مین اختیار کی ہے۔ حضرت عباسؓ کے جو درشت کلمات روایت مین علی مرتضےٰ کی نسبت درج ہین اگر وہ کلمات حضرت عمرؓ کے نزدیک علی مرتضےٰ کی نسبت صحیح نہین تھے جیسا کہ مصنف مخاطب خود قبول کرتے ہین کہ علیؑ اون عیوب سے بالکل پاک تھے تو کیا تقریر کا حکیمانہ پہلو یہی ہو سکتا ہو کہ عباسؓ کی نسبت کچھ نہ کہا جائے کہ تم کوئی عیب رکھتے ہو یا وصف رکھتے ہو اور علیؑ کو عباسؓ کے ساتھ ملامت کرنے مین شامل کر لیا جاے۔ اور مصنف مخاطب کے نزدیک عباس ضرور ملامت کے

قابل حضرت عمرؓ کے نزدیک قرار پائے ہین اور اُس ملامت مین علی کو بھی حضرت عمرؓ نے شامل کر لیا ہی لیکن مصنف مخاطب کے نزدیک مقصود حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کی نسبت تھا اسوجہ سے کہ اُنھون نے علی کی نسبت کلمات سخت ظاہر کئے تھے لیکن روایت کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ اور علیؓ کو برابر ملامت کرنا صرف اُنکے دعوی اور باہم جھگڑے کیوجہ سے تھا سو کوئی شخص محض دعوی کرنے سے قابل ملامت کے ہوتا ہی اور نہ مدعاعلیہ ہونے سے۔

حضرت عباسؓ اور علیؓ کو مصنف مخاطب نے اپنی تعبیر تقریر حضرت عمرؓ مین قابل ملامت کے سمجھا ہے لیکن حضرت عمرؓ نے علیؓ مرتضےٰ کو قابل ملامت یا حضرت عباس کے ساتھ ملامت مین شریک کرنے کی جرات کیسی کسی کی سمجھ مین آسکتی ہی کہ جب حضرت عمرؓ کا یہ قول پایا جاتا ہے۔ لولا علیؓ لھلک عمرؓ۔ جسکو بارہا فرمایا ہے اور جسکا مقصود یہ ہی کہ بمقابلہ راے علیؑ کے حضرت عمرؓ نے اپنی راے اور سمجھ پر ہمیشہ ملامت کی ہے تو پھر کیسے یہ مر سمجھ مین آسکتا ہی کہ وہی حضرت عمرؓ علیؓ کو ملامت کرنے کے قابل ہو جاوین یا اُنکو علیؑ کی ملامت کرنے کی جرات ہو۔

پھر یہ عجیب تقریر اور عجیب تعبیر حکیمانہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جو کلمات درشت علیؓ کی نسبت کہے وہی کلمات حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور اپنی طرف عائد کر دیئے اور یہ سمجھ لیا کہ عباس نے جو علیؓ کی نسبت وہ کلمے کہے اور عباس اور علیؓ نے جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی نسبت کہے وہ خلاف مراد ہین۔ یعنی کسی مین وہ عیوب نہین ہین حالانکہ حضرت عمرؓ نے یہ بیان کیا ہے عباس اور علیؓ سے خطاب کر کے کہ (۱) تمنے ابوبکرؓ کو اور مجھکو کاذب (۲) آثم (۳) غادر (۴) خائن جانا (۵) ایسی تقریر نہ باہم علیؓ اور عباسؓ کی اصلاح کے لیئے ہو سکتی ہے اور نہ اوسکا یہ مقصود ہو سکتا ہی

کہ "علی کو یہ سمجھا دیا کہ جیسے عباس کے مزاج مین سختی ہے تمہارے مزاج مین بھی ہے تم دونون کا ایک سا حال ہے" اور نہ علیؑ مرتضےٰ کو ایسی تقریر سے تسکین ہوسکتی تھی۔

حضرت عمرؓ کی تقریر سے جو نتیجہ کہ مصنف مخاطب نے نکالا ہی وہ باعتبار مضمون روایت کے کسی طرح صحیح نہین ہوسکتا البتہ اوس کا صاف نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جو شخص تمہارے حق کے خلاف کارروائی کرے تم اُسکو کاذب، غادر، آثم، خائن، جانتے ہو۔ اور عباسؓ نے جو یہی کلمے علیؑ کی نسبت کہے اوس نزاع کا فیصلہ حضرت عمرؓ نے کچھ نہین کیا۔ اگر حضرت عمرؓ نزاع باہمی عباسؓ اور علیؑ کا فیصلہ کرتے تو معلوم ہوجاتا کہ عباسؓ نے وہ کلمے علیؑ کی نسبت ٹھیک کہے ہین یا نہین۔ اور چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلاف حق علیؑ اور عباسؓ کے جیسا کہ روایت سے واضح ہے فیصلہ کردیا تھا اس لیئے اُن دونون کا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو کاذب، آثم، غادر، خائن، جاننا ٹھیک تھا جسکی تصدیق حضرت عمرؓ نے کی ہی۔

جب روایت مین حضرت عمرؓ کے بیان مین عباسؓ اور علیؑ کی نسبت یہ الفاظ ہین کہ "تم نے ایسا ہم دونون کو جانا" اور یہ الفاظ نہین ہین کہ "جیسا تم دونون نے ہم دونون کو کہا" تو تعبیر مین مصنف مخاطب کی یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ "وہ کلمات برائے گفتن تھے" نہ اون کلمات سے اظہار یقین اون عیوب کا تھا۔ جسوقت حضرت عمرؓ نے عباسؓ اور علیؑ کا یقین حضرت ابوبکرؓ اور اپنی نسبت ظاہر کیا ہی اور جواب مین حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا ہی کہ "ابوبکرؓ اور مین دونون صادق اور نیک اور راشد اور حق بات کی پیروی کرنی والے ہین"

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور اپنی نسبت جو یقین صدق ۔ نکوئی ۔ اور رشد اور پیروکار حق ہونے کا ظاہر کیا ہو وہ صریح ہو کہ بمقابلہ یقین عباس اور علیؑ کے ہو جیسا کہ وہ دونوں اِن دونوں کو جانتے تھے ۔ اگر عباس اور علیؑ کے یقین کے وہ معنی لیے جائیں جیسا کہ مصنف مخاطب تعبیر کرتے ہیں کہ "وہ برائے گفتن تھا" تو حضرت عمرؓ نے جو اپنا یقین صدق ۔ نکوئی ۔ رشد ۔ اور پیروکار حق ہونیکا ۔ نسبت حضرت ابو بکرؓ اور اپنے ظاہر کیا ہے وہ بھی "برائے گفتن ہے" اور مراد اون کی یہ تھی کہ "یہ اوصاف ہم دونوں مین نہین ہین"

مصنف مخاطب اپنے بیان کے نتیجہ مین حضرت عمرؓ کی طرف سے عباسؓ اور علیؓ کو خطاب کر کے یہ بھی بیان کرتے ہین کہ "تمکو کوئی شکایت نہین چاہیے کہ تم دونوں کی یہ عادت ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اوسکو تم ایسا کہدیا کرتے ہو" ایسا نتیجہ جس حیثیت سے کہ مصنف مخاطب کہتے ہین روایت سے تو نکلتا نہین ۔ ہان مصنف مخاطب طرف سے حضرت عمرؓ کی ایسی عادت عباسؓ اور علیؑ کی ظاہر کرتے ہین ۔ لیکن ایسی عادت شیعہ عباسؓ اور علیؑ مرتضیٰ کی اس حیثیت سے قبول کر سکتے ہین کہ جو شخص اونکی مرضی کے خلاف کارروائی کرے اوسکو وہ ایسا سمجھتے تھے کیونکہ شیعہ علیؑ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہین ۔ سنی چاہین اون کی نسبت ایسا اعتقاد رکھین یا نہ رکھین کہ علیؑ کی مرضی وہی ہوتی تھی کہ جو حق ہوتا تھا اور جو کوئی کہ خلاف اونکی مرضی کے کرے خلاف حق کا کرنے والا ہے ۔ اور شیعون کے نزدیک عباسؓ اور علیؑ کے باہم اختلاف نہین تھا ۔ اور وہ خلاف حق کرنے والے کو ایسا ہی جانتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے انکی نسبت

بیان کیا ہو۔ البتہ شیعہ حضرت عمرؓ کی ایسی عادت قبول کر سکتے ہین کہ اُنکی مرضی ناحق اور ناواجب کے خلاف اگر کوئی کارروائی کرنا چاہے اُسکی نسبت خلاف اُسکی شان کے کہدیا کرتے تھے۔

مصنف مخاطب نے جو کچھ فدک کی نسبت بحث کی اُسمین جب یہ دیکھا کہ اعلان دعوی فاطمہؓ پر جو بذریعۂ ہبہ اونہون نے کیا تھا کچھ اثر نہین پڑتا ہو۔ اور نہ دعوے فدک بذریعہ ہبہ کے کوئی تردید بوجہ معقول ہو سکتی ہے اِس لیئے وہ اِس غلط کہنے پر مجبور ہوئے ہین کہ "حضرات شیعہ نے اِس طعن کو زیادہ مستحکم کرنے کیلیے بڑے زور شور سے یہ بھی تصنیف کر لیا کہ رسول نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا اسپر بھی ترقی کر کے یہ کہتے ہین کہ خدا کی طرف سے قرآن کی آیت مین یہ حکم نازل ہوا تھا" اصول کافی مین امام موسٰی کاظم سے روایت ہے جسکا ترجمہ یہ کیا ہو کہ "امام نے فرمایا کہ جب اللہ نے اپنے نبی پر فدک فتح کرا دی تو اپنے نبی پر یہ آیت نازل کی (اور دے قرابت والے کو اوسکا حق) تو نہ سمجھے رسول صلعم کہ وہ کون ہین۔ تو رجوع کیا اُس مین جبرئیل سے اور رجوع کیا جبرئیل نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ کیطرف دفع کر دو" اِسکے بعد رسول صلعم نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک بڑی اہتمام سے ہبہ کیا اور انہون نے اس ہبہ کو قبول کیا۔"

ہبہ کی روایت صرف شیعون کے یہان نہین ہے بلکہ معتمد کتب اہلسنت مین بھی موجود ہے اور یہ کہ ہبہ کے بموجب حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابو بکرؓ کے سامنے دعوے پیش کیا اور حضرت ابو بکر نے گواہ طلب کیئے اور علیؑ مرتضے اور اُم ایمن اور حسنینؑ اولاد رسول اللہ نے گواہی دی ہے۔ اور نصاب کے پورا نہونیکی حجت پر یا شہادت ناکافی متصور کر کے حضرت ابو بکرؓ

نے وہ شہادتین نامنظور کی ہین اور علماء اہل سنت نے جو کچھ بحث کی ہے اس امر پر کی ہے کہ وہ شہادتین کافی تھین یا نہین کسی عالم سنی نے یہ نہین کہا کہ مضمون ہبہ یا عطا مصنوعی ہے[۱]۔ اور نیز علماء اہلسنت نے معتمد روایتون سے یہ بھی لکھا ہی کہ جسوقت نازل ہوئی یہ آیت کہ دے اپنے پیغمبر قرابتدارونکو حق اون کا تو پیغمبر نے فاطمہؑ کو بلا کر فدک اونکو دیدیا[۲]۔ جب فریقین کے کتب معتمد سے یہ امر ظاہر ہے کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ کے نازل ہونے پر آنحضرت صلعم نے فدک فاطمہؑ کو ہبہ یا عطا کر دیا تو فدک کے فاطمہؑ کو ہبہ یا عطیہ ہونے مین منجانب پیغمبر کوئی شبہ نہین ہو سکتا اور خلاف مسلمہ سنی اور شیعہ کے مصنف مخاطب کا یہ کہنا کہ شیعون نے روایت ہبہ یا عطا تصنیف کر لی کسیطرح مقبول نہین کیا جا سکتا ہی۔ یہ البتہ وہ لکھ سکتے ہین کہ شیعہ اور سنی دونون نے ایسی روایتین تصنیف کر لین لیکن اسکی وجہ بتانی چاہیئے۔ کہ سنیون نے ایسی روایتین کیون تصنیف کین۔ بھلا شیعون کی نسبت تو وہ یہ لکھ سکتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ پر الزام لگانے کے لیے ایسی روایت تصنیف کی۔ لیکن انکی نسبت بھی یہ بتانا چاہیئے کہ شیعون نے خواہ مخواہ بلا وجہ خلاف واقعہ ایسی روایت کیون تصنیف کی۔ آئمہ اہلبیت کے ہاتھ مین خلافت نہین رہی جس سے یہ گمان ہو کہ خلافت سے شیعہ متمتع ہوتے تھے اور اس لالچ مین ایسی تصنیف کی۔ ہان مصنف مخاطب اور انکے ہم خیال یہ لکھ سکتے ہین کہ امام

---

[۱] کتاب وفاءالوفی شیخ عبدالحق و فصل الخطاب کتاب الموافقات از خواجہ محمد پارسا و حاشیہ شرح عقائد نسفی از صلاح الدین رومی و صواعق محرقہ ابن حجر و شرح مواقف و نہایۃ العقول از فخر رازی و معارج النبوت و فخر رازی در تحت تفسیر آیۃ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ در تفسیر کبیر ۱۲

[۲] دیکھو تفسیر درمنثور سیوطی تفسیر تحت آیۃ و معارج النبوۃ در وقائع سنہ ۷ھ و بیاض ابراہیمی و کنز العمال شیخ علی متقی و تاریخ حاکم و کتاب مقصد اقصے و حبیب السیر و روضۃ الصفا ۱۲

اہلبیتؑ نے جھوٹ بولا لیکن ایسا اگر کوئی امام اہلبیتؑ کی نسبت اہلسنت سے کہے تو اُسکے ہم بہت مشتاق ہین ورنہ صحابہ کسی امام اہلبیتؑ کو کوئی وجہ نہین تھی کہ وہ کسی امام اہلبیت پر تہمت کرے۔

مصنف مخاطب روایت کتاب کافی شیعہ پر بطلان کے لیے حجت کرتے ہین کہ وہ یہ امر عجیب ہے کہ پیغمبرؐ اپنے اقربا کو بھی نہین جانتے تھے اللہ ایسے کلام سے خطاب کرے کہ پیغمبرؐ اوسکا مطلب بھی نہ سمجھین الخ یہ اعتراض اس امر پر ہی کہ روایت کتاب شیعہ مین یہ مضمون ہے کہ وہ پیغمبرؐ نے نہ سمجھا کہ وہ قرابتدار کون ہین۔ اور رجوع کیا اُسمین جبرئیلؑ سے اور رجوع کیا جبرئیلؑ نے اپنے رب سے تو اللہ نے وحی بھیجی کہ فدک کو فاطمہؑ کے حوالے کردو" لیکن یہی مضمون بعینہ کتب معتمد اہلسنت مین بھی منقول ہوا ہے۔ جو اعتراض مصنف مخاطب نسبت روایت کتاب شیعہ کے وارد کرتے ہین وہی اعتراض نسبت معتمد روایات کتب اہلسنت کے وارد ہوگا۔ لیکن جب اونکو غلط اعتراض کرنیکا روایت کتاب شیعہ پر کچھ باک نہین ہوا تو اونکو روایات کتب اہلسنت پر بھی اُسکے مصنوعی ہونے کے اعتراض کرنے مین کچھ شرم نہین آسکتی۔ مگر ہم حقیقت اس امر کی دکھاتے ہین کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدارونکو حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ سے کیون پوچھا کہ جنکو فدک دیدینیکا خدا نے حکم دیا تھا۔؟

پیغمبرؐ کے قرابت دار بعید بھی تھے اور قریب بھی تھے اور قریب تر بھی تھے۔ قریب تر تو حضرت فاطمہؑ اور حسنینؑ پیغمبرؐ کی اولاد تھے۔ اور قریب علیؑ مرتضےٰ اور عقیل تھے۔ اور بعید حضرت عباس اور ابولہب یا اُنکی اولاد تھی۔

پیغمبرؐ نے اور ہر کسی نے اِس بات کو سمجھ لیا اور ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ

پیغمبرؐ کے قرابت دار کون کون ہین لیکن جائداد جنکو دیجائے آیا وہ جملہ قرابتدارونکو دیجائے یا کسی خاص طبقہ والے کو یا کسی خاص شخص کو کسی خاص طبقہ مین سے۔ اور پیغمبرؐ کے ذہن مین یہ امر ضرور ہوگا کہ جائداد نتیجہ ہے صرف مال و دولت حضرت خدیجہ کا۔ کہ اوس وجہ سے جائداد اور فدک مین حق فاطمہ زہرا کا ہے۔ اور آیتہ مین یہ لفظ تھا کہ اوسکا حق دیدو۔ ذوالقربیٰ۔ کا لفظ اس بات کو حاوی ہوسکتا تھا کہ کل قرابت دارون کو دیا جاسکے۔ اور نیز اسی وجہ سے کہ پیغمبرؐ بغیر تخصیص کسی ایک قرابت دار کو فدک دیدیتے تو دوسرے قرابتدارون کے قلب کو مراد آیت کے متعلق تسکین نہوتی۔ ایسی حالت مین پیغمبرؐ کو ضرور تھا کہ وہ از روئے وحی کے اوس تردد کو طے فرمادین۔

یہ بیان مصنف مخاطب کا بالکل غلط ہی کہ وہ حضرات شیعہ نے جتنے احکام تصنیف کیئے ہین وہ سب ایسے ہین کہ پیغمبرؐ کو اون کا ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا ہے"

جہان کہین آیات قرآنی مین اجمال ہوا ہے یا کسی صحابی کی سمجھ مین نہین آیا ہی سنی شیعہ دونون کے یہان اکثر احادیث پیغمبرؐ ایسی موجود ہین کہ جنسے تفسیر آیات قرآنی کی ہوئی ہے اور وہ تفسیر از روئے وحی کے سمجھی گئی ہی اور اسیوجہ سے حدیث پیغمبرؐ کو نص مانتے ہین کہ پیغمبرؐ بغیر وحی کے کچھ نہین کہتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ نے اپنے خطبہ مین فرمایا ہے کہ وہ پیغمبر کے ساتھ فرشتہ تھا یعنے وہ اوس کے ذریعہ سے خدا سے پوچھکر ہر امر کرتے تھے"

اہلبیتؑ کے حق مین جسقدر آیات نازل ہوئی ہین اور اوسکے متعلق جو احادیث ہین اون کل مین کوئی امر ایسا نہین ہی کہ جسکی نسبت یہ کہا جاسکے

کہ ایک دو مرتبہ رد کرنا پڑا۔
خود مصنف مخاطب نے صرف دو حدیثین اور شمار کرائی ہین ایک بشارت حسینؑ اور دوسری ولایت علیؑ کی تبلیغ مین۔ جن کی نسبت ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ بیشک اُن موقعون پر ضرورت اِس امر کی تھی کہ پیغمبر خدا اسی خواہش کسی نہ کسی امر کی کرین لہ
ایسے ہی اِس آیت۔ ذ القربی حقہ۔ کے متعلق ضرورت بلاشبہ اسبات کی تھی کہ اوسکی مراد بذریعہ وحی کے حل کیجا ئے۔
عرب کا ہر بچہ اِس آیتہ کا مطلب ہرگز نہین سمجھ سکتا تھا بلکہ جوان اور بوڑھے بھی حل نہین کرسکتے تھے۔ مصنف مخاطب آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہین کہ "ہر قرابت والے کا حق صلہ رحم ادا کر یعنے ہر قریب کے ساتھ احسان کر" علماء اہلسنت نے (جنکا حوالہ ہم ابھی اوپر دکھا چکے ہین) لفظ "حق" جو آیتہ مین ہے اوسکے معنے صلہ رحم کے نہین سمجھے۔ بلکہ حق سے مراد فدک سے سمجھی ہے۔ اور عرب کی زبان مین صلہ رحم کے ساتھ لفظ حق بولا بھی نہین جاتا۔ صلہ رحم کی جگہ یون بولا جاتا ہے کہ صلہ رحم کو برقرار رکھنا چاہیے یعنے ذوالارحام سے بکشادہ پیشانی پیش آنا لازم ہے۔ اور رعایت رحم کرنی چاہیے۔ اور رعایت رحم کرنے کے محاورہ مین لفظ "آت" نہین آتا ہے۔ قطع رحم کے متعلق قرآن مین جہان مذمت کی گئی ہے وہان یہ بولا گیا ہے "

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ط	آیا نزدیک ہوگئے ہو تم اگر والی ہو جاؤ تم یہ کہ فساد کرو تم زمین پر اور

لہ جلد اول چوتھا حصہ باب جنوری ۱۹۰۰ء نمبر ۱۹ حرف الف و جلد ۲ صفحہ ۹۱ از ۱۲

اور قطع رحم کروگے تم" اگر آت ذوالقربی حقہ" سے مراد صلہ رحم دینے کی ہوتی جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو یہ آیتہ یون ہوتی۔ لاتقطع ارحامکم اور اگر یہ مراد ہوتی کہ "ہر قریب کے ساتھ احسان کر" جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو جیسے کہ یہ آیتہ نازل ہوئی ہی کہ "

بالوالدین احساناً وذی القربےٰ والیتامیٰ والمساکین وقولوا للناس حسنا۔	باپ اور مان کے ساتھ نیکی کرنا اور قرابت دارون اور یتیمون اور مسکینون کے اور کہو لوگونکو بات اچھی" بجائے

"وآت ذالقربی حقہ" کے یون نازل ہوتا "وبذی القربی احساناً" آیت زیر بحث پوری یون نازل ہوئی ہے "

آت ذالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل" دے قرابتدار کو حق اوسکا اور مسکینون کو اور ابن السبیل کو حکم اس آیتہ کا نفس پیغمبرؐ سے متعلق ہے جس مین صاف حکم ہی کہ اے پیغمبرؐ اپنے قرابتدار کو دے مسکینون کو دے ابن السبیل کو دے اگر قرابت دار کو دینے سے مراد صلہ رحم ہی تو مسکین اور ابن السبیل کے مقابلہ مین صلہ رحم کیون کر سمجھا جاسکتا ہی۔ مگر ہان جب وہ مسکین اور ابن السبیل قرابت دار پیغمبرؐ کے سمجھ لیے جائین۔

اور اس آیت کے مسکین اور ابن السبیل جب قرابت دار پیغمبرؐ کے سمجھے جائین تو کوئی وجہ نہین ہی کہ آیتہ خمس کے یتیم اور مسکین اور ابن السبیل قرابت دار پیغمبرؐ کے نہ سمجھے جاوین جنکا ذکر بعد رسول اور ذوی القربی رسول کے آیتہ خمس مین ہی اور جنکے لیے خمس مین حق قرار دیا گیا ہی اگر آیت "ذی القربےٰ حقہ" مین حق سے مراد صلہ رحم سمجھی جاوے جیساکہ مصنف مخاطب کہتے ہین تو بھی ہمارے مقصود کے خلاف نہین ہوسکتا کہ اس

حالت مین معنے اوس آیتہ کے یہ ہون گے کہ اے پیغمبرؐ قرابت دار کا حق بہ وجہ صلۂ رحم یعنے قرابت کے دیدے اور وہ حق قرابت کا تمام چیزون مین سمجھنا چاہیئے اس لیئے فدک مین بہ وجہ قرابت کے جو حق فاطمہؑ کا تھا اوسکے دینے کا حکم خواہ مخواہ ماننا لازم آتا ہی۔

مصنف مخاطب مومنین کے قلوب مین وسوسہ ڈالنے کے لیئے یہ تقریر بھی کرتے ہین کہ "اللہ کی طرف سے اگر ایسے اہتمام کے ساتھ عطیہ ہوتا تو اللہ کی سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی مگر تعجب تو یہ ہے کہ جبرئیلؑ جس عطیہ کی سند لیکر آئے وہ تھوڑی سی بے حقیقت زمین تھی اوسپر طرہ یہ ہی کہ وہ بھی جناب سیدہؑ کو نصیب نہ ہوئی اور اوسکے مانعین کی فہرست مین جناب امیرؑ کا نام بھی درج ہوا"

خدا نے اس موقع پر اپنے ایک خاص بندہ کو یہ حکم دیا ہی کہ وہ تو میری دوسرے خاص بندہ کا حق دیدے جیسے کہ تمام بندگان خدا کو حکم ہے کہ جس کسی کے پاس کوئی حق دوسرے بندے کا ہو وہ اوسکو دیدے اور خدا کا حکم تو اسی قدر ہے کہ کوئی بندہ کسی دوسرے بندیکا حق اپنے پاس نہ رکھے اور اس حکم کے دینے مین کوئی اہتمام نہین۔ لیکن جب کوئی بندہ کسی دوسرے بندیکا حق دیتا ہی تو اوسکے لیئے یہ سب اہتمام کیا جاتا ہی کہ دستاویز بھی لکھی جاتی ہی گواہیان بھی کرائی جاتی ہین اور قبضہ بھی دلایا جاتا ہی۔

اسکے ہم معنے نہین سمجھتے کہ "اللہ کی سخاوت مین کیا کمی تھی سلطنت سلیمان کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی" کیا اسکے معنے یہ ہین کہ جو کوئی بادشاہ کسی حصۂ ملک کا ہو جاتا ہی اوس حصۂ ملک کا اوسکی بادشاہت مین آجانے سے سمجھا جاوے کہ خدا کی سخاوت ہی اگر یہی مذہب اسلام مین معنی لیے جائین تو مذہب

اسلام سے پہلے تمام عرب اور رُوم و شام مین اور مصر و ایران مین سلطنت کسکی تھی اور خدا ہے سب اسلام مین جو حضرت یزید کو سلطنت ملگئی ان سب سلطنتونکو سمجھنا چاہیے کہ خدا نے اپنی سخاوت سے دیدی تھین۔ جس کسی کا ایسا ایمان ہو۔ ہو۔ مگر میرا ایمان یہ ہی کہ خدا نے اپنی قدرت سے آدمؑ کو (ابوالبشر نہین بلکہ جنس آدم کو) ایسا پیدا کیا کہ وہ قوت بادشاہت کی رکھتا ہی۔ اور دیگر مخلوقات خدا کو جو کچھ رُوئے زمین پر ہے زیر کرنے والا اپنی حکمت و تدبیر سے ہی۔ اوسکے یہی معنے ہین کہ انسان خلیفۃ الارض ہی۔ لیکن اوس نبی نوع انسان مین ہر فرد بشر بادشاہ نہین ہوسکتا ہی۔ وہی ہونا چاہیے کہ جسمین بادشاہت کرنے کے اوصاف ہون اور ان اوصاف کو خدا نے قرآن مین بتایا ہے[1]۔ اب یہ امر انسانون کے اختیار مین ہے کہ جس کسیکو چاہین باشاہ قبول کرلین خواہ اُسمین اوصاف بادشاہت کے ہون یا نہون یا جس کسی مین اوصاف ہون اور وہ اُن اوصاف کی وجہ سے حق بادشاہت کا رکھتا ہے اُس حق کو غیر حق دار چھین لین۔ تاریخ دنیا مین سیکڑون مثالین اسبات کی موجود ہین کہ جو لوگ اوصاف بادشاہت کا رکھتے تھے اونکو بادشاہت نہین ملی یا اونکے ہاتھ مین نہین رہی اور دیگر مقامات جور مین منتقل ہوگئی۔

جہان کہین کہ بادشاہت مقام جور مین منتقل ہوئی ہے مصنف مخاطب کے ہم خیال اوس کو اللہ کی سخاوت سمجھین گے مگر ہم نہین سمجھ سکتے۔ سلطنت عرب جو پیغمبرؐ کو ملی تھی پیغمبرؐ نے اُسکے قائم رکھنے کی اپنی اہلبیتؑ مین جسمین علیؑ مرتضےٰ بھی شامل ہین بہت کوشش اور تدبیرین اور بندوبست کیئے۔ منجملہ اونکے ایک یہ بندوبست بھی تھا کہ فدک فاطمہؑ کو دیدیا تاکہ خلافت

---

[1] دیکھو رسالہ روشنی جلد دوم مسئلہ امامت جلد ۱۵ از صفحہ ۳۰۳ و ۳۱۴ - ۳۱۳

اہلبیت سے باہر قائم نہو سکے اور وہی بادشاہت تمام جہان مین قائم ہو جاتی۔

حضرت امام جعفر صادقؑ پر خلیفہ عہد نے فدک کا واپس کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ فدک تمہے واپس دیا نہین جائیگا اور اسکے حدود وسی بتائے کہ جو اوس عہد کی سلطنت کے حدود تھے ایس خدا نے تو اپنی سخاوت مین کچھ کمی نہین کی جسکے مقابلہ مین سلطنت سلیمانؑ کی بھی کوئی حقیقت نہین تھی اور حق سلطنت کی جسمین سند فدک بھی داخل ہی اور بہت سی سندین جبرئیل لائے ہین جو قرآن مین موجود ہین۔ حقیقت مین ایسی تاجداری پر یہ طرہ ہے کہ جناب سیدہؑ کو جو اہلبیت مین داخل ہین وہ تاجداری اوگوان سے نصیب ہوتے نہ دی۔ مگر مانعین کی فہرست مین جناب امیرؑ کا نام کیا ہو ہو نہین ہو سکتا۔ انھون نے جہانتک ممکن ہوا کوشش کی کہ بادشاہت اور فدک اہلبیتؑ پیغمبرؐ مین قائم رہے اور جب وہ خلیفہ ہوئے اور باغیونکا ہجوم تھا اوسوقت بھی انھون نے اپنا ارادہ رد فدک کا کہ سلطنت اہلبیت مین آگئی تھی ظاہر فرمایا ہو اونکا نام فہرست مین اوّل اون موئدین کے ہے کہ جنھون نے تائید حق جناب سیدہؑ اور اہلبیتؑ کی کیا فدک اور کیا خلافت مین کی ہے۔

مصنف مخاطب نے اوس پرانے ڈھکوسلے کے ظاہر کرنے مین بھی کمی نہین کی کہ ۱ یہ آیت مکی ہے اور فدک مدینہ مین ملا تھا پھر یہ جوڑ کیونکر صحیح ہوگا ہاں اسبات پر درمیان علمار شیعہ اور سنی کے پہلے بھی بحثین ہو چکی ہین یہ امر محقق ہے کہ قرآن موجودہ کیا از روے آیتون کے اور کیا از روے سورتون کے ترتیب نزول نہین ہے اور نہ ہر آیت کی نسبت یہ لکھا ہے

---

۱ روشنی جلد ۶ صفحہ ۲۰۔

کہ کس وقت اور کہان نازل ہوئی۔ یہ بات تو علیؑ مرتضیٰ کو ہی معلوم تھی اور اُنکا جمع کیا ہوا قرآن لیا نہین گیا۔ ایسی حالت مین کسطرح اطمینان ہوسکتا ہے کہ کون آیتہ مکّی ہی اور کون مدنی۔

علمار شیعہ نے خود اقوال علمار اہلسنت سے ثابت کردیا ہو کہ سورتونکو بوجہ مکّی یا مدنی قرار دیا گیا ہے وہ بوجہ غلبہ آیات کے ہی اور ایسا ہوا ہے کہ سورہ مکّی مین کوئی آیت مدنی ہے اور سورہ مدنی مین کوئی آیت مکّی ہے۔ دیکھو تفسیر اتقان علامہ سیوطی جسمین وہ کہتے ہین کہ سورہ مکّہ وہی ہے جو کہ مکّہ مین نازل ہوا اگرچہ بعد ہجرت ہوئے۔ اور امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین تحت تفسیر آیت۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الخ۔ لکھا ہی کہ مکّہ مین نازل ہوئی تھی مگر مکّہ مین ممبر رسُول خدا کا نہین تھا۔ اور تفسیر کبیر مین سورہ فاتحہ کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ یہ سورہ ایک بار مکّہ مین نازل ہوئی۔ اور دوسری بار مدینہ مین۔ اور نہج البلاغہ مین ابن ابی الحدید نے بسلسلہ شرح آیت اَلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاس کہ جو شروع سورہ عنکبوت ہے لکھا ہے کہ مدینہ مین نازل ہوئی۔ اور یہ سورہ عنکبوت بالاتفاق مکّی ہے۔ اور اس سورہ کو بسبب غلبہ آیات مکّی کے مکّی کہا گیا ہے اور مثل اسکے قرآن مین بہت ہے چنانچہ سورہ نحل مکّی ہے بالاجماع۔ مگر تین آیتین آخر کی مدینہ مین بعد یوم اُحد نازل ہوئی ہین۔

ابن ابی الحدید نے جو یہ کہا ہو کہ مثل اسکے قرآن مین بہت ہین مین ایک اور مشہور آیتہ کا حوالہ دیتا ہون یعنے آیتہ غار قطعی مکّی ہی اور سورہ برات جسمین آیتہ غار ہی قطعی مدنی ہے۔

مصنف مخاطب اس آیت زیر بحث کو جو مکّی قرار دیتے ہین یہ بیان اونکا غیر محقق اور غیر قابل اطمینان ہے۔ البتہ یہ آیت سورہ مکّی مین ہی

اور یہ ثابت ہو چکا کہ سورۂ مکی مین مدنی آیتین بھی ہین۔

اب مین اپنی تازہ تحقیق لکھتا ہون کہ آیت زیر بحث قطعی مکی ہے۔ فدک پیغمبرؐ کو زمانہ فتح خیبر مین خالصتہً ملا اور اوسپر اوسیوقت سے اثر ملکیت ذاتی پیغمبرؐ کا پیدا ہوا یہ واقعہ سنہ ۷ ہجری کا ہے بعد اوسکے سنہ ۸ ہجری مین فتح مکہ کی ہوئی اور فتح مکہ کے وقت پیغمبرؐ مکہ مین موجود تھے اور کچھ مدت تک پیغمبرؐ مکہ مین رہے اور مکہ سے حُنین اور طائف کو فتح کرتے ہوئے مدینہ مین تشریف لائے۔

جب مکہ جو اصل دارالامارۃ پیغمبرؐ کا تھا فتح ہو گیا اور خیبر مین فدک پیغمبرؐ کو جو خاصتہ ملا تھا اوسپر حق ملکیت پیغمبرؐ کا مستحکم اور مضبوط ہو گیا تب بعد فتح مکہ کے مکہ مین یہ آیت "وآت ذالقربی حقہٗ" نازل ہوئی اور یہی موقع اس آیۃ کی نزول کا تھا۔ لیکن پیغمبرؐ نے بسبب اسکے کہ اونکو حنین اور طائف کے فتح سے اطمینان نہین ہوا تھا اور فاطمہؑ بھی مکہ مین ساتھ نہین تھین اسلیئے پیغمبرؐ نے عقل چاہتی ہے کہ تعمیل اس آیت کی مدینہ مین پہونچنے تک ملتوی رکھی تھی اور جب مدینہ مین پہونچے تب دوبارہ یہی آیت پھر نازل ہوئی اور پیغمبرؐ نے مدینہ مین فدک فاطمہؑ کو دیدیا اور چونکہ پہلی مرتبہ یہ آیت مکہ مین نازل ہوئی تھی۔ اسی لیئے دوبارہ نزول کو یہی اس آیت کے سورہ مکی مین داخل کردیا گیا ہی۔

سنّی اور شیعہ دونون کے یہان کی روایتون مین جو یہ ذکر ہے کہ پیغمبرؐ نے اون قرابتدارون کی تخصیص چاہی کہ جنکا حق فدک مین سمجھا جاے اور جسکے سبب سے جبرئیلؑ کا نزول وحی لیکر دو مرتبہ سمجھا جاتا ہے وہ قایل یقین کے ہی کہ یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے اور جبرئیلؑ نے پیغمبرؐ کو تخصیص اوس

قرابتدار کی بتادی جو فدک مین حق رکھتا تھا۔ اور دوبارہ آیتہ کے نزول کی وقت جو نام فاطمہؑ کا آیت مین ظاہر نہین کیا گیا اس کی ضرورت نہین تھی اسلیئے کہ دوبارہ جو تخصیص نام جناب فاطمہؑ کی ہوئی وہ تفسیر آیتہ کی تھی اور کبھی ایسا نہین ہوا کہ تفسیر آیتہ کی داخل آیتہ کر دیگئی ہو۔

مصنف مخاطب نے جب یہ دیکھا کہ یہ روایت سنیون کی کتابون مین بھی موجود ہے تو اونکو کوئی چارہ نہین معلوم ہوا بجز اس کہنے کے کہ "سُنیونکی کسی ایسی کتاب مین اوسکا پتہ نہ ملے گا جس مین روایتین معہ سند کے منقول ہوتی ہین بالفرض اگر کسی غیر معتمد کتاب مین ہو تو اوسکے روی شیعہ غالی اور کذاب ہون گے"

جن معتمد کتابون اور معتمد علمار اہلسنت نے اس حدیث کو منقول کیا ہے علمار شیعہ اون کتابون اور اُن علمار کا حوالہ اس بحث مین دے چکے ہین مصنف مخاطب کو چاہیئے تھا کہ وہ اصل ہر روایت کے راوی کو اور اوسکی سند کو دیکھتے اگر کسی مین سند نہ ملتی تو اوسکو ظاہر کرتے اور اُسکے راوی کی نسبت کتب رجال سے دکھاتے کہ اوسکے راوی شیعہ غالی اور کذاب ہین اور علمآ معتمد نے اپنی کتب معتمد مین اپنی نادانی سے اون روایتون اور اُن راویون پر اعتماد غلط کیا ہے۔ اور جب تک کہ وہ ایسی تحقیق سے نہ دکھائین مجرد قیاس سے کہ جسکا محمول صحیح نہو اپنے یہان کے راویون کو شیعہ غالی اور کذاب کہدینے سے اونکی گلوخلاصی نہین ہوسکتی۔

مصنف مخاطب اسپر بھی تعجب کرتے ہین کہ ہبہ کے وقت رسولؐ نے دو مردون کو گواہ بھی نہ کرلیا کہ دعوی ہبہ کے وقت گواہی دیتے" ہمنے جلد اوّل کے پہلے حصۂ ضمیمہ مین جہان فدک پر بحث کی ہے وہان بموجب آیتونؐ کے

جو ہر معاملہ کے لیئے شہادت کا جُداگانہ حُکم ہو بتا دیا ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا حُکم معاملات دین مین ہے اور معاملہ بیع مین کچھ نصاب گواہ کا بتایا نہین گیا صرف یہ کہا گیا ہی کہ گواہ کر لو اور یہ بھی کہا گیا ہی نہ تکلیف دو کاتب کو اور گواہ کو۔ یعنی گواہ اور کاتب کی چندان ضرورت نہین ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب جائداد غیر منقولہ کا انتقال عمل مین آتا ہے تو قبضہ دلا دیا جاتا ہے اور وہی قبضہ دلیل مالک ہوتا ہے۔ اور جناب فاطمہؑ کا قبضہ موجود تھا۔

پس دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی کا قاعدہ معاملہ انتقال جائداد سے متعلق نہین تھا۔ اور نیز قاعدہ نصاب گواہون کا یا گواہی کا الگ متعلق اہل معاملہ کی ہے قاضی کے لیئے یہ ضرور نہین ہے کہ اہل معاملہ کیلیئے جو قاعدہ مقرر کیا گیا ہے اوسکے بموجب گواہ طلب کرے شہادت کی منظوری کے لیئے صرف مباشرت قلبی قاضی کی کافی ہے جو ایک گواہ یا ایک بیان مدعی یا مدعا علیہ پر ہو سکتی ہے۔

مصنف مخاطب اس طعن شیعون کا اُٹھانا بھی چاہتے ہین کہ حضرت عمرؓ نے جناب سیدہؑ کے گھر جلانے کا قصد کیا تھا۔ اور یہ لکھتے ہین کہ مدار اس طعن شیعون کا ایک روایت پر ہے جو صاحب ازالۃ الخفا نے مصنف ابن ابی شیبہ سے نقل کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگ جناب سیدہؑ کے گھر مین جمع ہو کر یہ مشورہ کیا کرتے تھے کہ ابو بکرؓ سے خلافت چھین کر علیؑ کو خلیفہ بنا دین عمرؓ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ جناب سیدہؑ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ تمام مخلوق مین سب سے زیادہ محبوب ہمکو تمہارے باپ تھے اور اونکے بعد سب سے زیادہ محبت ہمکو تمسے ہے لیکن یہ امر اس بات کا مانع نہین کہ اگر یہ لوگ

تمہارے پاس جمع ہون تو مین یہ حکم کرونگا کہ اونپر گھر جلا دیا جائے چنانچہ
اسکے بعد جب وہ آئے جناب سیدہؑ نے اونسے کہا۔ یا کہ عمر قسم کہا گئے ہین کہ
تمپر گھر جلا دین گے بیشک جو اونھون نے قسم کہائی ہی اوسکو وہ پورا کرینگے تم یہان سے
چلے جاؤ اور اب مت آیو۔"

شیعون کا طعن جناب سیدہؑ کے گھر جلانے کے قصد۔ حضرت عمرؓ کا یا
انکی نسبت جناب سیدہؑ کے دروازے پر آگ اور لکڑی کے جمع کرنے کا یا جناب
سیدہؑ کے دروازے پر آگ لگا دینے کا مدار صرف اوس روایت پر نہین ہے
جو صاحب ازالۃ الخفا نے نقل کی ہی بلکہ اون معتمد روایتون کتب معتمد علمار
جید اور ثقاۃ اہلسنت پر بھی ہے جسکو ہم جلد اول (حصہ ۱۱ - ماہ اگست سنہ ۹۴
صفحہ سبب وفات جناب سیدہؑ و جلد ۴ صفحہ ۵۶ و جلد ۵ صفحہ ۱۳۹ و ۱۵۳
و ۱۵۵) مین مفصل لکھ چکے ہین۔ گو کتب صحاح مین اون کا پتہ نہو مگر جن کتابون مین
اور جن علمار نے اپنی کتابون مین روایات کو لیا ہی وہ محدث ضرور تھے۔
اگر وہ روایات مجہول ہوتین تو وہ محدث اُن روایتون کو ہرگز نہ لیتے۔
مصنف مخاطب کا یہ بیان غلط ہے کہ وہ کسی محدث نے اونکی تصحیح نہین کی یا وہ
روایتین مجہول ہین یا کسی دوسری روایت سے اس مضمون کی تصدیق نہین ہوتی
ہمنے بحوالہ کتب اور اونکے علمار کے جو اُن روایات کو یکجا کر دیا ہے اوسکے
دیکھنے سے تمام بیان مصنف مخاطب کا غلط ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ جن علمار
اہلسنت نے موقع اس طعن کا روایتون کو اپنی کتب مین درج کرکے دیا ہے
اور یہ آگ لگائی ہے وہ مثل طبری اور واقدی اور عثمان ابن ابی شیبہ اور
ابن عبد ربہ المغربی اور ابن خزابہ و مصنف کتاب المحاسن وانفاس الجوہر و
عبد اللہ ابن ابی شیبہ و بلاذری و ابن عبد البر صاحب استیعاب و ابوبکر جوہری

صاحب کتاب سقیفہ و قاضی جمال الدین واصل و ابو الفدا اسمعیل بن علی بن محمود صاحب کتاب المختصر و ابن قتیبہ و ابراہیم بن عبد اللہ مینی الشافعی صاحب کتاب الاکتفا و سیوطی صاحب جمع الجوامع و ملا علی متقی صاحب کنز العمال و شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء و غیرہم ہین۔

جس روایت کو مصنف مخاطب نے نقل کیا ہی وہ جس کتاب مین ہو اسکو مصنف مخاطب یہ کہتے ہین کہ "اُسمین ہر قسم کی روایتین یہانتک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین اور نادر الوجود ہونے کی وجہ سے اِس کتاب مین تحریف ہونے کا احتمال ہی اِسلیئے یہ قصّہ ہمکو مسلم نہین"

مصنف مخاطب کی مراد اس کتاب سے یا تو ازالۃ الخفا ہی یا تصنیف ابن ابی شیبہ ہی جس سے کہ صاحب ازالۃ الخفا نے لیا ہی۔ اُسمین اگر ہر قسم کی روایتین یہان تک کہ جھوٹی روایتین بھی موجود ہین تو مصنف مخاطب کا ایسا اقبال اپنے یہان کے علماء کی نسبت شیعونکا دل خوش کرنے والا ہی لیکن مصنف مخاطب اپنا جی اِس بیان سے خوش نہین کرسکتے کہ "اِس روایت کا پتا صحاح مین نہین ہی" صحاح مین بھی بہت کچھ جھوٹی روایات کے علمای اہل سنت قائل ہوچکے ہین اگر اُسمین بھی اسکا پتا ہوتا تو مصنف مخاطب وہی کلمہ اُنکی نسبت بھی لکھ سکتے تھے جو غیر صحاح کی نسبت لکھا ہی۔ درصل اِس زمانے کے علماے اہل سنت کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ جس روایت کو ایسا پاتے ہین کہ جس سے طعن اُنکے مذہب پر آوے خواہ وہ روایت صحاح کی ہو خواہ غیر صحاح معتمد علماء کی جھوٹ کا آلہ ہاتھ مین لیکر گریز کرجاتے ہین۔ ورنہ قابل غور ہی کہ جب بڑے بڑے علماء سابقین اپنی تصانیف مین احراق خانۂ فاطمہؑ کے متعلق روایات درج کرچکے اور وہ مطابق روایات کتب اہل شیعہ او معتزلہ کے بھی ہین تو کیسے سمجھا جاسکتا ہی

کہ وہ روایات جھوٹ ہین یا نادرالوجود ہین یا تحریف کا احتمال ہی۔
شیعون کو یہ قدرت کس روز نصیب ہوئی ہے کہ وہ ان تمام کتابونکو جمع کرکے اُس مین تحریف کرسکین۔ اور اِس قصتہ سے کیونکر انکار ہوسکتا ہی جیساکہ مصنف مخاطب نے انکار کیا ہے اور یہ لکھنا مصنف مخاطب کا کہ "جس طعن کا مدار ایسی غیر معتمد روایت پر ہو وہ قابل جواب نہین ہے" کسیکی نگاہ مین وقعت نہین رکھ سکتا۔ جبکہ مدار اِس طعن کا ایسی رواتیون پر ہے کہ جنکو کثیر علماء اہلسنت نے لیا ہی تو ایسا طعن درحقیقت لاعلاج اور لاجواب ہے۔
یہ ابن ابی شیبہ وہ شخص ہی کہ فضل وجلالت واعتماد واعتبار اوسکا ایسی اشہر ہے کہ بخاری اور مسلم نے اُسی سے روایات کو اخذ کیا ہے اور اپنی صحیحین مین اُسکی احادیث پر اعتماد کرکے لائے ہین اور ایسے ہی۔ ابوداود۔ نسائی۔ اور ابن ماجہ نے بھی اپنی اپنی صحاح مین اُس سے اخراج روایات کا کیا ہے۔ اور علامہ ذہبی کاشف مین لکھتے ہین کہ "اوسکی نسبت کہا ہے کہ ہمنے اوس سے زیادہ یاد رکھنے والا نہین دیکھا اور وہ ان سبمین احفظ تھا جن لوگون کو کہ ہمنے پایا وہ ثقہ اور حافظ صاحب تصانیف تھا" یافعی مرآۃ الجنان مین اوسکی نسبت یہ تحقیق کرتے ہین کہ "وہ امام ایک ہی علامون مین سے صاحب تصانیف کبار ہے ابوزرعہ نے کہا کہ اوس سے زیادہ کوئی یاد رکھنے والا نہین دیکھا۔ اور ہمارے زمانے مین علم حدیث چار شخصو نپر منتھی ہوا ہے ابوبکر بن شیبہ سیر حدیث مین یکتا تھا اور ابن معین جمع کرنے مین۔ اور ابن المدینی اعلم۔ اور احمد بن حنبل فقیہ" اور صاحب فیض القدیر نے بھی شد ومد سے اِسی ابن شیبہ کی توثیق کی ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین مین جو کچھ اونکی نسبت لکھا ہے وہ اُس سے بھی زیادہ ہے اور ابن ابی شیبہ

کی نسبت لکھا گیا ہے ایسے شخص کی روایت کو غیر معتمد سمجھنا اور اِس قصّہ کو تسلیم نہ ماننا مصنف مخاطب کی ہی جُرات ہی۔

مُصنف مخاطب حضرت عمرؓ کے مقولہ کی یہ تعبیر بھی کرتے ہین کہ "وہ کہ اُنھون نے یہ کہا کہ گھر جلا دون گا یہ نہین کہا کہ جناب سیدہؑ کا گھر اونپر جلا دونگا۔ تھے ہی فقط اونکو بھی نہ جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ کو۔ جناب سیدہؑ کے گھر جلانے سے کیا تعلق۔ اور اُنپر بھی گھر جلانا مقصود نہ تھا۔ اِس محاورہ کا استعمال فقط ڈرانے اور دھمکانے کے لیے تھا"

یہ تعبیر طعن اور الزام سے بچا نہین سکتی جو لوگ کہ جناب سیدہؑ کے گھر مین جمع تھے یا جمع ہوتے تھے اون پر گھر جلا دینے کو حضرت عمرؓ نے کہا تو مقصود حضرت عمرؓ کا اُس گھر کے جلا دینے کا ہوا کہ جو گھر جناب سیدہؑ کا تھا۔

ابن قتیبہ نے یہ روایت کی ہے کہ "جب عمرؓ نے یہ کہا باہر آؤ تم اور نہین گھر کو اور جو کوئی ہے اُسمین اُسکو مین جلائے دیتا ہون۔ لوگون نے کہا کہ فاطمہؑ اس گھر مین ہے حضرت عمرؓ نے کہا اگرچہ ہو" اور ابن خزابہ نے لکھا ہے کہ "وہ جب عمرؓ نے یہ کہا کہ جلاؤنگا مین اوسکو اور جو کوئی کہ اُس مین ہے۔ راوی نے کہا کہ اُس گھر مین تو فاطمہؑ اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور گروہ اصحاب النبیؐ سے مین پس کہا فاطمہؑ نے آیا جلا دیگا تو مجھپر اور میرے بچون پر۔ کہا قسم خدا کی" کتاب عقد فرید مین ابن عبدربہ نے یہ لکھا ہے کہ "وہ بھیجے عمرؓ ایک چنگاری آگ کی اِس ارادے سے کہ جلا دین اُنپر گھر کو۔ پس ملین فاطمہؑ عمرؓ کو اور کہا اے پسر خطاب تو اسلیے آیا ہی کہ جلا دے تو گھر ہمارا۔ کہا ہان" اور اِسی طرح علامہ ابوالفدا اور علامہ بلاذری نے لکھا ہی۔

ایسی حالت مین یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ "گھر جلانے کا مقولہ حضرت

عمرؓ کا صرف اُن لوگون پر تھا کہ جو اُس گھرمین جمع تھے نہ جناب سیدہؑ اور جناب امیرؑ پر" جبکہ روایات مین صاف وصریح ہے کہ علیؑ مرتضے اور جناب سیدہؑ اور حسنینؑ پر بھی گھر جلانے کا اقرار حضرت عمرؓ کا موجود ہی"

یہ امر کہ حضرت عمرؓ کا ایسا کہنا صرف دھمکی اور تہدید اور ڈرانے کے لیے تھا اور گھر جلانا مقصود نہ تھا" ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا بدتر گھر جلانے سے ہی کہ جس تہدید اور دھمکی اور ڈرانے پر جناب فاطمہؑ کو یقین ہو جائے کہ جسمین حضرت عمرؓ نے قسم کھاکے ایسا امر ظاہر کیا ہے۔ اور ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا فاطمہؑ کو برابر اسکے ہی کہ جیسے کوئی پیغمبرؐ کو تہدید کرے یا دھمکی دے اور ڈراوے۔ اسی جگہ سے سمجھ لینا چاہیے کہ ایسی تہدید اور دھمکی اور ڈرانا کس بات کو لازم آتا ہی۔

مصنف مخاطب اخیر مین یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ وہ سابق ثابت ہو چکا ہی کہ جناب امیرؑ کو خلافت ابو بکرؓ سے تعرض کرنا ہرگز منظور نہ تھا اور عباس اور ابو سفیان نے جب یہ رائے دی تھی تو جناب امیرؑ نے اِس خیال کو فتنہ بتایا تھا۔ بلکہ جناب امیرؑ اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کرے۔ پس ظاہر ہے کہ جو لوگ کہ خلاف ابو بکرؓ کے رائے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیرؑ کی رائے کے مخالف ہونگے۔ پس عمرؓ نے اُن لوگونکو دھمکایا کہ جو جناب امیرؑ کے رائے کے مخالف تھے۔ کیا عجب ہی کہ جناب امیرؑ نے خود ہی عمرؓ سے یہ تحریک کی ہو کہ اُن لوگون کو دھمکا دو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورے کے لیے جمع نہوا کرین واللہ اعلم بالصواب"

جلد ششم کے شروع مین جو ہمنے بحث کی ہی اُس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب امیرؑ کو خلافت حضرت ابو بکرؓ سے اِس حیثیت سے تعرض کرنا کہ تلوار لیکر

یا اپنے ساتھ ایک گروہ قائم کرکے خلافت ابو بکرؓ پر حملہ کرین منظور نہ تھا اور خصوص اُسوقت مین کہ عباسؓ اور ابو سفیان نے جب ایسی رائے دی تھی کہ اُسوقت علی مرتضےؑ کے ایسا کرنے سے قومی سلطنت مسلمانون کی جو قائم ہوئی تھی وہ تباہ ہوجاتی[۵۱]۔ اور جناب امیرؑ نے خود خلافت حضرت ابو بکرؓ کو فتنہ بتلایا ہے[۵۲] اور اُسوقت شور وشغب اُن لوگون کا زیادہ تھا جنکو مانعین زکوٰۃ کہا جاتا تھا اور اُن لوگون کا جو مرتد ہوگئے تھے۔ ایسے وقت مین علیؑ مرتضے کی بیشک یہ رائے تھی کہ سکوت اور صبر کیا جائے اور قومی سلطنت مسلمانون کو تباہ نہ کیا جائے۔

ہم پہلے[۵۳] یہ بھی دکھلا چکے ہین کہ جسوقت مدینہ پر عہد حضرت ابو بکرؓ مین اہل ارتداد نے اور مصنوعی پیغمبر کے لشکر نے حملہ کیا ہو اُسوقت علیؑ مرتضے تائید مذہب اسلام اور قومی سلطنت کے لیے مستعد جنگ ہوئے ہین۔ اس سے صاف ظاہر ہوجاتا ہو کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابو بکرؓ کی کوئی ذاتی حمایت اور مدد نہین کی نہ اُس شخص سے لڑنا جائز سمجھتے تھے جو اُنکی خلافت سے انحراف کرے اس حیثیت سے کہ اُنکی خلافت کو جائز اور صحیح نہ سمجھتا ہو۔ اسلیے کہ خود علی مرتضےؑ اونکی خلافت کو جائز اور صحیح نہین سمجھتے تھے جیسا کہ اُنکے اکثر ارشادات سے ثابت ہوچکا ہے[۵۴]۔ البتہ قومی سلطنت کو جو کوئی تباہ کرنا چاہے اور دین اسلام سے مرتد ہوجاوے اُس سے لڑنا علی مرتضےؑ پسند کرتے تھے۔

اِس حقیقت کے ظاہر ہونے کے بعد یہ نتیجہ نہین نکل سکتا کہ جو لوگ خلافت ابو بکرؓ کی مخالفت کی رائے دیتے ہونگے وہ درحقیقت جناب امیرؑ کی رائے کے

[۵۱] جلد ۵ صفحہ ۷۰ [۵۲] خط علیؑ مرتضی بنام معاویہ ۱۲ جلد ۴ صفحہ ۴۳۵ - ۲۱ - ۵ء

[۵۳] جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ - [۵۴] جلد ۴ صفحہ ۴۳۶ -

مخالف ہون گے اور حضرت عمرؓ نے اون لوگون کو دھمکایا جو جناب امیرؑ کی راے کے مخالف تھے" یہ معاملہ اُسوقت کا ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے لیئے یہ کوشش ہوتی تھی کہ سب لوگ اور بنی ہاشم اور علیؑ مرتضے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلین - اور حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت تمام نہین ہو چکی تھی - اوسوقت علیؑ مرتضے کی ایسی راے ہوتی تو خود علی مرتضے اور بنی ہاشم اور بعض دیگر اصحاب پیغمبرؐ کہ جو تابع مرضی علیؑ مرتضے کے تھے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیتے اور جو لوگ کہ علیؑ مرتضے کے گھر مین مشورہ خلافت کے لیے آتے تھے اونکو خود علیؑ مرتضے منع کردیتے - اور علیؑ مرتضے نے جو مرتدین اور مخالفین دین اسلام سے عہد ابو بکر مین جنگ کی ہے وہ اُسوقت کا معاملہ ہی کہ جب حضرت ابو بکرؓ عام طور پر خلیفہ قبول کرلیے گئے تھے اور بعد وفات جناب سیدہؑ علیؑ مرتضے سے بھی مصالحت ہو گئی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ علیؑ مرتضے سے طلب بیعت نہ کرینگے اور علیؑ مرتضے اونکی خلافت مین خلل نہ ڈالین گے - پس یہ خیال مصنف مخاطب کا بغیر کسی سند کے محض ایک واہمہ ہے کہ ع کیا عجب جناب امیرؑ نے خود ہی عمرؓ سے یہ تحریک کی ہو کہ اون لوگونکو دھمکادو تاکہ ہمارے گھر مین فساد کے مشورہ کے لیے جمع نہ ہوا کرین" ایسا واہمہ قبول کرنے سے یہ لازم آتا ہے کہ علیؑ مرتضے خود بانی اسکے ہوئے کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کا گھر اون پر جلادو یا اُنکو ایسی دھمکی دو - حالانکہ ایسا واہمہ علیؑ مرتضی کی نسبت کسیطرح قبول نہین جاسکتا جبتک کہ یہ قبول نہ کرلیا جائے کہ کسی وقت مین علیؑ مرتضے پیغمبرؐ کی نسبت اونکا گھر اونپر جلادینے یا پیغمبرؐ کو ایسی دھمکی دینے کا مشورہ اور صلاح حضرت عمرؓ کو دے سکتے تھے -

خود علی مرتضےٰ علیہ السلام اور حسنینؑ اور فاطمہؑ کا اُن لوگون کو منع کر دینا کافی تھا۔ حضرت عمرؓ سے اُسمین مدد لینے کی کوئی ضرورت نہین تھی اور نہ اسکی حاجت تھی کہ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو علیؑ مرتضےٰ ایسی دھمکی دینے مین شریک ہون۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ مصنف مخاطب اپنے ان قیاسات کو جو کچھ اُنھون نے اپنے اِس رسالہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ مین مخالفت شیعون کے لکھے ہین اُسکی صحت پر وہ خود مطمئن نہین ہین اور اُنکو خلاف محل قیاس جانتے ہین اسیوجہ سے اُنھون نے اخیر مین یہ لکھدیا ہے "واللہ اعلم بالصواب" اور ایسا لکھنا اُنکا ٹھیک بھی ہے اِسلیے کہ وہ ائمہ اہلبیت اور ابناء پیغمبر سے کچھ نہین لیتے ہین جانسے کہ شیعہ لیتے ہین اور ہر امر پر شیعون کو ویسا ہی یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے پیغمبرؐ کے فرمودے پر۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ وَالْاَئِمَّۃُ الْمَعْصُوْمِیْنَ حُجَّۃُ اللّٰہِ

راقم مین ہون وہی خاص شیعہ سر

یادداشت واضح ہو کہ یہانتک جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کی مضامین کی متعلق بحث ختم ہو گئی اگرچہ اِس بحث نے ابھی جلد ہفتم مین صرف ایک چوماہی کے ہی نمبرونکو ختم کیا ہی لیکن ان نمبرونکو نصف اوّل جلد ہفتم سمجھنا چاہیے تاکہ اِس امر کی سمجھنی مین آسانی ہو کہ جلد دوم نصیحۃ الشیعہ کی مضامین کے متعلق اِس حصہ نصف اوّل جلد ہفتم مین بحث ختم ہوئی ہی۔ جلد ثالث نصیحۃ الشیعہ کی بحث کا سلسلہ آیندہ نمبر ان ہی جلد وسطی مین شروع کیا جائیگا اور وہ حصہ نصف ثانی جلد ہفتم کا ہوگا لہذا حصہ اسی حد پر ختم کر کے مومنین کی سُرور کیلیے ایک قصیدہ منقبت جناب امیرؑ مین لکھا جاتا ہی جو سال مجلس صدر انجمن امامیہ کی سالانہ جلسہ عید غدیر کے موقعہ پر ہمارے دوست میرزا کاظم حسین محشر نے اپنی تازہ تصنیف سے پڑھا تھا۔ میرزا قزلباش۔ اڈیٹر۔

قصیدہ مشتمل بر مناظرۂ عاشق و معشوق منقبت وصی مصطفیٰ نفس حضرت خیر الوریٰ یعنی علی مرتضیٰ روحی لہ الفدا

بے طلب جاتا ہوں سوئے بزم یار نازنین
شوق رسوائی ہے دامنگیر جذب دل نہین

دل بڑھاتی جاتی ہین بڑھ بڑھ کے ہر دم حسرتین
ہر قدم پر دیتے ہین ارمان صدائے آفرین

اضطراب شوق نے دی قوت رفتار برق
غیر ممکن ہے کہ اب دم بھر ٹھہر جاؤن کہین

عجلت امید و حسرت ہے کہ یہ اعجاز ہے
ہر قدم مین ہوتی ہے طے ایک منزل بھر زمین

بڑھ کے قسمت نے صدا دی کعبہ مقصود ہے
سجدہ رکھ فرط ادب سے آستانے پر جبین

بوسہ کیسا اور ادب کیسا کہان کیسی عقل
کھل گیا مارے خوشی کے غنچہ قلب حزین

بزم جانان مین گیا یہ بسمل شوق اس طرح
جیسے بیکس کی دعا جا سوئے عرش برین

بزم وہ جسکی فضا پر روضۂ رضوان نثار
پھر تماشا ہے بتان گر حور آ نکلے کہین

بیٹھنے ہی کو تھا چھپکر اُس ستم ایجاد سے
اتفاقاً پڑ گئی مجھپر نگاہ خشمگین

اب کہان تاب تحمل بس قیامت ہو گئی
غیر سے کہنے لگا دیکھو یہ محشر تو نہین

بے بلائے بزم مین آیا اور اُسپر یون ڈٹے
جس طرح ممکن ہوئی آؤ اُسے میرے قرین

خود چلا مین پھر تو بن کر قیدی اُمید و بیم
ڈرتے ڈرتے آخر آیا پیش یار نازنین

آنکھ چار اُس ظالم بیگانہ خو سے جب ہوئی
مجرمون کیطرح نیچی کی نگاہ شرمگین

خنجر ابرو کو ناز حسن نے کھینچا ادھر
یہان نیاز عشق نے دلکی سپر لی وقت کین

ہو کے برہم یہ کہا سُن تو سہی او بے ادب
کیون چلا آیا یہان محفل عشرت قرین

مجھسے اور دعوائے اُلفت کیا خدا کی شان ہے
ذرے کو خورشید سے ہرگز کوئی نسبت نہین

گو بظاہر ایک باطن دلمین پر نیت کچھ اور
اسطرح کی عاشقی کا ہم کو خاک آئے یقین

تم وہ ہو بدنام کردو ساری دنیا مین اُسے — رحم کھا کر جو بٹھائے ایک دم اپنے قرین

روز کا مرنا تمہارے سامنے ایک کھیل ہے — روز رکھتے ہو کہ نکلی جاتی ہی جان حزین

کیون ہمین تو کرتے ہین وعدہ وفاداری کا بھی — کیون شکایت بھی شب فرقت کی کرتی ہین ہمین

کونسے نالے ہین وجہ جنبش دیوار و در — کونسی آہین ہین رخنہ ساز چرخ ہفتمین

کیا تمہارا ہی وہ دل ہے باعث آزار خلق — شعلہ نار سقر ہے جس کی آہ آتشین

خوب ہی سمجھے حقیقی اور مجازی کے رموز — خوب اس سودے مین کی بربادی دنیا و دین

پختہ کاری جنون اور یہ خیال خام واہ — میرے عاشق بنکے آئے شکر رب العالمین

سچ کہو چشم حقیقت بین اگر رکھتے ہو تم — دوسرا دیکھا ہی مجھسا کوئی عالم مین حسین

حیرت افزای جہان کیونکر نہو صورت تری — آئینہ ہے مجھسے گویا صنعت حسن آفرین

میرے ہی دم سے ہوا ہی بزم عالم کو فروغ — میری ہی رخ پر فدا ہین ماہ و خورشید مبین

حالت نرگس نے ملنے پھر پیر روشن ہو گئی — باغ مین مجھسے لڑائی تھی نگاہ سرمگین

کون ہی وہ جو نہین میری جوانی پر نثار — کون ہی وہ جو نہین کھو بیٹھا دنیا و دین

نقش حب ہے پھر عاشق میرا ہر نقش قدم — میرا درد عشق دار وے دل اندوہ گین

مژدہ وصلت میرے منہ سے ہی کار عیسوی — بارہا زندہ ہوئی ہی میتت قلب حزین

میری کوچہ کو زمانہ کہتا ہی باغ بہشت — میرے گھر کے اوج پر صدقے ہی قصر حور عین

نکلے یہ مین نے کہا او مست صہبائے غرور — حسن عارض پر رعونت اسقدر زیبا نہین

ہو کسیکو خاک یکتائی کا دعوی خلق مین — عیب ہر صورت مین ہے جز ذات صنعت آفرین

فتنہ پردازی تمہاری مد تونسے ہی عیان — حضرت آدم سی چھوٹا گلشن خلد برین

حسن پر خوش قامتی اس قیامت کا غرور — پاؤن رکھتے ہی نہین نخوت سے بالائی زمین

صاف تو یہ ہے کہ ہمسے شاعرون کو دو دعا — کھدیا رخ کو جنھون نے روکش ماہ مبین

خود ہی اپنے دلمین سمجھو تو گیسوئے دراز — ہمسے گر پوچھو تو کہدین ہین یہ مار آستین

یہ جو انکا زمانہ چلتی پھرتی چھاؤن ہے
انکے سے جسکو ابھی دیکھا ابھی کچھ بھی نہین

پھر زلیخا کی طرح تم خود کرو ظہار شوق
سائے سے بھاگے جو آوے یوسف دل قرین

اپنے گھر بیٹھے رہا تمکو مسیحائی پر ناز
سیکڑون بیمار فرقت چھپ گئے زیر زمین

دلفریبی کے یہی چلتے ہوئے جادو یہ ہین
نام رکھا ہی بلا لیکر جنکا چشم شرمگین

شاد ہوتے ہو جو شاعر تمکو کہتے ہین صنم
اب ذرا ایمان سے کہنا یہی ہی طرز دین

بیوفائی سے ہزارون کو ہو لوادیا
کچ ادائی سے کیا خون دل اندوہ گین

کیا سمجھکر اپنے کوچے کو کہا رشک بہشت
خواب مین بھی تمنے دیکھا ہے کبھی خلد برین

مجھکو دعوی ہی کہ مین ہون رونق بازار عشق
بیچتے ہین یہ سودا خریدا بیچ کر جان حزین

مجکو سیا ہے زبان سے لون اگر نام وفا
جان جاے پر نہ چھوڑون دامن صدق و یقین

محفل عالم مین کیا ہوتا فروغ شمع حسن
بنتا پروانہ نہ گر میرا دل اندوہ گین

جان دیکر عاشقی کو مین نے زندہ کردیا
تیرے منت کش ہون گر انصاف رکھتے ہین حسین

تو ادہر آؤ دکھا دون مین تمھین داغ جگر
تو بھی شرما کے مغرب مین چھپے مہر مبین

اپنے سینے مین نقش رکھتا ہون دل پر داغ مین
خود کہے رضوان جسے گلدستہ خلد برین

بے اثر کہتے ہو نالون کو میرے یہ تو کہو
تھا ستا تھا کون بیتابی سی قلب نازنین

مین وہ دیوانہ جہان بیجا ہون راہ عشق مین
ننگ ہے گر قیس و وامق کو بناؤن ہمنشین

تمکو حسن صورت اور مجکو ملا سیرت کا حسن
اب اگر اٹھے تو مین دیکھون نگاہ شرمگین

شرط یہ ہی لاف بیجا سے اگر توبہ کرو
اپنے اس دعوی کا دلوادون ابھی تمکو یقین

بادہ پندار کا نشہ تمہارے سر مین ہی
مین ہون سرمست مئے حب امیر المومنین

میری آنکھونکی مقدر مین ہو دیدار نجف
تیرے نظارے کی وادی وادی ایمن نہین

کون امیر المومنین فرمانروا ے ملک شرع
ہادی اول علی یعنے امام المتقین

وہ علی روشن ہین عالم بھر پہ جسکے معجزے
جنکا ایک بندہ ہی ہر عالمین خورشید مبین

آپکو قاتون مین خالق نے وہ قوت کی عطا
توڑ ڈالا باب خیبر صورت نان جوین ؎

آپکی شمشیر و ضربت کا ہی یہ بھی معجزہ
کم ہوا کنگرہ زور بازوئی روح الامین

زال دنیا پر نہ کی ادنے توجہ آپنے
اسقدر تھا شوق وصل شاہ ایمان و دین

آپکے رخ کی ثنا شبکو پڑھی جائے اگر
اشتیاق سمع مین ہو رغبت مہر مبین

طاعت اسکی فہم انسانی مین کیونکر آسکے
جسکے پوتے کو خدا فرمائے زین العابدین

کیا عجب ذہن رسا سی ہو جو کار جبرئیل
مطلع نو کا تصور ہوگیا دل مین مکین

اب نہین دشوار مضمون حقیقی کا شکار ؎
وہ کمند فکر جا پہونچی سر عرش برین

آپ کو شاہی مبارک ای خدیو مسلمین ؎
ہو مبارک مومنونکو نعمت تکمیل دین

آگئے جبرئیل مثل رحمت پروردگار
اپنے دل ہی دلمین ہین بشاش ختم المرسلین

عارض پرنور سے طالع ہی عشرت کی سحر
صاف ظاہر ہوگیا آج آئی عید مومنین

عید وہ مشہور عالم جو کہ ہی عید غدیر
عید وہ جسکی تجلی سے ہوئی روشن زمین

ہوگئی تبلیغ احکام خداوند کریم
ہوگئے مالک خدائی کے امیر المومنین

جانشین حضرت خیر الوری ایسا تو ہو
وان ہو اشق القمر یان رجعت مہر مبین

ہو چکے جب سلام وصی مصطفے ممبر پہ آپ
شش جہت مین گونج اٹھا آوازہ شرع مبین

ہی حسد سے آپکے دنیا مین دوزخ کا مزا
کیون نہ انکار و نپر لوٹین سنگ اعدائے دین

ہوا ازل کی صبح یا معراج یا شام ابد
آپ سے ہی زینت درگاہ رب العالمین

اسلیئے دربیدہ تھی معراج مین احمد کیساتھ
نفس کی فرقت کسی صورت نہین سکتی نہین

پائے بسم اللہ کی تفسیر سے روشن ہوا
ہین نہان دلمین علوم اولین آخرین

آپ وجہ اللہ ہین فضل خدا سے ای حضور
حل مشکل مین نہون کیونکر رگ جانکے قرین

ہوگئی اکسپل مین تکمیل رموز معرفت
آپنے جسوقت کی تعلیم جبرئیل امین ؎

دامن نیسان ادب کے مارے کیونکر مساوی
وقت بخشش دامن رحمت ہے انکی آستین

بتکدے کو آپنے کعبہ بنایا ہاتھون ہاتھ
اس یداللہی کے صدقے کیون نہون اعدائے دین

بے تکلف مہد مین اژدر کو دو ٹکڑے کیا
بچپنے مین یون دکھایا زور رب العالمین

کیا ٹھہرتے آپ کی برق نگہ کے روبرو
ہوتے گر لاکھون حجاب پردۂ صدق و یقین

آپ کیا پیدا ہوئے گویا نصیبا جاگ اوٹھا
عرش پر کیون فوق لیجائے نہ کعبہ کی زمین

عالم انوار مین کی ایسی تسبیح خدا
ہوگیا جس سے حقیقت دان دل عرش برین

دیکے سائل کو انگوٹھی آپنے وقت نماز
مول لیلی کل متاع قرب رب العالمین

آپ مفلس کو دکھائین معجزے کی شان اگر
سنگریزی اوسکے دامن مین بنین در ثمین

نور سے اونکے ازل مین گر نہ کرتا اقتباس
عالم افروزی نکرتی ماہ تابانکی جبین

آپکے سایے سے کھینچی حسن یوسف کی شبیہ
ای تعالی اللہ زہے خامۂ حسن آفرین

چارہ سازیکا اثر بخشین جو ظالم کو حضور
سوزن بخیہ ستمگر کا ہو تیر دلنشین

سامنے جسکے سلیمانی ہی شکل مور ہے
آپکی وہ سلطنت ہے ای شہ دنیا و دین

حکم سے جو آپکے عالم مین سرتابی کرے
صورت گردون ہو اسکی پانکی دشمن نشین

اے معاذ اللہ جس دلمین نہو اونکی ولا
بخشش اوسکی پھر کسی صورت سے ممکن ہی نہین

متحد بالذات ہے یون احمد مرسل سے آپ
نفس آئینہ مین جس صورت سے ہو جوہر مکین

شعلۂ قہر آپکا ہو مائل رفعت اگر
ٹکڑے مارے برق خرمن مین ہو آکر جاگزین

شمع بزم حسن مولا کا اگر اٹھے دھوان
خلد مین کاجل بنائین اوسکو لیکر حور عین

گر کسی کے معجزے سے گنگ بول اٹھا تو کیا
آپکے فضل تکلم سے ہوئی گویا زمین

ہون مریض جان بلب آپ اگر تیماردار
دی خبر صحت کی پھر کہ ہر نگاہ واپسین

انبیا نے جس جگہ ظاہر کیا عجز و ادب
طے کیا ہی آپنے وہ جادۂ [illegible]

شاہ رعب آپکا پھینکے اگر تیر امان
اپنے دلسے ہاتھ اٹھالین ضیغم ہیجا [illegible]